besturdubooks.wordpress.com
سعایۃ النحو
شرح اردو
ہدایۃ النحو
مؤلفہ
مولانا مفتی عطاء الرحمن ملتانی
مکتبۃ الشرعیۃ
چک شہزاد اسلام آباد
0300-5383131

جدید ترتیب

سعایۃ النحو

شرح اردو

ھدایۃ النحو

مؤلفہ

مولانا مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

مکتبۃ الشرعیۃ
چک شہزاد اسلام آباد
0300-5383131

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: .... سعایۃ النحو

مؤلفہ: .... مولانا مفتی عطاء الرحمٰن ملتانی

ناشر: .... مکتبۃ الشرعیۃ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُكَ يَا مَنْ هَدَيْتَنَا نَحْوَ الْإِسْلَامِ
ثُمَّ نُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى مَنْ بَلَّغَنَا الْكَلِمَةَ وَالْكَلَامَ
وَعَلٰى مَنْ لَمْ يَنْصَرِفْ عَنْهُ ذَوِى الْعِلْمِ وَالْأَعْلَامِ

امابعد : احقر کی تصنیف ''سعایۃ النحو'' کی جدید طباعت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ پہلے کئی مرتبہ طبع ہو چکی ہے جس میں کتاب کی عبارت اور لفظی ترجمہ کی کمی محسوس کی جارہی تھی اب عبارت اور ترجمہ شامل کر کے اس کمی کو دور کر دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ بہت ساری تصنیفات مثلاً ''تنویر شرح نحو میر ، املاء الصرف اردو شرح ارشاد الصرف، کاشفہ شرح کافیہ ، غرضِ جامی شرحِ شرح جامی، ضوابطِ نحویہ اُردو ، ضوابطِ نحویہ پشتو ، رفتۃ العامل شرحِ شرح مائۃ عامل ، تقریر قطبی شرح قطبی'' وغیرہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر بفضل اللہ عند الخواص شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں جو کہ صاحبِ فن اساتذہ کرام کے لئے اور صاحبِ ذوق طلباء عظام کے لئے یقیناً علمی ذخیرہ ہیں۔

اس شرح میں کافیہ کی طرز کر ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ کافیہ کی تعلیم و تعلم کی استعداد پیدا ہو جائے، جو کہ مقصود ہے ہدایۃ النحو کا۔ جس پر تصریح کرتے ہوئے صاحبِ ہدایۃ النحو نے کہا (علی ترتیب الکافیہ) بلکہ ہر پہلے درجہ کی کتب سے دوسرے درجہ کی کتب کی تفہیم و تفہم کی استعداد پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور اس شرح میں یہ بھی سعی کی گئی ہے کہ قواعد و ضوابط کی علل اور حکمتوں کے ساتھ مزین کیا جائے اور مسائل و عجائب کا ذخیرہ جمع کیا جائے جن کو سوالات و جوابات کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

یہ سوال و جواب درحقیقت علم نحو کے احکام و مسائل ہیں اور قوانین نحو یہ اور اُن کی شرائط ہیں جو کہ علم نحو کو ضبط و حفظ کرنے کے لئے انتہائی ضروری ہیں۔

عزیز طلباء کو نصیحت ہے کہ علوم کا معیار وفاق کی سند نہ رکھیں اور نہ ہی اس پر اعتماد کریں کیونکہ یہ سند عندالناس تو کام دے جائے گی لیکن عنداللہ علمی سند چلے گی کاغذی نہیں۔ اس لئے پوری محنت اور توجہ سے سمجھ کر پڑھیں۔

نیز علم کے بڑھانے کی فکر کے ساتھ ساتھ عمل میں بڑھنے کی فکر بھی بہت ضروری ہے جیسا کہ فرمان رسول اللہ ﷺ ان اعلمکم باللہ وان اخشاکم معلومات اور معمولات میں جوڑ علوم دینیہ کا خاصہ ہے۔

مولانا رومیؒ نے خوب کہا ہے

علم چوں بردل زنی یارے شود　　علم چوں برتن زنی مارے شود

قال را بگذار مرد حال شو　　پیش مرد کاملے پامال شو

دانش نوراست درجان رجال　　نے ز دفتر زراہ قیل وقال

اللہ رب العزت ہمیں صفات حسنہ کو اختیار کرنے اور صفات سیئہ سے اجتناب کرنے کی توفیق بخشے اور اس شرح کو شرف قبولیت سے نوازے۔

طالب دُعا

ابو محمد عطاء الرحمٰن ملتانی

خطیب جامع مسجد محمدی اسلام آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ : شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے اپنی کتاب ''هداية النحو'' کو بسم اللہ سے شروع کر کے کیا فوائد حاصل کئے؟

جواب : چند فوائد حاصل کئے۔

فائدہ① : تبرک حاصل کیا۔

فائدہ② : قرآن کی اقتدا کی ہے کیونکہ قرآن مجید کی ابتدا بسم اللہ سے ہے۔

فائدہ③ : حدیث پر عمل کیا ہے جو کہ ابتدا بالتسمیہ کے بارے میں ہے **كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَمْ يُبْدَءْ فِيْهِ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ** ہر مہتم بالشان کام جس کی ابتدا بسم اللہ سے نہ ہو وہ خیر و برکت سے منقطع ہوتا ہے۔

فائدہ④ : حدیث قدسی کی اقتدا کی ہے رب العزت نے قلم کو حکم دیا **اُكْتُبْ** روایت میں آتا ہے **اَوَّلُ مَا كَتَبَ الْقَلَمُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** سب سے پہلے قلم نے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** لکھا تھا۔

فائدہ⑤ : شیطان پر رجم کی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے **مَنْ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ يَذُوْبُ الشَّيْطَانُ كَمَا يَذُوْبُ الرَّصَاصُ فِى النَّارِ**۔

فائدہ⑥ : کافروں پر رد کیا ہے جو کہ اپنے کام اپنے معبودان باطلہ کے نام سے شروع کیا کرتے تھے۔

فائدہ⑦ : سلف صالحین مصنفین کی اتباع کی ہے کہ انہوں نے بھی اپنی کتابوں کو **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** سے شروع کیا تھا۔

فائدہ⑧ : اللہ تعالیٰ سے استعانت اور مدد حاصل کی ہے۔

سوال : حدیث میں حکم ہے کہ ہر مہتم بالشان کام کو تسمیہ سے شروع کیا جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ تسمیہ بھی تو مہتم بالشان کام ہے اس کے لئے اور تسمیہ کی ضرورت پھر وہ بھی مہتم بالشان اس کے لئے اور تسمیہ کی ضرورت یہ تو تسلسل لازم آئے گا جو کہ باطل ہے؟

جواب : حدیث تسمیہ میں تسمیہ کا غیر مراد ہے کہ ہر مہتم بالشان کام کو بِسْمِ اللّٰہ سے شروع کرنا ہے لیکن بِسْمِ اللّٰہ وہاں مراد نہیں کہ بِسْمِ اللّٰہ کے لئے اور بسم اللہ سے شروع کیا جائے کیونکہ اس سے تو تکلیف مالا یطاق ہو جائے گی حالانکہ شرعی اصول ہے کہ **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا**۔

سوال : بسم اللہ میں لفظ اسم کو اللہ کے نام پر کیوں مقدم کیا گیا؟

جواب : تا کہ یمین اور تیمن میں فرق باقی رہے۔

سوال : حدیث تسمیہ میں تو حکم اللہ کے نام سے شروع کرنے کا ہے لیکن اس تسمیہ مخصوص کی تعیین موجود نہیں ہے؟

جواب اول : حدیث میں بِسْمِ اللّٰہ پر باء موجود ہے جس کا معنی یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰہ کے ساتھ شروع کرو اس لئے اس تسمیہ مخصوص کا حکم موجود ہے۔

جواب ثانی : اگر بِسْمِ اللّٰہ پر باء زائدہ موجود نہ بھی ہو تب بھی لفظ اسم کی اضافت لفظ اللہ کی طرف اضافت بیانیہ ہے تو پھر بھی مقصود یہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے لفظ اللہ کے ساتھ ہر کام کی ابتدا کرو کیونکہ لفظ اللہ یہ جامع الصفات ہے جیسا کہ علماء نے لکھا ہے کہ اَللّٰہُ عَلَمٌ عَلَی الْاَصَحِّ لِلذَّاتِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعِ لِجَمِيْعِ صِفَاتِ الْكَمَالِ ۔

اللّٰہ جس طرح ذات باری تعالیٰ کی معرفت میں عقول انسانی حیران ہیں اسی طرح علم باری تعالیٰ میں بھی حیران ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اسم کا اثر ہوتا ہے مسمی میں ۔ مشکوۃ شریف میں باب الاسامی صفحہ ۴۰۹ میں سعید ابن مسیبؒ کی حدیث موجود ہے کہ ان کے والد نے حضور ﷺ کے کہنے کے باوجود اپنا نام حزن تبدیل نہیں کیا تو حضرت سعیدؒ فرماتے ہیں کہ لَا يَزَالُ فِيْنَا الْحُزُوْنَ اسی طرح یہاں مسمی ذات باری تعالیٰ کی تجلیات کا عکس بھی اسم باری تعالیٰ میں ہے کہ اس کی تحقیق میں بھی عقول انسانی حیران ہے چنانچہ ابتداً لفظ میں اختلاف ہے یہ سریانی یا عربی ہے پھر دوسرا اختلاف کہ عربی یا علم ہے پھر تیسرا اختلاف اگر علم ہے تو علم جامد یا مشتق چوتھا اختلاف اگر مشتق ہے تو اس کا مادہ اشتقاق کونسا ہے۔

سوال : لفظ اَللّٰہ کا ہمزہ وصلی ہے یا قطعی اگر وصلی ہے تو یَااَللّٰہُ میں کیوں نہیں گرتا اگر قطعی ہے تو فَاللّٰہُ خَيْرٌ حَافِظًا میں کیوں گر جاتا ہے؟

جواب : لفظ اَللّٰہ میں جو الف لام ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک تعویض ہونے کی کہ ہمزہ اِلٰـہٌ کے عوض میں ہے اور ایک تعریف ہونے کی لہٰذا جب یہ منادی واقع ہوگا تو اس میں تعویذ کا اعتبار کرتے ہوئے نہیں گرایا جائے گا کیونکہ یہ ضابطہ مسلمہ ہے کہ دو آلہ تعریف کے ایک مقام میں جمع نہیں ہو سکتے اور غیر منادی میں اس کو گرا دیا جائے گا جس میں تعریف کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

فائدہ ①: اسماء الاجناس جن کا اطلاق قلیل وکثیر پر برابر ہوتا ہے۔

فائدہ ②: اعلام مختصہ جو ابتداء وضع میں ہی کسی ایک جزئی کے ساتھ اس طرح خاص ہوں کہ کسی دوسری جزء کا شمول ناممکن ہو ان کو اعلام ذاتیہ بھی کہتے ہیں۔

فائدہ ③: اعلام غالبہ جن کی وضع تو معنی کلی اور جنس کیلئے کی گئی ہو لیکن بعد میں کسی ایک جزئی کے ساتھ مختص کر دیا جائے مبالغہ

کے لئے یا کمال معنی جنس کے تحقق کے لئے چنانچہ لفظ الہ اسماء الاجناس کے قبیلے سے ہے **يُطْلَقُ عَلَى كُلِّ مَعْبُودٍ سَوَاءٌ كَانَ حَقًا أَوْ بَاطِلًا** چنانچہ قرآن میں **أَرَئَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ** اور لفظ اللہ اعلام مختصہ کے قبیل میں سے ہے ابتداءً یہ لفظ خاص ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اور **أَلْإِلٰهُ** اگرچہ اس کی وضع تو ہر قسم کے حق و باطل معبود کے لئے لیکن معنی جنسی معبودیت کے کامل طور پر باری تعالیٰ میں پائے جانے کی وجہ سے اب یہ خاص ہو گیا معبود بالحق کے ساتھ۔

نوٹ : لفظ **اِلٰه** کی پانچ خصوصیات احقر کی تصنیف ''رفة العوامل شرح ماته عامل'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

الرحمٰن الرحیم یہ دونوں رحم سے مشتق ہیں ان دونوں میں مبالغہ کا معنی پایا جاتا ہے لفظ الرحمٰن کا معنی ذو الرحمة التی لاغایة لها بعد الرحمة اسی لئے قاعدہ بنا دیا گیا کہ لا یطلق الرحمٰن الا علی اللّٰہ لفظ رحمٰن کا اطلاق اللّٰہ کے سوا کسی غیر پر جائز نہیں ہے چنانچہ تاج العروس اور راغب میں یہ لکھا ہوا ہے۔ البتہ رحمن اور رحیم میں فرق ہے۔

فرق اول : باعتبار کمیت یعنی کثرت افراد کہ رحمن کا تعلق دنیاوی نعمتوں سے ہے یعنی کافر اور مومن دونوں پر ہیں تو لہٰذا اسکے مرحومین افراد زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور الرحیم کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے جس میں کفار محروم ہونگے اس لحاظ سے الرحیم کے مرحومین افراد کم ہو گئے ہیں۔

فرق دوم : باعتبار الزیادۃ فی الکیفیت الرحمن کا تعلق چھوٹی اور بڑی نعمتوں دونوں کے ساتھ ہے کیونکہ دنیا کے اندر بڑی نعمتیں بھی ہیں اور چھوٹی نعمتیں بھی ہیں اور جبکہ الرحیم کا تعلق فقط بڑی نعمتوں کے ساتھ ہے اور بعض نے یوں فرق بیان کیا۔

الرحمٰن میں محبت پدری اور الرحیم میں محبت مادری ہے۔

محبت پدری : والد یہ چاہتا ہے کہ میرا بیٹا کمال حاصل کرے خواہ اسے کتنی زیادہ مشقتیں اٹھانی پڑیں اور ماں کی محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ میرا بیٹا ہمیشہ راحت کی زندگی گزارے کبھی بھی اسے بے آرامی بے چینی نہ ہو خواہ وہ کمال حاصل کرے یا جاہل رہے۔

چنانچہ رحمٰن کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے اس لئے اس میں رحمت پدری کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان تمام عبادتیں، ریاضتیں ان کی مشقتیں برداشت کر کے کمال حاصل کرے چنانچہ فرمایا: **اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ** ۔ اور الرحیم میں شفقت مادری کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو آخرت میں ہر قسم کی راحتیں پہنچائے گا۔

رحمت کا لغوی معنی : رقة القلب بحيث يقتضى الفضل و الا حسان کہ رحمت اور انعطاف اور میلان اس درجہ میں ہو کہ مرحوم پر رحم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

سوال : رقت قلب سے باری تعالیٰ مبریٰ منزہ ہیں اسی طرح دوسرے صفات جو کہ کیفیات نفسانی اور اسی طرح وہ صفات جو انفعالی ہیں ان کا اطلاق بھی باری تعالیٰ پر صحیح نہیں ہے مثلاً صفت غضب وغیرہ اور صفت انفعالی کا مطلب یہ ہی ہے کہ دوسری چیز کا

اثر قبول کرنا الحاصل ان صفات کا ساتھ ذات باری تعالیٰ کا متصف کرنا کیسے جائز ہے؟۔

جواب : وہ تمام صفات جن میں کیفیات نفسانی ہوا یک انکا مبدا ہے اور دوسرا منتہیٰ ہے رحمت کا مبدا سبب تو رقت قلب ہے لیکن منتہیٰ اور غایت سبب فضل اور احسان ہے ان تمام صفات سے غایات اور مسببات مراد ہوتے ہیں یہ ذکر السبب و ارادۃ المسبب کے قبیل سے ہے جو کہ مجاز مرسل کی ایک قسم ہے استعارہ تشبیھیہ ہے کہ ایک کیفیت باری تعالیٰ کی تشبیہ دوسری کیفیت مخلوق کے ساتھ دی اس کو استعارہ تشبیھیہ کہتے ہیں۔

سوال : قاعدہ ہے کہ ترقی من الادنی الی الاعلیٰ ہوتی ہے تو اس قاعدہ کی بناء پر لفظ رحیم کو مقدم کرنا چاہیے تھا اور لفظ رحمٰن کو مؤخر کرنا چاہیے تھا لیکن یہاں برعکس کیوں کیا گیا ہے؟۔

جواب اول: آپکا قاعدہ مسلم ہے لیکن بسا اوقات جب اس کے مقابلے میں کوئی اہم نکتہ موجود ہو تو اس نکتہ کی بناء پر خلاف بھی کر لیا جاتا ہے چنانچہ یہاں پر یہ نکتہ ہے کہ رحمٰن کمیت کے اور کیفیت کے لحاظ سے ابلغ تھا اس کا تعلق دنیا سے تھا جو کہ مقدم ہے اور رحیم کا تعلق نعم اخرویہ سے تھا جو کہ مؤخر ہے جو لفظ دال ہو ایسی رحمت پر جس کا تعلق مقدم شئ سے ہے ایسے لفظ کو مقدم کرنا چاہیے تھا اس لئے مقدم کیا گیا ہے۔

جواب ثانی : لفظ رحمٰن کی تقدیم لفظ رحیم سے اس لئے ابلغ ہے جس طرح لفظ اللہ علم ذاتی ہے اور مختص بہ ذات باری ہے اس طرح لفظ رحمٰن بھی مختص بہ ذات باری ہے۔تو یہ بمنزل علم کے تھا بوجہ اختصاص کے تو مناسب یہ تھا کہ اسماء ذاتیہ کو اکٹھے ذکر کر دیا جائے۔

ترکیب : بسم اللہ کی ترکیب میں احتمالات ترکیبیہ 215424 دو لاکھ پندرہ ہزار چار سو چوبیں ہیں احقر کی تصنیف ضوابط نحویہ میں صفحہ نمبر 69 پر ملاحظہ فرمائیں۔ جو مشہور تین احتمالات ہیں ان کو ہم ذکر کر دیتے ہیں۔

ترکیب اول : باء حرف جار لفظ اسم مجرور بالکسرہ لفظاً مضاف لفظ اللہ مجرور بالکسرہ لفظاً موصوف الرحمٰن صیغہ صفت معتمد بر موصوف یعمل عمل فعلہ ضمیر در و مستتر معبر بہ ھو مرفوع محلاً فاعل۔صیغہ صفت اپنے فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر صفت اول الرحیم صیغہ صفت معتمد بر موصوف اپنے فاعل سے ملکر صفت ثانی ،موصوف اپنی دونوں صفتوں سے ملکر مجرور لفظاً مضاف الیہ لفظ اسم مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور ہوا جار کا، جار مجرور سے ملکر ظرف مستقر، متعلق ہے مستعان ملصق کے اور یہ صیغہ صفت اپنے نائب فاعل سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم جس کے لئے مبتدا مؤخر محذوف ہے جو تصنیفی یا ابتدائی ہے مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ

ترکیب ثانی : جار مجرور مل کر ظرف لغو یا مستقر سے مل کر متعلق اقرأ یا اشرع کے۔ اقرا فعل مضارع مرفوع بضمہ لفظاً ضمیر در مستتر

معبر با انا مرفوع محلا فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

ترکیب ثالث : جار مجرور ملکر ظرف مستقر متعلق مبتدأ صیغہ صفت بر ذوالحال ضمیر درو مستتر معبر بہ ھو مرفوع محلا فاعل صیغہ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر حال ہے اقرأ کی ضمیر سے جو کہ انا ہے ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل ہوا اقرأ کا۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ۔

فائدہ : تینوں تراکیب میں یہ جملہ لفظاً خبریہ ہے لیکن معنی انشائیہ ہے۔ تینوں ترکیبوں کے مطابق ترجمہ الگ الگ ہے۔

① ترجمہ : اللہ کی نام کی مدد کے ساتھ جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے میری ابتداء کرنا ہے۔

② ترجمہ : ابتداء کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

③ ترجمہ : ابتدا کرتا ہوں درانحالیکہ ہے کہ برکت حاصل کرنے والا ہوں۔ اسم جلالت کے ساتھ جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ترجمہ: تمام تعریفیں خاص ہیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ترجمہ: اور اچھا انجام ثابت ہے متقی لوگوں کے لئے۔

تشریح: سوال : مصنفؒ نے تسمیہ کے بعد تحمید کو لا کر کیا فوائد حاصل کئے۔

جواب : چند فوائد حاصل کئے۔

فائدہ①: قرآن کی اقتداء ہے کیونکہ قرآن کی ابتداء تسمیہ اور تحمید سے ہے۔

فائدہ②: حدیث پر عمل ہے کل امر ذی بال لم یبداء بحمد لله فھو اقطع۔

فائدہ③: کہ سلف صالحین کی اتباع ہے کیونکہ وہ اپنی کتابوں کو تسمیہ اور تحمید سے شروع کیا ہے۔

سوال : ابتداء کے بارے میں دو حدیثیں ہیں۔ حدیث تسمیہ اور حدیث تحمید اور یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدا ایک چیز سے ہوسکتی ہے متعدد سے نہیں ہوسکتی لہٰذا ایک حدیث پر عمل کرنے سے دوسری حدیث متروک ہوتی ہے اور قاعدہ ہے اذا تعارضا ساقطا لہٰذا یا تو تطبیق کی صورۃ پیدا کرو ورنہ دونوں حدیث متروک العمل ہو جائیں گی۔

جواب : ابتداء کی تین قسمیں ہیں ① ابتداء حقیقی ② ابتدا اضافی ③ ابتداء عرفی۔

ابتداء حقیقی : ما کان مقدما علی المقصود وغیر المقصود جو سب سے مقدم ہو مقصود اور غیر مقصود دونوں پر۔

ابتداء عرفی : ما کان مقدما علی المقصود

ابتدا اضافی : ما کان مقدما علی البعض۔ اب تطبیق یوں ہے کہ حدیث تسمیہ سے مراد ابتدا حقیقی ہے اور حدیث تحمید سے مراد

ابتداعرفی ابتدااضافی ہے فاندفع التعارض۔

سوال : برعکس کیوں نہیں کیا یعنی تسمیہ کومؤخر کردیتے اور حمد کومقدم کردیتے ایسا کیوں نہیں کیا۔

جواب اول : تسمیۃ سے مقصود اسم ذات کا بیان ہے جس سے برکت واستعانت حاصل کرنا ہے اور حمد میں صفات کا اثبات مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ذات مقدم ہوتی ہے صفات پر اس لئے تسمیہ کو حمد پر مقدم کیا۔

جواب ثانی : تسمیۃ اسمائے ثلاثہ پر مشتمل ہے جبکہ حمد اسم واحد پر مشتمل ہے اسی وجہ سے حمد کومؤخر کیا اور تسمیۃ کومقدم کیا۔

حمد کا لغوی معنی تعریف کرنا اور اصطلاحی معنی : هو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری سواء کان نعمة او غیرها کسی محمود کی ایسی صفت جمیل پر تعریف وتوصیف کرنا خواہ مقابلے میں انعام ہو یا نہ ہو اس تعریف پر سوال ہونگے۔

سوال : یہ تعریف حمد انسانی کو تو شامل ہے لیکن حمد باری یعنی باری تعالیٰ جو حمد کرتے ہیں اس کو تو شامل نہیں کیونکہ اس میں لسان کا ذکر ہے اور باری تعالیٰ اس سے مبریٰ اور منزہ ہیں۔

جواب اول : یہاں پر حمد انسانی کی تعریف بیان کی گئی ہے نا کہ حمد باری کی۔

جواب ثانی : لسان سے مراد قوت تکلم ہے اور باری تعالیٰ میں بھی قوت تکلم موجود ہے۔

سوال : جمیل کے ساتھ اختیاری کی قید لگائی اس سے باری تعالیٰ کی صفات تو داخل ہونگی کیونکہ وہ اختیار میں ہیں لیکن صفات ذاتیہ خارج ہوجائیں گی جیسے سمع، بصر وغیرہ کیونکہ وہ باری تعالیٰ کے اختیار میں نہیں ورنہ صفات مخلوق ہوکر حادث بن جائیں گی؟

جواب اول : یہاں ذکر حمد کا ہے لیکن مراد مدح ہے اور مدح میں اختیار کی قید نہیں ہے۔

جواب ثانی : صفات ذاتیہ غیر اختیاریہ بمنزل اختیاریہ کے ہیں کیونکہ صفت کے اختیاری ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صفات ایسی ذات کی ہوں وہ ذات ان کے صدور میں محتاج الی الغیر نہ ہو اور بھی بہت سارے جوابات کتب میں موجود ہیں۔

فائدہ : مدح کی تعریف بھی حمد والی ہے لیکن صفت کے ساتھ اختیاری ہونا ضروری نہیں لہٰذا حمدت زید اعلی کرمه وعلمه کہنا صحیح ہے لیکن حمدت زیدا علی حسنه کہنا صحیح نہیں ہے لیکن مدحت زیدا علی حسنه کہنا جائز ہے تو واضح ہوا کہ حمد اور مدح میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے اور اتصال بھی موجود ہے۔

شکر کی تعریف : هو فعل ینبی عن تعظیم المنعم لکونه منعمًا سواء کان باللسان او بالجنان او بالارکان۔

فائدہ : شکر دو قسم پر ہے شکر لغوی واصطلاحی "شکر لغوی" تو یہی تھا۔

شکر اصطلاحی : صرف العبد جمیع ما انعم الله به الی ما خلق لاجله کہ بندے کا جمیع منعمات باری تعالیٰ کو خرچ کردینا

ایسی طرف جس کے لئے باری تعالیٰ نے ان کی وضع کی ہو مثلاً باری تعالیٰ نے ہاتھوں کو پیدا کیا تا کہ عبادت میں مصروف رہیں زبان کو پیدا کیا تا کہ توصیف باری تعالیٰ میں مصروف رہے۔قلب کو پیدا کیا تا کہ معرفت الٰہی میں مصروف رہے اور ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو۔شکر اصطلاحی میں جمیع اعضاء یعنی لسان، ارکان، جنان کا اجتماعی طور پر بیک وقت مصروف ہونا ہے اور حمد باری اور شکر لغوی تو فقط تعریف لسانی سے بھی محقق ہوسکتا ہے۔لہٰذا شکر اصطلاحی کل ہے۔لسان، ارکان جنان وغیرہ اس کے اجزاء ہیں شکر لغوی کلی ہے یہ تین اسکی جزئیات ہیں لسان وغیرہ لہٰذا انتفاء جزء انتفاء کل کو مستلزم ہوتا ہے لیکن انتفاء جزئی انتفاء کلی کو مستلزم نہیں ہوتا۔

فائدہ : حمد اور مدح کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے لیکن حمد اور مدح کی شکر کے ساتھ کیا نسبت ہے وہ یہ ہے کہ حمد اور مدح متعلق کے لحاظ سے عام ہے اور شرط کے لحاظ سے خاص ہیں یہ فقط لسان سے ہی ادا ہوتے ہیں اور شکر بالعکس ہے انکے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہوئی۔

حمد کا معنی :کل حمد من الازل الی الابد من ای حامد من الخالق او من مخلوقه مختص لله تعالیٰ اس میں تین تعمیمیں اور ایک تخصیص ہے۔

پہلی تعمیم : وہ الف لام سے حاصل ہوئی ہر قسم کی حمد۔

دوسری تعمیم : ازل سے ابد تک یہ جملہ اسمیہ سے حاصل ہوئی۔

تیسری تعمیم : من ای حامد کہ کوئی حمد کرنے والا ہو یہ تعمیم ترک حامد ترک فاعل سے حاصل ہوئی کیونکہ "مختصر المعانی" میں ضابطہ موجود ہے کہ ترک قید عموم کا فائدہ دیتی ہے اور ایک تخصیص ہے جو کہ لام سے حاصل ہوئی اور تخصیص کا ایک اور طریقہ بھی ہے وہ مختصر المعانی میں یہ قاعدہ لکھا ہے ان المعرف بلام الجنس ان جعل متبداءً فهو مقصور علی الخبر سواء کان الخبر معرفة او نکرة وان جعل خبراً فهو مقصوراعلی المبتدا مختصر المعانی صفحہ نمبر ۱۸۷

سوال : جملہ اسمیہ کے بارے میں شیخ عبدالقاہر جرجانی نے لکھا ہے کہ یہ نفس ثبوت محمول للموضوع کا فائدہ دیتا ہے جسمیں دوام اور استمرار کا فائدہ نہیں ہوتا جیسے زید منطلق تو آپ نے دوام استمرار کا معنی کہاں سے نکال لیا۔

جواب : شیخ جرجانی نے جہاں وہ فائدہ لکھا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ جملہ اسمیہ ابتداءً اگرچہ دوام اور استمرار کا فائدہ نہیں دیتا لیکن جب جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ بنایا جائے تو پھر یقیناً دوام اور استمرار کا فائدہ دیتا ہے۔اور یہاں پر بھی جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول کیا گیا ہے۔

رب العالمین : **لفظ رب کی صیغوی تحقیق** : رب مصدر ہے باب نصر ینصر سے رب یرب ربًا بمعنی تربیت کرنا۔ علامہ جامی نے مختار الصحاح میں لکھا ہے کہ یہ تین باب مترادف ہیں ① مضاعف ثلاثی مجرد کا یہی ② باب تفعیل ربب یربب

تربیبا ③ ناقص یائی ربیٰ یربی تینوں کا معنی تربیت کرنا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تینوں ایک شیٔ ہیں کیونکہ جو ناقص کا باب وہ بھی مضاعف میں اصل ثلاثی ہی تھا پھر متجانسین میں سے دوسرے کو حرف علت سے بدل دیا جیسے دسھا اصل میں دسس اور لم یتسنہ اصل لم یتسنن تھا حرف علت کو حذف کیا تو لم یتسنہ بن گیا اور بعد میں اسم فاعل کا صیغہ بنایا رابب الف کو تخفیف کی بناء پر حذف کردیا، یہ توجیہ نوادر الاصول میں موجود ہے اور بعض نے صفت مشبہ کا صیغہ بنایا ہے اصل میں ربب فعل بروزن حسن کی طرح ہے پھر ادغام کردیا تو رب ہوگیا۔

سوال : صفت مشبہ بنانا غلط ہے اس لئے کہ یہ تو باب متعدی ہے اور صفت مشبہ لازمی باب سے آتی ہے؟

جواب : اس باب نصر کو شرف لازمی کی طرف متعدی کر کے پھر صفت مشبہ سے ماخوذ کریں گے اور یاد رکھیں نصر کے علاوہ دوسرے ابواب متعدیہ کا عدول الی الابواب اللازمیہ بکثرت مستعمل ہے لیکن نصر کا رد شرف کی طرف قلیل ہے۔

سوال : مصدر کا صیغہ بنانا بھی غلط ہے کیونکہ یہ صفت ہے لفظ اللہ کی اور قاعدہ ہے کہ صفت کا موصوف پر حمل ہوتا ہے حالانکہ اس کا حمل موصوف پر نہیں ہوسکتا کیونکہ ضابطہ ہے کہ وصف کا حمل ذات پر جائز نہیں ہوتا؟

جواب : کہ یہ مُبَالِغَةً مصدر کا عمل ذات پر جائز ہوتا ہے جیسے زید عدل القرآن ھدایة ۔

رب کا معنی : مجمع البحار والے نے لکھا ہے بمعنی مالک اور سید اور مربی اور مدبر اور مہتمم کے آتے ہیں اور تفسیر مدارک نے لکھا ہے الرب ھو الخالق ابتداءً و المربی غذاءً و الغافر انتھاء ۔

رب کا معنی : تربیت کرنا اور تربیت کا معنی ہے تبلیغ الشیٔ الی کمالہ بحسب استعدادہ شیئاً فشیئا یعنی شی کو اس کے استعداد کے موافق آہستہ آہستہ کمال تک پہنچانا۔

فائدہ : بعض نے لکھا ہے لفظ رب کا اطلاق جبکہ بغیر اضافت کے ہو فقط باری تعالیٰ پر ہی ہوسکتا ہے غیر پر جائز نہیں اور اگر اضافت کے ساتھ ہو تو غیر اللہ پر بھی بولا جاسکتا ہے۔ جیسے فارجع الی ربك پارہ ۱۲۔ لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ اضافت کے ساتھ جبکہ اگر غیر ذو العقول کی طرف ہو تو پھر غیر خدا پر جائز ہے جیسے رب المال ، رب السلم اگر ذو العقول کی طرف اضافت ہو تو لغۃً اگرچہ صحیح ہے لیکن شرعاً اس میں قباحت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے لا یقل احد اطعم ربك او ربی اطعم ۔

العالمین: العالمین جمع ہے عالم کی عالم اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ اسم آلہ اس کو کہتے ہیں جو اس باب کے مصدر کے حصول کا ذریعہ اور آلہ ہو جیسے خاتم جو حصول ختم یعنی مہر لگانے کا ذریعہ ہو، قالب جو حصول قلب کا ذریعہ ہو تو لغوی معنی کے اعتبار سے عام ہوا جو بھی کائنات میں شیٔ آخر کے علم کے حصول کا ذریعہ بنے اس کو عالم کہیں گے لیکن اب عالم کا اطلاق جمیع ما سوا اللہ پر کہ ہے کیونکہ جمیع کائنات سے علم صانع حاصل ہوتا ہے۔

سوال : عالمین جمع کیوں لائے؟

جواب : ٹھیک ہے یہ کہ لفظ عالم تمام اجناس پر دال ہے معنی کے اعتبار سے لیکن مصنف نے یہاں پر یہ چاہا جس طرح یہ معنی کے اعتبار سے تمام اجناس پر دال ہے اس طرح لفظ کے اعتبار سے تمام اجناس پر دال ہو اس لئے جمع لے آئے۔

سوال : جب عالم جمیع ماسوا اللہ کو شامل تھا جمع لانے کی کیا ضرورت تھی؟۔

جواب اول : العالم مفرد لاتے تو یہ تو ہم ہوسکتا تھا کہ شاید باری تعالیٰ کسی مخصوص جنس کا رب ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے جمع لایا گیا۔

جواب ثانی : اگر العالم مفرد معرف باللام لاتے تو جس طرح وہ شمول کا فائدہ دے سکتا ہے اسی طرح عہد کے لئے بھی محتمل تھا لہٰذا وہم باقی رہتا مفرد لانے سے جمع لانا بہتر ہے۔ نیز سجع بندی کا لحاظ بھی ہو گیا یا یوں جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ ٹھیک ہے لفظ عالم جمیع ماسوی اللہ کو شامل ہے لیکن عالم کے انواع متعدد تھے انواع متعدد کی طرف اشارہ کرنے کیلئے العالمین جمع لائی گئی ہے۔

جواب ثالث : لفظ عالم تمام اجناس پر دال ہے معنیٰ کے اعتبار سے اور مصنف نے یہ چاہا کہ جس طرح معنیٰ کے اعتبار سے تمام اجناس ہے۔ اسی طرح لفظ کے اعتبار سے بھی تمام اجناس پر دال ہو اس لئے العالمین جمع کا صیغہ لائے ہیں۔

فائدہ : رب العالمین لفظ رب کو مرفوع، منصوب، مجرور تینوں طرح پڑھنا جائز ہے مجرور ہونے کی صورت میں تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں ① صفت ② بدل الکل ③ عطف بیان رب العالمین اگر صیغہ صفت کا بنا دیا جائے۔

سوال : یہ اضافت لفظی ہوگی جو کہ نہ مفید تعریف ہوتی ہے نہ مفید تخصیص تو لازم آئے گا نکرہ کا معرفہ کی صفت بننا جو ہرگز جائز نہیں؟۔

جواب : یہ قاعدہ آپ کا ان صفات کے بارے میں ہے جن کے اندر تجدد حدوث والا معنی ہو اور وہ صفات جن میں دوام استمرار والا معنی ہو تو ان کی اضافت مفید تعریف ہوتی ہے اور یہ بھی قانون یاد رکھیں باری تعالیٰ تمام کی تمام صفات میں دوام واستمرار والا معنی ہوا کرتا ہے منصوب ہونے کی صورت میں تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں ① حال ② منادیٰ بحذف حرف ندا ③ منصوب علی المدح

مرفوع پڑھیں تو یہ خبر بنے گی مبتدا محذوف کی تو تقدیری عبارت ہوگی ھو رب العلمین۔

والعاقبة للمتقین : عاقبت **کا معنی** : انجام اور انجام خیر اور شر دونوں اس میں آجاتے ہیں اس لئے یہاں مضاف محذوف ہے خیر العاقبة۔

متقین : متقی کی جمع اس کی تفسیر قرآن میں سورۃ البقرۃ کے ابتدا میں موجود ہے الذین یومنون بالغیب الی آخرہ اور بعض

نے اس کا یہ معنی کیا ہے الذی یتقی الشرك و کسب الکبائر اور بعض نے یہ معنی کیا اذا قال قال للہ و اذا سکت سکت للہ اور بعض نے یہ تعریف کی الذی لا یری نفسہ خیراً من احد ۔

سوال : یہ جملہ حمد وصلوۃ کے درمیان کیوں لائے؟

جواب : کلام سابق سے ایک وہم پیدا ہوتا تھا اس وہم کو دور کرنے کے لئے مصنف یہ جملہ لائے وہ وہم یہ تھا کہ جس طرح باری تعالیٰ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے تو تمام جہانوں کے واسطے خیر عاقبت ہی تو ہو سکتی ہے اور کیا ہو سکتا ہے تو اس وہم کو دور کر دیا والعاقبة للمتقین اچھا انجام پرہیز گاروں کے واسطے ہے نیز یہ جملہ لا کر طلبا کو اور اساتذہ کرام کو عمل کی ترغیب اور شوق دلایا ہے کہ محض تعلیم و تعلم سے سعادت اور حسن عاقبت نہیں ہو سکتی بلکہ اسکے ساتھ ساتھ تقویٰ ضروری ہے۔

جس طرح رسول اللہ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ لو کان للعم شرف بدون التقویٰ لکان الشیطان علی منزلة اور یا رر کھیں! ہر ایک کے قرب کا ایک مدار ہوتا ہے اللہ کے قرب کا مدار وہ تقویٰ ہی ہے اس لئے فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔

قولہ : وَالصلوٰۃ علیٰ رسولہٖ محمّدو اٰلہٖ واصحٰبہٖ اجمعین ۔

ترجمہ : اور رحمت کاملہ نازل ہو اس کے رسول یعنی حضرت محمد ﷺ پر اور اس کے تمام آل واصحاب پر۔

تشریح : لفظ صلوۃ اصل میں صلوۃ تھا واو کو بقانون قال الف سے بدل دیا لیکن واو کتابت میں باقی ہے اور الف کو واو کے اوپر لکھا جاتا ہے اس کے بارے میں صاحب اصول اکبری نے اصول لکھا ہے کہ صلوٰۃ ، زکوٰۃ ، مشکوٰۃ ، ربوٰ ان چاروں کے آخر میں واو لکھی جائے گی اور الف اس کے اوپر لکھا جائے گا کیونکہ ان کلمات کو تفخیم کے ساتھ پڑھا جاتا ہے یعنی واو کی طرف مائل کر کے ہاں اضافت کے وقت واو گر جاتی ہے الف ہی لکھا جاتا ہے جیسے قرآن میں ہے اِنَّ صَلوٰتِیْ وَنُسُکِیْ...... الی اخرہ ۔

فائدہ : صلوۃ کے بارے میں اختلاف ہے یہ مشترک لفظی ہے یا مشترک معنوی ہے اس کے لئے ''تنویر شرح نحو میر'' دیکھیں۔

اس جملہ کا معنی افاضۃ الخیر من الرب المعبود نازلۃ علی نبیہ المحمود ۔

سوال : حمد کے بعد تصلیہ کا ذکر کیوں کیا؟

جواب : صلوۃ وسلام دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہیں دلائل نقلیہ یہ ہیں کہ قرآن مجید میں ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا دوسرے مقام پر ہے قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی حدیث میں آتا ہے اذا ذکر تم اللہ فاذکرونی معہ اور ایک حدیث قدسی ورفعنا لك ذکرك کے تحت مفسرین نے لکھی ہے ذکرت حیث ذکرت

اور عقلاً اس لئے واجب ہے کہ آپ محسن ہیں انہیں کے ذریعے تو پہچان ہوئی ہے ذات باری تعالیٰ کی اور قاعدہ ہے کہ محسن کا شکریہ واجب ہوا کرتا ہے۔

نیز صلوۃ کے ذریعے اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ تصنیف وتالیف مسلمانوں کی تالیفات میں سے ہے کیونکہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان صلوۃ وسلام کے ذریعے فرق ہوتا ہے بخلاف حمد کے وہ تو کافر بھی کرتے ہیں۔

محمد : لفظ محمد باب تفعیل سے اسم مفعول ہے اور باب تفعیل کا ایک خاصہ تکثیر بھی ہے تو بنظر اشتقاق اس کے معنی ہوئے وہ ذات جس کے فضائل محمودہ کثیر ہوں اور آپکے فضائل کا کیا کہنا ''بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر''۔

فاضل اسفرائنی نے لکھا ہے کہ لفظ حمد سے دو نام مبالغے کے واسطے مشتق ہوتے ہیں ایک نام محمد جو محمودیت کے مبالغے کے واسطے دوسرا احمد حامدیت کے مبالغے کے لئے۔

فائدہ : لفظ ''محمد'' کو مجرور پڑھا جائے تو دو ترکیبیں ہوں گی ① بدل ② عطف بیان۔ لیکن یاد رکھیں عطف بیان بنانا اولی ہے اس لئے کہ بدل کی صورت میں مقصود بدل ہوا کرتا ہے مبدل منہ نہیں حالانکہ لفظ رسول جو مبدل منہ ہے اس میں زیادہ وصف ہے اس لئے عطف بیان کی صورت میں دونوں مقصود ہو جائیں گے اور مرفوع پڑھا جائے تو خبر بنے گی مبتدا محذوف کی اور منصوب پڑھا جائے تو حال بنایا جائے گا چونکہ قاعدہ ہے القاب کے بعد علم کا ذکر ہو تو تین ترکیبیں جائز ہوتی ہیں مرفوع، منصوب، مجرور (ضوابط نحویہ دیکھئے)

وآلہ یہاں پر دو بحثیں ہوتی ہیں ایک لفظ کے اعتبار سے دوسری معنی اور مصداق کے اعتبار سے۔

ال اسم جمع ہے سیبویہ کے نزدیک اصل میں اھل تھا ھا کو خلاف قانون حذف کیا جس پر دلیل اھیل ہے کیونکہ قاعدہ ہے: التصغیر والتکسیر یردان الشیٔ الی اصلہ۔ اور امام کسائی فرماتے ہیں: کہ اس کا اصل اھل نہیں ہے اور اھیل جو دلیل دی ہے وہ اس کی تصغیر نہیں وہ اھل کی تصغیر ہے اس نے کہا میں نے خود سنا ہے ایک اہل عرب فصیح سے اس نے کہا اھل اھیل۔ ال اویل۔

فائدہ : یاد رکھیں آل اور اھل میں کئی طرح سے فرق کیا جاتا ہے۔

پہلا فرق : آل کا استعمال ذوالعقول کے لئے ہوتا ہے لہٰذا لفظ اللہ اور حق اور زماں مکان معانی محروف کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی یوں کہنا آل اللہ آل الحق وغیرہ جائز نہیں اور اھل کا استعمال ان سب میں ہو سکتا ہے۔

دوسرا فرق : آل کا استعمال ذوالعقول میں سے مذکر کے لئے ہے نہ مؤنث کیلئے اور اھل کا مذکر مؤنث دونوں کی طرف۔

تیسرا فرق : آل کا استعمال اشراف میں ہوتا ہے خواہ وہ دنیا کے اعتبار سے شرافت والے کیوں نہ ہوں جیسے آل نبی یا آل فرعون، فرعون کو بھی دینوی شرافت تو حاصل تھی اور بخلاف اھل کے جسکا استعمال اشراف اور غیر اشراف سب میں ہوتا ہے لہٰذا

اھل حجام وغیرہ کہنا بھی جائز ہے۔

چوتھا فرق : آل کی اضافت ضمیر کی طرف بھی جائز ہے لیکن اھل کی اضافت ضمیر کی طرف جائز نہیں یادرکھیں! آل کے معنی لغت کے اعتبار سے کنبہ کے ہیں لیکن آل نبی کے مصداق میں اختلاف ہے بعض نے متبعین مراد لئے ہیں بعض نے ازواج اور بنات کو شامل کیا ہے بعض نے اھل بیت کو۔اس وقت جو صحابہ کا عطف اس پر ہوگا یہ عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہوگا۔

اصحاب : محرم افندی کے حاشیے میں ہے کہ اصحاب جمع صحب کی ہے اور صحب جمع صاحب کی اور حاشیہ جمال الدین میں ہے اصحاب جمع صاحب کی ہے جیسے اشھاد جمع شاھد کی جب وہ جمع صحب کی ہو جیسے انھار جمع نھر کی ہے یا صحب کی جمع ہے جیسے انمار جمع نمر کی ہے۔

صحابی کی تعریف : صحابی رسول ﷺ اس شخص کو کہتے ہیں جس نے حالت ایمانی میں حضور ﷺ کی صحبت حاصل کی ہو اور اس ایمان پر وفات ہوئی ہو۔

اجمعین : یہ تاکید لفظی ہے جس سے روافض پر رد مقصود ہے۔

قولہ : اما بعد : اما کے بارے میں چند مذاہب ہیں سیبویہ کے نزدیک یہ مستقل کلمہ ہے کیونکہ یہ حرف ہے۔اور حرف میں اصل یہ ہے کہ کسی قسم کا تغیر نہ ہو اور خلیل کا مذہب یہ ہے کہ اصل میں یہ تھا ما چونکہ ہمزہ صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اس لئے مقدم کردیا اور پھر متحرک کردیا ام ما بن گیا ادغام کردیا تو اما ہوگیا۔بعض نے اس کا اصل ان نکالا ہے اور ما کو زائدہ بتایا ہے لیکن راجح مذہب سیبویہ کا ہے۔ اما بعد ، اما یہ دو معنوں کیلئے آتا ہے۔تفصیل کیلئے جبکہ متکلم نے پہلے اجمال سے کسی چیز کو بیان کردیا ہو تو اس وقت یہ اما تفصیلیہ ہوا کرتا ہے اور کبھی اما استینافیہ ہوتا ہے جبکہ اس سے پہلے کوئی چیز بیان نہ ہو جیسا کہ یہاں پر اما بعد اور خصوصا کتابوں کی ابتداء میں اما استینافیہ ہی ہوا کرتا ہے بعد مبنی بر ضم ہے۔

قولہ : فھٰذامختصر مضبوط فی النحو جمعت فیه مهمات النحو علیٰ ترتیب الکافیة مبوبًا ومفصلًا بعبارة واضحة مع ایرادالامثلة فی جمیع مسائلهامن غیر تعرض للادلة والعلل لئلایشوش ذهن المبتدی عن فهم المسائل وسمیته بهدایة النحورجاء ان یهدی اللّٰه تعالیٰ به الطالبین ورتبته علی مقدمة وثلٰثة اقسام بتوفیق الملك العزیز العلّام۔

ترجمہ: پس حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ مختصر کتاب ضبط کی گئی ہے علم نحو میں۔جمع کیا ہے میں نے اس میں علم نحو کے مقصودی مسائل کو کافیہ کی ترتیب پر درانحالیکہ میں باب بنانے والا ہوں اور فصل بنانے والا ہوں ساتھ عبارت واضح کے سمیت لے آنے مثالوں کے اس کے عام مسائل میں بغیر چھیڑ چھاڑ کرنے دلائل اور علل کے تاکہ یہ کتاب نہ پریشان کرے ابتدائی طالب علم کے ذھن کو مسائل کے سمجھنے

سے اور نام رکھا ہے میں نے اس کتاب کا ھدایۃ النحو اس امید پر کہ ھدایت دے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے طلباء کو اور مرتب کیا ہے میں نے اس کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر اس بادشاہ کی توفیق سے جو غالب ہے بہت زیادہ علم والا ہے۔

تشریح : فهذا مختصر: فاء جزائیہ ہے۔

سوال : هذا اس کی وضع مشارالیہ محسوس مبصر کیلئے ہے جبکہ یہ کتاب غیر مبصر اور غیر محسوس ہے۔

جواب : کبھی کبھی غیر مبصر غیر محسوس کو مبصر محسوس کے درجہ میں رکھتے ہوئے اشارہ کر دیا جاتا ہے جیسے ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّي وَرَبُّكُمْ بعض شارحین نے یہ جواب دیا کہ خطبہ الحاقیہ ہے۔ خطبہ الحاقیہ وہ ہوتا ہے جو کتاب لکھنے کے بعد لکھا جائے تو اب اسم اشارہ مشارالیہ یہ کتاب ہو جائے گی لیکن یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ کتاب کے لکھنے کے بعد جو محسوس اور مبصر خارج میں جو چیز موجود ہے فقط وہ نقوش ہیں نہ کہ الفاظ اور معانی کیونکہ الفاظ اور معانی کا وجود خارج میں نہیں لہٰذا وہی جواب درست ہے۔

مختصر، اختصار سے ماخوذ ہے جس کا معنی اداء المطالب الكثيرة بالفاظ قليلة اور چار قسم کی کتابیں ہوا کرتی ہیں ① مختصر ② مطول ③ فتاویٰ ④ رسالہ

رسالہ کہتے ہیں جو قلیل الفاظ قلیل المعانی ہے۔ فتاویٰ کہتے ہیں جو کثیر الالفاظ کثیر المعانی ہو۔ مختصر کہتے قلیل الالفاظ کثیر المعانی کو اور مطول کہتے ہیں جو کثیر الالفاظ قلیل المعانی ہو تو مصنف نے مختصر سے اشارہ کر دیا کہ یہ میری کتاب حشو اور تطویل سے محفوظ ہے۔ حشو اس کو کہتے ہیں جس میں زیادتی بلا فائدہ ہو اور تطویل وہ ہے جو اصل مراد پر زائد بلا فائدہ ہو اور اس کی زیادتی متعین نہ ہو۔ حشو میں زیادتی متعین ہوتی ہے۔

ترکیب : اس کی تھوڑی سی ترکیب سمجھ لیں هذا مبتداء مختصر مرفوع بالضمہ لفظاً موصوف مضبوط مرفوع بالضمہ لفظاً صفت اول في النحو متعلق کائن کے ہو کر ظرف مستقر یہ صفت ثانی جمعت فعل بافاعل فيه متعلق جمعت کے مهمات النحويه مضاف مضاف الیہ مفعول ہے جمعت کیلئے۔ علیٰ ترتيب الكافيه جمعت کے متعلق ہے اب معنی یہ ہوگا جمع کیا میں نے اس میں نحو کے مقاصد کو کافیہ کی ترتیب پر اس وقت کافیہ سے مراد وہ کتاب ہے جو کہ تصنیف ہے علامہ ابن حاجب کی اور یہ جملہ بن کر مختصر کی تیسری صفت بن جائے گی اور علی ترتيب الكافية کو ظرف مستقر بنا کر صفت رابع بھی بنایا جا سکتا ہے اور مختصر چاروں صفتوں سے ملکر خبر بنے گی هذا کی اور یہ جملہ جزاء بن جائے گا۔ جب کافیہ سے ایک کتاب مراد ہے۔

سوال : آپ نے کہا کہ کافیہ کی ترتیب پر ہے حالانکہ بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن میں کافیہ کی ترتیب نہیں ہے مثلاً تحذیر اور ما اضمر عامله کو منادیٰ سے مؤخر کیا حالانکہ کافیہ میں منادیٰ مقدم ہے؟

جواب : کافیہ کی ترتیب سے مراد یہ ہے کہ جس طرح صاحب کافیہ نے مباحث اسم کو مقدم کیا اسی طرح یہاں پر بھی اور جس طرح

صاحب کافیہ نے بحث مرفوعات کو ذکر کیا پھر منصوبات کو پھر مجرورات کو یہاں پر بھی ایسے ہے۔

سوال : بعض مسائل تو ایسے ہیں جو اس مختصر میں مذکور ہی نہیں جیسے مبتداء کا معنی شرط کو متضمن ہونا اسی طرح خبر کا صدارت کلام کو متضمن ہونا اور اسی طرح اسم عدد کی اضافت کا مسئلہ وغیرہ یہ تو اس کتاب میں موجود ہی نہیں؟

جواب : ترتیب جمیع مسائل کے اعتبار سے نہیں بلکہ اکثر مسائل کے اعتبار سے مراد ہے۔ اور مصنف نے ابتداء طلباء کرام کو یہ اطلاع دے دی کہ یہ ہدایۃ النحو کافیہ کی ترتیب پر ہے جس سے مقصود ایک تو یہ ہے کہ جس طرح کافیہ عظیم الشان کتاب ہے اسی طرح یہ بھی بہت عمدہ کتاب ہوگی اس کو خوب یاد کیا جائے دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ اگر تم نے اس کتاب کو یاد کر لیا تو تمہارے لئے کافیہ سہل بن جائے گی۔

مبوباً و مفصلاً : یہ اسم فاعل کے صیغے بھی بنائے جا سکتے ہیں اور اسم مفعول کے صیغے بھی اسم فاعل کے ہوں تو پھر یہ حال بنیں گے جمعت کی ت ضمیر سے اور اگر اسم مفعول کے ہوں تو یہ حال بنیں گے فیہ کی ہ ضمیر سے اب معنی یہ ہوگا میں نے اس مختصر میں مقاصد نحو کو کافیہ کی ترتیب پر جمع کیا درانحالیکہ وہ مقاصد باب باب اور فصل فصل کئے ہوئے ہیں اور اسم فاعل کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ میں نے جمع کیا درانحالیکہ یہ کہ باب باب کرنے والا ہوں اور فصل فصل کرنے والا ہوں بعبارۃ واضحۃ یہ جمعت کے متعلق ہے واضحۃ عبارۃ کی صفت ہے۔ عبارت واضحہ وہ عبارت ہوتی ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں ظاہر ہو یعنی اس کے معنی جلدی بسہولت بغیر دشواری کے سمجھ آجایا کرتے ہوں۔ اصل میں یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال : جب مصنف نے بتایا کہ یہ مختصر کافیہ کی ترتیب پر ہے تو فوری طور پر ذہن میں اشکال پیدا ہوا اچھا یہ اس جیسی مغلق بھی ہوگی مصنف نے جواب دیا نہیں نہیں مقاصد نحو کو عبارۃ واضحہ سے بیان کیا ہے نہ کہ عبارت مغلقہ کے ساتھ جیسا کہ کافیہ ہے؟

مع ایراد الامثلۃ: یہ ظرف واضحۃ کے متعلق ہوگا بعبارۃ واضحۃ مع ایرادالامثلۃ اور ایراد باب افعال کا مصدر ہے امثلہ مثال کی جمع ہے جیسے ائمۃ امام کی جمع ہے مثال اس شی کو کہتے ہیں جس کو قاعدہ کی وضاحت کیلئے لایا جائے اور ایک شاہد بھی ہوتا ہے۔ شاھد اسے کہتے ہیں کہ اپنی دیکھی ہوئی چیز کو دوسرے کے سامنے پیش کیا جائے قاعدہ کے اثبات کی غرض سے۔

فی جمع مسائلھا :

سوال : ھا ضمیر مرجع تو مختصر ہے جو کہ مذکر ہے تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوئی؟

جواب : یہ ضمیر راجع ہے مختصر کی طرف لیکن مختصر کافیہ کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے مؤنث ہے اس پر سوال ہوگا کہ کافیہ کی تاء تو تانیث کیلئے نہیں وہ تو مبالغہ کیلئے ہے۔

جواب اول : لیکن تاء کی وضع اصل تانیث کیلئے اسی وجہ سے ہے اگر مبالغہ کی حالت میں بھی استعمال ہو تب بھی تانیث کا شبہ

موجود رہتا ہے۔ یہی وجہ تو ہے کہ لفظ علامہ کا اطلاق باری تعالیٰ پر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ باری تعالیٰ جس طرح تانیث سے پاک ہیں اسی طرح شبہ تانیث سے بھی پاک ہیں۔

جواب ثانی : بعض نے جواب دیا کہ یہ ضمیر راجع کافیہ کی طرف ہے مختصر کی طرف نہیں اس لئے کہ مختصر کے مسائل بعینہٖ کافیہ کے مسائل ہیں لہٰذا مختصر کے مسائل یہ مثال لانا گویا کہ کافیہ کے مسائل لانے کیلئے مثال کو لانا ہے۔

جواب ثالث : یہ ضمیر مختصر کی طرف راجع ہے بتاویل رسالۃ۔

من غیر تعرض للادلة و العلل : تعرض کا معنی ہوتا ہے اقدام علی الشئ یعنی کسی شئ کے درپے ہونا، آگے ہونا اور اعتراض کا معنی بھی یہی ہوا کرتا ہے۔

ادلة دلیل کی جمع ہے جیسے اجنة جنین کی جمع ہے

دلیل کا لغوی معنی : راستہ بتانے والی۔

اصطلاحی معنی : وہ شئ جس کے جاننے سے دوسری چیز کا علم خود بخود لازم آجائے۔

علل علة کی جمع ہے جس کا لغوی معنی مؤثر ہے اور اصطلاحی معنی وہ شئ جس پر دوسری شئ کا وجود موقوف ہو۔

سوال : ادلة تو جمع قلت ہے حالانکہ یہاں تو مقام جمع کثرت کا تھا لہٰذا دلائل کا لفظ لانا چاہیے تھا؟

جواب : ٹھیک ہے یہ مقام جمع کثرت کا تھا لیکن کبھی کبھی جمع قلت کو جمع کثرت اور جمع کثرت کو جمع قلت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے یہاں بھی جمع قلت جمع کثرت کی جگہ پر مستعمل ہے۔

مصنفؒ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ میں نے اس مختصر کتاب میں مسائل کے لئے دلائل بیان نہیں کیے۔

سوال : ہمیں تو کچھ ایسے مسائل نظر آئے ہیں جنکے لئے دلائل بھی آگے موجود ہیں مصنف کا نفی کرنا کہ میں نے دلائل بیان نہیں کئے یہ درست نہیں؟

جواب : یہ نفی اغلب کے اعتبار سے ہے کہ عموماً مصنف نے اکثر مسائل کیلئے دلائل بیان نہیں کئے لیکن بعض مسائل کیلئے دلائل بیان کئے ہیں۔

لئلا یشوش ذهن المبتدی عن فهم المسائل : لئلا اصل میں لان لا تھا یرملون والے قانون سے لئلا بن گیا یشوش تشویش سے ہے بمعنی پریشان کرنا اور اس صیغہ میں دو احتمال ہیں مضارع معلوم کا صیغہ ہو یا مجہول کا اور معلوم کا صیغہ ہو تو ذهن المبتدی مفعول کا صیغہ بنے گا اور اگر مجہول کا صیغہ ہو تو ذهن المبتدی نائب فاعل بنے گا ذہن کہتے ہیں الذهن قوة موجود فی جنان الانسان ذہن وہ قوت ہے جو انسان کے دل میں ہوتی ہے جس میں معنی منتقش ہوتے ہیں۔

مبتدی کالغوی معنی: شروع کرنے والا

اصطلاحی معنی : ھو الذی شرع فی الجزء الاول مع قصد تحصیل باقی الاجزاء۔

مبتدی کی دوقسمیں ہیں ① مبتدی طبعی ② مبتدی اکتسابی

مبتدی طبعی : ھو الذی یحصل المسائل بطبعہ وفھمہ ۔

مبتدی اکتسابی : ھو الذی یکتسبالمسائل من الغیر کالتلمیذ من الاستاذ اور یہاں پر مبتدی اکتسابی مراد ہے۔

مصنف نے ھدایۃ النحو پڑھنے والے کو مبتدی اس لئے کہا کہ یہ کتاب ابتدائی ہے ۔

المسائل الف لام یا تو عوض ہے مضاف الیہ کے پھر تقدیر عبارت ہوگی: مسائل المختصر یا پھر الف لام عہد خارجی کا ہے جس سے مراد مسائل مختصر ہیں اور یہ اللہ کا جولام ہے یہ متعلق ہے جمعت کے۔اگر یشوش معلوم کا صیغہ ہوتو معنی یہ ہوگا: کہ میرا ادلۃ اور علل کا نہ لانا اس وجہ سے ہے تاکہ مبتدی کے ذہن کو پریشان نہ کردے کیونکہ مبتدی مسائل میں مشغول ہو پھر اس کے لئے دلائل علتوں میں مشغول ہوتو ایسا نہ ہو کہ نفس مسائل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے اور اگر مجہول کا صیغہ ہوتو معنی یہ ہوگا: کہ پریشان نہ کیا جائے مبتدی کے ذہن کو۔

سمیتہ ھدایۃ النحو ، سمیٰ یسمی تسمیۃ بمعنی نام رکھنا

ھدایۃ کا معنی ہے : اراۃ الطریق الموصل الی المطلوب ۔ دوسرا معنی : الایصال الی المطلوب اسکی تشریح شرح تہذیب کی شرح میں آئے گی انشاءاللہ اور لفظ ھدآیۃ کی اضافت نحو کی طرف اضافت معنوی ہے اور مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے جیسے قیام اللیل وغیرہ۔

سوال : سمیٰ یسمی یہ باب متعدی ہوتا ہے دو مفعولوں کی طرف بغیر واسطے کے یہاں پر باء تعدیہ کیوں لائے؟

جواب : یہ باء زائدہ ہے۔

سوال : باء زائدہ ہونے کیلئے قانون یہ ہے یہ نفی اور استفہام کے تحت ہوتی ہے یہاں پر نہ نفی ہے اور نہ ہی استفہام تو آپ نے باء کو زائدہ کیسے کہہ دیا؟

جواب : آپکا قاعدہ بالکل درست ہے لیکن خلاف قانون شاذ کے درجہ میں ہے۔

رجاء ان یھدی اللہ بہ الطالبین : مصنف وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں: کہ میں نے اس کتاب کا نام ھدایۃ النحو رکھا ہے اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ میری اس کتاب کے ذریعہ طلباء کرام کو ھدایت بخشے لہٰذا یہ رجاء مفعول لہ ہے سمیت فعل کے لئے اور یہ کتاب ہدایت کا مسبب ہے ھدایت کتاب کا سبب ہے تو یہ تسمیۃ السبب باسم المسبب کے قبیل سے ہے۔

ورتبته علی مقدمة : میں نے اس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر مرتب کیا ہے مصنفؒ نے اس عبارت سے کتاب کے اجزاء بتائے ہیں۔

ترتیب : لغت میں جعل کل شئ فی مرتبتہ شئ کو اس کے مرتبہ میں رکھنا اور اصطلاح میں کہتے ہیں جعل الاشیاء المتعددة من حیث یطلق علیہا اسم الواحد چند اشیاء کو اس طرح سے رکھنا کہ ان پر ایک نام کا اطلاق کیا جا سکے۔

ثلثة اقسام : قسم اول میں اسم کی بحث ہے قسم ثانی میں فعل کی بحث ہے اور قسم ثالث حروف کی بحث ہے

بتوفیق الملك العزیز العلام یہ جار مجرور یا جمعت کے متعلق ہے یا سمیت کے اور ملك بمعنی بادشاہ اور عزیز بمعنی غالب العلام کا معنی جاننے والا توفیق کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ کا نیک مقصود کیلئے اسکے موافق اسباب پیدا کر دینا۔

قوله: اما المقدمة ففی المبادی الّتی یجب تقدیمها لتوقف المسائل علیها وفیها فصول ثلثة۔

ترجمہ: لیکن بہرحال مقدمہ پس ان مبادیات میں ہے جن کی تقدیم واجب ہے واسطے موقوف ہونے مسائل کے ان مبادیات پر اور مقدمہ میں تین فصلیں ہیں۔

تشریح : اما المقدمة لفظ مقدمہ پر چند تحقیقیں ہیں ① صیغوی تحقیق یہ کون سا صیغہ ہے اس میں دو احتمال ہیں

پہلا احتمال : اسم فاعل کا صیغہ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ آگے کرنے والا۔

سوال : یہ مقدمہ آگے کرنے والا نہیں بلکہ آگے ہونے والا ہوتا ہے لہٰذا اسم فاعل کا صیغہ بنانا غلط ہے؟

جواب : مقدمہ باب تفعل کے اسم فاعل کے معنی میں ہے یعنی مقدمہ بمعنی متقدمہ کے ہے اب معنی ہوگا آگے ہونے والا۔

سوال : کیا باب تفعیل باب تفعل کے معنی میں آیا کرتا ہے؟

جوابِ اول : جی ہاں قرآن مجید میں ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا اس میں باب تفعل کیلئے مفعول مطلق باب تفعیل سے لایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ یہ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے رہتے ہیں۔

جوابِ ثانی : اگر مقدمة اسم فاعل کا صیغہ ہی اپنے معنی میں ہو تب بھی معنی صحیح ہے اس لیے کہ یہ مقدمہ اپنے عالم کو جاہل سے آگے کرنے والا ہے یعنی جو شخص مقدمة کے بارے میں علم رکھتا ہے وہ آگے بڑھنے والا ہے کتاب کے سمجھنے میں اس شخص سے جو مقدمہ نہیں جانتا۔

دوسرا احتمال : اگر اسم مفعول کا صیغہ ہو تو معنی ہوگا آگے کیا ہوا اور یہ بھی چونکہ مقصود سے آگے کیا ہوا ہوتا ہے۔ علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ یہ خلف عن القول ہے یعنی سلف سے یہ قول منقول نہیں۔

② مأخذی تحقیق یعنی لفظ مقدمہ کا مأخذ کیا ہے یہ لفظ مقدمہ ماخوذ ہے مقدمة الجیش سے مقدمہ الجیش فوج کے ایسے

چھوٹے سے دستے کو کہتے ہیں جو فوج کے جانے سے پہلے کیمپ لگاتا ہے اور اس کیلئے تمام قسم کا بندوبست کرتا ہے تاکہ بعد میں آنے والی فوج کو کسی قسم کی دقت ومشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے اور یہاں پر مناسبت یہ ہے کہ جس طرح وہ چھوٹا دستہ آگے جاکر فوج کا انتظام کرتا ہے اسی طرح مقدمہ میں کچھ ایسے مسائل ذکر کردیئے جاتے ہیں جس سے آنے والے مقصودی مضامین آسان ہو جاتے ہیں۔

مقدمہ العلم کہتے ہیں ان معانی مخصوصہ کو جن پر علم کے مسائل کا شروع کرنا علی وجہ البصیرۃ موقوف ہو۔

اور مقدمۃ الکتاب کلام کے ان ٹکڑوں کو کہتے ہیں جو مسائل سے پہلے لائے جائیں جن کا ان مسائل سے ربط ہو اور تعلق ہو اور مسائل کے سمجھنے میں وہ نفع بخش ہوں۔

ففی المبادی، مبادی یہ جمع ہے یعنی ابتدائی باتیں جو شروع میں بتائی جاتی ہیں اور اصطلاح میں وہ باتیں جن پر علم کے مسائل کا شروع کرنا موقوف ہو۔

سوال : مقدمۃ اور مبادی ایک چیز ہیں اور فی ظرفیت کیلئے ہے اس سے لازم آیا ظرفیت الشیٔ لنفسہ جو کہ باطل ہے؟

جواب : مقدمۃ سے مراد معانی مخصوصہ ہیں اور مبادی سے مراد الفاظ مخصوصہ ہیں۔

فصول جمع فصل کی اور ثلاث فصول کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ اس مقدمہ میں تین فصلیں ہیں پہلی فصل میں علم النحو کی تعریف اور موضوع اور غرض وغایت ہے اور دوسری فصل میں علم النحو کا موضوع کلمہ کی تعریف اور اسکی تقسیم پھر ان اقسام کی تعریف اور اس کے لئے علامات اور تیسری فصل میں علم النحو کے دوسرے موضوع یعنی کلام کی تعریف اور اسکی تقسیم کا بیان ہے۔

سوال : فصول موصوف ثلاثہ صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف صفت میں مطابقت ہوتی ہے اور یہاں نہیں کیونکہ فصول تو جمع ہے اور ثلاثۃ مفرد ہے؟

جواب : آپکی بات ٹھیک ہے ثلاثۃ تو مفرد ہے لیکن معنی تو جمع ہے۔

قولہ : فصل :النحو علم باصول یعرف بھا احوال اواخر الکلم الثّلٰث من حیث الاعراب والبناء وکیفیۃ ترکیب بعضھا مع بعض

ترجمہ : نحو جاننا ہے ایسے چند قوانین کا جن کے ذریعے سے معلوم کئے جائیں تین کلموں کے آخر کے احوال باعتبار معرب اور مبنی ہونے کے اور ان میں سے بعض کلموں کو بعض کلموں کے ساتھ ملانے کا طریقہ۔

تشریح : فصل لغت میں معنی ہے کاٹنا اور جدا کرنا اور اصطلاح میں دو مختلف حکموں کے درمیان حائل کا ہونا۔

فائدہ : لفظ فصل میں دو احتمال ہیں ① معرب ② مبنی ۔

مبنی اس وقت ہوگا جب اسے مفرد مانا جائے تو یہ مبنی بر سکون ہوگا اور مرکب ہو تو یہ مرفوع ہوکر خبر بنے گا مبتدا محذوف کی یعنی ھذا فصل یا منصوب ہوکر مفعول بہ ہوگا فعل محذوف کیلئے اعنی فصلًا۔

مصنف علم النحو کی تعریف کرنا چاہتے ہیں نحو کے لغوی معنی چند ہیں۔

① قصد ② مقدار ③ قبیلہ ④ طرف ⑤ صرف ⑥ نوع ⑦ مثل ⑧ طریق ⑨ صیانت ⑩ فصاحت ⑪ میلان کرنا ⑫ پیروی کرنا ⑬ اعتماد کرنا ⑭ دور ہونا۔

تعریف یہ ہے کہ نحو ایسے قوانین کے جاننے کا نام ہے جنکے ذریعے تین کلموں کے آخر کے حالات پہچانے جاتے ہیں معرب ومبنی ہونے کے اعتبار سے اور نام ہے بعض کلموں کو بعض کلموں کے ساتھ مرکب کرنے کی کیفیت کو جاننے کا۔

فوائد قیود : علم یہ جنس ہے جو تمام کو شامل ہے یعرف بھا احوال یہ قید اول ہے اسکا فائدہ یہ ہے کہ اس سے وہ علوم نکل گئے جن سے کلمہ کی ذات معلوم ہوتی ہے جیسے علم صرف اور اسی طرح وہ علوم بھی خارج ہو جائیں گے جن کے ذریعے کلمے کے معنی معلوم ہوتے ہیں۔

اواخر الکلم الثلث : یہ قید ثانی اور فصل ثانی ہے جس سے وہ علم نکل جائے گا جس کے ذریعے کلمہ کے اول اور اوسط کے حالات معلوم ہوتے ہیں جیسے علم لغت اور اسی طرح وہ علم بھی خارج ہو جائے گا جس کے ذریعے احوال مکلفین معلوم ہوتے ہیں جیسے فقہ وغیرہ۔

من حیث الاعراب والبناء : یہ تیسری فصل اور قید ہے اس سے وہ علوم نکل جائیں گے جن کے ذریعے سے حالات تو معلوم ہوتے ہیں لیکن اعراب اور بنا کے اعتبار سے نہیں جیسے علم عروض۔

وکیفیۃ ترکیب بعضھا مع بعض: یہ فصل اور قید رابع ہے جس سے وہ علوم نکل جائیں گے جن کے ذریعے مفردات کی کیفیت معلوم ہو جیسے علم ہیئت وغیرہ۔

سوال : تعریف میں علم کا لفظ آیا ہے جس کے معنی جاننا اور اصطلاحی معنی حصول صورۃ الشئ فی العقل اور یہ تو موجود ذہنی ہے حالانکہ نحو تو قواعد ملفوظہ مکتوبہ کا نام ہے لہٰذا لفظ علم کا اطلاق اس نحو پر کرنا درست نہیں؟

جواب : کہ علم کا اطلاق تین معنی پر آتا ہے ① یہ جو آپ نے بیان کیا ہے ② قواعد مکتوبہ ملفوظہ ③ منقولہ یہاں پر علم کا اطلاق آخری دو معنوں پر ہے۔

سوال : بہت سارے مبتدی طلباء دیکھے ہیں جو علم نحو تو پڑھتے لیکن انکے تین کلموں کے آخر کے حالات معلوم نہیں ہوتے؟

جواب : تعریف میں بھا سے پہلے مضاف محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی یعرف باستحضارھا اور یہ بات ظاہر ہے جسکو

اصول متحضر اور یاد ہو جائیں وہ یقیناً پہچان سکتا ہے اور حالات دریافت کر سکتا ہے۔

سوال : آپکی تعریف میں احوال کا لفظ آیا ہے اس سے آپکی مراد جمیع احوال ہیں یا بعض احوال اگر جمیع احوال کی معرفت مراد ہو تو کوئی نحوی نحوی نہیں رہے گا کیونکہ جمیع احوال کی معرفت اور تمام حالات کی شناخت تو کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی اور اگر بعض احوال مراد ہوں تو چند مسائل کو پہچاننے والا بھی اپنے آپ کو نحوی کہلائے گا تو بہرکیف اول صورت میں نحوی کا غیر نحوی ہونا لازم آتا ہے اور دوسری صورت میں غیر نحوی کا نحوی ہونا لازم آتا ہے؟

جواب : احوال سے مراد جمیع احوال ہیں لیکن معرفت سے مراد ملکہ استعداد ہے یعنی نحوی کو ایک ملکہ حاصل ہو جائے جس کے ذریعے جمیع احوال کی معرفت پر قادر ہو۔

قوله : والغرض منه صيانة الذهن عن الخطاء اللفظي في كلام العرب ۔

ترجمہ : اور غرض اس کی ذھن کو بچانا ہے ایسی لفظی غلطی سے جو واقع ہونے والی ہو کلام عرب میں۔

تشریح : مصنفؒ علم نحو کی غرض بیان کرنا چاہتے ہیں علم نحو کی غرض یہ ہے کہ ذہن کو بچانا ہے لفظی غلطی سے کلام عرب میں۔

سوال : لفظی غلطی تو زبان سے ہوتی ہے ذھن سے نہیں ہوتی کیونکہ متلفظ زبان ہوتی ہے ذھن تو نہیں لہٰذا یوں کہنا چاہیے تھا صيانة اللسان عن الخطاء الخ ؟

جواب : لفظی غلطی ذھن سے ہوتی ہے اس لئے کہ حقیقت میں متلفظ ذہن ہوتا ہے اور زبان تو اسکے لئے مترجم ہے لہٰذا صيانة الذهن کہنا ہی صحیح ہوا۔

قوله : وموضوعه الكلمة والكلام

ترجمہ: اور علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔

تشریح : سوال : ہر علم کا موضوع ایک ہوتا ہے یہاں پر علم نحو کے موضوع دو کیوں ہیں، جب موضوع دو ہیں تو یہ علم ایک نہیں ہوگا دو ہونگے کیونکہ قاعدہ ہے تعدد موضوع مستلزم ہوتا ہے تعدد علوم کو حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ علم نحو ایک علم ہے دو نہیں؟

جواب : تعدد کی دو قسمیں ہیں ① لفظی ② معنوی

تعدد معنوی : جیسے عاقل، بالغ۔

تعدد لفظی : جیسے قاعد جالس یہاں پر تعدد لفظی ہے تعدد معنوی نہیں کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں ایک ہی چیز ہیں کیونکہ دونوں سے مراد وہ لفظ ہے جو معنی کیلئے موضوع ہو۔

آپ نے جو قاعدہ بیان کیا ہے کہ تعدد موضوع مستلزم ہے تعدد علوم کو وہ قاعدہ تعدد معنوی کیلئے ہے نہ لفظی کے لئے۔

سوال : کلمہ کوکلام پر کیوں مقدم کیا حالانکہ دونوں موضوع ہیں پھر کلام میں بنسبت کلمہ کے زیادہ فائدہ تھا اسی وجہ سے تو صاحب الفیہ نے کلام کوکلمہ پر مقدم کیا ہے؟

جواب : کلمہ جزء ہے اور کلام کل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جزء کل پر مقدم ہے بعنوان دیگر کلمہ مفرد ہے اور کلام مرکب اور یہ بات ظاہر ہے کہ مفرد مرکب پر مقدم ہوا کرتا ہے لہٰذا مصنف نے کلمہ کوکلام پر مقدم کر دیا۔

فصل : الکلمۃ لفظ وضع لمعنًی مفردٍ مفردٌ

ترجمہ : کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

تشریح : اس دوسری فصل میں علم نحو کا موضوع کلمہ کی تعریف اور اسکی تقسیم اور اسکی علامات کا بیان ہے۔

کلمہ کی تعریف : کلمہ وہ لفظ ہے جو وضع کیا گیا ہو معنی مفرد کے لئے ،اس تعریف میں چند کلمات ہیں

① الکلمۃ ② لفظ ③ وضع ④ معنی ⑤ مفرد ان پانچ کلمات کی مختصر تشریح کرتے ہیں۔ تفصیل مطلوب ہوتو کاشفہ دیکھیں۔

بحث الف لام : پہلا کلمہ الف لام ہے، الف لام کی نوقسمیں ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے کہ ابتداءً الف لام کی دوقسمیں ہیں

① الف لام اسمی ② الف لام حرفی

الف لام اسمی اسم فاعل اور مفعول پر داخل ہوتا ہے، الف لام حرفی دوقسم پر ہے زائدہ وغیرزائدہ پھر زائدہ کی چار قسمیں ہیں۔

① عوضی لازم جیسے اَللّٰہ جو اصل میں الہ تھا ہمزہ کو حذف کر کے اسکی جگہ الف لام لائے پھر لام کو لام میں ادغام کر دیا تو اللہ ہو گیا

② عوضی غیر لازم جیسے الناس اصل میں اناس تھا ہمزہ کو حذف کر کے اسکے عوض الف لام لائے۔

③ غیر عوضی لازم جیسے النجم ، الصعق۔

④ غیر عوضی غیر لازم جیسے الحسن

الف لام حرفی غیر زائدہ کی چار قسمیں ہیں۔

① جنسی ② استغراقی ③ عہد خارجی ④ عہد ذہنی۔

وجہ حصر : یہ ہے کہ الف لام دو حال سے خالی نہیں کہ اسکے مدخول سے مراد حقیقت اور ماہیت ہوگی یا افراد، اگر حقیقت اور ماہیت

مراد ہوگی تو الف لام جنسی ہوگا جیسے الرجل خیر من المرأۃ اگر افراد مراد ہوں تو دو حال سے خالی نہیں تمام افراد مراد ہونگے یا بعض اگر تمام افراد مراد ہوں تو الف لام استغراقی ہوگا جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اور بعض افراد مراد ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ بعض افراد معین مراد ہونگے یا غیر معین اگر معین مراد ہوں تو الف لام عہد خارجی جیسے فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ اور اگر غیر معین مراد ہوں تو الف لام عہد ذہنی جیسے وَأَخَافُ اَنْ یَّأْکُلَهُ الذِّئْبُ ۔

سوال : الکلمۃ پر الف لام کونسا ہے جو بناؤ گے وہی غلط الف اسمی کا نہ ہونا تو واضح ہے کیونکہ الکلمۃ نہ اسم فاعل ہے اور نہ اسم مفعول ہے اور حرفی ہو کر زائدہ بھی نہیں بنایا جا سکتا ورنہ مبتدا کا نکرہ ہونا لازم آئے گا اور غیر زائدہ ہو کر جنسی، استغراقی، عہد خارجی، عہد ذہنی بھی نہیں بنایا جا سکتا جنسی اور استغراقی تو اس لئے نہیں بنایا جا سکتا آگے تاء وحدت کی ہے جو اسکے منافی ہے اور عہد خارجی بھی اس لئے نہیں بن سکتا کہ اس کے لئے معہود کا متعین ہونا ضروری ہے جبکہ کلمہ غیر معین ہے کیونکہ کلمہ نحوی بھی ہے اور منطقی بھی ہے لغوی بھی ہے اور اسی طرح عہد ذہنی کا بھی نہیں بن سکتا ورنہ نکرہ کا مبتدا ہونا لازم آئے گا۔

جواب : الف لام جنسی بن سکتا ہے باقی رہی یہ بات کہ اس میں تاء وحدت کی ہے جو اسکے مخالف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ وحدت کی تین قسمیں ہیں ① وحدت جنسی جیسے الحیوان واحد ای جنس واحد ② وحدت نوعی جیسے الانسان واحد ای نوع واحدہ ③ وحدت شخصی جیسے زید واحد ای شخص واحد ان تین قسموں میں سے جنس کے جو مخالف و منافی ہے وہ وحدت شخصیہ ہے اور وہ یہاں مراد نہیں اگر الف لام عہد خارجی کا بنایا جائے تو بن سکتا ہے باقی رہی یہ بات کہ کلمہ تو غیر معین ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ معین ہے کیونکہ کلمہ جاری علی السنۃ النحاۃ کلمہ نحوی ہی ہو سکتا ہے نہ کہ غیر۔

فائدہ : کلمہ میں اختلاف ہے کہ کلمہ مشتق ہے یا غیر مشتق۔ جمہور نحاۃ کا مسلک یہ ہے کہ کلمہ کلام، کلم یہ کلمات مستقلہ ہیں نہ تو مشتق ہیں اور نہ مشتق منہ اسی طرح اس کے صیغے میں بھی اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ جنس ہیں اور بعض کے نزدیک جمع ہے تفصیل کیلئے "کاشفہ شرح کافیہ صفحہ 20,19 دیکھئے۔

اور عربی میں تاء کی چند قسمیں ہیں شعر

تائے تانیث است تذکیر است وحدت ہم بدل
مصدریت و مبالغہ زائدہ شد ہم نقل

لفظ کا لغوی معنی: مطلقاً پھینکنا خواہ منہ سے ہو یا غیر منہ سے۔

اصطلاحی معنی : ما یتکلم بہ الانسان۔ لغوی اور اصطلاحی معنی کے درمیان نسبت عموم خصوص کی ہے۔

وضع اسکا لغوی معنی ہے رکھنا اور اصطلاحی معنی تخصیص الشئ بالشئ بحیث متی اطلق او احس الشئ الاول فهم منه

الشئ الثانی ۔

اطلاق کی مثال : جیسے زید کا نام لیتے ہیں تو زید کی ذات کا علم ذہن میں آجاتا ہے

احساس کی مثال : جیسے سڑکوں پر لگے ہوئے سرخ یا سبز اشاروں سے راستہ کھلنے اور بند ہوجانے کا علم ذہن میں آجاتا ہے۔

معنی کے لغوی معنی میں تین احتمال ہیں ① ظرف مکان کا صیغہ بنایا جائے تو معنی ہوگا جائے قصد ② مصدر میمی کا صیغہ ہو تو معنی ہوگا قصد کردن ③ اسم مفعول کا صیغہ ہو تو معنی ہوگا قصد کردہ شدہ اور یہاں تینوں احتمال جائز ہیں اسم مفعول کا صیغہ ہو تو اس کا اصل ہوگا معنوی تھا پھر تعلیل ہوکر باقی رہ گیا معنی اور مصدر میمی کی صورت میں حقیقی معنی مراد نہ ہوگا بلکہ مجازی مراد ہوگا کہ معنی المقصود کے ہوں گے۔

مفرد یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب افعال سے اور یہ چند چیزوں کے مقابلے میں آتا ہے ① تثنیہ، جمع ② مضاف، شبہ مضاف ومرکب کے مقابلے میں آتا ہے۔

ترکیب : الکلمۃ مرفوع بالفتحہ لفظاً مبتدا الفظ مرفوع بضمہ لفظاً موصوف وضع فعل ماضی مجہول ضمیر مستتر مرفوع محلاً نائب فاعل لام جارہ معنی مجرور بالکسرۃ لفظاً جار مجرور ملکر ظرف لغو متعلق ہے وضع کے، وضع فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صفت ھے لفظ کی، موصوف اپنی صفت سے ملکر خبر ہے الکلمۃ مبتدا کی، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

مفرد کی تین ترکیبیں ہوسکتی ہیں اسکو مرفوع ، پڑھا جائے تو یہ صفت ثانی بنے گی لفظ کی، منصوب پڑھا جائے تو حال ہوگا وضع کی ضمیر سے یا حال ہوگا معنی سے اگر مجرور ہو تو صفت ہوگی معنی کی مفرد کی۔ان ترکیبوں پر سوالات وارد ہوتے ہیں۔

پہلی ترکیب : اس کو مرفوع پڑھنا غلط ہے اس لئے کہ اگر مرفوع پڑھا جائے تو لفظ کی صفت ثانی بنے گی اور ضابطہ ہے کہ جب ایک شئ کی دو صفتیں ہوں اور ان میں سے ایک مفرد اور ایک جملہ ہو تو مفرد والی صفت کو جملہ والی صفت پر مقدم کرتے ہیں یہاں ایسا نہیں کیا گیا؟

جواب①: یہ قاعدہ کلی نہیں اکثری ہے قرآن میں ہے هٰذا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ جس میں انزلنا یہ کتاب کی صفت اول ہے جو کہ جملہ ہے اور مبارك صفت ثانی ہے جو مفرد ہے تو ثابت ہوا کہ یہ قاعدہ کلی نہیں۔

جواب②: مفرد کو مؤخر اور وضع کو مقدم کر کے طالب علم کو ایک فائدہ بتایا کہ ہر چیز کو پہلے صفت لگتی ہے وضع کی، پھر صفت لگتی ہے افراد ترکیب کی یعنی پہلے شی کی وضع کی جاتی ہے، شی بنائی جاتی ہے بعد میں وہ مفرد و مرکب کے ساتھ متصف ہوتی ہے اگر وضع کو مؤخر اور مفرد کو مقدم کرتے تو یہ خلاف مقصود لازم آتا۔

دوسری ترکیب : منصوب پڑھنا بھی غلط ہے کیونکہ منصوب پڑھا جائے تو یہ رسم الخط کے قاعدے کے خلاف بنے گا کیونکہ رسم الخطی

کا قاعدہ ہے کہ منصوب کے آخر میں الف لکھا جاتا ہے حالانکہ یہاں پر الف نہیں ہے۔

جواب : یہ قاعدہ اکثری ہے قرآن مجید میں اسکے خلاف موجود ہے **وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً** ۔

فائدہ : اس رسم الخطی قاعدے کے لئے چند شرطیں ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے نصب یقینی ہو اور یہاں پر نصب یقینی اور متعین نہیں بلکہ دو اور اعراب کا احتمال ہے لہٰذا الف نہیں لکھا گیا اور نہ ہی لانا چاہیے تھا۔

سوال : مفردًا منصوب ہونے کی صورت میں آپ نے کہا کہ وضع کی ضمیر سے حال ہے حالانکہ حال فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے اور وضع کی ضمیر تو نائب فاعل ہے؟

جواب : نائب فاعل اگرچہ فاعل حقیقی نہیں ہوتا لیکن فاعل حکمی تو ہے۔

سوال : ہم تسلیم کرتے ہیں وضع کی ضمیر سے حال بنانا درست ہے لیکن معنی سے حال بنانا جائز نہیں اس لئے کہ حال فاعل یا مفعول سے ہوتا ہے اور معنی نہ فاعل نہ مفعول؟

دوسرا سوال : معنی ذوالحال نکرہ ہے اور قاعدہ ہے کہ ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے حالانکہ یہاں حال مقدم نہیں لہٰذا معنی سے حال بنانا کسی صورت میں جائز نہیں؟

جواب : پہلے سوال کا جواب: کہ معنی اگرچہ حقیقتاً مفعول نہیں لیکن حکماً مفعول ہے۔

دوسرے سوال کا جواب : آپ نے جو قاعدہ بیان کیا یہ قاعدہ نامکمل ہے جہاں وہ قاعدہ ہے وہاں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ مجرور ہو تو حال کو مقدم کرنا واجب نہیں ہوتا تو یہاں پر بھی ذوالحال مجرور ہے۔

تیسری ترکیب : مجرور پر سوال یہ ہوتا ہے مفرد کو مجرور پڑھنا غلط ہے اس لئے کہ اس صورت میں معنی کی صفت بنتی ہے جس سے یہ وہم پیدا ہوگا کہ معنی کو اولاً صفت مفرد کی لگتی ہے پھر وضع کی کیوں کہ ضابطہ ہے جب کسی موصوف کی صفت پر حکم لگایا جائے تو صفت پہلے پائی جاتی ہے اور حکم بعد میں لگتا ہے جیسے جاء نی رجل عالم تو رجل عالم موصوف صفت پر مجیئت کا حکم ہے تو رجل میں علم والی صفت پہلے سے پائی جارہی ہے اور مجیئت والا حکم بعد میں اور یہاں پر بھی معنی مفرد موصوف بالصفت پر حکم ہوگا وضع کا تو اس قاعدہ کی بنا پر معنی کے اندر افراد ترکیب والی صفت پہلے پائی جائے گی اور وضع والا حکم بعد میں حالانکہ تم نے ابھی تصریح کی ہے ہر چیز کو پہلے صفت وضع کی لگتی ہے پھر افراد وترکیب کی؟

جواب : یہاں مجاز بالمشارفت ہے یعنی جو صفت وحکم بعد میں لگنا تھا اسے پہلے لگا دیا جائے جیسے قرآن مجید میں ہے **اَعْصِرُ خَمْرًا** اور حدیث میں ہے من قتل قتیلاً فلہ سلبہ اور اسی طرح طالب علم کو مولوی کہہ دیا جائے یہ باعتبار مایؤل الیہ کے ہے یہاں پر بھی ایسے ہے کہ معنی کو جو بعد میں مفرد مرکب کی صفت لگنی تھی لیکن مجازاً پہلے لگا دی۔

سوال : الکلمۃ مبتدا مؤنث ہےاور لفظ خبر مذکر ہے حالانکہ مبتدا خبر کے درمیان تذکیر و تانیث کی مطابقت ضروری ہے جو یہاں موجود نہیں ہے؟

جواب : اس مطابقت کے لئے آٹھ شرطیں ہیں۔

① مبتدا خبر دونوں اسم ظاہر ہوں، **احترازی مثال** : ھی اسم وفعل و حرف ۔

② خبر مشتق ہو **احترازی مثال** : الکلمۃ لفظ ۔

③ خبر حامل لضمیر مبتدا ہو **احترازی مثال** : زینب ما ہ وجور ممتنع ۔

④ خبر اسم تفضیل مستعمل بمن نہ ہو الصلوہ خیر من النوم ۔

⑤ خبر الفاظ مشترک بین المذکر والمؤنث نہ ہو **احترای مثال** : المراء ۃ جریح وصبور۔

⑥ خبر الفاظ مختصہ بالمؤنث نہ ہو **احترازی مثال** : انت طالق، حائض ۔

⑦ خبر اسمائے متوغلہ فی الابہام میں سے نہ ہو اور اسمائے متوغلہان کو کہا جاتا ہے جو باوجود اضافت الٰی المعرفۃ ہونے کے معرفہ، نہیں ہوسکتے جیسے لفظ مثل، غیر، وشبہ، قبل، بعد ۔

⑧ خبر مبالغہ کا صیغہ بھی نہ ہو اب جواب کا حاصل یہ ہوا یہ کہ یہاں پھر دوسری اور تیسری شرط نہیں پائی جاتی کیونکہ خبر لفظ مصدر ہے اور قاعدہ ہے المصدر کالخنثیٰ لا یذکر ولا یونث ۔

قولہ : وھی منحصرۃ فی ثلٰثۃ اقسام اسم وفعل وحرف

ترجمہ : اور وہ کلمہ تین قسموں میں بند ہے یعنی اسم اور فعل اور حرف میں۔

تشریح : مصنفؒ کلمہ کی تعریف کے بعد تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں ① اسم ② فعل ③ حرف۔

سوال : چونکہ ھی ضمیر کا مرجع لفظ کلمہ ہے یا مفہوم کلمہ جس کو بھی بناؤ وہی غلط ہے اگر لفظ کلمہ کو بناؤ تو الکلمۃ اسم ہے تو یہ اسم کی تقسیم ہو جائے گی کہ اسم کی تین قسمیں ہیں۔اسم، فعل وحرف اور یہ انقسام الشیٔ الی نفسہ والی غیرہ ہے جو کہ باطل ہے اور اگر مفہوم کلمہ بناؤ گے تو تقسیم ٹھیک ہوگی لیکن راجع مرجع میں مطابقت نہیں ہوگی؟

جواب : ہم ضمیر کا مرجع لفظ کلمہ کو بناتے ہیں اور تقسیم مفہوم کلمہ کی کرتے ہیں جیسے: جاء نی زید میں فعل کا اسناد لفظ زید کی طرف ہے لیکن مجیت ذات زید کے لئے ثابت ہے۔

فائدہ : اسم و فعل و حرف تین ترکیبیں جائز ہیں قاعدہ اگر پہلے متعدد چیزوں کا بیان ہوا جمالی طور پر اور بعد میں اس کی تفصیل ہو تو وہاں تین ترکیبیں جائز ہیں۔ضوابط نحویہ میں دیکھئے۔

یہاں پر بھی ثلثة اقسام متعدد کے بعد ان کا ذکر ہے ① ان کو مرفوع پڑھنا جائز ہے تقدیر عبارت ھی اسم و فعل و حرف ② ان کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے کہ مفعول بہ ہوں فعل محذوف کے اعنی اسمًا و فعلًا و حرفًا ③ مجرور پڑھنا بھی جائز ہے کہ یہ معطوفات ملکر بدل بنیں گے ثلاثة اقسام سے۔

سوال : اسم کو فعل پر اور فعل کو حرف پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : اسم اپنے وجود اور افادہ میں مستقل ہے فعل اور حرف کا محتاج نہیں کیونکہ یہ مسند بھی ہوتا ہے اور مسند الیہ بھی اس لئے اسکو مقدم کر دیا اور فعل اپنے وجود اور افادہ میں اسم کا محتاج تھا اس لئے اسکو مؤخر کر دیا اور حرف اسم کا بھی محتاج ہے اور فعل کا بھی محتاج ہے کیونکہ یہ نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ اس لئے حرف کو دونوں مؤخر سے کر دیا۔

قولہ : **لانھا اِما ان لاتدل علیٰ معنی فی نفسھا وھو الحرف اوتدل علی معنی فی نفسھا ویقترن معناھا باحد الازمنة الثلٰثة وھو الفعل اوتدل علی معنی فی نفسھا ولم یقترن معناھا بہٖ وھو الاسم**

ترجمہ: اس لئے کہ تحقیق وہ کلمہ یا نہیں دلالت کرے گا اپنے معنی پر بذاتِ خود اور وہ حرف ہے یا دلالت کرے گا اپنے معنی پر بذاتِ خود اور ملا ہوا ہوگا اس کا معنی تین زمانوں (ماضی، حال، مستقبل) میں سے کسی ایک کے ساتھ اور وہ فعل ہے یا دلالت کرے گا اپنے معنی پر بذاتِ خود اور نہیں ملا ہوا ہوگا اس کا معنی تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اور وہ اسم ہے۔

تشریح : مصنفؒ اس عبارت میں وجہ حصر کی دلیل حصر بیان فرما رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں کہ وہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوگا یا نہیں اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو تو وہ حرف ہے اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کا معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ مقترن ہوگا یا نہیں اگر مقترن ہو تو وہ فعل ہوگا اور اگر اس کا معنی مستقل ہو اور تین زمانوں میں سے کسی کے ساتھ مقترن نہ ہو تو وہ اسم ہوگا۔

سوال : آپکی اس دلیل حصر کا مدار دلالت اور عدم دلالت ہے حالانکہ کلمہ کے مفہوم اور تعریف میں دلالت کا ذکر ہی نہیں لہٰذا یہ دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہوئی ؟

جواب : اگرچہ دلالت کا ذکر کلمہ کی تعریف میں صراحۃً نہیں لیکن ضمناً ہے اس لئے کہ اس میں وضع کا ذکر ہے اور وضع دلالت کو مستلزم ہے۔

سوال : فی نفسھا کا کیا مطلب ہے؟

جواب : فی نفسھا کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ باعتبار ذات کے اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی ضم ضمیمہ کا محتاج نہ ہو۔

سوال : آپ نے حرف کی تعریف میں دلالت کی نفی کر دی جس سے وضع کی بھی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ دلالت تو عام ہے اور وضع

خاص ہے اور قاعدہ ہے کہ عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جایا کرتی ہے لہٰذا جب وضع کی نفی ہوئی تو حرف مہمل بن جائے گا حالانکہ حرف کلمہ کی قسم ہونے کی وجہ سے موضوع ہے مہمل نہیں؟

جواب : ضابطہ ہے جب مقید بالقید پر نفی داخل ہو تو عموماً قید کی نفی ہوتی ہے یہاں پر لا تدل علی معنی فی نفسھا میں دلالت مقید ہے فی نفسھا کی قید کے ساتھ لہٰذا لا جب اس پر داخل ہوا تو مطلق دلالت کی نفی نہیں ہوگی بلکہ دلالت مقیدہ کی نفی ہوگی۔

سوال : تقسیم میں آپ نے حرف کو مؤخر کیا اور دلیل حصر میں اس کو کیوں مقدم کیا اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب : اسکی وجہ یہ ہے کہ تقسیم میں تو حرف کو مؤخر کر کے اسکا مرتبہ بیان کر دیا کہ یہ اسم وفعل سے کم درجے کا ہے اور تقسیم میں آخری کنارے پر اور وجہ حصر میں اول کنارے پر ذکر کر کے حرف کے لغوی معنی کی طرف اشارہ کیا کہ حرف کا لغوی معنی کنارہ ہے۔ بعض نے جواب دیا کہ حرف کی تعریف کیونکہ عدمی تھی اور عدم وجود سے مقدم ہوتا ہے اس لئے حرف کو مقدم کر دیا بعض نے جواب دیا کہ اختصار کے پیش نظر ایسا کیا گیا ہے۔

فائدہ : یاد رکھیں! جب حروف کو انکے اسماء کے ساتھ شمار کیا جائے مثلاً کہا جائے الباء و المیم و اللام وغیرہ تو انکو حروف ہجاء کہا جاتا ہے اور جب یہ حروف کسی کلمہ کی جز بنیں تو انکو حروف مبانی کہا جاتا ہے اور جب انکے کوئی معنی ہوں تو اس وقت انکو حروف معانی کہا جاتا ہے۔

قولہ : فحد الاسم کلمۃٌ تدُلُّ علیٰ معنًی فی نفسھا غیر مقترن باحد الازمنۃ الثلٰثۃِ اعنی الماضی والحال والاستقبال کرجل وعلم

ترجمہ: پس تعریف اسم کی یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے ایسا معنی جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو میری مراد زمانہ ماضی، حال اور استقبال ہے جیسے رجل اور علم۔

تشریح : مصنفؒ اسم کی تعریف بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسم وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو حاصل ہونے والا اس کی ذات میں اور نہ ملا ہوا ہو تین زمانوں میں سے کسی ایک کی ساتھ۔

سوال : آپکی تعریف جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع تو اس لئے نہیں کہ اسماء افعال پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں زمانہ پایا جاتا ہے حالانکہ آپ نے تعریف میں یہ کہا کہ جس میں زمانہ نہ پایا جائے اور مانع اس لئے نہیں کہ افعال منسلخہ عسی، کاد، کرب وغیرہ پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ ان میں عدم اقتران زمانہ پایا جاتا ہے جو کہ اسم کی تعریف میں شرط تھا۔

جواب : اقتران زمانہ کی شرط وضع اول کے اعتبار سے ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسماء افعال میں وضع اول کے اعتبار سے زمانہ

نہیں پایا جاتا لہٰذا یہ تعریف جامع ہوگئی اور افعال منسلخہ میں وضع اول کے اعتبار سے زمانہ پایا جاتا ہے لہٰذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع بھی ہوگی۔

سوال : آپکی تعریف پھر بھی جامع نہیں کیونکہ اسم فاعل واسم مفعول پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں اقتران زمانہ موجود ہے؟

جواب : عدم اقتران زمانہ باعتبار فہم کے شرط ہے یعنی لفظوں سے اقتران زمانہ نہ سمجھا جائے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں باعتبار فہم کے عدم اقتران زمانہ ہے یعنی زمانہ نہیں البتہ خارجی طور پر زمانہ ہوگا۔

سوال : پھر بھی آپکی تعریف جامع نہیں جیسے الیوم، الامس، غدا ان میں باعتبار فہم کے زمانہ پایا جاتا ہے؟

جواب : ان اسماء میں باعتبار معنی اور فہم کے زمانہ قطعاً نہیں پایا جاتا آپکو جو زمانہ نظر آرہا ہے وہ ان الفاظ کا معنی ہے۔

سوال : آپکی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ فعل مضارع پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ ان میں ایک نہیں بلکہ دو زمانے پائے جاتے ہیں جبکہ آپ نے ایک زمانے کی نفی کی ہے؟

جواب اول: ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں کیونکہ استعمال میں بیک وقت ایک ہی زمانہ پایا جاسکتا ہے۔

جواب ثانی : اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب ایک زمانے کے پائے جانے سے وہ کلمہ اسم کی تعریف سے نکل جاتا ہے تو دو زمانے پائے جانے سے بطریق اولی نکل جائے گا۔

سوال : آپکی تعریف جامع نہیں فوق، تحت، قدام، خلف وغیرہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ جب تک ان کا مضاف الیہ مذکور نہیں ہوتا اس وقت تک ان کی اپنے معنی پر دلالت نہیں ہوا کرتی لہٰذا یہ دلالت میں ضم ضمیمہ کے محتاج ہیں حالانکہ آپ نے کہا کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں اسم محتاج نہیں ہوتا ہے؟

جواب : یہ اسماء وضع کے اعتبار سے مستقل بالمفہوم ہیں ہاں البتہ باعتبار استعمال کے مستقل نہیں لہٰذا اعتبار وضع کا ہوا کرتا ہے استعمال کا نہیں۔

اعنی الماضی والحال والاستقبال یہ تین زمانوں کا بیان ہوگیا کہ وہ تین زمانے ایک ماضی ہے ما تقدم جو گزر گیا ہے اور دوسرا زمانہ حال ہے ما انت فیہ فی زمان التکلم اور تیسرا زمانہ استقبال ہے جو ما تاخر عن الحال ہوتا ہے اور اسم کی دو مثالیں دیں ایک رجل ایک علم کی ایک مثال جامد اور ایک مصدر کی ہے۔

قولہ : وعلامتہ صحۃ الاخبار عنہ نحو زید قائم

ترجمہ: اور اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا صحیح ہو جیسے زید قائم۔

تشریح : مصنفؒ اسم کی تعریف بیان کرنے کے بعد اسم کی علامات وخواص بیان کر رہے ہیں کیونکہ تعریف سے شی کا وجود ذہنی معلوم ہوتا ہے اور علامات اور خواص سے وجود خارجی معلوم ہوتا ہے اس لئے علامات کا بیان کرنا چاہتے ہیں۔

علامت : بمعنی نشانی اور خواص خاصہ کی جمع ہے مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ شیئ کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس میں پایا جائے غیر میں نہ پایا جائے۔

پہلی علامت : صحۃ الاخبار عنہ جس سے خبر دینا صحیح ہو یعنی محکوم علیہ ہونا اور مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے۔ جیسے زید قائم میں زید مسند الیہ ہے۔

سوال : محکوم علیہ اور مخبر عنہ اور مسند الیہ کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : مسند الیہ اور محکوم علیہ ذات ہوا کرتا ہے اور ذات نہیں ہوتا مگر اسم لہٰذا اسکو اسم کا خاصہ بنایا۔

سوال : وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا اس میں لَا تُفْسِدُوا یہ جملہ نائب فاعل مسند الیہ محکوم علیہ واقع ہو رہا ہے حالانکہ یہ اسم نہیں؟

جواب : اسم سے مراد عام ہے کہ اسم حقیقی ہو یا اسم تاویلی ہو یا اسم حکمی ہو۔

(ضوابط نحویہ)

قولہ : والاضافۃ نحو غلام زیدٍ

ترجمہ : اور مضاف ہونا جیسے غلام زید۔

تشریح : دوسرا خاصہ : اسم کا اضافت ہے جیسے غلام زید۔

سوال : اضافت کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : اضافت فائدہ دیتی ہے تعریف یا تخصیص یا تخفیف کا اور یہ تعریف وتخصیص وتخفیف نہیں پائی جاتی مگر اسم میں لہٰذا اس کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

قولہ : ودخول لام التعریف کالرجل

ترجمہ : اور لام تعریف کا داخل ہونا جیسے الرجل۔

تشریح : تیسرا خاصہ: اسم کا لام تعریف کا ہے۔

سوال : لام تعریف کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب : لام تعریف کا وضع کیا گیا ہے معنی مستقل مطابقی پر دلالت کرنے کے لئے اور معنی مستقل معین مطابقی نہیں پایا جاتا مگر اسم

میں لہٰذا اسکو اسم کا خاصہ بنا دیا۔

اور حرف میں تو معنی مستقل ہے ہی نہیں اور فعل میں اگرچہ معنی مستقل ہوا کرتا ہے لیکن مطابقی نہیں بلکہ تضمنی ہوتا ہے یعنی فعل باعتبار معنی مصدری کے مستقل ہے لیکن باعتبار مجموعہ امور ثلاثہ کے مطابقی نہیں۔

سوال : تم نے کہا لام اسم کا خاصہ ہے حالانکہ لام تو حرف پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لقد اور اسی طرح لام فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لیضرب لیضربن ؟

جواب : مطلق لام اسم کا خاصہ نہیں بلکہ لام تعریف کا اسم کا خاصہ ہے۔

سوال : لام تعریف کا نہیں ہوتا بلکہ الف لام تعریف کا ہوا کرتا ہے تم نے فقط لام کو تعریف کا کیوں کہا ہے؟

جواب : یہاں پر تین مذھب ہیں امام سیبویہ، امام خلیل، امام ابو العباس مبرد کا۔ خلیل کے نزدیک الف لام دونوں کا مجموعہ تعریف کا ہے اور ابو العباس کا مذھب یہ ہے کہ فقط ہمزہ تعریف کا ہے لام کو ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریف میں فرق کرنے کے لئے لایا گیا ہے اور سیبویہ کا مذھب یہ ہے فقط لام تعریف کا ہوا کرتا ہے ہمزہ وصلی ابتدا میں سکون کی وجہ سے لایا گیا ہے چونکہ راجح مذھب سیبویہ کا تھا اسی لئے مصنف نے لام تعریف کا کہا الف لام تعریف کا نہیں کہا۔ تفصیل کے لئے کاشفہ صفحہ 40 دیکھیں۔

قولہ : والجر والتنوین نحو بزید

ترجمہ : اور جر اور تنوین کا داخل ہونا جیسے زید۔

تشریح : چوتھا خاصہ : علامت اسم کی جر ہے جیسے بزید۔

سوال : جر کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا۔

جواب : جر اثر ہے حرف جار کا اور حرف جار چونکہ مختص تھا اسم کے ساتھ اس کے اثر جر کو بھی اسم کے ساتھ خاص کر دیا تاکہ نہ لازم آئے اثر کا پایا جانا بغیر مؤثر کے۔

سوال : ہم دکھاتے ہیں کہ اثر بغیر مؤثر کے پایا جاتا ہے جیسے ان کا اثر نصب ہے اور ان فعل کے ساتھ خاص ہے لیکن اس کا اثر نصب وہ اسم میں بھی آجاتا ہے جیسے ان زید قائم ؟

جواب : اثر کی دو قسمیں ہیں ① جس کا مؤثر اور عامل ایک نوع ہو جیسے کہ جر کیلئے حروف جارہ ہیں ان میں اثر بغیر مؤثر کے نہیں پایا جاتا ② جس کا عامل اور مؤثر متعدد ہوں جیسے نصب اس کا عامل فعل بھی ہے حروف ناصبہ وغیرہ بھی ہے تو وہ اثر یہاں پر اختصاص نہیں ہوتا کہ یہ نصب اسم پر بھی آسکتی ہے فعل کے ساتھ بھی آسکتی ہے۔

پانچواں خاصہ : تنوین ہے جیسے بزید۔

سوال : تنوین کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : تنوین کی پانچ قسمیں ہیں

تناوین پنج اند اے پر عرض

تمکن تنکر ترنم تقابل عوض

ان پانچ تنوین میں سے چار اسم کا خاصہ ہے اور ایک قسم تنوین ترنم یہ عام ہے ان چار کی وجہ تخصیص یہ ہے

① تنوین تمکن : منصرف وغیر منصرف کے درمیان فرق کرتی ہے اور منصرف وغیر منصرف ہونا اسم کا خاصہ تھا تو اس کو بھی اسم کا خاصہ بنادیا۔

② تنوین تنکیر : یہ تعریف وتنکیر کے درمیان فرق کرتی تھی اور چونکہ تعریف وتنکیر اسم کے ساتھ خاص تھی اس لئے اس کو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

③ تنوین عوض : یہ مضاف الیہ کے عوض ہوتی ہے اور اضافت چونکہ اسم کے ساتھ خاص تھی اس لئے اس کو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

④ تنوین تقابل : یہ نون جمع سالم کے مقابلے میں تھی اور وہ نون اسم کے ساتھ خاص تھا تو اس کے مقابل کو بھی اسم کے ساتھ خاص کردیا۔

قولہ : والتثنية والجمع والنعت والتصغير والنداء فان كل هٰذه خواص الاسم

ترجمہ : اور تثنیہ ہونا اور جمع ہونا اور صفت ہونا اور مصغر ہونا اور منادی ہونا پس تحقیق یہ سب علامات اسم کے خاصے ہیں۔

تشریح : ساتواں خاصہ : تثنیہ وجمع ہے جیسے مسلمان مسلمون ۔

سوال : تثنیہ اور جمع کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : تثنیہ اور جمع مستلزم ہے تعدد کو اور تعدد نہیں پایا جاتا مگر اسم میں لہٰذا تثنیہ اور جمع کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

آٹھواں خاصہ : نعت اور صفت ہے جیسے رجل عالم ۔

سوال : نعت اور صفت کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : صفت یہ زیادتی معنی کے لئے آتی ہے اور زیادتی والا معنی نہیں پائی جاتی مگر اسم میں تو اس کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

نواں خاصہ : تصغیر ہے جیسے رجیل ۔

سوال : تصغیر کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : تصغیر یہ دلالت کرتی ہے قلت اور حقارت، یا محبت یا عظمت حاصل کرنے کے لئے یہ معانی نہیں پائے جاتے مگر اسم میں لہٰذا تصغیر کو اسم کا خاصہ بنادیا۔

دسواں خاصہ : ندا ہے مراد منادیٰ

سوال : منادیٰ کو اسم کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : منادیٰ اثر ہے حرف ندا کا اور حرف ندا چونکہ اسم کا خاصہ تھا تو منادیٰ کو بھی اسم کا خاصہ بنادیا۔

سوال : تم نے دس خواص اسم کے بتائے حالانکہ بہت سے اسماء ایسے ہیں جن میں بعض خاصے پائے جاتے ہیں اور بعض نہیں پائے جاتے جیسے زید یہ اسم تو ہے لیکن اس پر الف لام بھی نہیں تصغیر وغیرہ بھی نہیں ہے حالانکہ خاصہ وہ ہوتا ہے جو شی میں پایا جائے غیر میں نہ پایا جائے؟

جواب : خاصہ دو قسم پر ہے ① خاصہ شاملہ ② خاصہ غیر شاملہ۔

خاصہ شاملہ :وہ ہوتا ہے جو کہ ذوالخاصہ کے تمام افراد میں پایا جائے جیسے ضحك بالقوہ انسان کے تمام افراد میں پایا جاتا ہے۔

خاصہ غیر شاملہ : جو ذوالخاصہ کے بعض افراد میں پایا جائے بعض میں نہ پایا جائے جیسے ضحك بالفعل یہ بعض انسان کے بعض افراد میں پایا جاتا ہے بعض میں نہیں پایا جاتا تو یہاں پر خاصہ سے مراد خاصہ غیر شاملہ ہے۔

قولہ : ومعنى الاخبار عنه ان يكون محكوما عليه لكونه فاعلا او مفعولا او مبتدأ

ترجمہ: اور معنی اخبار عنہ کا یہ ہے کہ وہ محکوم علیہ ہو سکے بوجہ ہونے اس کے فاعل یا مفعول مالم یسمہ فاعلہ یا مبتداء۔

تشریح : یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : اسم کی پہلی علامت کو مصنف نے اخبار عنه سے تعبیر کیا جس سے یہ وہم پڑتا ہے کہ اخبار عنه سے مراد اسم کا مبتدا ہونا ہے جس سے یہ وہم ہوا کہ شاید مبتدا کے علاوہ فاعل نائب فاعل وغیرہ کوئی چیز مخبر عنه نہیں ہو سکتی؟

جواب : مصنفؒ نے اس وہم کو دور کر دیا کہ اخبار عنه سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ محکوم علیہ مبتدا اور فاعل بھی ہوا کرتا ہے اور مفعول مالم یسم فاعلہ بھی ہوا کرتا ہے۔

نیز اس وہم کو بھی دور کر دیا کہ اخبار عنہ تو جملہ خبریہ کے ساتھ خاص ہے تو مطلب یہ نکلے گا کہ جملہ انشائیہ میں فاعل نائب فاعل کا کوئی اسم ہونا ضروری نہیں تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے فاندفع الاشکال۔

قولہ : ويسمّى اسما لسموه على قسيميه لا لكونه وِسمًا على المعنى

ترجمہ: اور نام رکھا جاتا ہے اس اسم کا بوجہ بلند ہونے اس کے اپنے دونوں قسیموں پر نہ اس وجہ سے کہ وہ علامت ہے اپنے معنی پر۔

تشریح : مصنفؒ اسم کی وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں بصریین اور کوفین کا اس کے مادہ اشتقاق میں اختلاف ہے۔

بصرین کا مذھب : اس کا اصل سمو تھا واو کو حذف کر دیا سین کے اعراب کو میم کی طرف منتقل کر دیا ابتدا میں سکون کی وجہ سے ہمزہ وصلی لایا گیا۔

بصریین کی دلیل : اسم کی تصغیر سمی آئی ہے اور جمع مکسر اسماء ہے اور ضابطہ ہے التصاغیر و التکاسیر تردان الاشیاء الی اصولھا اگر اصل وسم ہوتا تو اس کی تصغیر وسیم اور جمع مکسر اوسام ہوتا۔

وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ اسم کا معنی بلند ہونا ہے اور چونکہ یہ اسم بھی اپنے دونوں قسموں یعنی فعل وحرف پر بلند ہوتا ہے کیونکہ یہ مسند اور مسند الیہ دونوں ہوتا ہے جس سے کلام مرکب ہوتی ہے اس لئے اس کا نام اسم رکھ دیا۔

کوفین کا مذھب: اسم اصل میں وسم تھا واو کو حذف کر کے اس کے بدلے ہمزہ وصلی لایا گیا وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ وسم کا معنی ہوتا ہے نشانی چونکہ اسم بھی اپنے معنی پر علامت ونشانی ہوتا ہے اس لئے اس کا نام اسم رکھ دیا گیا ہے لیکن بصریین کا مذھب راجح تھا اس لئے مصنف نے لا لکونہ وسما علی المعنی سے کوفین کے مذھب کو رد کر دیا۔

قولہ : وحدالفعل کلمة تدل علی معنی فی نفسھادلالة مقترنة بزمان ذلك المعنی کضرب ، یضرب ، اضرب

ترجمہ: اور فعل کی تعریف، فعل وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو ہونے والا ہو اس کی ذات میں ایسی دلالت جو ملی ہو اس معنی کے زمانہ کے ساتھ جیسے ضرب ، یضرب ، اضرب ۔

تشریح : اسم کی تعریف اور خواص بیان کرنے کے بعد مصنفؒ فعل کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔

سوال : فعل کی یہ تعریف جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع اس لئے نہیں کہ افعال منسلخہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں زمانہ نہیں پایا جاتا اور مانع اس لئے نہیں کہ اسمائے افعال پر صادق آتی ہے؟

جواب : گزر چکا ہے۔

سوال : یہ تعریف جامع نہیں کہ فعل مضارع پر صادق نہیں آتی کیونکہ فعل مضارع میں دو زمانے پائے جاتے ہیں حال واستقبال حالانکہ آپ نے فعل کی تعریف میں کہا کہ ایک زمانے کے ساتھ اقتران ہو۔

جواب : مضارع کے بارے میں اختلاف ہے جس میں تین مذھب ہیں۔

مذھب اول : مضارع کی وضع فقط زمانہ استقبال کے لئے ہے اور حال میں استعمال مجازی ہے۔

مذھب ثانی : مضارع کی وضع حال کے لئے ہے اور زمانہ استقبال میں استعمال مجازی ہے۔

مذھب ثالث : مضارع کی وضع دونوں زمانوں کے لئے اب یہ اعتراض اسی مذھب پر وارد ہوتا ہے نہ کہ پہلے دو مذاہب پر جس کا جواب یہ ہے۔

جواب : مضارع کے اندر دونوں زمانے بیک وقت نہیں پائے جاتے بلکہ علی سبیل البدلیت پائے جاتے ہیں لہٰذا زمانہ بالفعل ایک ہی موجود ہوگا تو ہماری تعریف جامع ہوئی۔

قولہ :وعلامته ان یصح الاخبار به لاعنه

ترجمہ: اورعلامت اس کی یہ ہے کہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو نہ کہ اس سے۔

تشریح : مصنفؒ فعل کی علامات بیان کرنا چاہتے ہیں یاد رکھیں علامت اسم جنس ہے جو کہ اپنے تمام افراد کو شامل ہے اسی وجہ سے جمع لانے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے علامت کہا ہے علامات نہیں کہا۔

پہلی علامت : صحة الاخبار به جس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو۔

سوال : یہ مخبر بہ ، محکوم بہ ، مسند بہ ، فعل کی علامت کیوں بنایا گیا؟

جواب : کہ فعل حدث وعرض ہوتا ہے اور احداث اعراض مسند ہوتے ہیں اس لئے اس کو اس کا خاصہ بنادیا۔

سوال : اسم بھی مسند ، محکوم بہ ، مخبر بہ ہوا کرتا ہے تو یہ فعل کا خاصہ کیسے بنتا ہے؟

جواب : صحة الاخبار به دو قسم پر ہے ① کہ وہ مخبر بہ کی صلاحیت رکھتے ہوئے مخبر عنہ کی صلاحیت بھی رکھتا ہو یعنی اس میں مسند اور مسند الیہ دونوں کی صلاحیت ہو ② مخبر بہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن مخبر عنہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ پہلے معنی کے اعتبار سے اسم کا خاصہ اور دوسری قسم کے اعتبار سے فعل کا خاصہ ہے۔

قولہ : ودخول قد والسین وسوف والجزم

ترجمہ: اور داخل ہونا قد اور سین اور سوف اور جزم کا۔

تشریح : **دوسری علامت** فعل کی قد ہے جیسے قد افلح ۔

سوال : قد کو فعل کی علامت کیوں بنایا گیا ہے؟

جواب : قد وضع کیا گیا ہے ماضی کو حال کے قریب کرنے کے لئے جیسے قد رکب الامیر من قبیل هذا اور اس طرح قد وضع کیا گیا ہے تحقیق و تقلیل کے لئے اور یہ معنی نہیں پائے جاتے مگر فعل میں لہٰذا انکو فعل کا خاصہ بنادیا۔

تیسری علامت : سین ۔جیسے سیعلمون

چوتھی علامت : سوف جیسے سوف یعلمون ۔

سوال : سین اور سوف کو فعل کی علامت کیوں بنایا؟

جواب : سین سوف یہ وضع کیا گیا ہے زمانہ استقبال کے لئے اور زمانہ نہیں پایا جاتا تھا مگر فعل میں اس لئے اس کو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

پانچویں علامت : جزم ہے یہ فعل کا خاصہ ہے جیسے لم یضرب ۔

سوال : جزم کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا گیا؟

جواب : جزم اثر ہے جوازم کا اور جوازم نہیں پائے جاتے مگر فعل میں اس لئے ان کا اثر جو جزم ہے انکو بھی فعل کے ساتھ خاص کر دیا تا کہ نہ لازم آئے اثر کا پایا جانا بغیر مؤثر کے۔

سوال : یہ جوازم فعل کے ساتھ کیوں مختص ہیں؟

جواب : لم اور لما یہ تو فعل کی نفی کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور لام امر طلب فعل کے لئے اور لا نھی ترک فعل کے لئے اور ان کی وضع ہے تعلیق شیٔ کے لئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نہیں پائے جاتے تھے مگر فعل میں تو ان جوازم کو فعل کے ساتھ مختص کر دیا۔

قولہ : والتصریف الی الماضی والمضارع

ترجمہ: اور ماضی اور مضارع کی طرف پھیرنا۔

تشریح : چھٹی علامت : تصریف ماضی اور مضارع ہے۔

سوال : تصریف الی الماضی والمضارع کو فعل کا خاصہ کیوں بنا دیا؟

جواب : ماضی اور مضارع کی طرف فعل کا یہ انقسام نہیں ہوتا مگر زمانہ کے اعتبار سے اور زمانہ نہیں پایا جاتا مگر فعل میں لہٰذا ان کو فعل کا خاصہ بنا دیا۔

قولہ : وکونہ امرا او نھیا

ترجمہ: اور امر یا نہی ہونا۔

تشریح : ساتویں علامت : امر ہونا جیسے اضرب ۔

آٹھویں علامت : نہی ہونا جیسے لا تضرب ۔

سوال : امر اور نہی کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا؟

جواب : امر اور نہی وضع کئے گئے ہیں طلب کے لئے اور طلب نہیں پائی جاتی مگر فعل میں۔

سوال : مصنف نے یوں کیوں نہیں کہا الی امر و نھی اور یوں تعبیر کیوں اختیار کی کونہ امرًا او نھیًا ؟

جواب : مصنف نے مذاھب ثلاثہ کی رعایت رکھی ہے کہ فعل کی اقسام میں اختلاف ہے تین مذھب ہیں۔

پہلا مذھب : فعل کی دوقسمیں ماضی اور مضارع امر و نہی یہ مضارع سے مشتق ہیں۔

دوسرا مذھب : فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی مضارع وامر۔

تیسرا مذھب : فعل کی چار قسمیں ہیں ماضی مضارع امر و نہی۔

قولہ : واتصال الضمائر البارزة المرفوعة نحو ضربتُ

ترجمہ: اور متصل ہونا ضمائر بارزہ مرفوعہ کا جیسے ضربت ۔

تشریح : نویں علامت : ضمائر بارزہ مرفوعہ کا متصل ہونا جیسے ضربت ضربت ضربت ۔

سوال : ان کو فعل کا خاصہ کیوں بنایا گیا؟

جواب : ضمائر بارزہ مرفوعہ یہ فاعل کی علامت ہوتی ہیں اور فاعل نہیں ہوتا مگر فعل کے لئے لہٰذا اس کو بھی فعل کا خاصہ بنادیا۔

قولہ : وتاء التانیث الساکنة نحو ضربتْ

ترجمہ: اور تائے تانیث ساکنہ کا متصل ہونا جیسے ضربتْ ۔

تشریح : دسویں علامت : تائے تانیث ساکنہ جیسے ضربت۔

سوال : تاء تانیث ساکنہ کو فعل کی علامت کیوں بنایا؟

جواب : تاء متحرکہ اسم کی علامت تھی تو تاء ساکنہ کو فعل کی علامت بنادیا۔

سوال : معاملہ برعکس کر لیتے تاء متحرکہ فعل اور تاء ساکنہ اسم کو دے دیتے ؟

جواب : اسم خفیف تھا اور فعل ثقیل اور قاعدہ ہے کہ ثقل تقاضہ کرتا ہے خفت کا اس لئے فعل کی علامت تائے تانیث ساکن کو بنادیا کیونکہ وہ خفیف ہے اور اسم کی علامت تائے متحرکہ کو بنادیا کیوں کہ وہ ثقیل ہے۔

قولہ : ونونَی التاکید فان کل هٰذهٖ خواص الفعل

ترجمہ: اور تاکید کے دونون (یعنی نون ثقیلہ اور خفیفہ کا متصل ہونا) پس تحقیق یہ سب علامتیں فعل کے خاصے ہیں۔

تشریح : گیارہویں علامت : نون تاکید ہے۔

سوال : نون تاکید کی دونوں نون ثقیلہ اور نون خفیفہ کو فعل کی علامت کیوں بنایا؟

جواب اول : نون ثقیلہ اور نون خفیفہ طلب کی تاکید کیلئے آتے ہیں اور طلب نہیں پائی جاتی مگر فعل میں لہٰذا ان کو فعل کا خاصہ بنادیا۔

جواب دوم : تائے تانیث ساکنہ فاعل کی تانیث پر دلالت کرتی ہے اور فاعل نہیں ہوتا مگر فعل کے لئے اس لئے اس کو فعل کی

علامت قرار دیا۔

سوال : فاعل تو اسم فاعل اور صفت مشبہ وغیرہ کا بھی ہوا کرتا ہے لہذا یہ کہنا کہ فاعل صرف فعل کا ہوا کرتا ہے یہ صحیح نہیں؟

جواب : اسم فاعل اور مفعول وصفت مشبہ وغیرہ وہ فروع ہیں انکو عاریۃً فاعل دیا گیا ہے۔

سوال : بہرحال صفات کے لئے بھی فاعل تو ثابت ہوگا تو انکی تانیث پر دلالت کرنے کے لئے کون سا حرف ہے۔

جواب : وہاں تاء تانیث متحرکہ لاحق ہوا کرتی ہے جیسے ضاربۃ وغیرہ۔

قولہ: ومعنی الاخبار بہٖ ان یکون محکومًا بہٖ۔

ترجمہ : اور معنی اخبار بہ کا یہ ہے کہ وہ فعل محکوم بہ ہو۔ یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : بعض افعال ایسے ہیں جن کا مخبر بہ ہونا صحیح نہیں جیسے امر نہی وغیرہ کیونکہ یہ افعال تو انشاء ہیں؟

جواب : اخبار بہ کا معنی محکوم بہ ہے اب یہ اخبار بہ جملہ خبریہ وانشائیہ دونوں کو شامل ہوگا کیونکہ خواہ فعل خبری ہو یا انشائی دونوں محکوم بہ ہوا کرتے ہیں۔

قولہ : ویسمّٰی فعلا باسم اصلہ وھو المصدر لانّ المصدر ھو فعل الفاعل حقیقۃ

ترجمہ: اور نام رکھا جاتا ہے اس فعل کا فعل اپنے اصل کے نام کے ساتھ اور وہ اصل مصدر ہے کیونکہ مصدر ہی حقیقت میں فاعل کا فعل ہے۔

تشریح : اس عبارت میں مصنف فعل کی وجہ تسمیہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ فعل کا اصطلاحی نام اس کے اصل یعنی مصدر کے نام سے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ فعل اصل میں مصدر کا نام تھا۔

باقی رہا مصدر کا نام فعل کیوں تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت میں فاعل کا فعل مصدر ہی ہوا کرتا ہے جیسے ضرب زید میں زید فاعل کا فعل ضرب کا مصدر ہے۔ یاد رکھیں! مصنف کے قول **فعل الفاعل** میں فعل سے مراد فعل لغوی ہے بعنوان دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ایک فعل لغوی ہے جو کہ معنی مصدری کو کہا جاتا ہے اور ایک فعل اصطلاحی ہے جو تین چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔

① معنی مصدری سے ② سے زمانے سے ③ نسبت الی الفاعل سے اور چونکہ فعل اصطلاحی متضمن ہے فعل لغوی کے معنے کو یہ تسمیۃ المتضمن باسم المتضمن کے قبیل سے ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے۔ کہ فعل اصطلاحی کل ہے اور لغوی جز ہے تو تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے اور مصنف کی طرز کے مطابق یوں کہا جائے گا کہ یہ تسمیۃ الفرع باسم الاصل کے قبیل سے ہے۔

قولہ : وحد الحرف کلمۃ لاتدل علی معنی فی نفسھا بل تدل علی معنی فی غیرھا نحو من فان معناھا

الابتداء وھی لاتدل علیہ الابعد ذکر ما منہ الابتداء کالبصرۃ والکوفۃ مثلا تقول سرت من البصرۃ الی الکوفۃ

ترجمہ : اور تعریف حرف کی، حرف وہ کلمہ ہے جو نہ دلالت کرے اپنے معنی پر بذاتِ خود بلکہ اپنے معنی پر اپنے غیر کے ساتھ مل کر۔ جیسے من پس بے شک معنی اس کا ہے ابتداء خاص اور وہ لفظ من اس ابتدائے خاص پر دلالت نہیں کرتا مگر بعد ذکر کرنے اس چیز کے جس سے ابتداء ہو مثل بصرہ اور کوفہ کے۔ مثلاً تو کہے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ۔

تشریح : مصنف فعل کی تعریف اور اس کی علامات کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد حرف کی تعریف بیان کر رہے ہیں کہ حرف وہ کلمہ ہے جو نہ دلالت کرے ایسے معنے پر جو اسکی ذات میں حاصل ہو اس کے غیر کے اعتبار میں۔

سوال : حرف جب اپنے معنے پر دلالت نہیں کرتا تو ایسے معنی پر کیسے دلالت کر سکتا ہے جو اس کے غیر میں ہو کیونکہ جو شیٔ اپنی حفاظت نہ کر سکے تو وہ غیر کیلئے کیسے محافظ بن سکتی ہے؟

جواب : یہاں فی معنی اعتبار کے ہے جیسے قاعدہ ہے الدار فی نفسھا حکمھا کذا یہاں پر فی اعتبار کے معنی میں ہے مطلب یہ ہوگا کہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنی ذات کے اعتبار سے دلالت نہ کرے بلکہ حرف وہ کلمہ ہے جو معنی پر اپنے غیر کے اعتبار سے دلالت کرے یعنی اپنے معنے پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کے انضمام کی طرف محتاج ہو۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں یہ اسماء اضافیہ یعنی وہ اسماء جن کے مفہوم کا تصور موقوف ہوتا ہے دوسرے امر کے تصور پر جیسے فوق، تحت، اب و غیر یعنی اسماء ستہ یہ بھی اپنے معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمے کے محتاج ہوا کرتے ہیں؟

جواب : ہماری مراد دلالت سے دلالت باعتبار اصل وضع کے ہے اور بات ظاہر ہے یہ اسماء لازم الاضافہ اب ابن وغیرہ۔ اور اسمائے اشارہ وغیرہ یہ سب استعمال میں محتاج ہیں لیکن وضع کے اعتبار سے سب کے سب مستقل بالفھوم ہیں۔ فـانـدفـع الاشکال۔

نحو من فان معناھا ...... مثلا تقول سرت من البصرۃ الی الکوفۃ مصنف حرف کی مثال پیش کرنا چاہتے ہیں جیسے حروف میں سے ایک حرف مـن ہے اس کی وضع ابتداء والے معنے کے لئے ہے لیکن یہ حرف اس ابتدا خاص والے معنے پر دلالت نہیں کرتا جب تک کہ اس کے ساتھ دوسرا کلمہ جس سے ابتدا ہو رہی ہو وہ ذکر نہ کیا جائے مثلاً بصرہ ہے کوفہ ہے جیسے کہا جاتا ہے سـرت مـن البصرۃ الی الکوفۃ اور جب مِن کے ساتھ البصرۃ کہا اب اس من نے اپنے ابتدا خاص والے معنے پر دلالت کی ہے۔

یاد رکھیں! ابتدا دو قسم پر ہے ایک ابتداء مطلق دوسری ابتدء امقید اول ابتدء اکلی ہے عام ہے دوئم ابتدء امقید یہ جزئی ہے اور خاص ہے ابتداء اول جو ہے وہ معنی ہے لفظ ''ابتدء'' اکا اور چونکہ لفظ ابتدء ااسم ہے تو یہ ابتدا مطلق مستقل بالمفھوم ہے اور ابتداء خاص ابتدا

مقید یہ معنی حرف کا اس لئے یہ غیر مستقل بالمفہوم ہے اسی وجہ سے مصنف نے الابتداء کو معرف باللام لاکر اشارہ کردیا یہاں ابتدا سے مراد ابتدا خاص ابتدا جزئی ہے۔

قولہ : وعلامته ان لایصح الاخبارعنه ولابه وان لایقبل علامات الاسماء ولاعلامات الافعال

ترجمہ: اور علامت اس حرف کی یہ ہے کہ نہ صحیح ہو اس کا مخبر عنہ ہونا اور نہ ہی مخبر بہ ہونا اور یہ کہ نہ قبول کرے اسم وفعل کی علامات کو۔

تشریح : مصنفؒ حرف کی علامت بیان کرنا چاہتے ہیں اسکی پہلی علامت یہ ہے کہ نہ اس سے خبر دینا صحیح ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہوتا ہے یعنی حرف نہ محکوم علیه ہوتا ہے نہ محکوم به اس لئے کہ دونوں مستقل بالمفہوم ہوا کرتے ہیں اور حرف چونکہ مستقل بالمفہوم نہیں رکھتا اسی لئے حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ ہوتا ہے اور دوسری علامت یہ بیان کی کہ یہ اسماء اور افعال کی علامت کو قبول نہیں کرتا اس لئے کہ ان کے اندر علامتوں کا تقاضا ہی نہیں لہٰذا جب تقاضا ہی نہیں تو یہ اسم اور فعل کی علامتوں کو قبول بھی نہیں کرے گا۔

سوال : مصنف کا ان لا یصح کے بعد ان لا یقبل ذکر کرنا غلط ہے کیونکہ ان لا یصح ان لا یقبل کو شامل ہے؟

جواب : یہ تخصیص بعد التعمیم ہے۔

قولہ : وللحرف فی کلام العرب فوائد کالربط بین الاسمین نحوزید فی الدار اوالفعلین نحواُریدان تضرب او اسم وفعل کضربت بالخشبة اوالجملتین نحوان جاء نی زید اکرمته وغیرذٰلك من الفوائد التی تعرفها فی القسم الثالث ان شاء اللّٰه تعالیٰ ۔

ترجمہ: اور حرف کے کلام عرب میں بہت سے فائدے ہیں مثلاً دو اسموں میں ربط دینا جیسے زیدفی الدار یا دو فعلوں میں جیسے ارید ان تضرب یا اسم اور فعل میں جیسے ضربت بالخشبة یا دو فعلوں میں جیسے ان جاء نی زید اکرمته اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں جن کو تو معلوم کرے گا قسم ثالث میں ان شاءاللہ تعالیٰ۔

تشریح : یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جب حرف نہ مسند اور نہ مسند الیه واقع ہوتا ہے نہ اسم کی علامتوں کو قبول کرتا ہے نہ فعل کی علامتوں کو قبول کرتا ہے تو اس کا کلام عرب میں ذکر کرنا بیکار ہے؟

جواب : حروف کے لئے کلام عرب میں بہت سارے فوائد ہیں لہٰذا اس سے بحث کرنا بے فائدہ نہیں ہوگا اور فوائد میں سے یہ فائدہ ہے کہ یہ دو اسموں کے درمیان ربط دیتا ہے جیسے زید فی الدار اگر فی حرف یہاں نہ ہوتا تو زید الدار کا کوئی معنی نہ بن سکتا تھا اسی طرح دو فعلوں کے درمیان اسم اور فعل کے درمیان، دو جملوں کے درمیان یہ ربط دیتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں جن

کی تفصیل القسم الثالث حروف کی بحث میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

قولہ : ویسمّی حرفالوقوعہٖ فی الکلام حرفاای طرفا

ترجمہ: اورنام رکھاجاتا ہےاس کا حرف بسبب واقع ہونے اس کے کلام میں ایک طرف۔

تشریح : حرف کی وجہ تسمیہ کا بیان کہ حرف کوحرف کیوں کہتے ہیں حرف کا معنی ہوتا ہے طرف اور کنارہ چونکہ یہ بھی کلام میں طرف اور کنارہ پر واقع ہوتا ہےاس لئے اسے حرف کہا جاتا ہے

قولہ : اذلیس مقصود بالذات مثل المسند والمسندالیہ

ترجمہ: اس لئے کہ یہ حرف نہیں ہوتا مقصود بالذات مثل مسند اور مسند الیہ کے۔

تشریح :یہ عبارت سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال :آپ نے کہا حرف یہ طرف کلام میں واقع ہوتا ہے حالانکہ یہ وسط کلام میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے زید فی الدار ؟

جواب : یہاں طرف سے مراد اسم اور فعل کی طرف مقابل ہے یعنی جس طرح اسم وفعل مقصود بالذات ہوتے ہیں یعنی مسند اور مسند الیہ ہوتے ہیں یہ ان کے طرف مقابل ہے یعنی یہ مسند اور مسند الیہ واقع نہیں ہوتا۔

فصل:الکلام لفظٌ تضمن کلمتَیْنِ بِالْاِسْنَادِ

ترجمہ: کلام وہ لفظ ہے جو متضمن ہو دوکلموں کو ساتھ اسناد کے۔

تشریح : مصنف نحو کا موضوع کلمے کی تعریف اوراس کے اقسام اور علامات کے بیان کرنے کے بعد اب نحو کا دوسرا موضوع کلام کی تعریف اور تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں اس فصل میں کلام کی تعریف یہ ہے کہ کلام وہ لفظ ہے جو متضمن ہو دوکلموں کو اسناد کے ساتھ یعنی ایک کلمہ مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو۔

سوال : یہ آپکی تعریف غلط ہےاس لئے کہ یہاں اتحاد المتضَمِّن و المتضمَّن کی خرابی لازم آتی ہے حالانکہ متضمن اور ہوتا ہے متضمن اور ہوتا ہے جیسے لوٹا ے میں پانی ہو تو لوٹا متضمن ہے اور پانی متضمن ہےاور یہاں پر زید قائم کلام بھی ہے جوکہ متضمن ہےاور یہ دو کلمے بھی ہے جوکہ متضمن ہے؟

جواب : حیثیت کے اعتبار سے فرق ہے اجتماعی حیثیت سے متضمن ہے اور انفرادی حیثیت سے متضمن ہے اور قاعدہ ہے کہ حیثیت بدل جائے تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔

سوال : آپکی تعریف جامع نہیں کہ یہ اضرب اور لا تضرب پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ ایک کلمہ ہے دو کلمے نہیں حالانکہ یہ کلام ہے بالاتفاق؟

جواب : اس میں دوسرا کلمہ ضمیر مستتر ہے۔

سوال : پھر بھی یہ تعریف جامع نہیں زید قائم ابوہ اور زید قام ابوہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں تو چار کلمے موجود ہیں؟

جواب : ہم نے اقل درجہ بیان کیا ہے کہ کلام کے لئے کم سے کم دو کلمے ہونا ضروری ہے زیادہ کی ہم نے بالکل نفی نہیں کی لہٰذا ہماری تعریف جامع ہوگئی۔

سوال : یہ تعریف دو جملوں پر صادق آتی ہے جیسے ان جاء نی زید اکرمتہ کیونکہ وہ بھی ایک ہی کلام ہے؟

جواب : صادق آتی ہے تو آنے دو کیونکہ کلام تو فقط جزاء ہے اور شرط تو اس کے لئے محض قید ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قیودات کلام سے خارج ہوا کرتے ہیں۔

سوال : یہ تعرف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ غلام زید پر صادق آتی ہے کہ غلام زید اس میں بھی دو کلمے موجود ہیں؟

جواب : بالاسناد کی قید سے یہ خارج ہو جاتا ہے اس لئے کہ دو کلمے ایسے ہوں کہ ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو۔

سوال : بالاسناد کی بجائے بالاخبار کہہ دیتے تب بھی یہ مقصد حل ہو جاتا؟

جواب اول : اخبار کا استعمال ان اسناد میں ہوتا ہے جو جملہ خبریہ میں ہوں جملہ انشائیہ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

جواب ثانی : اخبار خاص ہے جملہ خبر کے ساتھ اور اسناد عام ہے جملہ خبریہ پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ پر بھی اور یہاں چونکہ اسناد سے مراد عام تھا جو کہ جملہ خبریہ وانشائیہ دونوں کو شامل ہو اس لئے اخبار کا لفظ نہیں لائے اسناد کا لفظ لے آئے۔

یاد رکھیں! بالاسناد ظرف لغو ہے تضمن کے لئے یا باعتبار موصوف محذوف کے مفعول مطلق ہے تقدیری عبارت یوں ہوگی۔

قولہ : والاسناد نسبۃ احدی الکلمتین الی الاخری بحیث تفید المخاطب فائدۃ تامۃ یصح السکوت علیھا نحو زید قائم وقام زید ویسمی جملۃ

ترجمہ : اور اسناد نسبت کرنا ہے دو کلموں میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اس طرح کہ فائدہ دے مخاطب کو مکمل فائدہ کہ صحیح ہو چپ کرنا اس مقام پر جیسے زیدقائم یا قام زید اور نام رکھا جاتا ہے اس کلام کا جملہ بھی۔

تشریح : کیونکہ کلام کی تعریف میں اسناد کا لفظ مذکور تھا اس لئے مصنف اسناد کی تعریف کرنا چاہتے ہیں

اسناد کا لغوی معنی : نسبت کرنا، ایک شئ کو دوسری شئ سے ربط دینا

اصطلاحی معنی : کہ دو کلموں میں سے ایک کلمہ کی دوسرے کلمہ کی طرف نسبت کرنا اس طرح سے کہ وہ نسبت مخاطب کو پورا فائدہ دے

پس جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے۔

سوال : ضـرب زید اس میں مسند و مسند الیہ دونوں مذکور ہیں لیکن مخاطب کو سننے کے باوجود مفعول وغیرہ کا انتظار باقی رہتا ہے تو فائدہ تامہ حاصل نہ ہوا؟

جواب : فـائـدہ تـامـہ سے مراد یہ ہے کہ مخاطب کو نفس مقصود اصلی کے سمجھنے میں کسی اور چیز کا انتظار نہ ہو بخلاف مفعول وغیرہ کہ وہ مقصود اصلی نہیں ہے۔

یـصـح السکوت علیھا یہ عبارت اسناد کی تعریف میں داخل نہیں بلکہ اسکے فائدہ تامہ کی تفسیر ہے کہ فائدہ تامہ سے مراد یہ ہے کہ جس پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے یعنی اگر متکلم اتنی بات کر کے خاموش ہو جائے تو مخاطب کو مقصود اصلی کو سمجھنے کیلئے کسی اور چیز کا انتظار نہ کرنا پڑے جیسے زید قائم ہے یہ جملہ اسمیہ کی مثال ہے اور قام زید یہ جملہ فعلیہ کی مثال ہے۔

قولـہ : فـعـلـم ان الکلام لایحصل الامن اسمین نحوزید قائم ویسمی جملة اسمیة اومن فعل واسم نحو قام زید ویسمی جملة فعلیة

ترجمہ : پس معلوم ہوا کہ بے شک کلام نہیں حاصل ہوتی مگر دو اسموں سے جیسے زیـد قـائـم اور نام رکھا جاتا ہے اس کلام کا جملہ اسمیہ یا فعل اور اسم سے جیسے قام زید اور نام رکھا جاتا ہے اس کلام کا جملہ فعلیہ۔

تشریح : تقدیر عبارت یوں ہے اذا کـان الاسـنـاد مـاخـوذًا فـی تعریف الکلام فعلم ان الکلام الی آخرہ یعنی جب تعریف کلام میں اسناد معتبر ہے اور اسناد مسند الیہ اور مسند کے بغیر نہیں پائی جاتی تو معلوم ہوا کلام ہمیشہ یا تو دو اسموں سے مرکب ہوگی جیسے زید قائم جس کو جملہ اسمیہ کہا جاتا ہے۔

جملہ اسمیہ کی تعریف : جملہ اسمیہ وہ ہے جس کی دو مقصودی جزؤں میں سے پہلی جز اسم ہو یا وہ کلام فعل اور اسم سے مرکب ہوگی جیسے قام زید اس کو جملہ فعلیہ کا کہا جاتا ہے۔

جملہ فعلیہ کی تعریف : جس کے دو جزء مقصودی میں سے پہلی جز فعل ہو

الحاصل : اس عبارت میں مصنف نے کلام کی تقسیم بیان کی ہے کہ کلام کی دو قسمیں ہیں جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ۔

قولـہ : اذلایوجد المسند والمسند الیہ معًا فی غیرھماولابدم للکلام منھما

ترجمہ: اس لئے کہ نہیں پائے جاتے مسند اور مسند الیہ دونوں ایک ساتھ ان دو صورتوں کے علاوہ حالانکہ کلام کے لئے ان دونوں (مسند اور مسند الیہ) کا ہونا ضروری ہے۔

تشریح : یہ کلام کی تقسیم کے لئے دلیل اور علت کا بیان ہے کہ کلام کو دو قسموں میں کیوں بند کیا گیا ہے اس کی علت اور دلیل یہ ہے

کہ کلام بنتی ہے مسند اور مسند الیہ سے اور یہ دونوں اکٹھے نہیں پائے جاتے مگر انہی دو صورتوں میں کہ دو اسم ہوں یا فعل اور اسم۔

سوال : کلمہ کی تقسیم میں کلمہ حصر ذکر نہیں کیا اور یہاں کلام کی تقسیم میں کلمہ حصر کا ذکر کیوں کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : کلمہ کا انحصار اقسام ثلثہ میں حصر عقلی تھا کہ عقلاً کوئی اور احتمال نہیں تھا اور جب کہ کلام کا دو قسموں میں انحصار یہ حصر عقلی نہیں تھا بلکہ چار اور احتمال بھی تھے اس لئے یہاں ضرورت تھی کلمہ حصر لانے کی تب مصنف نے کلمہ حصر کو ذکر کیا ہے۔

قولہ : فان قیل قدنوقض بالنداء نحویازید

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ بے شک کلام کا دو صورتوں میں حصر کرنا ٹوٹ گیا نداء کے ساتھ جیسے یازید

مصنف ایک سوال نقل کر کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

قلنا حرف النداء قائم مقام ادعو اطلب وھو الفعل فلانقض علیه

ترجمہ: ہم کہیں گے کہ حرف نداء قائم مقام ادعو اور اطلب کے ہے اور انمیں سے ہر ایک فعل ہے پس نہیں ہے نقض اس دعویٰ پر۔

تشریح : سوال : یا زید کلام ہے جو اسم اور حرف سے مرکب ہے لہٰذا اب آپ کا حصر کرنا کہ کلام کی فقط دو قسمیں ہیں یہ درست نہیں؟

جواب : ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یا زید کلام ہے لیکن یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حرف اور اسم سے مرکب ہے بلکہ فعل اور اسم سے مرکب ہے لہٰذا حصر کرنا کلام کا دو قسموں میں بالکل درست ہوا۔

قولہ : واذافرغنامن المقدمة فلنشرع فی الاقسام الثلثة واللّٰه الموفق والمعین

ترجمہ : اور جب ہم فارغ ہوئے مقدمہ سے پس چاہئے کہ ہم شروع ہو جائیں اقسام ثلثہ میں اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور مدد کرنے والا ہے۔

القسم الاول فی الاسم وقد مر تعریفه وهوینقسم الی المعرب والمبنی فلنذکر احکامه فی بابین وخاتمة الباب الاول فی الاسم المعرب وفیه مقدمة وثلٰثة مقاصد وخاتمة اما المقدمة ففیهافصول

ترجمہ : پہلی قسم اسم میں ہے اوراس کی تعریف گزرچکی ہے اوروہ اسم تقسیم ہوتا ہے معرب اورمبنی کی طرف پس چاہئے کہ ہم ذکر کریں اس اسم کے احکام دوبابوں میں اورایک خاتمہ میں، پہلا باب اسم معرب میں ہے اوراس میں ایک مقدمہ اورتین مقصداور ایک خاتمہ ہےلیکن مقدمہ پس اس میں چند فصلیں ہیں۔

اقسام ثلاثہ میں سے پہلی قسم اسم اوردوسری قسم فعل کے بیان میں آئے گی اورتیسری قسم حرف کے بیان میں ہوگی تو یہاں سے قسم اول کا بیان ہے۔

سوال : اسم کی مباحث کوفعل اورحرف کی مباحث پر کیوں مقدم کیا گیا؟

جواب اول : ماقبل میں ہم یہ بتاچکے ہیں کہ اسم اصل ہے بہ نسبت فعل اورحرف کے کیونکہ یہ عمدہ ہےاورعمدہ کیوں ہےاس لئے کہ یہ اپنے وجودمیں اوراسی طرح کلام کے بننے میں غیرکامحتاج نہیں۔

جواب ثانی : اسم کی مباحث مقاصد ثلاثہ پر مشتمل ہےمرفوعات اورمنصوبات اورمجرورات اس لئے مصنف نے اسم کی مباحث کو مقدم کیا ہے۔

وقدمر تعریفه و هو ینقسم الی المعرب والمبنی یہ سوال مقدرکاجواب ہے۔

سوال : مصنف نے اسم کی تقسیم شروع کی حالانکہ اولاًشیٔ کی تعریف ہوتی ہے پھرتقسیم ہوتی ہے۔

جواب : اسم کی تعریف گزرچکی ہےاسم کی دوقسمیں ہیں معرب ومبنی۔

وجہ حصر: اسم دوحال سے خالی نہیں مفردہوگایامرکب مفردہوتومبنی جیسے زید مرکب ہوتودوحال سے خالی نہیں مرکب مع العامل ہوگایامع غیرعامل ہوگااگرمرکب مع غیرالعامل ہوتوپھربھی''مبنی''ہوگاجیسے غلام زید میں غلام مبنی ہے۔

اوراگرمرکب ہوعامل کے ساتھ ہوتوپھردوحال سے خالی نہیں مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہوگایانہیں اگرمبنی الاصل کے ساتھ مشابہ ہوتوپھربھی مبنی ہوگاجیسے قام هذا اوراگرمبنی الاصل کے مشابہ نہ ہواورعامل کے ساتھ مرکب ہوتومعرب ہوگا۔

فائدہ : مطلق معرب کی وجہ حصریوں ہوگی کلمہ تین حال سے خالی نہیں اسم ہوگایافعل ہوگایاحرف۔اگرحرف ہوتوتمام کے تمام مبنی ہوں گےاوراگرفعل ہوتوپھرتین حال سے خالی نہیں ماضی ہوگایامضارع ہوگایاامر۔اگرماضی اورامرحاضرمعلوم ہوتومبنی ہوگااور

اگر فعل مضارع ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں نون تاکید یا نون جمع مؤنث اس میں ہوگا یا نہیں اگر نون تاکید یا نون جمع مؤنث موجود ہو تو مبنی ہوگا اور اگر فعل مضارع ان سے خالی ہو تو معرب ہوگا اور اگر اسم ہو تو اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

وجہ تسمیہ معرب ومبنی : مبنی کی وجہ تسمیۃ یہ ہے کہ مبنی بناء اسے ہے اس کا معنی ہے قرار پکڑنا تبدیل نہ ہونا کیونکہ اسم مبنی بھی ایک حرکت پر مضبوط ہو جاتا ہے کسی عامل سے اس کا آخر نہیں بدلتا اس لئے اسے **مبنی** کہتے ہیں۔

معرب کی وجہ تسمیہ دو طرح کی ہے: ① معرب اعرب یعرب اعرابا سے ہے اعراب کا معنی ہوتا ہے ظاہر کرنا اور یہ صیغہ چونکہ ظرف کا ہے معنی ہوگا ظاہر کرنے کی جگہ کیونکہ اس پر اعراب ظاہر ہوتا ہے اور اس لئے اسے معرب کہا جاتا ہے۔

② کہ یہ عرب یعرب سے ہے جس کا معنی ہوتا ہے فساد کا ہونا اس کو باب افعال پر لے گئے تو ہمزہ اس میں سلب کا آیا ہے تو **معنیٰ** ہو گیا فساد کا نہ ہونا کیونکہ اعراب کی وجہ سے معرب پر جو معنی کے فساد کا اشتباہ تھا وہ ختم ہو جاتا ہے اسی لئے اس کو معرب کہا جاتا ہے۔

فلنذ کرہ فیبا بین و خاتمہ مصنف یہ بتا رہے ہیں کہ معرب کے احکام کو دو بابوں میں اور ایک خاتمہ میں بیان کیا جائے گا۔

الباب الاول فی الاسم المعرب ---- مقاصد و خاتمۃ

پہلا باب میں اسم معرب کی بحث ہوگی جس کے اجزاء یہ ہوں گے اس میں ایک مقدمہ ہوگا اور تین مقاصد ہوں گے اور ایک خاتمہ۔

سوال : معرب کو مبنی پر کیوں مقدم کیا گیا ہے ؟

جواب اول : معرب کے افراد زیادہ ہے بنسبت مبنی کے افراد کے اور قاعدہ ہے العزۃ للتکاثر اسی وجہ سے معرب کو مبنی پر مقدم کر دیا۔

جواب دوم : معرب میں چونکہ اعراب لفظی وتقدیری دونوں ہوتے ہیں اور مبنی میں فقط اعراب محلی ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اعراب لفظی وتقدیری دونوں اصل ہیں اعراب محلی سے لہذا معرب اصل کا محل ہوا تو وہ بھی اصل بنا اور اصل غیر اصل پر مقدم ہوا کرتا ہے اس لئے مصنف نے معرب کو مبنی پر مقدم کر دیا۔

جواب ثالث : معرب کی مباحث بہ نسبت مبنی کے مباحث کے اشرف اور اہم تھیں کیونکہ نحو کی مباحث میں اہم مباحث مرفوعات، منصوبات ومجرورات کی ہیں اسی لئے مصنف نے معرب کو مبنی پر مقدم کر دیا۔

اما المقدمۃ ففیھا فصول مصنف مقدمہ کے اجزاء بتا رہے ہیں کہ اس کے چار اجزاء وہ چار فصلیں ہیں۔ فصل اول اسم

معرب کی تعریف میں فصل ثانی اسم معرب کا حکم فصل ثالث اسم معرب کے اقسام یا اسم معرب کے باعتبار اعراب کے اقسام کا بیان ہے۔ فصل رابع اسم منصرف غیر منصرف کی مباحث میں ہے۔

فصل : فی تعریف الاسم المعرب وھو کل اسم رُکب مع غیرہٖ ولایشبه مبنی الاصل اعنی الحرف والامر الحاضر والماضی نحو زید فی قام زید لا زید وحدہ لعدم الترکیب ولا ھٰؤلاء فی قام ھٰؤلاء لوجود الشبة ویسمّٰی متمکناً

ترجمہ : فصل اسم معرب کی تعریف میں، اسم معرب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہو اپنے غیر کے ساتھ اور نہ مشابہ ہو مبنی اصل کے مراد لیتا ہوں میں حرف اور امر حاضر اور ماضی جیسے زید، قام زید میں نہ کہ اکیلا زید بوجہ مرکب نہ ہونے کے اور نہ ھٰؤلاء، قام ھٰؤلاء میں بوجہ مشابہ ہونے کے اور نام رکھا جاتا ہے اس معرب کا متمکن بھی۔

تشریح : مصنف اسم معرب کی تعریف کرنا چاہتے ہیں معرب ہر وہ اسم ہے جو مرکب ہو اپنے عامل کے ساتھ اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو۔

سوال : مناطقہ نے لکھا ہے کہ لفظ کل کا تعریف میں استعمال کرنا جائز نہیں؟

جواب : یہاں پر مناطقہ کی اصطلاح مراد نہیں بلکہ نحو کی اصطلاح مراد ہے اور نحو کی اصطلاح کے اندر لفظ کل تعریف میں ذکر کیا جاتا ہے جس سے مقصود تعریف کی جامعیت ہوا کرتی ہے۔

سوال : یہ آپ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں غلام زید پر صادق آتی ہے کہ لفظ غلام غیر کے ساتھ مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں حالانکہ یہ معرب نہیں مبنی ہے؟

جواب : غیر سے مراد یہاں عامل ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ غلام زید میں لفظ غلام اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں۔

سوال : پھر یہ تعریف جامع نہیں رہے گی جب غیر سے مراد عامل لیا جائے کہ معرب کی تعریف سے مبتدا اور خبر نکل جائے گی کیونکہ انکا عامل لفظوں میں ہوتا ہی نہیں؟

جواب : عامل سے مراد عام ہے خواہ لفظی ہو یا معنوی اور مبتدا خبر کا عامل اگر چہ لفظی نہیں ہوتا لیکن معنوی ہوا کرتا ہے۔

سوال : آپ کی تعریف پھر بھی جامع نہیں کہ غیر منصرف پر صادق نہیں آتی کیونکہ غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے اور فعل مبنی الاصل ہے؟

جواب : ہماری مراد مشابہت سے مناسبت مؤثرہ ہے جبکہ غیر منصرف کے اندر مشابہت ضعیفہ ہے۔

فائدہ : مناسبت مؤثرہ کی سات قسمیں ہیں۔

دلیل حصر: اسم دو حال سے خالی نہیں مرکب ہوگا یا غیر مرکب اگر غیر مرکب ہو تو مبنی ہوگا اور اگر مرکب ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مرکب مع العامل ہوگا یا غیر عامل اگر مع غیر عامل ہو تو بھی مبنی ہوگا اور اگر مرکب مع العامل ہو تو پھر بھی دو حال سے خالی نہ ہوگا مبنی اصل کے مشابہ ہوگا یا نہ ہوگا اگر ہو تو بھی مبنی۔ اگر نہ ہو تو معرب ہوگا امثلہ نقشہ میں دیکھئے۔

قسم اول : کوئی اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو جیسے این ہمزہ استفہام کے معنی کو متضمن ہے اسی طرح لا رجل فی الدار میں من حرف جار کو متضمن ہے اصل تھا لا من رجل فی الدار ۔

قسم ثانی : کسی اسم کی بنا تین حرفوں سے کم پر ہو جیسے مبنی الاصل میں سے بعض حروف کی بناء تین حرف سے کم پر ہوتی ہے جیسے من یہ من کے مشابہ ہے۔

قسم ثالث : کہ کوئی اسم قرینے کا محتاج ہو جس طرح مبنی لاصل میں سے حروف قرینے کے محتاج ہوتے ہیں جیسے اسم موصول صلہ کا اور اسماء اشارہ مشار الیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

قسم رابع : کوئی اسم مبنی الاصل کی جگہ پر واقع ہو جیسے نزال کہ انزل کی جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

قسم خامس : کہ کوئی اسم کسی ایسے اسم کا ہم وزن ہو جو مبنی الاصل کی جگہ پر ہو جیسے فجار، حضار، تمار یہ نزال کے ہم وزن ہیں اور نزال مبنی الاصل کی جگہ پر واقع ہے۔

قسم سادس : کہ کوئی اسم مبنی الاصل کا ہم شکل ہو جیسے کاف اسمی کاف حرفی کے ہم شکل ہے جس طرح کذالک کا جو کاف ہے یہ حرفی ہے اگر یہ کاف اسمی ہوتا تو اس کی جگہ کبھی تو اسم ظاہر بھی استعمال ہو سکتا حالانکہ اس کی جگہ کبھی بھی اسم ظاہر استعمال نہیں ہو سکتا۔

قسم سابع : کوئی اسم کسی ایسے اسم کی جگہ پر واقع ہو جو مبنی الاصل کا ہم شکل ہو جیسے یازید کے اس میں زید کاف اسمی کی جگہ پر ہے اور کاف اسمی کاف حرفی کے ہم شکل ہے۔

اعنی الحرف والامر والحاضر والماضی مصنف مبنی الاصل کی اقسام بتا رہے ہیں کہ مبنی الاصل تین چیزوں کو کہتے ہیں۔ تمام حروف اور فعل امر حاضر معلوم اور فعل ماضی معلوم و مجہول اگرچہ اس میں اور مذاہب بھی تھے لیکن راجح یہی مذہب تھا اس لئے مصنف نے اسے بیان کیا۔

نحو زید فی قام زید ...... او یسمی متمکنا معرب کی تعریف سے دو شرطیں معلوم ہوئیں ایک شرط وجودی اور ایک شرط سلبی پہلی شرط وجودی وہ یہ ہے کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہو اور دوسری شرط جو سلبی ہے وہ یہ ہے کہ مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو لہذا قام زید میں زید کے اندر دو شرطیں موجود ہیں کہ عامل سے مرکب بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں لہذا زید معرب ہوگا قام زید میں۔

اگر اکیلا زید ہو تو مبنی ہوگا کیونکہ پہلی شرط وہ موجود نہیں اسی طرح قام ھولاء میں ھولاء معرب نہیں مبنی ہے اس لئے کہ اس میں دوسری شرط موجود نہیں کہ ہم نے کہا کہ مبنی الاصل کا مشابہ نہ ہو اور یہ مبنی اصل کے مشابہ ہے اور معرب کا دوسرا نام اسم متمکن ہے۔

وجہ تسمیہ : متمکن یہ باب تفعل کا اسم فاعل ہے اس کا لغوی معنی ہے جائے دھندہ کیونکہ اسم معرب اعراب کو جگہ دیتا ہے اسی وجہ سے اس کو اسم متمکن کہا جاتا ہے۔

فصل : حکمہ ان یختلف اخرہٗ باختلا ف العوامل اختلافا لفظیا نحو جاء نی زیدٌ ورأیت زیدًا ومررت بزیدٍ او تقدیریا نحو جاء نی موسٰی ورأیت موسٰی ومررت بموسٰی

ترجمہ: حکم اسم معرب کا یہ ہے کہ مختلف ہو اس کا آخر بسبب مختلف ہونے عوامل کے اختلاف لفظی جیسے حاء نی زید ......الخ یا تقدیری جیسے حاء نی موسیٰ ......الخ

تشریح : مصنف اس دوسری فصل میں چند چیزوں کو بیان فرما رہے ہیں ① معرب کا حکم ② اعراب کی تعریف ③ اعراب کی اقسام ④ عامل کی تعریف ⑤ محل اعراب ⑥ معرب کے اقسام تو اس عبارت میں مصنف نے معرب کا حکم بیان فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ عامل کے بدلنے سے اس کا آخر بدل جائے عام ازیں کہ اختلاف لفظی ہو جیسے حاء نی زید الی آخرہ یا اختلاف تقدیری ہو جیسے جاء نی موسیٰ الی آخرہ۔

یاد رکھیں! اختلاف میں دو تعمیمیں ہیں پہلی تعمیم اختلاف ذاتی ہو یا صفتی اختلاف ذاتی سے مراد یہ ہے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے اس کو اعراب الحرف کہتے ہیں اور اختلاف صفتی یہ ہے کہ ایک حرکت دوسری حرکت سے بدل جائے اور اس کو اعراب بالحرکت کہتے ہیں۔ پھر اختلاف ذاتی اور صفتی میں تعمیم ہے اختلاف لفظی یا اختلاف تقدیری ہو۔ تو چار صورتیں بن گئی۔

① اختلاف ذاتی لفظی جیسے : حاء نی ابوك ورئیت اباك ومررت با بیك ۔

② اختلاف ذاتی تقدیری جیسے : حاء نی مسلمی ورئیت مسلمی و مررت بمسلمی ۔

③ اختلاف صفتی لفظی جیسے : حاء نی زید الی آخرہ ۔

④ اختلاف صفتی تقدیری جیسے : حاء نی موسی ورئیت موسیٰ و مررت بموسیٰ ۔

سوال : حکم کے چند معنے آتی ہیں لیکن یہاں پر بمعنی اثر کے ہیں تو اب اثر کی اضافت ہے ضمیر کی طرف اور ضمیر راجع ہے معرب کی طرف تو اثر کی نسبت ہوئی معرب کی طرف حالانکہ اثر کی نسبت تو مؤثر اور عامل کی طرف کرنا چاہیئے تھی نہ کہ معرب کی طرف؟

جواب : آپکی بات درست ہے لیکن اثر کی نسبت جو معرب کی طرف کی گئی ہے یہ ادنی ملابست کی وجہ سے ہے وہ یہ کہ چونکہ وہ اثر ظاہر معرب پر ہی ہوا کرتا تھا اسی لئے کہہ دیا یہ اثر ہی معرب کا ہے۔

سوال : آپ نے کہا عامل کے بدلنے سے معرب کا آخر بدل جاتا ہے ہم دکھاتے ہیں کہ عامل بدل رہا ہے معرب کا آخر نہیں بدل رہا جیسے ضربت زیدًا ، ان زیدًا اور انی ضارب زیدًا پہلی مثال میں زید کے لئے عامل فعل دوسری میں حرف اور تیسری

میں شبہ فعل اسم ہے لیکن زید کا آخر مختلف نہیں ہوا وہ منصوب ہے؟

جواب : اختلاف عامل سے مراد عامل کی ذات کا اختلاف نہیں بلکہ عمل کا اختلاف مراد ہے اور ان مثالوں میں عامل کی ذات تو بیشک مختلف ہے لیکن عمل سب کا ایک زید کے لئے ہے جو کہ نصب ہے۔

سوال : آپ نے حکم میں العوامل کا لفظ جمع لائے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین فرد پر ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کم سے کم تین عامل داخل ہوں تب معرب کا آخر بدلے گا حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے؟

جواب : العوامل جمع پر الف لام جنس کا داخل ہے اور قاعدہ ہے کہ جس جمع پر جب الف لام جنس کا داخل ہو تو جمعیت والا معنی باطل ہو جاتا ہے لہٰذا العوامل سے ایک عامل مراد ہے۔

سوال : جب العوامل جمع سے ایک عامل مراد ہے تو پھر جمع کا صیغہ لانے کی کیا ضرورت تھی؟

جواب : بات طالب علم کو بتانے کے لئے کہ عامل ایک نہیں بلکہ عوامل بہت ہیں اسی وجہ سے جمع کثرۃ کا صیغہ لائے۔

قولہ : الاعراب مابہ یختلف آخر المعرب کالضمۃ والفتحۃ والکسرۃ والواو والالف والیاء

ترجمہ: اعراب وہ ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر تبدیل ہو جائے مثل ضمہ، فتحہ، کسرہ اور واؤ الف یاء کے۔

تشریح : مصنف دوسری بات بیان کر رہے ہیں یعنی اعراب کی تعریف اعراب وہ ہے جس کے ذریعے معرب کا آخر مختلف ہو جائے۔

سوال : یہ اعراب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ یہ عامل اور اسناد اور معنی مقتضی للاعراب پر صادق آتی ہے کیونکہ ان کی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے؟

جواب اول : ما سے مراد حروف اور حرکات ہیں اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا کہ اعراب حرکات اور حروف کا نام ہے جن کے ذریعے معرب کا آخر تبدیل ہو جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ عامل اور اسناد اور معنی مقتضی للاعراب حروف و حرکات نہیں ہیں۔

جواب ثانی : بہ کی جو باء ہے یہ باء سببیت کی ہے جس سے مراد سبب کامل اور سبب قریب ہے کیونکہ قاعدہ ہے المطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل اور یہ بات ظاہر ہے کہ سبب کامل اور سبب قریب وہ اعراب ہی ہے لہٰذا یہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوئی۔

کالضمۃ والفتحۃ والکسرۃ والواو و لالف والیاء اعراب کی دو قسمیں ہیں اعراب بالحرکت جیسے ضمہ، فتحہ، کسرہ اور اعراب بالحرف جیسے الف واؤ اور یاء۔

قولہ : واعراب الاسم علی ثلثۃ انواع رفع ونصب وجر

ترجمہ: اوراعراب اسم کا تین قسم پر ہے رفع نصب جر۔

تشریح : مصنف تیسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسم کے اعراب کی اقسام بتانا چاہتے ہیں کہ اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں رفع ،نصب وجر۔

سوال : مصنف انواع کا لفظ لائے اقسام کا لفظ کیوں نہیں لائے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب : انواع کا لفظ لاکر اشارہ کر دیا کہ رفع ونصب وجر یہ ایک نوع کلی ہے اواس کے تحت کئی افراد ہیں رفع کے تین فرد ہیں ① ضمہ کے ساتھ ② رفع الف کے ساتھ ③ رفع واو کے ساتھ اور نصب بھی ایک نوع کلی ہے جس کے تحت چار فرد ہیں ① نصب فتحہ کے ساتھ ② نصب کسرہ کے ساتھ ③ نصب الف کے ساتھ ④ نصب یاء کے ساتھ اور جر بھی ایک نوع کلی ہے جس کے تحت تین فرد ہیں ① جر کسرہ کے ساتھ ② جر فتحہ کے ساتھ ③ جر یا کے ساتھ۔

سوال : اعراب کی ایک اور قسم جزم بھی ہے اس کو مصنف نے کیوں بیان نہیں کیا؟

جواب : جزم تو فعل کا اعراب ہے اور یہاں پر مصنف اسم کے اعراب بیان کررہے ہیں نہ کہ فعل کے۔

فائدہ : معرب کی حرکات کے القاب رفع ،نصب، جر ہے اور مبنی کی حرکات کے القاب ضم، فتح کسر ہے اور مشترک القاب ضمہ، فتحہ اور کسرہ۔

قولہ : والعامل ما بہ رفع اونصب اوجر

ترجمہ : اور عامل وہ ہے جس کے سبب رفع یا نصب یا جر آئے۔

تشریح : مصنف چوتھی بات بیان کرنا چاہتے ہیں یعنی عامل کی تعریف عامل کا لغوی معنی عمل کرنے والا اور تعریف یہ کہ عامل وہ ہے کہ جس کی وجہ سے رفع نصب جر آئے جیسے جاء نی زیدٌ میں زید پر رفع جاء کی وجہ سے آیا ہے اور رأیت زیدًا میں زیدًا پر نصب رأیت کی وجہ سے اور مررت بزید میں زید پر جر حرف جار کی وجہ سے۔

سوال : عامل کی یہ تعریف جامع نہیں اس لئے کہ یہ عوامل فعل پر صادق نہیں آتی جیسے لم اور لما وغیرہ کیونکہ ان کی وجہ سے تو جزم آتی ہے نہ کہ رفع، نصب ، جر؟

جواب: یہاں پر اسم کی بحث چل رہی ہے لہٰذا عامل اسم کی تعریف ہے نہ کہ مطلق عامل کی۔

قولہ : ومحل الاعراب من الاسم ھو الحرف الاخیر مثال الکل نحو قام زیدٌ فقام عامل وزید معرب والضمۃ اعراب والدّال محل الاعراب

ترجمہ: اور محل اعراب اسم میں سے وہ آخری حرف ہے سب کی مثال قام زید ہے قام عامل ہے اور زید معرب ہے اور ضمہ

اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔

تشریح : مصنف پانچویں بات بیان کرنا چاہتے کہ اسم کا محل اعراب آخر کا حرف ہوتا ہے نہ پہلا حرف اور نہ درمیان والا۔

سوال : محل اعراب آخری حرف کو ہی کیوں بنایا گیا ہے؟

جواب : اعراب بمنزل صفت کے ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف کے بعد صفت آیا کرتی ہے لہٰذا اعراب معرب کے بعد آئے گا اسی وجہ سے محل اعراب آخری حرف کو بنایا ہے۔

سوال : مسلمون اور مسلمان انکا آخری حرف تو نون ہے لیکن محل اعراب نون سے پہلے والا حرف ہے؟

جواب : یہ نون حرف آخر نہیں بلکہ یہ نون تو مفرد کی حرکت اور تنوین کے عوض ہے اور آخری حرف نون سے پہلے والا حرف ہے لہٰذا محل اعراب آخری حرف ہوا اسی وہم کو دور کرنے کیلئے مصنف هو الحرف الاخیر کو ضمیر فصل جو حصر کے لئے ہے لائے ہیں۔

مثال الكل نحو قام زيد ...... محل الاعراب اب سب کی مثال اکٹھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قام زید میں قام عامل اور زید معرب ہے اور اس پر جو ضمہ ہے وہ اعراب ہے زید کی دال محل اعراب ہے۔

قوله : واعلم ان لايعرب فی كلام العرب الّاالاسم المتمكن والفعل المضارع وسيجئ حكمه فی القسم الثانی ان شاء الله تعالىٰ۔

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک شان یہ ہے کہ نہیں ہے معرب کلام عرب میں مگر اسم متمکن اور فعل مضارع اور عنقریب آئے گا اس فعل مضارع کا حکم دوسری قسم میں ان شاءاللہ تعالیٰ۔

تشریح : چھٹی بات مصنف بیان کرنا چاہتے ہیں کہ معرب کی دو قسمیں ہیں

① اسم متمکن بشرطیکہ جب ترکیب میں واقعہ ہوا گر اکیلا اسم متمکن کھڑا ہے جیسے زید ،عمر ، بکر تو پھر مبنی ہوگا معرب نہیں۔

② فعل مضارع ہے بشرطیکہ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اگر فعل مضارع میں نون تاکید کا آگیا یا نون جمع مؤنث کا آگیا جیسے يضربن اور ليضربن تو پھر فعل مضارع مبنی ہوگا معرب ہرگز نہیں ہوگا اور فعل مضارع کا حکم یہاں پر نہیں ہوگا کیونکہ یہاں پر مباحث اسم کا بیان ہے اس کا بیان قسم ثانی میں انشاءاللہ تعالیٰ آئے گا کیونکہ قسم ثانی مباحث فعل میں ہے۔

فائدہ : مصنف کی عادت حسنہ ہے کہ وہ طلباء کرام کو کسی خاص کلام کی طرف شوق دلانے کے لئے یا کسی خاص امر کی طرف متوجہ اور متنبہ کرنے کے لئے اعلم جیسے الفاظ لایا کرتے ہیں اور یہاں پر چونکہ قواعد کلیہ کا بیان تھا اس لئے لفظ اعلم مناسب تھا لفظ معرفت کا نہیں اس لئے اعرف کا لفظ نہیں لائے نیز ان امور کلیہ سے مقصود درایت تھی نہ قرأت اس لئے مصنف نہ افهم کا لفظ لائے نہ اقرء کا لفظ لائے ہیں۔

بحث اقسام اعراب

فصل : فی اصناف اعراب الاسم وهی تسعة اصناف الاول اَن یّکون الرفع بالضمة والنصب بالفتحة والجر بالکسرة ویختص بالمفرد المنصرف الصحیح وهوعند النحاة ما لایکون فی آخرہٖ حرف علّة کزید وبالجاری مجرٰی الصحیح وهوما یکون فی آخرہٖ واو اَو یاء ماقبلها ساکن کدلوٍ وظبیٍ وبالجمع المسکر المنصرف کرجال تقول جاء نی زید ودلوٌ وظبیٌ ورجالٌ ورأیت زیدا ودلوا وظبیا ورِجالاً ومررتُ بزیدٍ ودلوٍ وظبیٍ ورجالٍ

ترجمہ : یہ فصل اسم معرب کے اعراب کی اقسام میں ہے اوروہ نو(۹) قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ ضمہ کے اور نصب ساتھ فتحہ کے اور جر ساتھ کسرہ کے اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ مفرد منصرف صحیح کے اوروہ نحویوں کے ہاں یہ ہے کہ نہ ہو اس کے آخر میں حرف علت جیسے زید اور ساتھ جاری مجریٰ صحیح کے اوروہ یہ۔ ہے کہ ہو اس کے آخر میں واؤ یا یاء جن کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلو ظبی اور جمع مکسر منصرف کے ساتھ جیسے رجال کہے گا تو جاء نی زید و دلو و ظبی و رجال ......الخ

تشریح : مصنف اس تیسری فصل میں اسم کی اعراب کی اقسام بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اعراب کی نو قسمیں ہیں اور جن کو یہ اعراب دینا ہے اسماء متمکن ان اسمائے متکمنہ کی سولہ قسمیں ہیں۔

اعراب کی پہلی قسم : رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب کی پہلی قسم اسمائے متکمنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے ① مفرد منصرف صحیح ② مفرد منصرف جاری مجریٰ صحیح ③ جمع مکسر منصرف کی مثال : جاء نی زید و دلو وظبی و رجال الی آخرہ۔

فائدہ: صحیح کے بارے میں صرفیوں اور نحویوں کی اصطلاح: نحویوں کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو یعنی ناقص کو خارج کرتے ہیں لہٰذا مفرد منصرف صحیح میں مھموز، مضاعف، مثال اجوف وغیرہ داخل ہوں گے ان کا یہ ہی اعراب ہوگا اور جاری مجریٰ صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واو یا یاء ہو لیکن ماقبل ساکن ہو جیسے دلو وظبی۔

سوال : یہ پہلی قسم اعراب کا ان تین قسموں کیوں دیا گیا ہے؟

جواب : یہ تینوں قسم اپنے غیر کے اعتبار سے اصل تھے اور اعراب بالحرکت بھی اصل تھا اس لئے اصل کو اصل والا اعراب دے دیا گیا ہے تو اس میں کون سا ظلم ہوا باقی رہی یہ بات یہ تین اسم اپنے غیر کے اعتبار سے کیسے اصل ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ مفرد تثنیہ جمع کے مقابلے میں اصل ہے اور منصرف غیر منصرف کے مقابلے میں اور صحیح غیر صحیح کے مقابلے میں اصل ہے اور جاری مجریٰ صحیح غیر

صحیح کے مقابلے میں اصل اس طرح جمع مکسر یہ جمع سالم کے مقابلے میں اصل ہے۔

سوال : آپ نے کہا اعراب بالحرکت اصل ہے اس پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟

جواب : ہمارے پاس چند دلائل ہیں۔

دلیل اول : اعراب بالحرف پیدا ہوتا ہے اعراب بالحرکت سے اس طرح کہ واو ضمہ سے اور الف فتحہ سے اور یا کسرہ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ ان کو ذرا لمبا کیا جائے۔

دلیل ثانی : اعراب بالحرف عوض ہے اور اعراب الحرکت معوض ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ معوض اصل ہوتا ہے اور عوض فرع ہوتی ہے والتفصیل فی الکاشفہ۔

سوال : آپ نے جمع مکسر کو اصل قرار دیا ہے جمع سالم سے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : جمع میں اصل یہ ہے کہ اس کا مفرد سے تغایر ہونا چاہیے اور وہ تغایر تام جمع مکسر میں پایا جاتا ہے نہ کہ جمع سالم میں۔

سوال : جمع کے ساتھ مکسر کی صفت لانا غلط ہے کیونکہ معنی یہ ہوگا جمع مکسر ہے ایسی جمع جو ٹوٹی ہوئی ہے حالانکہ رجال جمع تو صحیح سالم ہے ٹوٹی ہوئی نہیں ہے۔

جواب اول : مکسر کا لغوی معنی مراد نہیں بلکہ اصطلاحی معنی مراد ہے کہ وہ جمع جس میں واحد کی بنا سالم نہ رہی ہو۔

جواب ثانی : یہ مکسر جمع کی صفت، صفت بحال متعلقہ ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی الجمع المکسر واحدہ۔

سوال : اسماء ستہ مکبرہ بھی تو مفرد تھے ان کو یہ اعراب کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب : مفرد سے مراد وہ مفرد ہے جو لفظاً اور معنیً دونوں لحاظ سے مفرد ہو اور اسماء ستہ مکبرہ لفظ کے لحاظ سے مفرد ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے تثنیہ ہیں۔

قولہ : الثانی ان یکون الرفع بالضمة والنصب والجر بالکسرة ویختص بالجمع المؤنث السالم تقول ھن مسلماتٌ ورأیت مسلماتٍ ومررت بمسلماتٍ

ترجمہ : دوسری قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ ضمہ کے اور نصب اور جر ساتھ کسرہ کے اور یہ اعراب مختص کیا گیا ہے ساتھ جمع مؤنث سالم کے تو کہے گا ھن مسلماتٌ ورأیت مسلماتٍ ومررت بمسلماتٍ

تشریح : اعراب کی دوسری قسم : حالت رفع ضمہ کیساتھ حالت نصب و جر کسرہ کے ساتھ اور یہ دوسری قسم اعراب کی اسماء متمکنہ کی چوتھی قسم جمع مؤنث سالم کو دی گئی ہے جیسے ھن مسلمات۔

سوال : جمع مؤنث سالم میں نصب کو جر کے تابع کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : جمع مؤنث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی چونکہ جمع مذکر سالم میں بھی نصب جر کے تابع تھی اسی لئے جمع مؤنث سالم میں بھی نصب کو جر کے تابع کر دیا تا کہ فرع کی زیادتی اصل پر لازم نہ آئے۔

سوال : زیادتی تو پھر بھی لازم آرہی کیونکہ جمع مؤنث سالم کا اعراب بالحرکت ہے اور جمع مذکر سالم کا اعراب بالحرف ہے ابھی آپ نے بتایا کہ اعراب بالحرکت اصل ہے اور اعراب بالحرف فرع ہے؟

جواب : اعراب بالحرکت مطلقاً اصل نہیں اسی طرح اعراب بالحرف مطلقاً فرع بھی نہیں بلکہ مفرد میں اعراب بالحرکت اصل ہے اور جمع میں اعراب بالحرف اصل ہے لہٰذا فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئی۔

سوال : جب جمع مؤنث سالم فرع ہے جمع مذکر سالم کی تو فرع کو اصل پر کیوں مقدم کیا ہے؟

جواب : مصنف یہاں پر اسماء متمکن کا اعتبار نہیں کر رہے بلکہ اعراب کا اعتبار کیا ہے اور چونکہ اولاً اعراب بالحرکت کا بیان تھا تو اس لئے مصنف نے جمع مؤنث سالم کو مقدم کر دیا۔

سوال : یہ اعراب جامع بھی نہیں مانع بھی نہیں جامع اس لئے نہیں کہ ثبون ، قلون ، ارضون جمع مؤنث سالم ہیں لیکن ان کا یہ اعراب نہیں اور مانع اس لئے نہیں کہ منصوبات ، مرفوعات ، مجرورات، عرفات یہ جمع مؤنث سالم نہیں پھر بھی ان کو یہ اعراب دے دیا گیا ہے؟

جواب : جمع مؤنث سالم سے مراد جمع اصطلاحی ہے کہ ہر وہ جمع جس کے آخر میں الف تا زائدہ ہو لہٰذا ثبون قلون ارضون یہ نکل جائیں گے اور مرفوعات اور منصوبات اور اسی طرح عرفات بھی داخل ہو جائیں گے کیونکہ یہ عرفۃ کی جمع ہے اب بے شک میدان کا نام ہی کیوں نہیں رکھ دیا گیا۔

قولہ : **الثالث ان یکون الرفع بالضمة والنصب والجر بالفتحة ویختص بغیر المنصرف کعمر تقول جاء نی عمرُ ورأیت عمرَ ومررتُ بعمرَ**

ترجمہ : تیسری قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ ضمہ کے اور نصب اور جر ساتھ فتحہ کے اور یہ مختص کیا گیا ہے ساتھ غیر منصرف کے جیسے عمر کہے گا تو جاء نی عمرُ ورأیت عمرَ ومررت بعمرَ

تشریح : **اعراب کی تیسری قسم** : رفع ضمہ کے ساتھ نصب و جر فتحہ کے ساتھ اور یہ تیسری قسم کا اعراب اسمائے متمکنہ کی پانچویں قسم غیر منصرف کو دیا گیا ہے جیسے جاء نی عمر الی آخرہ۔

سوال : غیر منصرف میں جر کو فتحہ کے تابع کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : غیر منصرف کی مشابہت ہے فعل کے ساتھ اور چونکہ فعل پر کسرہ نہیں آتی اسی وجہ سے غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آتی لہٰذا

جر کو نصب کے تابع کیا۔

سوال : جب غیر منصرف فرع تھی منصرف کی تو اس کا اعراب بھی فرعی اعراب بالحرف ہونا چاہیے تھا؟

جواب : ہم بتا چکے ہیں کہ تین حالتوں میں دو اعراب دیئے جانے یہ فرع ہوتا ہے اصل نہیں لہٰذا فرع کو فرع والا اعراب دے دیا گیا۔

سوال : جمع مؤنث سالم وغیر منصرف دونوں فرع تھے تو جمع مؤنث کو مقدم کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب : جمع مؤنث اور غیر منصرف دونوں کی مخالفت مفرد کے ساتھ تھی لیکن جمع مؤنث سالم کے اندر مخالفت فقط ایک چیز میں تھی کہ نصب کا نہ آنا بخلاف غیر منصرف کے اس کی مخالفت زیادہ ہے کیونکہ اس کی مخالفت دو وجہ میں ہے کسرہ کے نہ آنے میں اور تنوین کے نہ آنے میں۔

قوله : الرابع ان يكون الرفع بالواو والنصب بالالف والجر بالياء ويختص بالاسماء الستة مكبرة موحدة مضافة الىٰ غيرياء المتكلم وهى اخوك وابوك وهنوك وحموك وفوك وذو مال تقول جاء نى اخوك ورأيت اخاك ومررت باخيك وكذاالبواقى ۔

ترجمہ : چوتھی قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ واؤ کے اور نصب ساتھ الف کے اور جر ساتھ یاء کے اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ اسماء ستہ مکبرہ کے درانحالیکہ وہ مکبر ہوں واحد ہوں مضاف ہوں طرف غیر یائے متکلم کے اور وہ یہ ہیں اخوك وابوك وهنوك وحموك وفوك وذو مال کہے گا تو جاء نى اخوك ورأيت اخاك ومررت باخيك اور اسی طرح باقی۔

اس سے پہلے اعراب بالحرکت تھے اب یہاں سے اعراب بالحرف شروع ہو رہا ہے۔ پہلی تین قسمیں اعراب بالحرکت تھیں اور الرابع سے اعراب بالحرف شروع ہو گیا۔

تشریح : اعراب کی چوتھی قسم : رفع واو کہ ساتھ نصب الف اور جر یا کے ساتھ یہ چوتھا قسم اسمائے متمکنہ کی چھٹی قسم اسماء ستہ مکبرہ کو دیا گیا ہے لیکن اسمائے ستہ مکبرہ کو یہ اعراب دینے کے لئے چار شرطیں ہیں۔

① یہ اسمائے ستہ مکبر ہوں اگر مصغرہ ہوں تو ان کو اعراب جاری مجریٰ صحیح والا اعراب دیا جائے گا جیسے جاء نى ابى ورأيت ابى الىٰ آخره ۔

② یہ اسمائے ستہ مکبرہ موحدہ ہوں اگر تثنیہ جمع ہوں تو انکو اعراب تثنیہ جمع والا دیا جائے گا جیسے جاء نى ابوان الى آخره ۔

③ کہ مضاف ہوں اگر مضاف نہ ہوں تو انکو مفرد منصرف والا اعراب دیا جائے گا جیسے جاء نى اب ورأيت ابا ومررت باب۔

④ مضاف بھی ہوں طرف غیر یاء متکلم کے اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں گے تو ان کو غلامی والا اعراب دیا جائے گا جیسے جاء ابی ورأیت ابی ومررت بابی۔

سوال : اسمائے ستہ مکبرہ کو یہ اعراب بالحرف کیوں دیا گیا ہے حالانکہ یہ اسماء اصل ہیں انکو اصل والا اعراب دینا چاہیے تھا؟

جواب اول : اعراب بالحرکت کے لئے شرط یہ تھی کہ اس کے قبول کرنے کی صلاحیت ہو اور چونکہ ان کے آخر میں حرف علت ہے اس لئے اعراب بالحرکت قبول کرنے کی صلاحیت نہیں تب ان کو اعراب بالحرف فرعی دیا گیا ہے۔

جواب ثانی : مفرد اور تثنیہ اور جمع میں منافرت شدیدہ اور وحشت تامہ پائی جاتی تھی اس لئے نحویوں نے سوچا کہ ان میں صلح کرا دی جائے اس لئے ان اسمائے مفردہ کو تثنیہ جمع والا اعراب دے دیا گیا۔

سوال : اس اعراب کے لئے چھ عدد کی کیا خصوصیت ہے کہ یہ اعراب پانچ یا سات اسماء کو کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب : تثنیہ اور جمع کی تین تین حالتیں تھیں تو چھ حالتوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے چھ کے عدد کا انتخاب کیا گیا ہے۔

سوال : اگر چھ کا عدد تم نے منتخب کرنا تھا تو ان چھ کو کیوں منتخب کیا گیا ہے؟

جواب اول : ان چھ اسموں کے علاوہ کلام عرب میں اور کوئی اسم نہیں تھا کہ جس کے آخر میں حرف علت ہو اور وہ اعراب بالحرف کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

جواب ثانی : کہ ان چھ اسموں کو تثنیہ جمع کے ساتھ زیادہ مشابہت تھی کیونکہ تثنیہ جمع کے اندر جس طرح تعدد ہوتا ہے ان میں بھی نوعی تعدد ہے مثلاً ابوك سے باپ اور بیٹا دونوں سمجھے جاتے ہیں وغیرہ۔

سوال : آپ نے کہا ان چھ اسموں کے علاوہ اور کوئی ایسے اسم نہیں ہم دیکھاتے ہیں کہ ید اور دم اصل میں یدو اور دمو تھے ان کے آخر میں حرف علت بھی ہے ان دو کو منتخب کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب : ان دو اسموں میں بے شک حرف علت تھا لیکن ایسا محذوف ہو چکا ہے کہ کبھی واپس نہیں آسکتا تو اسے نسیا منسیا کہا جاتا ہے۔

قوله : والخامس ان یکون الرفع بالالف والنصب والجر بالیاء المفتوح ماقبلها ویختص بالمثنّٰی وکِلَا مضافا الی مضمر واثنان واثنتان تقول جاء نی الرجلان کِلاهما واثنان واثنتان وأیت الرجلین وکلیهما واثنین واثنتین ومررت بالرجلین وکلیهماواثنین واثنتین

ترجمہ : پانچویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ الف کے اور نصب اور جر ساتھ یاء کے ایسی یاء کہ مفتوح ہو ماقبل اس کا اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ تثنیہ اور کــلا کے درانحالیکہ وہ کــلا مضاف ہو طرف ضمیر کے اور ساتھ اثنان اور اثنتان کے کہے گا تو

جاء نی الرجلان کِلاھما و اثنان و اثنتان ......الخ

تشریح : اعراب کی پانچویں قسم : رفع الف کے ساتھ اور نصب وجر یا ماقبل مفتوح کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے۔ ساتویں قسم تثنیہ حقیقی جیسے رجلان اور آٹھویں قسم تثنیہ معنوی جیسے کلا کلتا اور نویں قسم تثنیہ صوری جیسے اثنان و اثنتان

یادرکھیں ! تثنیہ حقیقی کے لئے تین شرطیں ہیں ① تثنیہ والا معنی ہو ② تثنیہ والا وزن ③ اس کے مادہ سے اس کا مفرد بھی آتا ہو جیسے رجلان اور تثنیہ صوری کے لئے دو شرطیں ہیں ① تثنیہ والا معنی ② تثنیہ والا وزن بھی ہو جیسے اثنان اثنتان ۔

اور تثنیہ معنوی کے لئے ایک شرط ہے کہ معنی تثنیہ والا ہو جیسے کلا کلتا ۔

سوال : آپ نے کلا کو ذکر کیا ہے حالانکہ یہ اعراب جس طرح کلا کا ہے اس طرح کلتا کا بھی ہے؟

جواب : کلا اصل ہے اور کلتا فرع ہے اور قاعدہ ہے کہ اصل کے بیان سے فرع کا بیان خود بخود ہو جاتا ہے۔

سوال : پھر تو اسی طرح اثنان اصل تھا اور اثنتان فرع تھا تو ان دونوں کو کیوں ذکر کیا؟

جواب : ان دونوں کو ذکر کر کے مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ ان کی تذکیر و تانیث باقی اسماء کی طرح ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء کے ہوں گے جیسے اثنان اور مؤنث کے لئے تا کے ساتھ جیسے اثنتان دوسرے اسمائے عدد کی طرح ان کا استعمال نہیں۔

سوال : تثنیہ صوری اور حقیقی کے لئے کوئی شرط نہیں لگائی لیکن تثنیہ معنوی کے لئے اضافت الی الضمیر کی شرط کیوں لگائی؟

جواب : تثنیہ حقیقی اور تثنیہ صوری کیلئے صرف ایک ہی اعراب متعین تھا اس لئے کوئی شرط نہیں لگائی بخلاف تثنیہ معنوی کے اس کے دو طرح کے اعراب تھے اگر اضافت الی اسم الظاھر ہو تو اس کا اعراب بالحرکت ہوا کرتا ہے اور اگر اضافت الی الضمیر ہو تو اس کا اعراب بالحرف ہوا کرتا ہے تو اس لئے اعراب دینے کے لئے یہ شرط لگادی۔

فائدہ : یادرکھیں! اس میں دو اعتبار تھے لفظاً مفرد اور معنیً تثنیہ ہم نے دونوں کا لحاظ کیا ہے اس طرح کہ جب اسکی اضافت اسم ظاہر کی طرف ہو تو اس کو ہم اعراب بالحرکت دیتے ہیں کیونکہ اسم ظاہر بھی اصل ہے اور اعراب بالحرکت بھی اصل ہے تو اصل کو اصل اعراب دیا جاتا ہے اور جب ان کی اضافت ضمیر کی طرف ہو تو معنی کا لحاظ کر کے اعراب بالحرف دیتے ہیں کیونکہ ضمیر فرع ہے اور اعراب بالحرف بھی فرع ہے۔

قولہ : السادس ان یکون الرفع بالواؤ المضموم ماقبلھا والنصب والجر بالیاء المکسور ماقبلھا ویختص بجمع المذکر السالم نحو مسلمون واُولوا وعشرون مع اخواتھا تقول جاء نی مسلمون وعشرون واُولو مال

ورأیت مسلمین وعشرین واولی مال ومررت بمسلمین وعشرین واُولی مال

ترجمہ : چھٹی قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ واؤ کے ایسی واؤ کہ مضموم ہو ماقبل اس کا اور نصب اور جر ساتھ یاء کے ایسی یاء کہ مکسور ہو ماقبل اس کا اور یہ اعراب مختص کیا گیا ہے ساتھ جمع مذکر سالم کے جیسے مسلمون اور اُولو اور ساتھ عشرون کے اور سمیت اس کے متشابہات کے کہے گا توجاء نی مسلمون وعشرون واُلومال ......الخ

تشریح : اعراب کی چھٹی قسم : رفع واو ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب وجر یا ماقبل مکسور کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی تین قسموں کو دیا گیا ہے ① دسویں قسم جمع مذکر سالم جیسے مسلمون ② گیارہویں قسم یعنی جمع معنوی کو جیسے اولو ③ بارھویں قسم جمع صوری جیسے عشرون تاتسعون ۔

سوال : یہ اعراب جامع نہیں کیوں کہ مرفوعات، منصوبات ، مجرورات پر صادق نہیں آتا حالانکہ یہ جمع مذکر سالم ہیں اور مانع بھی نہیں کیونکہ قلون، ثبون ،ارضون پر صادق آتا ہے حالانکہ جمع مؤنث سالم ہیں؟

جواب : ضابطہ ہے کہ کبھی ذکر تو علم کا ہوتا ہے لیکن مراد سے اس سے وصف مشہور ہوتی ہے جیسے لکل فرعون موسیٰ کے اندر فرعون سے مراد مبطل ہے اور موسیٰ سے مراد محق ہے یہاں پر بھی جمع مذکر سالم سے اصطلاحی جمع مراد ہے ہر وہ جمع جس کے آخر میں واو نون ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

سوال : جمع معنوی کو جمع صوری پر مقدم کیوں کیا؟

جواب : ماقبل میں گزر چکا ہے۔

سوال : آپ نے کہا عشرون جمع صوری ہے حالانکہ اس کے مادہ سے اس کا مفرد آتا ہے عشرۃ اس کو جمع حقیقی کہنا چاہیے؟

جواب : جمع کا اطلاق کم سے کم تین افراد پر ہوتا ہے اب عشر تین شمار کیا جائے تو تیس بن جائیں گے اور عشرون کا معنیٰ تیس بن جائے گا جو کہ بالکل غلط ہے۔

سوال : تثنیہ جمع کو یہ اعراب فرعی کیوں دیا گیا ہے اصلی کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب : تثنیہ جمع بھی فرع تھے اس لئے ان کو فرعی اعراب دیا گیا۔

سوال : اگر تم نے ان کو اعراب بالحرف دینا ہی تھا تو کم سے کم تینوں حالتوں میں تین اعراب دے دیتے آپ نے تین اعراب کیوں نہیں دیئے؟

جواب : ہمارے پاس اعراب بالحرف تین تھے اب تثنیہ کو بھی دینا تھا اور جمع کو بھی اور اس کی دو صورتیں تھیں یا تو دونوں کو دے دیتے تو ایک دوسرے کا آپس میں التباس لازم آتا اگر ایک کو دے دیتے تو دوسرا محروم ہو جاتا اس لئے ہم نے انصاف کیا ہے کہ

اعراب بالحرف کوتقسیم کردیا حالت رفعی میں ''تثنیہ'' کوالف دے دیااور ''جمع'' کوواو دے دی باقی رہ گئی یاء وہ نصب اور جر دونوں حالتوں میں تثنیہ اور جمع کو دے دی البتہ فرق کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے کہ تثنیہ کے اندر یاء کے ماقبل کومفتوح کردیا گیا ہے اور جمع کے اندر یاء کے ماقبل کومکسور کردیا گیا ہے۔

سوال : اس کی کیاوجہ ہے کہ حالت رفعی میں تثنیہ کوالف اور جمع کوواو دیا اس کے برعکس کر لیتے ؟

جواب : ہم نے اسم کے قسیم فعل کو دیکھا تو فعل کے تثنیہ میں الف ضمیر فاعل کا ہوتا ہے اور جمع میں واو ضمیر فاعل تو ہم اسم کے تثنیہ وجمع کوفعل کے تثنیہ جمع کے ساتھ تشبیہ دینے کے لئے ہم نے ایسا ہی کیا کہ تثنیہ کوالف دے دیا اور جمع کوواو دے دی۔

سوال : ابھی تک ہم نے تقسیم اعراب میں یہ دیکھا ہے کہ نصب کو جر کے اور جر کونصب کے تابع کیا گیا ہے لیکن رفع کوکسی کے تابع نہیں کیا گیا اور نہ ہی رفع کے تابع کسی کو کیا گیا ہے اس کی کیاوجہ ہے؟

جواب : رفع عمدہ ہے اور نصب وجر فضلہ ہے تو عمدہ اور فضلہ تابع ومتبوع بن نہیں سکتے بخلاف نصب وجر کے دونوں فضلہ تھے اس لئے ان دونوں کو ہم تابع متبوع بناتے رہے اور بناتے رہیں گے۔

قوله : واعلم ان نون التثنية مكسورة ابدا ونون جمع السلامة مفتوحة ابدا و كلاهما تسقطان عند الاضافة تقول جاء نى غلامازيدٍ و مسلمومصرٍ

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بے شک نون تثنیہ کامکسور ہوتا ہے ہمیشہ اور نون جمع سالم کومفتوح ہوتا ہے ہمیشہ اور یہ دونوں گر جاتے ہیں وقت اضافت کے۔ کہے گا تو جاء نی غلامازیدٍ و مسلمومصرٍ۔

تشریح : اس عبارت میں دو قاعدوں کا بیان ہے قاعدہ اولیٰ کہ نون تثنیہ کا ہمیشہ مکسور ہوگا یعنی تینوں حالتوں میں اور نون جمع سالم مؤنث کا ہمیشہ مفتوح ہوگا۔

سوال : کیاوجہ ہے کہ نون تثنیہ کا ہمیشہ مکسور اور نون جمع کا ہمیشہ مفتوح کیوں ہوتا ہے؟

جواب : تثنیہ کا نون قائم مقام ہے نون تنوین کے اور تنوین حرف ساکن ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ الساكن اذا حرك حرك بالكسر اس لئے ہم نے نون تثنیہ کومکسور کردیا اور نون جمع کومفتوح اس لئے کردیا کہ جمع ثقیل تھا باعتبار معنے کے اور قاعدہ ہے الثقل يقتضى الخفة اور اخف الحرکات فتحہ تھی اس لئے نون جمع سالم کو ہمیشہ کے لئے مفتوح کردیا۔

قوله : السابع ان يكون الرفع بتقدير الضمة والنصب بتقدير الفتحة والجر بتقدير الكسرة ويختص بالمقصورة وهو مافى آخره الف مقصورة كعصا وبالمضاف الى ياء المتكلم غير جمع المذكر السالم كغلامى تقول هٰذا عصا وغلامى ورأيت عصا وغلامى ومررت بعصا وغلامى

ترجمہ: ساتویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ تقدیری ضمہ کے اور نصب ساتھ تقدیری فتحہ کے اور جر ساتھ تقدیری کسرہ کے اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ اسم مقصورہ کے اور اسم مقصورہ وہ اسم ہے کہ ہو اس کے آخر میں الف مقصورہ جیسے عصا اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ اس اسم کے جو مضاف ہو طرف یاء متکلم کے علاوہ غیر جمع مذکر سالم کے جیسے غلامی ۔ کہے گا تو ھذا عصا وغلامی ورأیت عصا وغلامی ومررت بعصا وغلامی ۔

تشریح : مصنف اعراب لفظی کے بیان کرنے کے بعد اعراب تقدیری کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کی تین قسمیں ہیں اور اسمائے متمکنہ کی باقی چار قسمیں رہ گئیں ہیں۔

اعراب کی ساتویں قسم : رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جر تقدیر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی دو قسموں کو دیا گیا ہے ① اسم مقصور اور اسم مقصورہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عصی ② غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف جیسے غلامی۔

سوال : ان دو قسموں کو اعراب تقدیری کیوں دیا گیا ہے اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : اسم مقصور کے آخر میں الف مقصورہ ہوتا ہے اب اس کو اعراب دینے کی دو صورتیں ہیں یا تو الف کو حذف کر دیا جائے یا باقی رکھا جائے اگر الف کو باقی رکھا جائے تو الف اعراب کو بالکل قبول کرتا ہی نہیں اور اگر الف کو حذف کر دیا جائے تو محل اعراب آخری حرف ہوتا ہے وہ باقی نہیں رہے گا اور غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف اس کو اعراب تقدیری اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے آخر میں یاء موجود ہے جو ماقبل میں کسرہ ہی کو چاہتی ہے اور کسرہ یاء کی مناسبت سے آچکا ہے تو محل اعراب یہی یاء کا ماقبل تھا جس پر کسرہ آچکا ہے لہٰذا جب اعراب لفظی نہیں دیا جا سکتا اعراب تقدیری دیا گیا ہے۔

قوله : الثامن ان يكون الرفع بتقدير الضمة والجر بتقدير الكسرة والنصب بالفتحة لفظا ويختص بالمنقوص وهو مافي آخره ياء ما قبلها مكسور كالقاضي تقول جاء ني القاضي ورأيت القاضي ومررت بالقاضي

ترجمہ : آٹھویں قسم یہ ہے کہ رفع ساتھ تقدیری ضمہ کے اور جر ساتھ تقدیری کسرہ اور نصب ساتھ فتحہ درانحالیکہ وہ فتحہ لفظی ہو اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ اسم منقوص کے اور اسم منقوص وہ اسم ہے کہ ہو اس کے آخر میں ایسی یاء جس کا ماقبل مکسور ہو جیسے القاضی کہے گا تو جاء نی القاضی ورأیت القاضی ومررت بالقاضی ۔

تشریح : **اعراب کی آٹھویں قسم** : اعراب کی آٹھویں قسم اسمائے متمکنہ کی پندرھویں قسم اسم منقوص کو دیا گیا ہے۔

سوال : اسکو یہ اعراب دو حالتوں میں تقدیری دیا گیا ہے اور ایک حالت نصب میں اعراب لفظی کیوں دیا گیا؟

جواب : چونکہ اسم منقوص کے آخر میں یاء ہے اور یاء پر کسرہ وضمہ ثقیل تھا اس لئے ان دونوں حالتوں میں اعراب تقدیری دیا گیا ہے اور چونکہ یاء پر فتحہ کا آنا ثقیل نہیں تھا اس لئے حالت فتحہ میں اعراب لفظی دے دیا گیا۔

قوله : التاسع ان يكون الرفع بتقدير الواو والنصب والجر بالياء لفظاويختص بجمع المذكر السالم مضافا الى ياء المتكلم تقول جاء نى مسلمى تقديره مسلموى اجتمعت الواو والياء والاولى منهما ساكنة فقبلت الواو ياءً وادغمت الياء فى الياء وابدلت الضمة بالكسرة لمناسبة الياء فصار مسلميَّ ورأيت مسلميَّ ومررت بمسلميَّ۔

ترجمہ : نویں قسم یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ تقدیری واؤ کے اور نصب اور جر ساتھ یاء کے درانحالیکہ وہ یاء لفظی ہو اور مختص کیا گیا ہے یہ اعراب ساتھ جمع مذکر سالم کے درانحالیکہ وہ مضاف ہو طرف یاء متکلم کے ۔ کہے گا تو جاء نی مسلمی اصل اس کی مسلموی تھی جمع ہوگئیں واؤ اور یاء اور پہلی ان دونوں میں سے ساکن تھی پس تبدیل کیا گیا واؤ کو یاء سے اور ادغام کیا گیا یاء کو یاء میں اور بدل دیا گیا ضمہ کو ساتھ کسرہ کے واسطے مناسبت یاء کے پس ہوگیا مسلمیَّ اور رأیت مسلمیَّ اور مررت بمسلمیَّ ۔

تشریح : اعراب کی نویں قسم : یہ اعراب اسمائے متمکنہ کی سولہویں قسم جمع مذکر سالم جو مضاف ہو یاء متکلم کی طرف اس کو دیا گیا ہے۔

سوال : جمع مذکر سالم مضاف الی یاء متکلم کو یہ اعراب کیوں دیا گیا یعنی رفع تو تقدیر واو کے ساتھ اور نصب و جر یا لفظی کے ساتھ؟

جواب : آپ نے ماقبل میں پڑھ لیا ہے کہ جمع مذکر سالم کا اعراب رفع واو کے ساتھ اور نصب و جر یا کے ساتھ ہوتا ہے اور چونکہ جمع مذکر سالم کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے واو یا سے بدل ہو چکی ہے اور باقی نہیں رہی تو اعراب رفع کی حالت میں واو کی تقدیر کے ساتھ دیا گیا ہے اور نصب و جر کی حالت میں چونکہ یاء موجود ہے یعنی ادغام کے بعد یاء باقی ہے اسی لئے حالت نصب اور جر میں اعراب لفظی دیا گیا ہے۔

بحث غیر منصرف

فصل : الاسم المعرب علی نوعین منصرف وھومالیس فیه سببان اوواحدٌ یقوم مقامھما من الاسباب التسعة کزید ویسمی الاسم المتمکن وحکمه ان یدخله الحرکات الثلاث مع التنوین تقول جاء نی زید ورأیت زیدا ومررت بزیدٍ وغیرمنصرف وھوما فیه سببان اوواحد منھا یقوم مقامھما والاسباب التسعة ھی العدل والوصف والتانیث والمعرفة والعجمة والجمع والترکیب والالف والنون الزائدتان ووزن الفعل وحکمه ان لایدخله الکسرة والتنوین ویکون فی موضع الجرمفتوحا ابدا تقول جاء نی احمدُ ورأیت احمدَ ومررت باحمدَ

ترجمہ : اسم معرب دوقسم پر ہے (ایک ان میں سے) منصرف اوروہ وہ اسم ہے کہ نہ ہوں اس میں دوسبب یا ایک سبب جوقائم مقام ہودو کے نواسباب میں سے جیسے زید اورنام رکھاجاتا ہے اس کا اسم متمکن اورحکم اس کا یہ ہے کہ داخل ہوتی ہیں اس پرتینوں حرکتیں سمیت تنوین کے۔ کہے گا توجاء نی زید......الخ اور (دوسراان میں سے) غیرمنصرف ہے وہ وہ اسم ہے کہ اس میں دو سبب ہوں یا ایک ان نو میں سے جوقائم مقام دو کے ہواوروہ نو اسباب یہ ہیں عدل اور وصف اورتانیث اورمعرفۃ اور عجمۃ اورجمع اور ترکیب اورالف اورنون زائدتان اوروزن فعل اورحکم اس (اسم غیرمنصرف) کا یہ ہے کہ نہیں داخل ہوتا اس پرکسرہ اورتنوین اورہوتا ہے جر کے موقع پرمفتوح ہمیشہ کہے گا توجاء نی احمدُ ورأیت احمدَ ومررت باحمدَ۔

تشریح : مصنف مقدمہ کی اس چوتھی فصل میں اسم معرب کی دوقسمیں بتارہے ہیں کہ اسم معرب دوقسم پر ہے منصرف وغیر منصرف۔

منصرف کی تعریف : وہ اسم معرب ہے جس میں منع صرف کے نوسببوں میں سے نہ تو دوسبب پائے جائیں نہ ہی ایک سبب قائم مقام دوسببوں کے پایا جائے اوراس کا دوسرا نام اسم متمکن بھی ہے متمکن بمعنی قوی کیونکہ یہ منصرف بھی تینوں حرکتوں اورتنوین کوقبول کرتا ہے اس وجہ سے قوی ہوا اسی مناسبت کی وجہ سے اس کا نام اسم متمکن رکھا گیا ہے۔

سوال : منصرف کوغیرمنصرف پرکیوں مقدم کیا گیا ہے؟

جواب : اصل اسماء میں منصرف ہوتا ہے توجب منصرف اصل تھا تواسی وجہ سے منصرف کوغیرمنصرف پرمقدم کیا گیا ہے۔

سوال : تعریف تووجودی ہوتی ہے یہاں پرعدمی چیز سے کیوں تعریف کی گئی ہے؟

جواب : تعریف سے مقصود کبھی توتصویرہوتی ہے یعنی غیرحاصل صورت کوحاصل کرنا اوریہ ذاتیات کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے

اور کبھی تعریف سے مقصود تمیز ہوتی ہے یعنی کسی چیز کو اس کے ماسوائے سے جدا کرنا۔ اور یہاں پر چونکہ امر ثانی مقصود تھا اسی وجہ سے آپکا اعتراض مندفع ہو جائے گا۔

سوال : ضربت میں دو سبب موجود ہیں وزن فعل اور تانیث لیکن یہ غیر منصرف نہیں؟

جواب : ہماری بحث اسم میں چل رہی جبکہ یہ فعل کی مثال ہے۔

سوال : پھر بھی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں حضار ، تمار پر صادق آتی ہے اس میں دو علتیں موجود ہیں علمیت و تانیت حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں؟

جواب : ہماری مراد اسم سے اسم معرب ہے جبکہ حضار ،،تمار یہ مبنی ہیں۔

سوال : قائمة اور ضاربة میں دو سبب موجود ہیں تانیث اور وصف اور ہے بھی اسم معرب لیکن پھر بھی غیر منصرف نہیں؟

جواب : سببان سے مراد سببان مؤثران ہیں کہ دو سبب مؤثر ہوں جبکہ یہ مؤثر نہیں ہیں۔

سوال : یہ تعریف نوح اور هود پر صادق آتی ہے کیونکہ اسم معرب بھی ہے اور اس میں دو سبب عجمہ اور علمیت موجود ہیں اور یہ مؤثر بھی ہیں اور یہ اسم معرب بھی ہیں لیکن یہ منصرف ہیں؟

جواب : یہاں ایک اور قید ہے مع استجماع شرائطها کہ ان اسباب کے مؤثر بننے کی جو شرائط ہیں وہ بھی موجود ہوں وہ یہاں موجود نہیں۔

سوال : آپ نے غیر منصرف کے حکم میں بیان کیا کہ اس پر کسرہ تنوین نہیں آتی حالانکہ بہت ساری مثالیں ہیں جہاں پر کسرہ و تنوین غیر منصرف داخل ہے جیسا کہ شعر ہے حضرت شافعیؒ کے امام اعظمؒ کی مدح میں۔

اعد ذكر نعمان لنا ان ذكره

هو المسك ما كررته يتضوع

اس میں نعمان غیر منصرف ہے علمیت اور الف نون زائدتان کی وجہ سے لیکن اس پر کسرہ و تنوین دونوں داخل ہیں اور قرآن مجید میں ہے سَلَاسِلَا و اغلالا میں سلاسلا پر تنوین داخل ہے؟

جواب : ضرورت شعری اور کلام میں تناسب اور مناسبت پیدا کرنے کے لئے غیر منصرف پر کسرہ و تنوین آسکتی ہے۔

فائدہ: منصرف کی دو قسمیں ہیں ① حقیقی ② جعلی

منصرف حقیقی کی تعریف گزر چکی ہے اور منصرف جعلی کے اسباب پانچ ہیں ① ضرورت شعری جیسے ماقبل میں شعر گزر چکا ہے۔ ② تناسب بین الكلمتين جیسے سلاسلا ③ تنکیر بعد علمیت جیسے لكل فرعون موسىٰ ④ الف لام کا دخول جیسے

وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدْ ⑤ غیر منصرف کی اضافت کرنے سے جیسے اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔

قولہ : اماالعدل فهو تغير اللفظ من صيغته الاصلية الى صيغة اُخرىٰ تحقيقااو رتقديرًا

ترجمہ: لیکن عدل پس وہ تبدیل ہونا ہے لفظ کا اپنی اصل شکل سے دوسری شکل کی طرف تحقیقا یا تقدیرا

تشریح : اب مصنفؒ اسباب منع صرف کی تفصیل شروع فرما رہے ہیں سب سے پہلے عدل کو مقدم کیا۔

سوال : عدل کو باقی اسباب پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : عدل کیونکہ سبب بنتا تھا بغیر کسی شرط کے اور باقی اسباب سبب بنتے تھے شرط کے ساتھ اسی وجہ سے عدل کو مقدم کیا۔

سوال : مصنف نے عدل کی تعریف کی باقی اسباب کی نہیں کی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : عدل کی تعریف چونکہ غیر معروف وغیر مشہور تھی جبکہ باقی اسباب کی تعریف معروف ومشہور تھی اس لئے مصنف نے اس کی تعریف کو ذکر کیا اور باقی اسباب کی تعریف کو ترک کر دیا۔

عدل کی تعریف : عدل کا لغوی معنی پھیرنا ہے لیکن یہاں عدل بمعنی معدول ہے پھیرا ہوا تبدیل شدہ۔

اصطلاحی معنی وتعریف : تبدیل ہونا اسم کا اپنی اصل شکل سے دوسری شکل کی طرف۔

سوال : یہ تعریف اسمائے مشتقہ پر صادق آتی ہے جیسے ضارب ، مضروب اپنی اصل شکل ضرب سے تبدیل ہو چکے ہیں حالانکہ ان میں عدل نہیں؟

جواب : ہم نے کہا صرف صورت بدلے معنی نہ بدلے اور مشتقات کے اندر معنی بدل چکا ہے۔

سوال : پھر بھی یہ تعریف درست نہیں ید اور دم پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ اپنی شکل وصورت بدل چکے ہیں کیونکہ ان کا اصل یدو اور دمو تھا حالانکہ ان میں عدل نہیں پایا جاتا؟

جواب : تغیر سے مراد فقط صورت کا تغیر ہے مادہ کا تغیر مراد نہیں اور اس میں تو مادہ تبدیل ہو چکا ہے۔

سوال : یہ تعریف پھر بھی دخول غیر سے مانع نہیں کہ مقول ، مرمی یعنی مغیرات قیاسیہ پر صادق آتی ہے کہ وہ بھی اپنی اصل شکل سے بدل چکے ہیں؟

جواب : تغیر سے مراد تغیر غیر قیاسی ہے یعنی اسم اپنی اصل شکل سے تبدیل ہوا ہو بغیر قانون صرفی کے اور یہاں قاعدہ قانون صرفی سے تبدیل ہے تو اب ان شرائط سے عدل کی تعریف یوں ہو جائے گی تحويل الاسم من حالة الى حالة اخرى مع بقاء المادة الاصلية والمعنىٰ الاصلی بلا قانون صرفی۔

عدل کی دو قسمیں ہیں ① تحقیقی ② تقدیری

عدل تحقیقی : مایوجد فیه دلیل علی وجود الاصل سوامنع صرف، عدل تحقیقی وہ ہے جس کے اصل پر اور معدول عنہ پر غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود ہو۔

عدل تقدیری: عدل تقدیری مالم یوجد فیه دلیل علی وجود الاصل عدل تقدیری وہ ہے جس کے اصل اور معدول عنہ پر غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود نہ ہو۔

عدل تقدیری کی مثال : عمر، زفر یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ دوسبب موجود ہیں عدل وعلم اور یہ مثالیں عدل تقدیری کی ہیں کیونکہ ان کے اصل پر غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ کوئی دلیل موجود نہیں اس لئے کہ کلام عرب میں عمر و زفر کو غیر منصرف پڑھا جا رہا ہے نحویوں نے سوچا کہ سبب تو ایک علمیت والا ہے دوسرا سبب نہیں حالانکہ غیر منصرف کے لئے دوسبب کا ہونا ضروری ہے تو انہوں نے اس میں عدل کو فرض کرلیا کہ عمر کا اصل عامر اور زفر کا اصل زافر اس کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ اس کے اصل پر کوئی دلیل موجود نہیں۔

عدل تحقیقی کی مثال : ثلاث و مثلث یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ دوسبب موجود ہیں وصف وعدل اور ان میں عدل تحقیقی ہے کیونکہ ان کے اصل پر غیر منصرف پڑھنے پر دلیل موجود ہے کہ انکا اصل ثلاثه و ثلاثة اور مثلث کا اصل بھی ثلاثه ثلاثة ہے دلیل یہ ہے کہ اس کا معنی ہے تین، تین اور مثلث کا معنی بھی ہے تین، تین جب ان کے معنی میں تکرار ہے تو لفظ میں بھی تکرار ہوگا کیونکہ قاعدہ ہے تکرار معنی دلالت کرتا ہے تکرار لفظ پر لہٰذا یہ عدل تحقیقی کی مثالیں ہوئیں۔

اخر یہ بھی غیر منصرف ہے اس لئے کہ دوسبب موجود ہیں عدل اور وصف اور یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ اس کے اصل پر بھی غیر منصرف کے علاوہ دلیل موجود ہے وہ یہ ہے کہ اخر مؤنث ہے اخریٰ کا اور اخریٰ مؤنث ہے اٰخر کی آخر اسم تفصیل ہے اور اسم تفصیل کا استعمال تین طریقوں سے ہے ① الف لام کے ساتھ ② من کے ساتھ ③ اضافت کے ساتھ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں کسی ایک طریقے کے ساتھ مستعمل نہیں تو یہ معدول ہے الاخر سے یا اخر من سے۔

سوال : اضافت سے تم نے معدول کیوں نہیں بنایا؟

جواب : اضافت سے معدول بنایا جائے تو مضاف الیہ کو حذف ماننا پڑے گا اور مضاف الیہ کے حذف کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ جب مضاف الیہ حذف کیا جائے تو اس کے عوض تین امور میں سے ایک امر ضرور ہوگا ① یا تو مضاف پر تنوین لائی جاتی ہے مضاف الیہ کے عوض جیسے حینئذ یومئذ ② مضاف مبنی برضمہ کردیا جاتا ہے جیسے قبل بعد ③ مضاف کا تکرار کردیا جاتا ہے جیسے یاتیم تیم عدی

وجمع یہ بھی غیر منصرف ہے اس لئے کہ دوسبب موجود ہیں عدل اور وصف اور یہ بھی عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ اس کے اصل پر

غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ دلیل موجود نہیں کہ اصل جمع یا جماعیٰ یا جمعوات ہے یہ اس سے معدول ہو چکا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ جمع جمع ہے جمعاء کی جمعاء فعلاء کے وزن پر ہے اور فعلا کی دو قسمیں ہیں ① اسمی ② صفتی فعلاء وصفی کی جمع فعل کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حمر آتی ہے ۔فعلاء اسمی کی جمع فعالیٰ یا فعلوات آیا کرتی ہے جیسے صحراء کی جمع صحاری یا صحروات آیا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ نہ فعل کے وزن پر ہے نہ فعالیٰ نہ فعلوات کے وزن پر لہٰذا یہ اسی میں سے کسی سے معدول ہے۔

قولہ : ولایجتمع مع وزن الفعل اصلا ویجتمع مع العلمیة کعمروزفرومع الوصف کثُلاث ومَثْلث واُخَرَ وجُمَعَ

ترجمہ: اور (عدل) نہیں جمع ہوتا سمیت وزن فعل کے بالکل اور جمع ہوتا ہے ساتھ علمیت کے جیسے عمر اور زفر اور ساتھ وصف کے جیسے ثلاث اور مثلث اور اخر اور جمع ۔

تشریح : یہاں سے ضابطے کا بیان ہے کہ عدل وزن فعل کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوسکتا۔

سوال : عدل وزن فعل کے ساتھ جمع کیوں نہیں ہوسکتا؟

جواب : اوزان عدل صرف چھ ہیں اور وزن فعل ان چھ وزنوں میں سے کسی پر نہیں آیا کرتا۔ اور وہ چھ وزن یہ ہیں ① فعال جیسے ثلاث ② مفعل جیسے مثلث ③ فعل جیسے عمر اخر ④ فعل جیسے امس ⑤ فعل جیسے سحر ⑥ فعال جیسے قتام ۔

قولہ : اما الوصف فلایجتمع مع العلمیة اصلًا وشرطه ان یکون وصفا فی اصل الوضع فاسود وارقم غیر منصرف وان صار اِسمَین للْحیة لاصالتهما فی الوصفیة

ترجمہ: لیکن وصف پس نہیں جمع ہوتی ساتھ علمیت کے بالکل اور شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ وصف اصل وضع میں پس اسود اور ارقم غیر منصرف ہیں اگر چہ ہو چکے ہیں نام سانپ کے بسبب اصل ہونے ان کے وصفیت میں۔

دوسرا سبب وصف : وصف کا لغوی معنی تعریف کرنا اور اصطلاح میں دو معنے کے لئے آتی ہے

① وصف ایسا تابع ہے جو اپنے متبوع کے معنے پر دلالت کرے جیسے جاء نی رجل عالم ۔

② وصف جس کی دلالت ایسی ذات مبہم پر ہو جس میں کسی صفت کا لحاظ کیا گیا ہو۔ جیسے احمر پہلی قسم معرفہ ونکرہ دونوں ہوسکتی ہے اور دوسری قسم صرف نکرہ ہوسکتی ہے اور یہاں پر وصف سے مراد معنی ثانی ہے۔

سوال : مصنف نے قاعدہ بیان کیا کہ وصف علم کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوسکتی اس کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : وصف کی دلالت ہوتی ہے ذات مبہم پر اور علم کی دلالت ہوتی ہے ذاتِ معین پر اور یہ بات ظاہر ہے کہ تعین اور ابہام میں

تضاد اور منافات ہے اور جن چیزوں کے درمیان تضاد اور منافات ہو وہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

شرطه ان یکون وصفا وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وصف اصلی وضعی ہو یعنی وصف کی دو قسمیں ہیں ① وصف اصلی ② وصف عارضی

وصف اصلی وضعی : جس کو واضع نے وصف ہی کے لئے وضع کیا ہو جیسے اسود اور ارقم یہ غیر منصرف ہیں اس لئے کہ اس میں دو سب موجود ہیں وصف اور وزن فعل۔

وان صارا اسمین للحیة لاصالتهما فی الوصفیة یہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : کہ اسود، ارقم تو سانپوں کے نام ہو چکے ہیں آپ نے اس میں وصفیت کا کیسے اعتبار کیا ہے؟

جواب : اعتبار اصل اور وضع کا ہوا کرتا ہے استعمال کا نہیں اور چونکہ ان دونوں کی وضع وصفیت والے معنے کے لئے ہے لہٰذا ہم اس میں وصفیت کا اعتبار کر کے غیر منصرف پڑھیں گے۔

قوله : وَاَربعٌ فی مررتُ بنسوةٍ اربعٍ منصرف مع انه صفة ووزن الفعل لعدم الاصالة فی الوصفية

ترجمہ : اور اربع، مررت بنسوة اربع میں یہ منصرف ہے باوجود اس کے کہ یہ وصف اور وزن فعل ہے بوجہ نہ ہونے اصل کے وصفیت میں۔

تشریح : یہ احترازی مثال کا بیان ہے کہ مررت بنسوة اربع میں لفظ اربع منصرف ہے حالانکہ دو سبب موجود ہیں صفت بھی ہے اور وزن فعل بھی لیکن چونکہ وصف کے لئے شرط تھی کہ وصف اصلی وضعی ہو اور اس میں وصف عارضی ہے وصف اصلی نہیں کیونکہ لفظ اربع اسمائے عدد میں سے ہے جن کی وضع مراتب معینہ کے لئے ہوا کرتی ہے نہ کہ وصف کے لئے۔

قوله : اماالتانیث بالتاء فشرطه ان یکون علمًا کطلحةَ

ترجمہ: لیکن تانیث بالتاء پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ علم جیسے طلحة ۔

تشریح : اسباب منع صرف میں سے تیسرا سبب تانیث ہے تانیث کی چار قسمیں ہیں ① تانیث بالتاء جس کو تانیث لفظی بھی کہا جاتا ہے ② تانیث معنوی ③ تانیث بالف مقصورہ ④ تانیث بالف ممدودہ

سب سے پہلے مصنف تانیث بالتاء تانیث لفظی کو بیان کرنا چاہتے ہیں تانیث لفظی کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ علم ہو۔

سوال : آپ نے تانیث لفظی کے لئے شرط لگائی کہ علمیت ہو حالانکہ ظلمته اس میں تانیث لفظی موجود ہے علمیت نہیں؟

جواب : علمیت کی شرط تانیث لفظی کے موجود ہونے کے لئے نہیں بلکہ تانیث لفظی کا غیر منصرف کے سبب اور مؤثر بننے کے لئے

شرط ہے۔
اسی طرح یاد رکھیں کہ شرط جو بھی اسباب کے لئے آ رہی ہے وہ ان اسباب کے موجود ہونے کے لئے نہیں بلکہ ان اسباب کے مؤثر اور سبب بننے کے لئے ہوگی۔

سوال : تانیث لفظی کے لئے علمیت کی شرط کیوں لگائی ہے؟

جواب : تانیث لفظی عارضی چیز ہے اور عارضی چیز محل زوال میں ہوتی ہے تو علمیت کی وجہ سے تانیث لازم ہو جائے گی کیونکہ قاعدہ ہے الاعلام لاتتغیر بقدر الامکان کہ علم حتیٰ الامکان تغیر تصرف سے محفوظ ہوتے ہیں مثال طلحة یہ غیر منصرف ہے اس لئے کہ دو سبب موجود ہیں علمیت و تانیث لفظی۔

قوله : وكذلك المعنوى ثم المعنوى ان كان ثُلا ثياساكن الاوسط غيراعجمى يجوز صرفه وتركه لاجل الخفة ووجود السببين كهند والايجب منعه كزينب وسقروماهَ وجورَ۔

ترجمہ: اور اسی طرح معنوی ہے پھر معنوی اگر ہو ثلاثی ساکن الاوسط غیر اعجمی جائز ہے اس کا انصراف (منصرف کرنا) اور ترک انصراف (غیر منصرف کرنا) بسبب خفت کے اور بوجہ موجود ہونے دو سببوں کے جیسے ھند اور اگر (ثلاثی ساکن الاوسط غیر عجمی نہیں) تو واجب ہے اس کا منع صرف جیسے زینب اور سقر اور ماہ اور جور۔

تشریح : تانیث کی دوسری قسم تانیث معنوی کے غیر مصرف کے سبب بننے کے لئے دو شرطوں کا بیان ① علمیت ② احد الامور الثلاثه یعنی تین امور میں سے کوئی امر پایا جائے ① زائد علی الثلثة جیسے زینب ② ثلاثی متحرکه الاوسط ہو جیسے سقر ③ عجمہ ہو جیسے ماہ وجور یہ ساری مثالیں غیر منصرف ہیں کیونکہ دو سبب موجود ہیں علمیت اور تانیث معنوی اور اگر علمیت والی شرط پائی جائے دوسری شرط نہ پائی جائے یعنی تانیث معنوی والا کلمہ زائد علی الثلث نہ ہو بلکہ ثلاثی ہو پھر ثلاثی متحرک الا وسط نہ ہو ساکن الاوسط ہو اور عجمہ نہ ہو غیر عجمہ ہو تو اس کو منصرف پڑھنا بھی جائز ہے لاجل الخفة کیونکہ وہ کلمہ خفیف ہے جبکہ غیر منصرف ثقل کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے اور غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ دو سبب موجود ہیں خلاصہ یہ نکلا کہ تانیث معنوی کا غیر منصرف کا جوازی طور پر سبب بننے کے لئے ایک شرط ہے علمیت اور وجوبی طور پر سبب بننے کے لئے دو شرطیں ① علمیت ② احد الامور الثلاثہ۔

سوال : تم نے تانیث معنوی کے لئے یہ دو شرطیں کیوں لگائی ہیں؟

جواب : علمیت کی شرط کی علت تو آپ نے پڑھ لی ہے اور دوسری شرط احد الامور الثلثة یہ شرط اس لئے لگائی کہ جو کلمہ مؤنث معنوی ہو اور یہ تینوں امور نہ پائے جائیں تو اس میں کمال درجے کی خفت ہوا کرتی ہے جیسے ھند حالانکہ غیر منصرف کے

سبب بننے کیلئے ثقل وقوت ضروری ہوتی ہے تو ان امور ثلاثہ سے ثقل وقوت پیدا ہو جائے گی اس لئے یہ دوسری شرط لگائی احـــد الامور الثلثة کی۔

قولہ : والتانيث بالالف المقصورة كحبلىٰ والممدودة كحمراء ممتنع صرفهما البتة لان الالف قائم مقام السببين التانيث ولزومه

ترجمہ: اور تانیث ساتھ الف مقصورہ کے جیسے حبلی (حاملہ عورت) اور ساتھ الف ممدوہ کے جیسے حمراء (سرخ عورت) ممتنع ہے منصرف ہونا ان دونوں کا یقیناً اس لئے کہ الف قائم مقام ہے دوسببوں کے ایک تانیث اور دوسرا اس (تانیث) کا لازم ہونا۔

تشریح : تانیث کی تیسری قسم تانیث بالف مقصورہ جیسے حبلیٰ چوتھی قسم تانیث بالف ممدودہ جیسے حمراء یہ ہمیشہ غیر منصرف ہوں گے ان کے سبب بننے کے لئے کوئی شرط نہیں اور یاد رکھیں کہ تانیث بالف مقصورہ اور تانیث بالف ممدودہ یہ ایک ہی سبب قائم مقام دوسبب کے ہوا کرتے ہیں۔ الف مقصورہ یہ تانیث بالف یہ ایک سبب قائم مقام دوسبب کے اس لئے ہے کہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ میں خوبی ہے جس کلمہ پر آجائیں اس کلمہ کو لازم ہو جاتے ہیں خواہ وقف کی حالت ہو یا غیر وقف کی حالت اس کے ساتھ ہی رہتے ہیں جیسے حبلیٰ اور حمراء ہیں بخلاف تاء تانیث کے کہ وہ وقف کی حالت میں ھا بن جاتی ہے جیسے ضاربة سے ضاربہ تو گویا کہ اس میں دوسبب ہو گئے ایک تانیث دوسرا لزوم تانیث اسی وجہ سے یہ دوسببوں کے قائم مقام ہوا کرتا ہے۔

قولہ : اماالمعرفة فلا يعتبر فى منع الصرف منها الّا العلميّة وتجتمع مع غير الوصف

ترجمہ: لیکن معرفہ پس نہیں اعتبار کیا گیا منع صرف میں اس (معرفہ) سے مگر علمیت اور جمع ہو جاتا ہے ساتھ غیر وصف کے۔

اسباب منع صرف میں سے چوتھا سبب معرفۃ ہے۔

تشریح : **سوال** : معرفہ تو ذات ہے حالانکہ یہ تمام اسباب اوصاف ہوتے ہیں نہ کہ ذات تو اس کو غیر منصرف کا سبب کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

جواب : معرفہ مصدر ہے بمعنی تعریف لہٰذا وصف بن کر اس کا سبب بننا بھی درست ہو گیا معرفہ کی اقسام سات ہیں لیکن ان میں سے غیر منصرف کا سبب فقط علم ہے یا یوں کہو کہ معرفہ کا سبب بننے کے لئے شرط ہے کہ علم ہو۔

سوال : معرفہ کی باقی چھ قسمیں غیر منصرف کا سبب کیوں نہیں بنتی؟

جواب : اسمائے مضمرات، اشارات وموصولات یہ تینوں مبنی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو مبنی ہو وہ معرب غیر منصرف کا سبب ہرگز بن سکتا نہیں ہے کیونکہ ایک ضد دوسری ضد کے لئے سبب نہیں بن سکتی اور معرف باللام اور بالاضافت ہو تو غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کر دیتے ہیں وہ غیر منصرف کا سبب کیسے بن سکتے ہیں۔ باقی رہا منادیٰ تو اس کو نحات نے معرف

باللام کے تحت داخل کیا ہے۔

وتجتمعمع غیر الوصف یہ علم تمام اسباب کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے سوائے وصف کے اس کی علت ہم نے ماقبل میں بیان کردی۔

قولہ : اما العجمة فشرطها ان تکون عَلَمًا فی العجمة وزائدة علی ثلاثة احرف کابراهیم او ثلاثیا متحرك الاوسط کشَتَرَ فلِجام منصرف لعدم العلمیة ونوحٌ منصرف لسکون الاوسط

ترجمہ : لیکن عجمہ پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہووہ علم (لغت) عجمی میں اور زائد ہو تین حرفوں پر جیسے ابراهیم یا تین حرفی متحرک الاوسط ہو جیسے شتَرَ پس لجام منصرف ہے واسطے نہ ہونے علمیت کے اور نوح بھی منصرف واسطے ساکن ہونے اوسط کے۔

تشریح : عجمہ کا لغوی معنی ہے کند زبان ہونا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ لفظ ان الفاظ میں سے ہونا جس کو غیر عرب نے وضع کیا ہو عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں ① علمیت ② احد الامرین یعنی کلمہ وہ عجمہ زائد علی الثلث ہو جیسے ابراهیم یا ثلاثی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر۔

سوال : عجمہ میں علمیت کی شرط کیوں لگائی؟

جواب : عرب کی یہ عادت ہے جس لفظ کا تلفظ دشوار سمجھتے ہیں اس میں تغیر تصرف کر دیتے ہیں لہٰذا جب عجمی لفظ عربی کی طرف منتقل ہوا یہ بھی ثقیل تھا اس میں بھی انہیں تغیر وتصرف کرنا تھا تو ان کے تغیر وتصرف سے محفوظ رکھنے کے لئے علمیت کی شرط لگادی تاکہ ثقل باقی رہے۔ ثقل کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جاتا ہے۔

سوال : قالون عجمی زبان میں علم نہیں تھا کیونکہ یہ لغت روم زبان میں ہر عمدہ چیز کو کہا جاتا ہے لیکن جب یہ عربی کی طرف منتقل ہوا تو یہ قاری کا نام بن گیا کیونکہ اس کی قرآت بہت عمدہ ہوتی تھی تو اس کو منصرف ہونا چاہیے تھا لیکن یہ غیر منصرف ہے؟

جواب : عجمہ میں علمیت سے مراد عام ہے خواہ حقیقتاً عجمہ میں علم ہو یا حکماً علم ہو

حقیقتاً کی مثال : ابراهیم۔

حکماً کی مثال : قالون اور حکماً عجمہ میں علم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لغت عجمیہ میں اگرچہ علم نہیں تھا لیکن جب عربیت کی طرف منتقل ہوا تو بغیر تغیر وتصرف کے وہ علم رکھ دیا گیا تو جس طرح وہ علم حقیقی تغیر وتصرف سے محفوظ تھا اسی طرح یہ بھی محفوظ ہوا ثقل باقی رہا جس کی تفصیل یہ ہے کہ عجمہ میں علم ہونے کی تین صورتیں ہیں

① عجمہ میں ہی علم ہو اور بعد از انتقال بھی علم ہو جیسے ابراهیم۔

② عجمہ میں علم تو نہ ہو لیکن بعد از انتقال الی العرب بغیر تغیر وتصرف کے علم ہو گیا جیسے قالون۔ ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ غیر منصرف

کا سبب بنیں گے۔

③ نہ عجمہ میں علم ہو اور نہ وقت انتقال علم ہو بلکہ تغیر وتصرف کے بعد علم رکھ دیا جائے تو یہ منصرف ہوگا۔

فلِجام منصرف لعدم العلمية و نوحٌ منصرف لسكون الاوسط یہ دو احترازی مثالیں فلجام یہ پہلی شرط کی احترازی مثال ہے لجام یہ منصرف ہے اس لئے کہ اس میں پہلی شرط علمیت والی نہیں پائی جاتی اور نوح منصرف ہے اس لئے کہ اس میں دوسری شرط کلمہ زائد علی الثلث ہو ثلاثی متحرک الاوسط ہو وہ نہیں پائی جاتی کیونکہ یہ ثلاثی ساکن الاوسط ہے۔

قوله : اما الجمع فشرطه ان يكون على صيغة منتهى الجموع وهو ان يكون بعد الف الجمع حرفان كمساجد او حرف مشدد مثل دوابّ او ثلاثة احرف اوسطها ساكن غير قابل للهاء كمصابيح فصياقلة وفرازنة منصرف لقبولهما الهاء

ترجمہ : لیکن جمع پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہو وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور وہ یہ ہے کہ الف جمع کے بعد دو حرف ہوں جیسے مساجد یا ایک حرف مشدد ہو جیسے دواب یا ایسے تین حرف ہوں کہ درمیانی ان کا ساکن ہو درانحالیکہ وہ نہ قبول کرنے والا ہو ھاء کو جیسے مصابیح پس صیاقلة اور فرازنة منصرف ہیں واسطے قبول کرنے ان دونوں کے ہاء کو۔

تشریح : مصنف اسباب منع صرف میں سے چھٹا سبب جمع بیان کر رہے ہیں جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں ① کہ وہ منتہی الجموع کے وزن پر ہو اور جمع منتہی الجموع کے کل وزن تین ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے دو حرف مفتوح اس کے بعد الف جمع اس کے بعد ایک حرف ہو تو مشدد جیسے دواب اگر دو ہوں تو پہلا مکسور دوسرا حسب عمل جیسے مساجد اگر تین ہوں تو پہلا مکسور دوسرا ساکن اور تیسرا حسب عامل ہوگا جیسے مصابیح۔

یاد رکھیں ! جمع کی دو قسمیں ① جمع الجمع حقیقی ② جمع الجمع تقدیری

جمع جمع حقیقی : وہ جو جمع کی جمع لائی گئی ہو جیسے اکالب جمع ہے اکلب کی اور اکلب جمع ہے کلب کی اور اسی طرح اناعیم جمع ہے انعام کی اور انعم جمع ہے نعم کی اور جمع الجمع تقدیری کا مطلب جمع کی جمع نہ لائی گئی ہو لیکن منتہی الجموع کے وزن پر ہو جس طرح مساجد جمع ہے مسجد کے جو کہ مفرد سے لائی گئی ہے لیکن اکالب کے وزن پر ہے اور مصابیح مصباح کی جمع ہے جو کہ مفرد سے لائی گئی ہے لیکن اناعیم کے وزن پر ہے اس کو بھی جمع منتہی الجموع و جمع اقصیٰ کہا جاتا ہے۔

سوال : تم نے جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے جمع منتہی الجموع کی شرط کیوں لگائی ہے؟

جواب : تاکہ جمع تغیر وتبدل سے محفوظ ہو کیونکہ جمع منتہی الجموع کے بعد اور جمع نہیں بن سکتی اسی وجہ سے اس کو جمع اقصیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے شرط لگائی۔

سوال : آپ نے کہا کہ جمع منتہی الجموع کے بعد اور جمع نہیں بنائی جاسکتی ہم دیکھاتے ہیں جس طرح حدیث میں ہے ان کـن صواحبات یوسف اس میں صواحبات یہ جمع لائی گئی ہے صواحب کی حالانکہ صواحب تو جمع منتہی الجموع ہے؟

جواب : یہاں پر جمع تکسیر کی نفی کی گئی ہے کہ جمع تکسیر جمع اقصیٰ کے بعد نہیں لائی جاسکتی اور آپ نے جو مثال پیش کی وہ جمع سالم کی ہے اس کی ہم نے نفی نہیں کی۔

سوال : آپ نے جمع منتہی الجموع کے دو ہی وزن بتائے جن میں فواعل اور فعالل خارج ہو جاتے ہے جس طرح ضوارب اور جعافر حالانکہ وہ بھی منتہی الجموع میں داخل ہیں؟

جواب : وزن تین قسم پر ہے وزن صرفی ،وزن عروضی، وزن صوری۔

وزن صرفی : کہ وزن اور موزون میں تعداد حروف اور حرکات وسکنات کا لحاظ کیا گیا ہو اور اصلی اور زائد کا لحاظ بھی ہو جیسے مساجد بروزن مفاعل۔

وزن صوری کا مطلب یہ کہ وزن اور موزون میں تعداد حروف وسکنات اور حرکات کا لحاظ ہو لیکن اصلی اور زائد کا لحاظ نہ کیا گیا ہو جیسے ضوارب بروزن مفاعل۔

وزن عروضی کا مطلب یہ کہ وزن اور موزون تعداد حروف حرکات وسکنات کا لحاظ کیا گیا ہو اور نمونہ حرکات کا لحاظ کیا گیا ہو لیکن اس بات کا لحاظ نہ ہو کہ اصلی کے مقابلے میں اصلی ہو جیسے ضارب بروزن فعول اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہاں وزن صوری مراد ہے۔

لہٰذا اکـالـب کا وزن باعتبار وزن صوری کے مفاعل اور انـاعیم کا وزن مفاعیل ہوگا دوسری شرط کہ ایسی تاء کو قبول نہ کرے جو وقف کی حالت میں ھا بن جائے۔

سوال : یہ شرط کیوں لگائی؟

جواب : جو جمع ایسی تاء کے ساتھ آئے جو وقف کی وجہ سے ھـا بن جائے تو اس جمعیت میں ضعف آجاتا ہے کیونکہ وہ مفرد کے ہم وزن ہو جایا کرتی ہے جیسے فرازنۃ منصرف ہے کیونکہ اس میں تاء موجود ہے جو وقف میں ھا بن جایا کرتی ہے۔

قولـه : **وهـوايـضا قائم مقام السببين الجمعيّة ولزومها وامتناع ان يجمع مرّة اخرىٰ جمع التكسير فكانه جمع مرتين**

ترجمہ : اور وہ بھی قائم مقام ہے دو سببوں کے ایک ان میں سے جمعیت ہے اور دوسرا اس (جمعیت) کا لازم ہونا اور ممتنع ہے کہ جمع بنائی جائی دوسری مرتبہ جمع مکسر پس گویا کہ یہ جمع بنائی گئی ہے دو مرتبہ۔

مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں تانیث بالف کی طرح جمع بھی قائم مقام دوسببوں کے ہے ایک سبب تو اس میں جمعیت ہے دوسرا سبب اسکا لزوم جمعیت ہے کہ اس کے بعد دوسری جمع مکسر نہیں بنائی جاسکتی کہ گویا کہ دوسبب یہ ہوگی ایک جمعیت مطلقہ دوسرا ایسی جمع کے وزن پر ہونا جس کے بعد پھر جمع تکسیر نہیں لائی جاسکتی تو یہ جمع دوسبب کے قائم مقام ہوگی۔

قولہ : اماالتركيب فشرطه ان يكون عَلما بلا اضافة ولااسناد كبعلبك فعبد الله منصرف ومعديكرب غير منصرف وشاب قرناهامبنىٌّ

ترجمہ: لیکن ترکیب پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہووہ علم بغیر اضافت اور بغیر اسناد کے جیسے بعلبك پس عبدالله منصرف ہے اور معدیکرب غیر منصرف ہے اور شاب قرناها مبنی ہے ۔

تشریح : ساتواں سبب ترکیب : ترکیب کا لغوی معنی ہے مرکب کرنا اور اصطلاحی معنی دو کلموں کو ایک کلمہ بنانا اس طور پر کہ ان دو جزؤں میں سے کوئی جزء حرف نہ ہو اور ان دونوں کلموں کا حکم ایک ہو۔ترکیب کا غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں پہلی شرط علمیت ہے دوسری شرط کہ مرکب اضافی اور مرکب اسنادی نہ ہو۔

سوال : یہ دو شرطیں کیوں لگائیں؟

جواب : علمیت کی شرط کی وجہ کئی مرتبہ بتاچکے ہیں کہ ترکیب عارضی چیز ہے اس کو تغیر وتصرف سے محفوظ رکھنے کے لئے علمیت کی شرط لگادی ہے باقی دوسری شرط مرکب اضافی نہ مرکب اسنادی نہ ہو۔مرکب اضافی کی نفی کی وجہ یہ ہے کہ اضافت غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کردیتی ہے تو یہ سبب کس طرح بن سکتی ہے اور مرکب اسنادی کی نفی اس لئے کی جو علم مشتمل ہو اسناد پر وہ مبنی ہوا کرتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مبنی غیر منصرف کا سبب نہیں بن سکتا جیسے مرکب اضافی کی مثال عبدالله یہ منصرف اور مرکب اسنادی کی مثال شاب قرنا ها تھا یہ ایک عورت کا نام ہے جسکی دونوں گیسو سفید ہوگئے تھے معنی سفید ہونا اور قرناها یہ تثنیہ قرن بمعنی گیسو کے ہے۔

سوال : جس طرح مرکب اضافی واسنادی سبب نہیں بنتا اس طرح مرکب توصیفی اور مرکب بنائی اور مرکب صوتی بھی سبب نہیں بن سکتے ان کی بھی نفی کرنی چاہیے تھی ان کی نفی کیوں نہیں کی؟

جواب : مرکب توصیفی کی نفی مرکب اضافی کے تحت ہوگئی ہے کیونکہ جس طرح مرکب اضافی کی دوسری جزء اول کے لئے قید ہے اس طرح مرکب توصیفی کے اندر جز ثانی اول کے لئے قید ہے اور مرکب بنائی اور صوتی کی نفی مرکب اسنادی کے ضمن میں ہوگئی ہے کہ وہ جس طرح مرکب اسنادی مبنی ہونے کی وجہ سے سبب نہیں بن سکتی اسی طرح مرکب بنائی اور مرکب صوتی بھی مبنی ہونے کی وجہ سے سبب نہیں بن سکتے اس لئے مصنف نے صراحت نہیں کی مثل بعلبك یہ غیر منصرف ہے اس میں دوسبب موجود ہیں ایک علمیت

دوسرا مرکب منع صرف۔

قولہ : اما الالف والنون الزائدتان ان کانتا فی اسم فشرطه ان یکون عَلما کعمران وعثمان فسعدان اسم نبت منصرف لعدم العلمية وان کانتا فی صفة فشرطه ان لایکون مؤنثه علی فُعْلا نة کسکران فند مان منصرف لوجود نَدْمانة

ترجمہ: لیکن الف اورنون زائدتان اگرہوں یہ دونوں اسم میں پس شرط اس کی یہ ہے کہ ہووہ علم جیسے عمران اورعثمان پس سعدان جوایک بوٹی کا نام ہے منصرف ہے واسطے نہ ہونے علمیت کے اور اگر ہوں یہ دونوں صفت میں پس شرط اس کی یہ ہے کہ نہ ہواس صفت کی مؤنث فعلانة کے وزن پر جیسے سکران پس ندمان منصرف ہے واسطے موجود ہونے ندمانة کے۔

تشریح : آٹھواں سبب الف نون زائدتان: الف نون زائدتان کی دوصورتیں ہیں۔

پہلی صورت : الف نون زائدتان اسم میں ہواس کے لئے شرط علمیت ہے جیسے عمران و عثمان اس میں دوسبب موجود ہیں علم، والف نون زائدتان **احترازی مثال** سعدان یہ منصرف ہے کیونکہ اس میں علمیت والی شرط موجود نہیں۔

سوال : الف نون زائدتان کے لئے علمیت کی شرط کیوں لگائی؟

جواب : کہ الف نون زائدتان کلمے کے آخر میں ہوتے ہیں اور کلمہ کا آخر تغیر کے لئے محل ہوتا ہے تو علمیت کی شرط لگا کر ان کی زیادتی کوکلمہ کے ساتھ لازم کردیا تا کہ کلمہ تغیر سے محفوظ ہوجائے۔

سوال : الف نون زائدتان کی طرف ان کانتا میں تثنیہ کی ضمیر لوٹائی اور شرطہ میں واحد کی ضمیر لوٹائی اس میں کیا نقطہ ہے؟

جواب : مصنف نے ایک نکتہ بتادیا کہ اولاً تثنیہ کی ضمیر لوٹا کر بتادیا کہ الف نون زائدتان دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں پھر واحد کی ضمیر لوٹا کر بتادیا کہ یہ دونوں چیزیں سبب ایک بنتی ہیں نہ کہ دو۔

وان کانتا فی صفة فشرطه ان لایکون مؤنثه علی فُعْلا نة کسکران فند مان منصرف لوجود نَدْمانة الف نون زائدتان کی **دوسری صورت** کہ الف نون زائدتان صفت میں ہوتو اسکی مؤنث فعلانة کے وزن پر ہو جیسے سکران یہ غیر منصرف ہے اسمیں دوسبب موجود ہیں صفت اور الف نون زائدتان۔ **احترازی مثال** ندمان یہ منصرف ہے کیونکہ شرط موجود نہیں ہم نے کہا اس کی مؤنث فعلانة کے وزن پر نہ ہو اور ندمان کی مؤنث فعلانة کے وزن پر ندمانة آتی ہے۔

سوال : صفت کا اسم کے ساتھ تقابل کرنا بھی غلط ہے کیونکہ صفت بھی تو اسم ہوا کرتی ہے؟

جواب : اسم تین چیزوں کے مقابلے میں آیا کرتا ہے ① فعل اور حرف کے مقابلہ میں ② کنیت اور لقب، تخلص کے مقابلہ میں ③ صفت کے مقابلے میں۔ یہاں پر اسم سے مراد وہ اسم ہے جو صفت کے مقابلے میں ہو۔

فائدہ: ندمان جومنصرف ہے وہ بمعنی ندیم کے ہے اگر ندمان بمعنی نادم (پشیمان) ہوتو یہ بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث ندمانۃ نہیں آتی اسی طرح یہ بھی یادرکھیں! حسان جب حسن بمعنی خوبی سے لیا جاوے تو منصرف ہوگا بروزن فعال اگر حسن سے لیا جائے تو غیر منصرف ہوگا بروزن فعلان۔

قولہ : اماوزن الفعل فشرطه ان یختص بالفعل ولایوجد فی الاسم الّامنقولا عن الفعل کشمَّر وضرَب وان لم یختص بہ فیجب ان یکون فی اولہٖ احدی حروف المضارعة ولایدخله الهاء کاحمد ویشکر وتغلب ونرجس فیَعْمَلٌ منصرف لقبولها الهاء کقولهم ناقة یعملة

ترجمہ : لیکن وزن فعل پس شرط اس کی یہ ہے کہ وہ مختص کیا گیا ہو ساتھ فعل کے اور نہ پایا جائے اسم میں مگر نقل کیا ہوا فعل سے جیسے شمراور ضرب اور اگر مختص نہ کیا گیا ہو ساتھ فعل کے تو پھر ضروری ہے کہ ہو اس کے شروع میں ایک حرف حروف مضارع کا اور نہ داخل ہو اس کے آخر میں ھاء جیسے احمد اور یشکر اور تغلب اور نرجس پس یعمل منصرف ہے واسطے قبول کرنے اس کے ھاء کو جیسا کہ اہل عرب کا قول ہے ناقة یعملة ۔

تشریح : وزن فعل کا غیر منصرف بننے کیلئے احد الامرین شرط ہے۔

امراول اختصاص الوزن بالفعل ہے کہ وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو۔

لا یوجد فی الاسم الا منقولا عن الفعل سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : اختصاص الوزن بالفعل سے کیا مراد ہے کہ وہ وزن اسم میں پایا جائے گا کہ نہیں اگر پایا جائے گا تو فعل کے ساتھ کیسے مختص ہوا اور اگر نہ پایا جائے تو وہ غیر منصرف کیسے بن سکتا ہے؟

جواب : اختصاص الوزن بالفعل سے مراد باعتبار وضع کے ہے تو وضع کے اعتبار سے فعل کے ساتھ مختص ہو پھر فعل سے نقل ہو کر اسم میں پایا جائے جیسے شمر اور ضرب ۔ شمر، تشمیر سے بمعنی سمیٹنا اولاً یہ فعل تھا بعد میں نقل کر کے اسم میں پایا گیا۔

وان لم یختص بہ سے ناقة یعملة تک : اس عبارت میں شرط کے امر ثانی کا بیان ہے کہ اگر وہ وزن فعل کیساتھ مختص نہ ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس اسم کے شروع میں حروف مضارعت میں سے کوئی حرف ہو اور تاء کو قبول نہ کرے جو وقف کی حالت میں ھا بن جائے جیسے احمد یشکر **احترازی مثال** : یعمل منصرف ہے کیونکہ اس میں شرط نہیں پائی جاتی یہ تا کو قبول کرتا ہے جو وقف کی حالت میں ھا بن جاتی ہے جیسے عربوں کا قول ہے ناقة یعملة۔

سوال : اس امر ثانی اور دوسری صورت کے لئے یہ شرط کیوں لگائی کہ اس کے شروع میں حروف مضارعت میں سے کوئی حروف ہو اور تاء کو قبول نہ کرے؟

جواب : تا کہ فعل کے ساتھ اس کی مشابہت ہو جائے اور تاء کی شرط اس لئے لگائی کہ تا متحرکہ اسم کا خاصہ ہے جس کی وجہ سے اسمیت والی جہت قوی ہو جائیگی اور مشابہت ضعیف ہو جائے گی اور جب مشابہت کم ہو جائیگی تو اس کو غیر منصرف کیسے پڑھا جا سکتا ہے۔

سوال : وزن فعل کو غیر منصرف کا سبب کیوں بنایا گیا ہے؟

جواب : جب فعل کا وزن اسم میں آئے گا تو ثقیل ہوگا تو ثقل کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

قولہ : واعلم ان کل ماشُرط فیه العلمیّة وهو المؤنث بالتاء والمعنوی والعجمة والترکیب والاسم الذی فیه الالف والنون الزّائدتان اولم یُشترط فیه ذٰلك واجتمع مع سببٍ واحدٍ فقط وهو العلم المعدول ووزن الفعل اذانُکّر صُرف امّا فی القسم الاول فلبقاء الاسم بلاسبب واما فی الثانی فلبقائه علی سبب واحد تقول جاءنی طلحة وطلحة آخر وقام عمر وعمر آخر وضرب احمد واحمد آخر

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک ہر وہ اسم (غیر منصرف) کہ شرط کی گئی ہو اس میں علمیت اور وہ ہے مؤنث ساتھ تاء کے اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم جس میں الف اور نون زائدتان ہوں یا وہ اسم (غیر منصرف) کہ نہیں شرط کی گئی اس میں علمیت لیکن جمع ہو جاتی ہے ایک سبب کے ساتھ فقط اور وہ ہے علم معدول اور وزن فعل جب اس کو نکرہ کیا جائے گا تو منصرف ہو جائے گا لیکن پہلی قسم میں پس واسطے باقی رہنے اسم کے بغیر سبب کے اور لیکن دوسری قسم میں پس واسطے باقی رہنے اس کے ایک سبب پر کہے گا تو جاءنی طلحة و طلحة آخر (آیا میرے پاس طلحہ اور ایک دوسرا طلحہ) وقام عمر و عمر آخر (کھڑا ہوا عمر اور ایک دوسرا عمر) وضرب احمد و احمد آخر (مارا احمد نے اور ایک دوسرے احمد نے)۔

تشریح : ایک ضابطہ کا بیان ہے جس میں مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کس وجہ سے ان اسباب کی تاثیر ختم ہو سکتی ہے جس سے پہلے فائدہ جان لیں۔

فائدہ : غیر منصرف کے اسباب ثمانیہ دو حال سے خالی نہیں کہ علمیت کے ساتھ جمع ہونگے یا نہیں اگر جمع نہ ہوں تو وہ ایک سبب ہے وصف اگر علمیت کے ساتھ جمع ہو سکتے ہوں تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ علمیت جمع ہو کر سبب بنے گی یا نہیں اگر سبب نہ بنے تو وہ دو سبب ہیں ① جمع منتہی الجموع ② تانیث بالالف اور اگر جمع ہو بطور سبب ہونے کے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو فقط سببیت کے طور پر جمع ہوگا یا سببیت اور شرطیت دونوں اعتبار سے جمع ہوگا اگر سبب اور شرط دونوں اعتبار سے جمع ہوں تو ایسے اسباب چار ہیں ① تانیث لفظی معنوی ② عجمہ ③ ترکیب ④ الف نون زائدتان اسمی اور جو اسباب محض بطور سببیت جمع ہو تو وہ سبب دو ہیں ① عدل ② وزن فعل اور یہ ضابطہ دو آخری قسم کے لئے ہے۔

علمیت کا اسباب منع صرف کے ساتھ تعلق

عَلَمِيَّة

مع
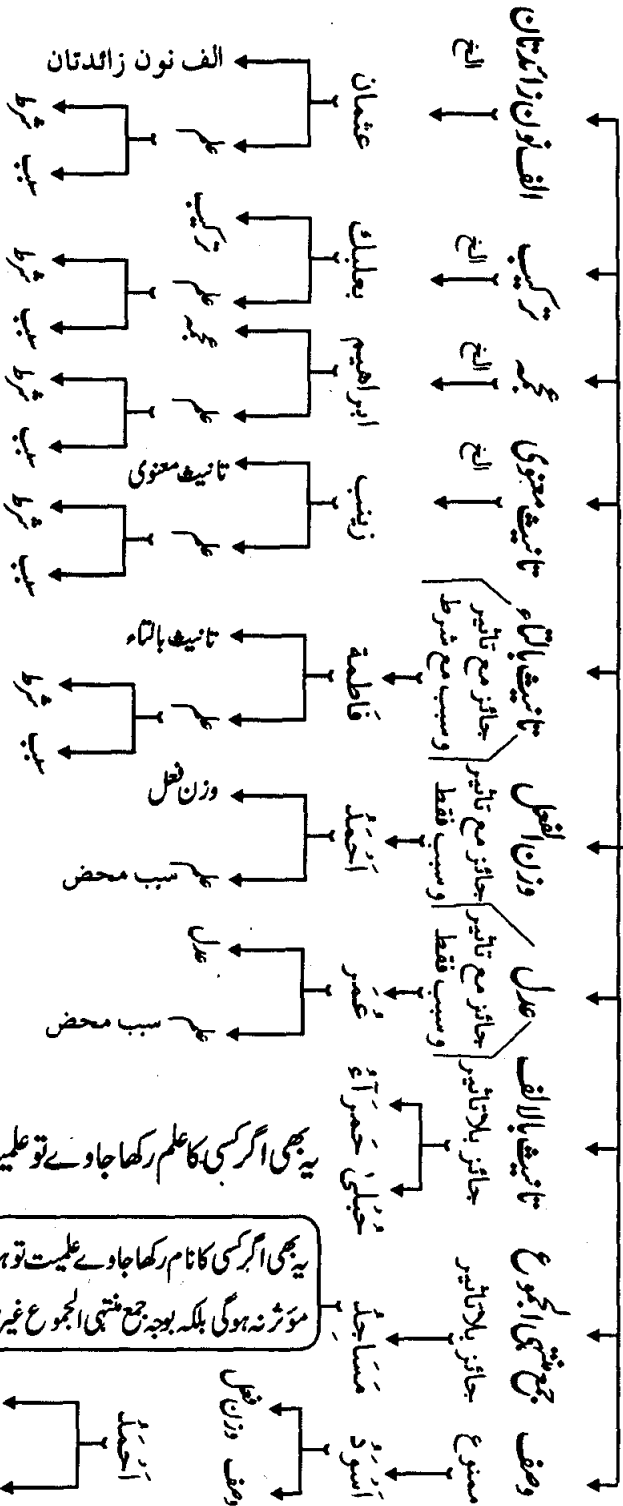
- **وصف** — ممنوع
  - اَسْوَدُ
    - وصف
    - وزن فعل
  - اَحْمَدُ
    - علم
    - وزن فعل
- **جمع منتہی الجموع** — جائز بلاتاثیر
  - مَسَاجِدُ
    - یہ بھی اگر کسی کا نام رکھا جاوے علمیت تو ہوگی لیکن مؤثر نہ ہوگی بلکہ بوجہ جمع منتہی الجموع غیر منصرف ہوگا۔
- **تانیث بالالف** — جائز بلاتاثیر
  - حُبْلیٰ
  - حمرَآءُ
    - یہ بھی اگر کسی کا علم رکھا جاوے تو علمیت تو ہوگی ...... الخ
- **عدل** — جائز مع تاثیر وسبب فقط
  - عُمَر
    - علم — سبب محض
    - عدل
- **وزن الفعل** — جائز مع تاثیر وسبب فقط
  - اَحْمَدُ
    - علم — سبب محض
    - وزن فعل
- **تانیث بالتاء** — جائز مع تاثیر وسبب مع شرط
  - فَاطمة
    - علم
      - سبب
      - شرط
    - تانیث بالتاء
- **تانیث معنوی** — الخ
  - زینب
    - علم
      - سبب
      - شرط
    - تانیث معنوی
- **عجمہ** — الخ
  - ابراھیم
    - علم
      - سبب
      - شرط
    - عجمہ
- **ترکیب** — الخ
  - بعلبك
    - علم
      - سبب
      - شرط
    - ترکیب
- **الف نون زائدتان** — الخ
  - عثمان
    - علم
      - سبب
      - شرط
    - الف نون زائدتان

اب جس کا حاصل یہ ہے علم کا جمع ہونا اسباب منع صرف کے ساتھ بطور سبب ہونے کے اس کی دو قسمیں ہونگی۔

قسم اول : کہ اگر علم ان چار اسباب میں سے کسی سبب کے ساتھ جمع ہو جس میں سبب بھی ہو شرط بھی ہے اگر ایسے اسم غیر منصرف سے علمیت زائل ہو جائے تو اسکو منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ علمیت کے بغیر کے کوئی سبب باقی نہیں رہا کہ ایک سبب تو علمیت تھا جو زائل ہو گیا اور دوسرا سبب تانیث معنوی یا عجمہ وغیرہ تو وہ اگر چہ موجود ہے لیکن ان کے سبب ہونے کے لئے علمیت شرط تھی جب شرط ختم ہوگئی تو وہ سبب نہ رہے گا لہٰذا ایسا اسم بلا سبب ہونے کی وجہ سے منصرف پڑھا جائے گا۔

قسم دوم : وہ جس میں اسباب کے ساتھ علمیت بطور سبب ہونے کے جمع ہوتی ہے لیکن شرط نہیں اگر کسی ایسے غیر منصرف سے علمیت زائل ہو جائے تو اس کو بھی منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ اس میں فقط ایک سبب باقی ہے۔

قسم اول کی مثال : جیسے طلحہ جب علم کا اعتبار کیا جائے تو غیر منصرف ہوگا اس میں دو سبب ہیں ① تانیث معنوی ② علم لیکن جب اس کو نکرہ اعتبار کیا جائے گا تو اس کو منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ اس میں دو سبب تھے ایک علمیت دوسرا تانیث معنوی جب علمیت زائل ہوگئی نکرہ اعتبار کریں گے اور دوسرا سبب جو تانیث معنوی تھا وہ اگر چہ موجود ہے لیکن سبب نہ رہے گا اس لئے سبب کے لئے شرط تو علمیت تھی جو کہ زائل ہوگئی ہے۔

دوسری قسم کی مثال : جیسے عمر ہے جب اس میں علمیت کا اعتبار کیا جائے گا غیر منصرف پڑھا جائے گا کیونکہ دونوں سبب ہیں۔ ① عدل ② علمیت ۔لیکن جب علمیت کا اعتبار ختم کر دیا جائے اسے نکرہ سمجھا جائے تو یہ منصرف ہو جائے گا کیوں کہ اسمیں ایک ہی سبب باقی رہا ہے جو کہ عدل ہے۔

فائدہ : علم کو نکرہ بنانے کے دو طریقے ہیں ① علم سے مراد کوئی فرد غیر معین لیا جائے مثلاً زید ایک جماعت کا نام ہو اور اس سے مراد بغیر تعین کے کوئی ایک فرد مراد لیا جائے تو یہ اسم نکرہ ہو جائے گا ② علم سے مراد وصف مشہور مراد لی جائے جیسے لکل فرعون موسیٰ ۔

قولہ : وكل مالاينصرف اذا أُضيف او دخله اللام فدخله الكسرة نحو مررت باحمدِ كم وبالاحمدِ

ترجمہ: اور وہ اسم جو غیر منصرف ہو جب اس کی اضافت کی جائے یا اس پر الف لام داخل ہو جائے پس داخل ہوگا اس پر کسرہ جیسے مررت باحمدِ کم وبالاحمدِ ۔

تشریح : ضابطہ : غیر منصرف کی جب اضافت ہو جائے دوسرے اسم کی طرف یا اس پر الف لام داخل ہو جائے تو اس پر کسرہ پڑھی جائے گی جیسے مررت باحمد کم احمد کی اضافت ہوگئی تو احمد غیر منصرف پر کسرہ پڑھی جائے گی۔ اس طرح بالاحمد احمد غیر منصرف تھا الف لام کے داخل ہونے کی وجہ سے اس پر کسرہ پڑھی جارہی ہے۔

سوال : اضافت اور الف لام کے دخول کی وجہ سے غیر منصرف پر کسرہ کیوں پڑھی جاتی ہے؟

جواب : غیر منصرف پہ کسرہ کا نہ آنا یہ فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا جب اس غیر منصرف پر الف لام داخل ہو جائے یا اضافت ہو جائے تو اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ضعیف ہو جائے گی اس لئے الف لام اور اضافت اسم کی عظیم خواص میں سے ہے۔

سوال : اسناد اور حرف جار کا دخول بھی اسم کی عظیم خواص میں سے ہیں اس کی کیا وجہ ہے کہ لام اور اضافت کی وجہ سے تو کسرہ داخل ہو جاتی ہے لیکن حرف جار اور اسناد کی وجہ سے کسرہ داخل نہیں ہوتی؟

جواب : الف لام اور اضافت میں تاثیر لفظی اور معنوی دونوں ہیں اسی وجہ سے وہ اسم کے اعظم واقوی خواص میں سے ہے۔ بخلاف دوسری علامتوں کے کہ وہ اس درجہ میں نہیں ہے۔ واللہ اعلم علمہ اتم واحکم۔

اَسْمَاء
اَسْمَاءُ الْمَلٰئِكَة
عجمی
غیرمنصرف
جیسے جبریل
عربی
رضوان
مالک
منکر
نکیر
غیرمنصرف بوجہ علم والف نون زائدتان
منصرف
اَسْمَآءِ اَنْبِیاء علیہم السلام
غیرمنصرف
باقی تمام غیرمنصرف
بوجہ علمیۃ وعجمیۃ
جیسے ابراہیم وموسیٰ......الخ
منصرف
بوجہ فقدان الشرط
بوجہ فقدان العجمیۃ
محمد
شعیب
صالح
ہود
لوط
نوح
شیث
عُزَیر
عربی
عجمی
مُوسیٰ
نام پیغمبر
غیرمنصرف بوجہ علم وعجمیۃ
معرب موشیٰ بمعنی ماء وشجر
درعبرانی
بمعنی انترہ
بروزن مفعل منصرف
بروزن فُعلیٰ غیرمنصرف
بوجہ الف مقصورہ
عربی
منصرف
مِنَ التَّعْزِیْرِ وَهُوَ التَّعْظِیْمُ
عجمی
غیرمنصرف
اَسْمَآءِ الشُّهُوْرِ
غیرمنصرف
منصرف
باقی منصرف
شعبان
رمضان
بوجہ علم والف نون زائدتان
حمادی الأولیٰ
حمادی الاخری
بوجہ الف مقصورہ
صفر
رجب
بوجہ عدل وعلم
معدول از
الصَّفَرُ، الرَّجَبُ
اِسْمِ شَیْطَان
ابلیس
عجمی
غیرمنصرف
بوجہ علم وعجمہ
عربی
من الابلاس وهو الابعاد
غیرمنصرف
بوجہ شبہ العجمۃ
عزازیل
غیرمنصرف
بوجہ علم وعجمہ

المقصد الاول فی المرفوعات

مقصداول مرفوعات میں

تشریح : مصنفؒ مقدمہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مقاصد ثلاثہ میں سے مقصد اول مرفوعات کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

سوال : لفظ مقصد میں دو احتمال ہیں یہ ظرف کا صیغہ ہو یا مصدر میمی کا یہ دونوں معنی غلط ہیں۔ظرف کا صیغہ بنائیں تو معنی ہوگا (جائے قصد) اور مصدر کا صیغہ بنائیں تو معنی ہوگا (قصد کرنا) اور یہ دونوں معنٰے یہاں نہیں بن سکتے ؟

جواب : ہم یہ قاعدہ آپ کو ماقبل میں بتا چکے ہیں کہ جب ظرف اور مصدر میمی کا حقیقی معنی درست نہ ہو تو یہ اس مفعول کے معنی میں ہوا کرتے ہیں یہاں بھی المقصد ظرف یا مصدر میمی کا صیغہ اسم مفعول المقصود کے معنی میں ہے۔

سوال : مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب : یہ مرفوعات غالبا مسند الیہ پر مشتمل ہوا کرتا ہے اور چونکہ مسند الیہ کلام میں عمدہ ہے تو عمدہ کی رعایت کرتے ہوئے مصنفؒ نے مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر مقدم کردیا۔

سوال : مرفوعات مرفوعۃ کی جمع ہے یا مرفوع کی جو بناؤ وہی غلط ہے؟

اگر مرفوع واحد مرکز کی جمع بناؤ تو یہ اس لئے غلط ہے کہ الف تا کے ساتھ جمع تو مؤنث کی آیا کرتی ہے اور اگر مرفوعۃ واحدہ مؤنثہ کی جمع بناؤ تو تب بھی یہ غلط ہے اس لئے کہ پھر موصوف کی صفت سے مطابقت نہیں رہے گی کہ اس کا موصوف مذکر ہے الاسماء المرفوعات ۔

جواب : مرفوعات جمع واحد مذکر مرفوع کی ہے باقی رہا یہ سوال کہ اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ کیوں آئی ہے اس کا جواب یہ ہے نحویوں نے قاعدہ بنایا ہے کہ مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع ہمیشہ الف تاء کے ساتھ آیا کرتی ہے جیسے قرآن مجید میں آتا ہے: اَلْاَیَّامِ الْخَالِیَہ تو خالیات خال کی جمع ہے۔

قولہ : الاسماء المرفوعات ثمانیۃ اقسام الفاعل ومفعول مالم یسم فاعلہ والمبتداء والخبر وخبر انَّ واخواتھا واسم کان واخواتھا ما ولاالمشبھتین بلیس وخبر لاالتی لنفی الجنس

ترجمہ : اسمائے مرفوعہ آٹھ قسمیں ہیں فاعل اور مفعول مالم یسمہ فاعلہ اور مبتداء اور خبر اور خبر انَّ اور اس کے متشابہات کی اور اسم کان اور اس کے متشابہات کا اور ما اور لا مشبھتین بلیس کا اور خبر لانفی جنس کی۔

تشریح : مصنفؒ مرفوعات کی اقسام بتانا چاہتے ہیں کہ مرفوعات کی ''آٹھ قسمیں'' ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہیں۔

المرفوعات
ہشت نوع مستند
① فاعل ② نائب فاعل ③ مبتداء ④ خبر ⑤ اسم افعال ناقصہ
⑥ اسم ماولامشبہ بلیس ⑦ خبر حروف مشبہ بالفعل ⑧ خبر لانفی جنس
تَحْقِیْق اشتمالی
دلیل حصر
عامل المرفوع
لفظی
معنوی
فعل
حرف
شبہ فعل
معمولہ مسند
معمولہ مسندالیہ
قائم بالاسم
واقع علی الاسم
معمولہ مسندالیہ
معمولہ مسند
قسم دوم از خبر
فاعل
نائب فاعل
کلام موجب
کلام غیر موجب
کلام موجب
کلام غیر موجب
قسم دو خبر
مبتداء قسم اول
مبتداء قسم دوم
رافع اسم ظاہر
رافع ضمیر
خبر
اِسم افعال ناقصہ بدون لیس
اسم لیس وما ولامشبہ بلیس
خبر حروف مشبہ بالفعل
خبر لانفی جنس
قَامَ زَیْدٌ
ضُرِبَ زَیْدٌ
کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا
لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا
مَا زَیْدٌ قَائِمًا
لَا زَیْدٌ قَائِمًا
اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ
لَا رَجُلَ ظَرِیْفٌ
اَقَائِمٌ زَیْدٌ
مبتداء خبر
زَیْدٌ قَائِمٌ
اَقَائِمٌ زَیْدٌ
مبتداء خبر
زَیْدٌ قَائِمٌ
۱؎ سوال: مرفوعات ہشت نوع مستند چرا شمار کردہ اید؟ جواب: مبتداء۔
سوال: افعال ناقصہ را چرا حرف شمار کردید حالانکہ افعال اند؟ جواب: باعتبار لفظ فعل اند لیکن باعتبار معنی حرف اند۔

مرفوعات ثمانیہ کی وجہ حصر : اسم مرفوع دو حال سے خالی نہیں اس کا عامل لفظی ہوگا یا معنوی اگر معنوی ہوتو دو حال سے خالی نہیں معمول مسند الیہ ہوگا یا مسند اگر مسند الیہ ہوتو مبتدا اور اگر مسند ہے تو خبر۔ اگر عامل لفظی ہوتو تین حال سے خالی نہیں عامل فعل ہوگا یا شبہ فعل یا حرف۔ اگر فعل یا شبہ فعل ہوتو پھر دو حال سے خالی نہیں قائم بالمعمول ہوگا یا واقع علی المعمول ہوگا اول ہوتو فاعل ثانی ہوتو نائب فاعل اور اگر عامل حرف ہوتو معمول دو حال سے خالی نہیں مسند الیہ ہوگا یا مسند اگر مسند الیہ ہوگا تو پھر دو حال سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں اول ہوتو یہ افعال ناقصہ کا اسم ہے اور ثانی ہوتو یہ ماو لاالمشبھتین بلیس کا اسم ہے۔ اگر مسند ہوتو پھر دو حال سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں اور اگر موجب میں ہوتو حروف مشبہ بالفعل کی خبر ہے اور اگر کلام غیر موجب میں ہوتو یہ لانفی جنس کی خبر ہے۔

بحث فاعل

سوال : مرفوعات میں سے فاعل کو مقدم کیوں کیا گیا؟

جواب : جمہور نحات کے نزدیک مرفوعات میں سے اصل فاعل ہے باقی رہی یہ بات کہ فاعل کیوں اصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ فعلیہ کی جزء ہے اور جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل ہے۔ لہٰذا اس کی جزء بھی اصل ہوگی جو قاعدہ کے مطابق اصل کی جزء اصل ہوا کرتی ہے باقی رہی یہ بات کہ جملہ فعلیہ تمام جملوں میں سے اصل کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے ہر جملہ کی غرض ہوتی ہے مخاطب اور سامع کو فائدہ پہنچانا اور جملہ اسمیہ کی نسبت جملہ فعلیہ میں زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جملہ فعلیہ کے اندر چند چیزیں زائد ہوتی ہیں۔ زمان مفعول حال وغیرہ لہٰذا جب فاعل تمام مرفوعات میں سے اصل ہے تو اس لئے اس کو مقدم کر دیا۔

فصل : الفاعل کل اسم قبله فعل او صفة اسند الیه علی معنی انه قام به لا وقع علیه نحو قام زید وزید ضارب ابوه عمرًا وما ضرب زید عمرًا

ترجمہ: فاعل ہر وہ اسم ہے کہ پہلے اس سے فعل ہو یا صیغہ صفت (اس فعل یا صیغہ صفت) کا اسناد کیا گیا ہو اس کی طرف اس معنی پر کہ بے شک وہ (فعل یا صیغہ صفت کا) قائم ہو ساتھ اس کے نہ کہ واقع ہو اس پر جیسے قام زید اور زید ضارب ابوہ عمروا اور ماضرب زید عمرا

تشریح : فاعل کی تعریف : فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو جس کا اسناد اس اسم کی طرف اس طرح ہو کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو نہ یہ کہ وہ اس پر واقع ہو۔ جس طرح قام زید میں فعل لازمی کی نسبت ہے زید کی طرف اور دوسری مثال شبہ فعل کی ہے اور تیسری مثال فعل متعدی کی ہے۔

سوال : آپ نے کہا فاعل اسم ہوتا ہے حالانکہ یسر المرء ما ذهب الليالى فاعل ہے اسم نہیں؟

جواب : یہ ہے کہ اسم سے مراد عام ہے خواہ حقیقی ہو یا تاویلی ہو۔

سوال : آپکی تعریف جامع نہیں کیونکہ مات زيد و طال عمرو پر صادق نہیں آتی اس لئے کہ فعل کا فاعل کے ساتھ قیام سے مراد صدور ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ موت کا صدور زید سے اور طوالت کا صدور عمرو سے نہیں ہوا؟

جواب : یہ کہ قيام الفعل بالفاعل سے مراد یہ ہے کہ صیغہ معلوم کا ہو نہ کہ مجہول کا۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ فاعل کے توابع پر صادق آتی ہے۔ جیسے جاء نی زيد و عمرو ۔

جواب : اسناد اور نسبت سے مراد نسبت بالاصالت ہے اور عمرو کی طرف جو نسبت ہے وہ بالتبع ہے بالاصالت نہیں۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں كريم من يكرمك میں من پر صادق آرہی ہے جو کہ فاعل ہیں؟

جواب : اور فعل، شبہ فعل کی تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے اور کریم کی جو تقدیم ہے من پر یہ وجوبی نہیں جوازی ہے۔

قوله : وكل فعل لابد له من فاعل مرفوع مظهر كذهب زيد اومضمر بارز كضربتُ زيدا اومستتر كزيد ذهب

ترجمہ : اور ہر فعل ضروری ہے اس کے لئے فاعل مرفوع مظہر جیسے ذهب زيد یا مضمر جیسے ضربت زيد یا مستتر جیسے زيد ذهب اس عبارت سے لے کر فصل تک مصنفؒ فاعل کے بارے میں آٹھ ضوابط بیان کرنا چاہتے ہیں اس عبارت میں پہلے ضابطے کا بیان ہے۔

تشریح : ضابطہ اولیٰ : جس کا حاصل یہ کہ ہر فعل خواہ لازمی ہو یا متعدی اس کے لئے فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہے۔

فاعل کی دو قسمیں ہیں ① فاعل اسم ظاہر جیسے ذهب زيد ② فاعل اسم ضمیر پھر فاعل اسم ضمیر کی دو قسمیں ہیں۔ فاعل اسم ضمیر بارز جیسے ضربت میں ت ضمیر فاعل ہے ضمیر مستتر جیسے زيد ذهب میں ذهب کے اندر ضمیر فاعل مستتر ہے۔

سوال : اس ضابطہ کی کیا دلیل ہے یعنی ہر فعل کے لئے فاعل کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : ہر فعل عرض ہوتا ہے اور ہر عرض کے لئے اس چیز کا ہونا ضروری ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہو اس وجہ سے ہر فعل کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے۔

قوله : وان كان الفعل متعدّ يا كان له مفعول به ايضا نحو ضرب زيدعمروا

ترجمہ : اور اگر ہو فعل متعدی ہوگا اس کے لئے مفعول بہ بھی جیسے ضرب زيدعمرا ۔

تشریح : ضابطہ ثانیہ : اگر فعل متعدی ہو جس طرح اس کے لئے فاعل کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کے لئے مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جیسے ضرب زيد عمروا۔

سوال : اس ضابطے کے لئے یعنی فعل متعدی کے لئے مفعول بہ کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : جس طرح فعل کا سمجھنا فاعل پر موقوف تھا اسی طرح فعل متعدی کا سمجھنا مفعول بہ پر بھی موقوف ہے لہٰذا فعل متعدی کے لئے فاعل کی طرح مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے بخلاف فعل لازمی کے کہ اس کا تعقل اور تفہم فاعل پر تو موقوف ہوتا ہے لیکن مفعول بہ پر نہیں جیسے قام زید اسی وجہ سے فعل لازمی کے لئے مفعول بہ ہرگز نہیں ہوا کرتا۔

قولہ : وان کان الفاعل مظهرا وُحّد الفعل ابدًا نحو ضرب زید و ضرب الزیدان و ضرب الزیدون وان کان مضمرا وُحّدَ لواحد نحو زید ضرب وثُنّی للمُثنی نحو الزیدان ضربا وجُمع للجمع نحو الزیدون ضربوا

ترجمہ: اور اگر ہو فاعل مظہر (اسم ظاہر) واحد لایا جائے گا فعل ہمیشہ جیسے ضرب زید اور ضرب الزیدان اور ضرب الزیدون اور اگر ہو فاعل مضمر (اسم ضمیر) تو فعل واحد لایا جائے گا واسطے واحد کے جیسے زید ضرب فعل تثنیہ لایا جائے گا واسطے فاعل تثنیہ کے الزیدان ضربا اور فعل جمع لایا جائے گا واسطے فاعل جمع کے جیسے الزیدون ضربوا۔

تشریح : ضابطہ ثالثہ : اس عبارت میں ضابطہ ثالثہ کا بیان ہے کہ فعل کو واحد تثنیہ اور جمع کہاں لایا جائے گا جس کا حاصل یہ ہے اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لانا واجب ہے خواہ فاعل واحد یا تثنیہ ہو یا جمع ہو جیسے ضرب زید ، ضرب الزیدان ، ضرب الزیدون اور اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل کو فاعل کے مطابق لایا جائے گا یعنی اگر فاعل واحد ہو تو فعل بھی واحد جیسے زید ضرب اگر فاعل تثنیہ ہو تو فعل بھی تثنیہ جیسے الزیدان ضربا اور اگر فاعل جمع ہے تو فعل کو بھی جمع لایا جائے گا جیسے الزیدون ضربوا۔

سوال : اس ضابطہ کی دلیل کیا ہے؟

جواب : فعل کو تثنیہ اور جمع اس غرض سے لایا جاتا ہے کہ وہ فاعل کی حالت بتائے کہ یہ تثنیہ ہے یا جمع جب فاعل اسم ظاہر ہوگا تو اس کی حالت تثنیہ اور جمع کی اس سے ظاہر ہوگی تو وہاں پر فعل کو تثنیہ جمع لانے کی ضرورت نہیں بخلاف اس کے کہ جب فاعل اسم ضمیر ہو تو وہاں پر فعل کو تثنیہ یا جمع لایا جائے گا تا کہ فاعل کی حالت پر دلالت کرے کہ اس کا فاعل واحد ہے یا تثنیہ ہے یا جمع ہے۔

سوال : یہ ضابطہ آپ کا درست نہیں اس لئے کہ قرآن مجید ہی موجود ہے وَاَسَرُّوا النَّجْوَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔ الذین ظلموا یہ فاعل اسم ظاہر ہے لیکن اس کے باوجود فعل اسروا جمع لایا گیا ہے۔ اسی طرح بعض مثالین اور بھی ملتی ہیں جیسے قاما الزیدان اس طرح قمن النساء جس سے آپ کا یہ قاعدہ اور ضابطہ ٹوٹ چکا ہے؟

جواب : الذین ظلموا یہ اسم ظاہر فاعل نہیں بلکہ یہ ضمیر فاعل سے بدل ہے اور باقی مثالوں میں بھی اس طرح کی تاویل کر دی جائے گی۔

قولـه : وان كـان الـفـاعل مؤنثا حقيقيا وهو ما بازائه ذكر من الحيوان اُنّث الفعل ابدا ان لم تفصل بين الـفـعـل والـفـاعـل نحو قامت هند وان فصلت فلك الخيار فى التذكير والتانيث نحوضرب اليوم هندٌ وان شئت قلت ضربت اليوم هند وكذٰلك فى المؤنث الغيرالحقيقى نحو طلعت الشمس وان شئت قلت طلع الشمس هٰذا اذا كان الفعل مسندا الى المظهر وان كان مسندا الى المضمر اُنث ابدا نحوالشمس طلعت وجمع التكسير كالمؤنث الغيرالحقيقى تقول قام الرجال وان شئت قلت قامت الرجال والرجال قامت ويجوز فيه الرجال قاموا

ترجمہ : اوراگر ہوفاعل مؤنث حقیقی اوروہ (وہ فاعل ہے) کہ مقابلہ اس کے مذکر ہوحیوان میں سے تو مؤنث لایا جائے گا فعل ہمیشہ اگر نہ لائے تو فاصلہ درمیان فعل اور فاعل کے جیسے قامت ھند اوراگر تو فاصلہ لائے پس واسطے تیرے اختیار ہے مذکر اور مؤنث لانے میں جیسے ضرب الیوم ھند اوراگر تو چاہے تو کہہ ضربت الیوم ھند اوراسی طرح مؤنث غیر حقیقی میں جیسے طلعت الشمس اوراگر تو چاہے تو کہہ طلع الشمس یہ اس وقت ہے جب ہو فعل مسند اسم ظاہر کی طرف اوراگر ہو مسند اسم ضمیر کی طرف تو مؤنث لایا جائے گا ہمیشہ جیسے الشمس طلعت اور جمع مکسر مثل مؤنث غیر حقیقی کے ہے کہے تو قام الرجال اوراگر چاہے تو کہہ قامت الرجال اورالرجال قامت اور جائز ہے اس میں الرجال قاموا۔

تشریح : **ضابطہ رابعہ:** جو کہ فعل کی تذکیروتانیث کے بارے میں ہے مصنفؒ نے فاعل کی تین قسمیں بنائی ہیں ① فاعل مؤنث حقیقی ② فاعل مؤنث غیر حقیقی ③ فاعل جمع مکسر

مؤنث حقیقی کی تعریف : وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے نر موجود ہو جیسے امرأۃ اور ناقۃ ۔

مؤنث غیر حقیقی کی تعریف : وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر موجود نہ ہو جیسے شمس وظلمت۔

وان کان الفاعل سے وان شئت قلت ضربت الیوم ھند تک فاعل مؤنث حقیقی کا بیان ہے جس کی دو صورتیں ہیں کہ فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ ہوگا یا نہیں۔

پہلی صورت : اگر فاصلہ نہ ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے قامت ھند، ھند فاعل مؤنث حقیقی ہے یہاں پر فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔

دوسری صورت : اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل کی تذکیروتانیث میں اختیار ہے، فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے جیسے ضرب الیوم ھندا اور فعل کو مؤنث لانا بھی جائز ہے جیسے ضربت الیوم ھند

یادرکھیں! کہ فاعل مؤنث حقیقی میں تعمیم ہے کہ فاعل مؤنث حقیقی اسم ظاہر ہو یا فاعل مؤنث حقیقی اسم ضمیر ہو۔

فعل کی تذکیر وتانیث کے قاعدے کے لئے نقشہ

فاعل

- **فاعل مؤنث غیر حقیقی**
  - **ضمیر**: اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کو مؤنث لانا واجب ہے
    الشمس طلعت
  - **اسم ظاہر**: اس کا حکم فاعل مؤنث حقیقی مفصول والا ہے
    یعنی فعل کی تذکیر وتانیث دونوں جائز ہے طلع الشمس ، طلعت الشمس
- **فاعل جمع مکسر**
  - **ضمیر**
    - **غیر عقلاء کی جمع**: اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں بھی دو امر میں سے ایک کا لانا واجب ہے
      ① تاء ② نون جمع مؤنث جیسے الایام مضت ، الام مضین
    - **عقلاء کی جمع**: اس کا حکم یہ ہے کہ دو امر میں سے ایک کا لانا واجب ہے
      ① فعل میں علامت تانیث کی تاء لائی جائے جب کہ فاعل کو بتاویل جماعت کیا جائے الرجال قامت
      ② یا واؤ جمع کی لائی جائے جیسے الرجال قاموا
  - **اسم ظاہر**: اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کی تذکیر وتانیث میں اختیار وجواز ہے
    قال الرجال قالت الرجال
- **فاعل مؤنث حقیقی**
  - **منفصول ہو**: اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کی تذکیر وتانیث دونوں جائز ہیں
    جیسے قامت الیوم هند ، قام الیوم هند
  - **بغیر فاصلے کے ہو**: اس کا حکم یہ ہے کہ فعل میں علامت تانیث لانا واجب ہے
    جیسے قامت هند

سوال : نعم هند اس میں فاعل مؤنث حقیقی ہے اور فاصلہ بھی نہیں لیکن پھر بھی فعل کو مذکر لایا گیا ہے تو آپکا ضابطہ کہاں گیا؟

جواب : یہاں پر ایک شرط پہلی صورت کیلئے مقدر ہے کہ فعل متصرف ہو اور آپ کی پیش کردہ مثال میں نعم فعل غیر متصرف ہے۔

سوال : اتی النعجة اس میں فاعل مؤنث حقیقی بغیر فاصلے کے ہے اور فعل بھی متصرف ہے لیکن اس کے باوجود مذکر لایا گیا ہے؟

جواب : یہاں پر ایک اور شرط بھی محذوف ہے کہ فاعل جنس انسان میں سے ہو اور النعجة یہ انسانوں میں سے نہیں۔

خلاصہ: یہ ہوا کہ فاعل مؤنث حقیقی کیلئے فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جو کہ مشروط ہے تین شرطوں کے ساتھ۔

شرط ① فعل متصرف ہو **شرط ②** فاعل انسانوں میں سے ہو **شرط ③** فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو۔

سوال : اس ضابطہ کی دلیل کیا ہے؟

جواب : اس ضابطہ کی دلیل یہ ہے کہ فاعل مؤنث قوی ہے جس کی تانیث اثر کرتی ہے فعل میں تب جاکر فعل کو مؤنث لانا واجب ہوتا ہے اور جب فاصلہ آجائے تو فاصلے کی وجہ سے فاعل کی تانیث فعل میں سرایت نہیں کرتی۔

وکذالك فی المؤنث ...... فاعل مؤنث غیر حقیقی کے لئے فعل کی تذکیر تانیث کا بیان

فاعل مؤنث غیر حقیقی کی بھی دو صورتیں ہیں

پہلی صورت : فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ظاہر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ فعل کی تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں جیسے طلع الشمس طلعت الشمس۔

دوسری صورت : اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے الشمس طلعت۔

سوال : اس ضابطہ کی دلیل کیا ہے؟

جواب : فاعل مؤنث غیر حقیقی کی دو حیثیتیں ہیں ① لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہے ② معنی کے اعتبار سے مذکر ہے دونوں حیثیتوں کا اعتبار کرتے ہوئے فعل کو مذکر و مؤنث لانا جائز ہے تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے لیکن اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ضمیر ہو تو پھر فعل کو مؤنث لانا واجب ہے تاکہ راجع مرجع میں مطابقت ہو جائے۔

وجمع التکسیر کالمؤنث ...... فاعل کی تیسری قسم فاعل جمع مکسر کا حکم بتانا چاہتے ہیں فاعل جمع مکسر کی بھی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : فاعل جمع مکسر اسم ظاہر ہو اس کا حکم مؤنث غیر حقیقی والا ہے یعنی فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے اور مؤنث لانا بھی جائز ہے جیسے قام الرجال وقامت الرجال۔

دوسری صورت : فاعل جمع مکسر اسم ضمیر ہو تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر وہ جمع مکسر عقلاء کی جمع ہے تو دو امر میں سے ایک کا لانا ضروری ہو جاتا ہے یا فعل کے ساتھ تا لائی جائے یا واو جمع لائی جائے جیسے الرجال قامت یا الرجال قاموا اور اگر جمع مکسر غیر عقلاء

کی جمع ہے تو اس میں تاء ساکنہ واحدہ یا نون جمع مؤنث کا لانا ضروری ہوتا ہے جیسے الایام مضت الایام مضین ۔

سوال : فاعل جمع مکسر کی پہلی صورت کی دلیل کیا ہے؟

جواب : فاعل جمع مکسر جماعت کی تاویل میں ہوسکتا ہے تو یہ لفظ کے اعتبار سے مؤنث اور معنی کے اعتبار سے مذکر تو دونوں کا اعتبار کرتے ہوئے مذکر ومؤنث پڑھنا جائز ہے۔

سوال : فاعل جمع مذکر سالم کا صیغہ ہو تو اس کے فعل کو مؤنث لانا کیوں واجب ہے جیسے قرآن مجید میں آتا ہے اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓ اِسْرَآئِیْلَ ؟

جواب : کہ جمع مذکر سالم جماعت کی تاویل میں نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں مذکر کی علامت موجود ہے جو کہ واو ہے اور یہی وجہ ہے کہ جمع مذکر سالم کی اضافت اسمائے عدد کی طرف بھی جائز نہیں ہوتی۔

قولہ: ویجب تقدیم الفاعل علی المفعول اذا کانا مقصورین وخفت اللبس نحو ضرب موسیٰ عیسیٰ ویجوز تقدیم المفعول علی الفاعل ان لم تخف اللبس نحو اکل الکمثریٰ یحییٰ وضرب عمرًا زیدٌ

ترجمہ : اور ضروری ہے مقدم کرنا فاعل کا مفعول پر جب ہوں دونوں اسم مقصور اور خوف ہو تجھے التباس کا جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ اور جائز ہے مقدم کرنا مفعول کا فاعل پر اگر خوف نہ ہو تجھے التباس کا جیسے اکل الکمثریٰ یحییٰ وضرب عمرًا زیدٌ۔

تشریح : ضابطہ خامسہ : فاعل کا اصل درجہ اور مرتبہ یہ ہے کہ فعل کے تمام معمولات میں سے مقدم ہو کیونکہ یہ فاعل فعل کی لفظاً بھی جزء ہے اور معنی بھی لیکن اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تو پھر مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا بھی جائز ہے مانع یہ ہے کہ جب فاعل اور مفعول پر اعراب لفظوں میں موجود نہ ہو اور فاعل اور مفعول کی تعین پر قرینہ بھی موجود نہ ہو تو وہاں فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے تاکہ التباس لازم نہ آئے جیسے ضرب موسیٰ عیسیٰ یہاں اعراب لفظوں میں نہیں ہے اور قرینہ بھی موجود نہیں ہے یہ دونوں اسم مقصور ہیں اس لئے فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے اور اگر اعراب لفظوں میں موجود ہو یا تعیین پر قرینہ موجود ہو تو پھر تقدیم جائز ہے جیسے ضرب عمرا زید یہاں پر اعراب موجود ہے لہٰذا مفعول کو فاعل پر مقدم کیا گیا ہے اور اکل الکمثریٰ یحیی اس میں قرینہ موجود ہے فاعل مفعول کی تعیین پر اس لئے کہ فاعل یحیی تو بن سکتا ہے کمثریٰ نہیں یہاں پر بھی مفعول کی تقدیم فاعل پر کی گئی ہے۔

قولہ :ویجوز حذف الفعل حیث کانت قرینۃٌ نحو زیدٌ فی جواب مَن قال مَن ضرب

ترجمہ:اور جائز ہے حذف کرنا فعل کا جہاں موجود ہو قرینہ جیسے زید جواب میں اس شخص کے جو کہے من ضرب ۔

تشریح : ضابطہ سادسہ : کا بیان ہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فعل کا حذف کرنا جائز ہے جیسے کسی شخص نے کہا من ضرب اس

کے جواب میں کہا جائے زید، زید فاعل ہے جس کا فعل حذف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ضرب زید جس پر قرینہ یہ ہے کہ جب سوالیہ کلام جملہ ہے تو جوابیہ کلام بھی جملہ ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ یہ مفرد ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں فعل محذوف ہے۔

سوال : ہوسکتا ہے کہ زید مبتدا ہو اور اس کے لئے قام خبر محذوف ہو؟

جواب : اس صورت میں جملہ کا محذوف ماننا لازم آئے گا اور قاعدہ ہے کہ حذف القلة اولی من حذف الکثرۃ ۔

قولہ : وکذا یجوز حذف الفعل والفاعل معًا کنعم فی جواب مَن قال اقام زید

ترجمہ: اور اسی طرح جائز ہے حذف کرنا فعل اور فاعل (دونوں کا) ایک ساتھ جیسے نعم جواب میں اس شخص کے جو کہے اقام زید (کیا زید کھڑا ہے)۔

تشریح : ضابطہ سابعہ: کہ اگر قرینہ موجود ہو تو فعل اور فاعل دونوں کا اکٹھے حذف کرنا جائز ہے جیسے کوئی شخص سوال کرے اقام زید تو اس کے جواب میں کہا جائے گا نعم جس کے بعد فعل فاعل قام زید محذوف ہے۔

سوال : اس پر کیا قرینہ ہے کہ نعم کے بعد جملہ فعلیہ محذوف ہے جملہ اسمیہ زید قام کیوں محذوف نہیں؟

جواب : اس پر قرینہ سوالیہ کلام ہے کہ جب سوالیہ کلام جملہ فعلیہ ہے تو جوابیہ کلام بھی جملہ فعلیہ ہونا چاہیے کیونکہ جب تک کوئی مانع نہ ہو تو مطابقت اولی ہوا کرتی ہے۔

قولہ : وقد یحذف الفاعل ویقام المفعول مقامه اذا کان الفعل مجھولاً نحو ضرب زیدٌ وھو القسم الثانی من المرفوعات

ترجمہ : اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے فاعل اور کھڑا کیا جاتا ہے مفعول کو اس کی جگہ جب ہو فعل مجہول جیسے ضُرِب زیدٌ (مارا گیا زید) اور وہ قسم ثانی ہے مرفوعات کی۔

تشریح : ضابطہ ثامنہ : کبھی فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو اس کے قائم مقام ٹھہرا دیا جاتا ہے اور یہ اس وقت جائز ہے جبکہ صیغہ فعل مجہول کا ہو جیسے ضرب زید اس میں زید مفعول ہے جو فاعل کے قائم مقام ہے اور اس کو نائب فاعل کہتے ہیں تو کل تین صورتیں ہو جائیں گی۔ ① فقط فعل کا حذف اس کو اول نمبر پر بیان کیا گیا ہے ② فاعل اور مفعول دونوں کا حذف اس کو دوسرے نمبر پر بیان کیا ③ فقط فاعل کا حذف یہ بغیر قائم مقام کے جائز نہیں اس کو تیسرے نمبر پر بیان کیا گیا۔

فائدہ : فقط فاعل کا حذف پانچ مقامات کے علاوہ کسی مقام پر جائز نہیں ① ما قام الا زید جیسی ترکیب میں ② مصدر میں اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ ③ فعل تعجب میں جیسے اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ④ فعل مجہول میں جیسے اِ ⑤ تنازع الفعلین

بحث تنازع الفعلین

فصل : اذا تنازع الفعلان فی اسم ظاهر بعدهما ای اراد کل واحد من الفعلین ان یعمل فی ذٰلك الاسم فهٰذا انما یکون علی اربعة اقسام الاول ان یتنازعا فی الفاعلیة فقط نحوضربنی واکرمنی زید الثانی ان یتنازعا فی المفعولیة نحوضربت واکرمت زیدًا الثالث ان یتنازعا فی الفاعلیة والمفعولیة ویقتضی الاول الفاعل والثانی المفعول نحوضربنی واکرمت زیدًا الرابع عکسه نحوضربت واکرمنی زید

ترجمہ : جس وقت جھگڑا کریں دوفعل ایسے اسم ظاہر میں جوان دونوں کے بعد ہو یعنی ارادہ کرے ہر ایک ان دونوں فعلوں میں سے کہ وہ عمل کرے اس اسم میں پس یہ تنازع سوائے اس کے نہیں کہ چار قسم پر ہے اول یہ کہ تنازع کریں گے فاعل ہونے میں فقط جیسے ضربنی واکرمنی زید دوسرا یہ کہ تنازع کریں گے مفعول ہونے میں جیسے ضربت واکرمت زیدًا تیسرا یہ کہ تنازع کریں گے فاعل اور مفعول ہونے میں تقاضا کرے گا پہلا فاعل کا اور دوسرا مفعول کا جیسے ضربنی واکرمت زیدًا چوتھا اس کے برعکس ہے جیسے ضربت واکرمنی زید ۔

تشریح : فاعل غیر متنازع فیہ کے احکامات سے فارغ ہونے کے بعد اب فاعل متنازع فیہ کو بیان کیا گیا ہے اور اس فصل میں تنازع الفعلین کا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے جس میں پانچ درجات کا بیان ہوگا۔

درجہ اولیٰ تعریف تنازع **درجہ ثانیہ** تصویر تنازع **درجہ ثالثہ** اختلاف درجواز وعدم جواز **درجہ رابع** اختلاف دردواختیار و عدم اختیار **درجہ خامسہ** درطرق قطع تنازع ،اس عبارت میں

درجہ اولیٰ: یعنی تعریف تنازع کا بیان ہے جب تنازع کریں دوفعل ایسے اسم ظاہر میں جوان کے بعد واقع ہو یعنی اس اسم میں عمل کرنے کا دوفعلوں میں سے ہر ایک فعل یہ تقاضا کرے۔

سوال : تنازع جھگڑا کرنا یہ ذی روح چیز کا کام ہے جبکہ یہ دوفعل غیر ذی روح چیز ہیں تو انکا تنازع کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب : یہاں تنازع کا لغوی معنی مرادنہیں اصطلاحی معنی مراد ہے یعنی دوفعلوں کے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر میں دونوں کے لئے علی سبیل البدلیت معمول بننے کی صلاحیت ہو۔

سوال : تنازع بایں معنی شبہ فعل میں موجود ہے جیسے زید ضارب ومکرم بکرا تو پھر فعل کی کیوں تخصیص کی؟

جواب : فعل سے مراد عامل ہے۔

سوال : پھر العاملان کہہ دیتے؟

جواب : عمل کرنے میں چونکہ فعل اصل تھا اس لئے اس کو ذکر کیا ہے۔

سوال : تنازع تو دو فعل سے زیادہ میں بھی ہوا کرتا ہے جیسے حدیث میں ہے: تسبحون وتکبرون وتحمدون دبر کل صلوۃ ثلاثاً وثلاثین تو دو کی تخصیص تم نے کیوں کی ہے؟

جواب : دو فعلوں کا ذکر کرنا حصر کے لئے نہیں بلکہ اقل درجہ کا بیان ہے کہ تنازع کے لئے کم سے کم دو فعلوں کا ہونا ضروری ہے۔

سوال : اسم ظاہر کی تخصیص کی کیا وجہ ہے کیا اسم ضمیر میں تنازع نہیں ہوسکتا؟

جواب : ضمیر متصل میں تو تنازع ممکن نہیں اس لئے اسم ظاہر کی قید لگادی۔

سوال : بعد ھما کی قید کیوں لگائی کیا اسم ظاہر شروع میں ہو یا درمیان میں تو تنازع نہیں ہوسکتا؟

جواب : جی ہاں اسم ظاہر اگر دونوں پر مقدم ہو یا دونوں کے درمیان ہو تو تنازع نہیں ہو سکے گا کیونکہ وہ فعل اول کا معمول ہوگا۔

قولہ : واعلم ان فی جمیع ھٰذہ الاقسام یجوز اِعمال الفعل الاول واعْمال الفعل الثانی خلا فا للفرّاء فی الصورۃ الاولیٰ والثالثۃ ان اُعمل الثانی ودلیلہ لزوم احد الامرین امّا حذف الفاعل او الاضمار قبل الذکر وکلاھما محظوران

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک شان یہ ہے کہ ان تمام اقسام میں جائز ہے عمل دینا فعل اول کو اور عمل دینا فعل ثانی کو اختلاف ہے فراء کا صورت پہلی میں اور تیسری میں اگر عمل دیا جائے دوسرے کو اور دلیل اس کی لازم آنا ہے ایک چیز کا دو میں سے یا فاعل کو حذف کرنا یا اضمار قبل الذکر اور وہ دونوں نا جائز ہیں۔

تشریح : درجہ ثانیہ : تصویر تنازع اور تقسیم تنازع کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : دونوں فعل فاعلیت کا تقاضا کریں۔

دوسری صورت : دونوں فعل مفعولیت کا تقاضا کریں۔

تیسری صورت : فعل اول فاعلیت کا تقاضا کرے اور فعل ثانی مفعولیت کا تقاضا کرے۔

چوتھی صورت : فعل اول مفعولیت اور فعل ثانی فاعلیت کا تقاضا کرے۔

درجہ ثالثہ : کا بیان ہے جو اختلاف جواز وعدم جواز کے بارے میں ہے جمہور نحاۃ کے نزدیک ان چاروں صورتوں میں پہلے فعل کو عمل دنیا بھی جائز ہے اور دوسرے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے علی سبیل البدلیۃ

لیکن فراء نحوی کے نزدیک پہلی اور دوسری صورت میں دوسرے فعل کو عمل دینا نا جائز ہے اس کی دلیل کہ پہلی صورت اور تیسری صورت میں عمل دوسرے فعل کو دیا جائے تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی لازم آئے گی یا اضمار قبل الذکر یا حذف فاعل۔ اس لئے

پہلی اور تیسری صورت میں پہلے فعل کو عمل دیا جائے گا۔ دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں۔

جمہور نحاۃ کا جواب : جمہور نحاۃ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ پہلی اور تیسری صورت میں دوسرے فعل کو عمل دیں گے اور پہلے فعل کے لئے ضمیر کریں گے باقی رہا آپ کا سوال کہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے تو اس کا جواب یہ کہ اضمار قبل الذکر فاعل میں لازم آتا ہے اور فاعل چونکہ عمدہ ہے اور قاعدہ ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ کا جائز ہوتا ہے۔

قوله: وهٰذا في الجواز وَاما الاختيار ففيه خلاف البصريين فانهم يختارون اِعمال الفعل الثاني اعتبارًا للقرب والجوار والكوفيون اِعمال الفعل الاول مراعاة للتقديم والاستحقاق

ترجمہ : اور یہ اختلاف جواز میں لیکن پسندیدہ، پس اس میں بصریوں کا اختلاف ہے پس وہ (بصری حضرات) پسند کرتے عمل دینا فعل ثانی کو قرب اور پڑوس کا اعتبار کرتے ہوئے اور کوفی حضرات پسند کرتے عمل دینا فعل اول کو تقدیم اور استحقاق کی رعایت کرتے ہوئے۔

تشریح : درجہ رابعہ : کا بیان ہے کہ بصریین اور کوفیین کا اس بات میں اتفاق تھا کہ چاروں صورتوں میں علی سبیل البدلیۃ دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ پہلے فعل کو عمل دینا مختار ہے یا دوسرے فعل کو۔

بصریین کا مذہب : دوسرے فعل کو عمل دینا مختار ہے بصریین کی دلیل اول

دلیل نقلی : جو قرآن مجید میں ہے آتُوْنِيْ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا اور ھَاؤُمُ اقْرَؤُوْا كِتَابِيَهْ ۔

① **دلیل عقلی :** اگر فعل اول کو عمل دیا جائے تو عامل اور معمول میں اجنبی کا فاصلہ لازم آئے گا۔

② **دلیل عقلی :** الحق للقرب والجوار اور قریب چونکہ دوسرا فعل ہے اس لئے دوسرے فعل کو عمل دینا مختار ہے۔

کوفیین کا مذہب : پہلے فعل کو عمل دینا مختار ہے۔

اس کی **عقلی دلیل** الاول فالاول کیونکہ فعل اول پہلے ہے اس لئے اس کو عمل دینا مختار ہے اور چونکہ راجح مذہب بصریین کا تھا اس لئے مصنفؒ ان کے مذہب کو مقدم کر دیا۔

قوله : فان اعملت الثاني فانظر ان كان الفعل الاول يقتضي الفاعل اضمرته في الاول كما تقول في المتوافقَين ضربني واكرمني زيدٌ وضرباني واكرمني الزيدان وضربوني واكرمني الزيدون وفي المتخالفَين ضربني واكرمت زيدًا وضرباني واكرمت الزيدَيْنِ وضربوني واكرمت الزيدِيْنَ

ترجمہ: پس اگر عمل دے تو ثانی کو پس دیکھ اگر فعل اول تقاضا کرتا ہے فاعل کا تو ضمیر لائے گا تو اس کی اول میں جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں ضربني واكرمني زيد ....

تشریح : بصریین کے مذہب پر قطع تنازع کی تفصیل ہے جس کی تین صورتیں بنتی ہیں۔

پہلی صورت : اگر دونوں فعل فاعلیت کا تقاضا کریں یا فعل اول فاعلیت کا تقاضا کرے تو عمل ہر حال میں دوسرے فعل کو دیں گے اور پہلے فعل کے لئے فاعل کی ضمیر کر دیں گے کیونکہ قطع تنازع کے تین طریقے تھے ① حذف ② اظہار ③ اضمار حذف تو اس لئے نہیں کر سکتے کہ فاعل کا حذف بغیر قائم مقام ناجائز ہے اور اظہار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ تکرار لازم آئے گا جو کہ قبیح ہے لہٰذا اضمار ہی متعین ہوا کہ باقی رہا یہ کہ اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عمدہ میں جائز ہے۔

متوافقین کی مثال : ضربني واكرمني زيد

متخالفین کی مثال : ضربني واكرمت زيد

قوله: وان كان الفعل الاول يقتضى المفعول ولم يكن الفعلان مِن افعال القلوب حذفتَ المفعول من الفعل الاول كما تقول فى المتوافِقِينَ ضربت واكرمت زيدًا وضربت واكرمت الزيدَينِ وضربت واكرمت الزيْدِينَ وفى المتخالفَينِ ضربت واكرمنى زيدٌ وضربت واكرمنى الزيدان وضربت واكرمنى الزيدون

ترجمہ : اور اگر فعل اول تقاضا کرے مفعول کا اور نہ ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو حذف کر تو مفعول کو فعل اول سے جیسے کہ تو کہے گا متوافقین میں ضربت واكرمت زيدًا ......الخ اور متخالفین میں ضربت واكرمنى زيد......الخ

تشریح : **دوسری صورت** : اگر پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو فعل جھگڑا کرنے والے افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو ہر حال میں عمل دوسرے فعل کو دیں گے۔ خواہ متوافقین کی صورت میں ہو یا متخالفین کی اور پہلے فعل کے لئے مفعول کو محذوف مانیں گے دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف، اظہار، اضمار اضمار تو اس لئے نہیں کر سکتے کہ اس سے اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں اور اظہار بھی نہیں کر سکتے کہ تکرار لازم آئے گا جو کہ قبیح ہے لہٰذا حذف ہی متعین ہوا اور مفعول کا حذف یہ فضلہ کا حذف ہے جو کہ جائز ہے۔

متوافقین کی مثال : ضربت واكرمت زيداً

متخالفین کی مثال : ضربت واكرمنى زيد

قوله: وان كان الفعلان من افعال القلوب يجب اظهار المفعول لِلْفعل الاول كماتقول حسبنى منطلقًا وحسبتُ زيدًا منطلقًا اذ لايجوز حذف المفعول من افعال القلوب واضمار المفعول قبل الذكر هٰذا هو مذهب البصرين

ترجمہ : اور اگر ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو واجب ہے فعل اول کے مفعول کو ظاہر کرنا جیسا کہ کہے گا تو حسبنی منطلقًا وحسبتُ زیدًا منطلقًا اس لئے کہ نہیں جائز حذف کرنا مفعول کا افعال قلوب میں سے اور ضمیر کرنا مفعول کا پہلے ذکر کرنے اس (مفعول) کے یہ مذہب ہے بصریوں کا۔

تشریح : تیسری صورت : کہ پہلا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو جھگڑا کرے والے فعل افعال قلوب میں سے ہوں وہ تو عمل دوسرے فعل کو دیں گے اور پہلے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کریں گے دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف، اظہار، اضمار حذف کرنا تو اس لئے غلط ہے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا جائز نہیں ہوتا اور اضمار بھی نہیں کر سکتے کہ اضمار قبل الذکر فضلہ کا لازم آئے گا یہ بھی جائز نہیں لہذا متعین ہوا اظہار تو پہلے کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے حسبنی منطلقا وحسبت زیداً منطلقا۔

قولہ : واما ان اعملت الفعل الاول علی مذهب الكوفيين فانظر ان كان الفعل الثانی يقتضی الفاعل اضمرت الفاعل فی الفعل الثانی كما تقول فی المتوافقَيِن ضربنی واكرمنی زيدٌ وضربنی واكرمانی الزيدان وضربنی واكرمونی الزيد ون وفی المتخالفَيْنِ ضربت واكرمنی زيدًا وضربت واكرمانی الزَيدَيْن وضربت واكرمونی الزيدِيْنَ

ترجمہ : اور اگر عمل دے تو فعل اول کو کوفیوں کے مذہب پر پس دیکھ تو اگر دوسرا فعل تقاضا کرتا ہے فاعل کا تو ضمیر لائے گا تو فاعل کی دوسرے فعل میں جیسا کہ کہے گا تو متوافقین میں ضربنی واکرمنی زید......الخ

قولہ : وان كان الفعل الثانی يقتضی المفعول ولم يكن الفعلان من افعال القلوب جاز فيه الوجهان حذف المفعول والاضمار والثانی هو المختار ليكون الملفوظ مطابقا للمراد اما الحذف فكما تقول فی المتوافقين ضربت واكرمت زيدًا وضربت واكرمت الزيدَ ينِ وضربت واكرمت الزيْد ين وفی المتخالفَيْنِ ضربنی واكرمت زيدٌ وضربنی واكرمت الزيدانِ وضربنی واكرمت الزيدون

ترجمہ : اور اگر فعل ثانی تقاضا کرے مفعول کا اور نہ ہوں دونوں فعل افعال قلوب میں سے تو جائز ہیں اس میں دو وجہیں حذف کرنا مفعول کا اور ضمیر لانا اور دوسری صورت ہی مختار ہے تا کہ ہو جائے ملفوظ مطابق مقصود کے لیکن حذف جیسا کہ تو کہے متوافقین میں ضربت واكرمت زيدًا ......الخ

واما الاضمار فكما تقول فی المتوافقين ضربت واكرمته زيدًا وضربت واكرمتهما الزيدَ ين وضربت واكرمتهم الزيدِينَ وفی المتخالفين ضربنی واكرمته زيدٌ وضربنی واكرمتهما الزيدانِ وضربنی واكرمتهم

الزیدون

ترجمہ : اورلیکن ضمیر کالانا جیسا کہ تو کہے گا متوافقین میں ضربت واکرمتہ زیدا ......الخ اور متخالفین میں ضربنی واکرمتہ زید ......الخ

واما اذا کان الفعلان من افعال القلوب فلابُدَّ مِن اظهار المفعول کما تقول حسبنی وحسبتهما منطلقَین الزیدَانِ منطلقًا وذٰلك لانَّ حسبنی وحسبتهما تنازعا فی منطلقا واعملت الاول وهو حسبنی واظهرت المفعولَ فی الثانی فان حذفت منطلقَین وقلت حسبنی وحسبتهما الزیدان منطلقا یلزم الاقتصار علی احد المفعولین فی افعال القلوب وهو غیر جائز وان اضمرت فلا یخلوا من ان تضمر مفردًا وتقول حسبنی وحسبتهما اِیّاه الزیدان منطلقًا وحینئذٍ لایکون المفعول الثانی مطابقًا للمفعول الاول وهو هُما فی قولك حسبتهما ولایجوز ذٰلك او ان تضمر مثنی وتقول حسبنی وحسبتهما ایاهما الزیدان منطلقًا وحینئذٍ یلزم عودُ الضمیر المثنی الی اللفظ المفرد وهو منطلقا الذی وقع فیه التنازع وهٰذا ایضا لایجوز واذا لم یجز الحذف والاضمار کما عرفت وجب الاظهار

ترجمہ : اورلیکن جب دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو پس ضروری ہے ظاہر کرنا مفعول کا جیسا کہ کہے گا تو حسبنی وحسبتهما منطلقین الزیدان منطلقا اور یہ اس لئے کہ حسبنی اور حسبتهما نے جھگڑا کیا منطلقا میں اور تو نے عمل دیا اول کو اور وہ حسبنی ہے اور تو نے ظاہر کیا مفعول کو ثانی میں پس اگر حذف کرے تو منطلقین کو اور کہے تو حسبنی وحسبتهما الزیدان منطلقا تو لازم آتا ہے اکتفاء کرنا دو مفعولوں میں سے ایک پر افعال قلوب میں اور یہ نا جائز ہے اور اگر ضمیر لائے تو پس نہیں خالی اس بات سے کہ ضمیر لائے گا تو مفرد کی اور کہے گا تو حسبنی وحسبتهما ایاه الزیدان منطلقا اور اس وقت نہیں ہوگا مفعول ثانی مطابق مفعول اول کے اور وہ هما ہے تیرے قول حسبتهما میں اور یہ جائز نہیں اور یا ضمیر لائے گا تو تثنیہ کی اور تو کہے گا حسبنی وحسبتهما ایاهما الزیدان منطلقا اور اس وقت لازم آئے گا لوٹنا ضمیر تثنیہ کا مفرد لفظ کی طرف اور وہ منطلقا ہے جس میں تنازع واقع ہوا ہے اور یہ بھی جائز نہیں اور جب نا جائز ہے حذف کرنا اور ضمیر لانا جیسا کہ تو نے معلوم کر لیا تو واجب ہے ظاہر کرنا۔

تشریح : قطع تنازع کی تفصیل علی مذهب الکوفین کا بیان ہے یہاں پر بھی ماقبل کی طرح تین صورتیں بنیں گی کہ عمل ہر حال میں پہلے فعل کو دیا جائے گا اور دوسرے فعل کیلئے انتظام کیا جائے گا۔

پہلی صورت : کہ دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کرے خواہ متوافقین کی صورت ہو یا متخالفین دوسرے فعل کے لئے ضمیر کی جائے گی

متوافقین کی مثال : ضربنی واکرمنی زید

متخالفین کی مثال : ضربت واکرمنی زید

دوسری صورت : دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور دو فعل جھگڑا کرنے والے افعال قلوب سے نہ ہوں تو عمل ہر حال میں پہلے فعل کو دیا جائے گا اور دوسرے فعل کیلئے مفعول۔

تیسری صورت : کہ دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے اور وہ دو فعل جھگڑا کرنے والے افعال قلوب میں سے ہوں تو عمل پہلے فعل کو دیا جائے۔ اور دوسرے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہوگا دلیل قطع تنازع کے تین طریقے تھے حذف، اظہار، اضمار حذف تو اس لئے ناجائز ہے کہ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کا حذف لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں دوسرا طریقہ اضمار یہ بھی جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر مفرد کی کریں گے یا تثنیہ کی اگر ضمیر مفرد کی کریں تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں مطابقت نہ ہوگی اگرچہ راجع مرجع میں مطابقت ہوگی اور اگر ضمیر تثنیہ کی کریں تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوگی اس لئے کہ مرجع مفرد ہے اور راجع ضمیر تثنیہ کی ہے باقی رہا ایک طریقہ اظہار کا وہ ہی متعین ہوا۔

بحث مفعول مالم یسم فاعلہ

فصل : مفعول ما لم یسم فاعله وهو كل مفعول حُذف فاعله واُقيم هو مقامه نحو ضُرب زيدٌ وحكمه في توحيد فعله وتثنيتهٖ وجمعهٖ وتذكيرهٖ وتانيثهٖ على قياس ما عرفت في الفاعل

ترجمہ : مفعول اس فعل یا شبہ فعل کا جس کا فاعل ذکر نہ کیا گیا اور وہ ہر وہ مفعول ہے کہ اُس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور اس کو اس کے قائم مقام کھڑا کیا گیا ہو جیسے ضرب زید اور اس کا حکم اس کے فعل کے مفرد تثنیہ جمع مذکر مؤنث لانے میں او پر قیاس کرنے اس چیز کے ہے جو آپ پہچان چکے ہیں فاعل میں۔

تشریح : مصنفؒ مرفوعات کی پہلی قسم فاعل سے فارغ ہونے کے بعد مرفوعات کی دوسری قسم کو بیان کرنا چاہتے ہیں جس کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ مفعول جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور اس کے مفعول کو اسکی جگہ ٹھہرایا گیا ہو۔

سوال : آپکی عبارت میں تضاد ہے لم یسم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا فاعل ہوتا ہی نہیں اور لفظ حذف سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہوتا تو ہے لیکن اس کو حذف کیا جاتا ہے؟

جواب : یہاں لم یسم بمعنی لم یذکر کے ہے۔

سوال : مفعول کو فاعل کی جگہ کیسے ٹھہرایا جا سکتا ہے اس لئے کہ فاعل اور مفعول میں بڑا فرق ہے کہ فاعل پر رفع اور مفعول پر

نصب اور اسی طرح فاعل میں قیام کا اعتبار ہوتا ہے اور مفعول میں وقوع کا؟

جواب: ہم مانتے ہیں کہ فاعل مفعول میں فرق ہوتا ہے لیکن فاعل کی جگہ مفعول کا واقع ہونا صرف اس اعتبار سے ہے کہ جو اسناد فاعل کی طرف تھی وہ مفعول کی طرف کر دی جائے یہ بات ظاہر ہے کہ جب اسناد مفعول کی طرف ہوگی تو رفع بھی اس پر ہوگا۔

سوال: یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ انبت الربیع البقل میں الربیع پر صادق آتی ہے کیونکہ یہ اصل میں تھا انبت اللّٰہ البقل فی الربیع لفظ اللہ جو فاعل تھا اس کو حذف کر کے اس کی جگہ مفعول کو ٹھہرا دیا گیا حالانکہ الربیع فاعل ہے لیکن نائب فاعل نہیں؟

جواب: ہماری مراد فاعل سے فاعل حقیقی نہیں بلکہ فاعل نحوی مراد ہے لہٰذا اس اعتبار سے ربیع فاعل بنے گا نائب فاعل نہیں۔

سوال: فاعلہ کی ہ ضمیر راجع ہے مفعول کی طرف جس کا مطلب یہ ہوا کہ فاعل مفعول کا ہوتا ہے حالانکہ فاعل فعل کا ہوتا ہے اس لئے فعل کی طرف نسبت کرنی چاہیے تھی؟

جواب: ادنی ملابست اور تعلق کی بناء پر فاعل کی نسبت مفعول کی طرف کر دی اس لئے فاعل کا فعل مفعول پر واقع ہوا کرتا ہے۔

سوال: اقیم کے بعد ھو ضمیر منفصل کیوں لائے ہو حالانکہ ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید اس وقت لائی جاتی ہے جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی شی کا عطف ڈالا جائے اور یہاں پر تو ضمیر مستتر پر کسی چیز کا عطف نہیں ڈالا گیا تو ضمیر منفصل سے تاکید کیوں لائی گئی ہے؟

جواب: ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ اس لئے لائے تاکہ دو خرابیوں سے بچا جا سکے

پہلی خرابی: یہ تھی کہ اگر ھو ضمیر منفصل نہ لاتے تو کوئی طالب علم یہ سمجھ سکتا تھا کہ مقامہ اقیم کا نائب فاعل ہے حالانکہ نائب فاعل اس میں ضمیر مستتر ہے۔

دوسری خرابی: یہ بھی ہو سکتی تھی کہ اقیم کی ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے اس لئے کہ وہ قریب ہے اور ضابطہ ہے قریب کو چھوڑ کر بعید کی طرف ضمیر کو راجع نہیں کرنا چاہیے حالانکہ ان دونوں صورتوں میں کلام کا معنی غلط بنتا تھا اس لئے ضمیر منفصل سے تاکید لائی گئی ہے تاکہ ان دونوں وہموں کا ازالہ ہو جائے۔

وحکمہ فی توحید فعلہ

مفعول مالم یسم فاعلہ: چونکہ فاعل کا نائب ہے اسی وجہ سے اس کے فعل کے واحد، تثنیہ اور جمع کے لئے وہی ضابطہ ہے جو کہ فاعل کے لئے تھا یعنی نائب فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد لایا جائے گا اگر نائب فاعل اسم ضمیر ہو تو پھر فعل نائب فاعل کے مطابق لایا جائے گا اور اسی طرح نائب فاعل کے فعل کی تذکیر و تانیث بھی اسی قانون پر مبنی ہے جو قانون آپ فاعل کی مباحث میں پڑھ

چکے ہیں وہاں پر فاعل کی تین قسمیں تھیں یہاں پر نائب فاعل کی بھی تین قسمیں ہیں ① نائب فاعل مؤنث حقیقی ② نائب فاعل مؤنث غیر حقیقی ③ نائب فاعل جمع مکسر الی آخرہ۔

بحث المبتداء والخبر

فصل: المبتداءُ والخبر هُما اسمان مجردان عن العوامل للفظية احدهما مسندٌ اليه ويسمى المبتداء والثانی مسندٌ به ويسمى الخبر نحوزيدٌ قائمٌ والعامل فيهما معنویٌّ وهوالابتداء

ترجمہ : مبتداء اور خبر وہ دو ایسے اسم ہیں جو خالی ہوں عوامل لفظیہ سے ایک ان میں سے مسند الیہ ہوتا ہے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا مبتداء اور دوسرا مسند بہ ہوتا اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر جیسے زید قائم اور عامل ان دونوں میں معنوی ہے اور وہ ابتداء ہے۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں مرفوعات کی تیسری قسم مبتدا و چوتھی قسم خبر کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مبتدا خبر کی تعریف : مبتدا خبر وہ دو اسم ہیں جو خالی ہوں عوامل لفظیہ سے ان میں سے ایک مسند الیہ ہوتا ہے جو کہ مبتدا ہوتا ہے اور دوسرا اسم مسند ہوتا ہے جو کہ خبر ہوا کرتا ہے جیسے زید قائم اور مبتدا اور خبر دونوں کا عامل معنوی ہوا کرتا ہے وھو الابتدء اور وہ عامل معنوی ابتدا ہے یعنی کلام کے شروع میں ہونا۔

سوال : مرفوعات کی ان دو قسم مبتدا خبر کو ایک فصل میں کیوں ذکر کیا جبکہ باقی اقسام کو علیحدہ علیحدہ فصل میں ذکر کیا اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب : اس کی دو وجہ ہیں

پہلی وجہ : یہ ہے کہ مبتدا خبر ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں کہ مبتدا خبر کے بغیر اور خبر مبتدا کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

دوسری وجہ : یہ ہے کہ دونوں عامل میں شریک ہیں اس لئے کہ ان دونوں کا عامل معنوی ہوتا ہے۔

سوال : آپ نے کہا مبتدا خبر عامل لفظی سے مجرد ہوتے ہیں اور مجرد تجرید سے ہے جس کا معنی ہے خالی کرنا جس کا مطلب یہ ہوگا کہ مبتدا خبر کا عامل لفظی پہلے موجود ہوتا ہے پھر اس سے اس کو خالی کیا جاتا ہے حالانکہ مبتدا خبر کا عامل لفظی سرے سے ہوتا ہی نہیں؟

جواب : یہاں تجرید بمعنی عدم کے ہے یہ ذکر الخاص وارادۃ العام کے قبیل سے ہے۔

سوال : بحسبك الله اس میں حسب مبتدا ہے لیکن عامل لفظی اس پر داخل ہے؟

جواب : عامل سے مراد وہ عامل ہے جو مؤثر فی المعنی ہو نہ کہ زائدہ اور آپ کی پیش کردہ مثال میں عامل لفظی موجود ہے لیکن یہ

زائدہ ہے معنی میں اثر نہیں کرتا۔

سوال: آپ العوامل جمع کا لفظ لائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مبتدا تین یا تین سے زائد عاملوں سے خالی ہوا کرتا ہے ایک یا دو عامل داخل ہوں تو کوئی حرج نہیں؟

جواب: جمع پر الف لام جنسی داخل ہو تو جمعیت کا معنی باطل ہو جاتا ہے یہاں پر الف لام جنسی ہے۔

سوال: سوال کا حاصل یہ ہوا کہ تجرید یہ عدمی چیز ہے اور عدمی چیز مؤثر اور عامل نہیں بن سکتی؟

جواب: عوامل اثر کی علامت ہوتے ہیں نہ کہ مؤثر کیونکہ مؤثر تو متکلم ہوتا ہے۔

فائدہ: مبتدا خبر کے عامل کے بارے میں اختلاف ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کا عامل معنوی ہوتا ہے بعض کے نزدیک مبتدا کا عامل معنوی ہے لیکن خبر کا عامل مبتدا ہوا کرتا ہے اور بعض کے نزدیک مبتدا عامل ہے خبر میں اور خبر عامل ہے مبتدا میں۔

قوله: واصل المبتداء ان يكون معرفة واصل الخبر ان يكون نكرة

ترجمہ: اور اصل مبتداء میں یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور اصل خبر میں یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو۔

تشریح: مبتدا اور خبر کی اصل بتا رہے ہیں

ضابطہ: مطلب یہ ہے کہ مبتدا کی اصل یعنی وہ حالت مناسبہ جس پر مبتدا کا ہونا مناسب ہے وہ یہ ہے کہ مبتدا معرفہ ہو اس لئے کہ مبتدا محکوم علیہ ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب تک محکوم علیہ متعین اور معلوم نہ ہو تو اس پر حکم نہیں لگایا جا سکتا اور خبر کی اصل یعنی وہ حالت مناسبہ جس پر خبر کو ہونا چاہے وہ نکرہ ہے کیونکہ خبر محکوم بہ ہوا کرتی ہے اور محکوم بہ میں اصل نکرہ ہونا ہے۔

قوله: والنكرة اذا وصفت جاز ان تقع مبتداء نحو قوله تعالىٰ وَلَعَبْدٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وكذا اذا تخصصت بوجه آخر نحو اَرجلٌ في الدّار اَمْ امرأةٌ وما احَدٌ خير منك وشرٌّ اَهَرَّ ذَا نابٍ وفي الدَّارِ رجلٌ وسلامٌ عليك

ترجمہ: اور نکرہ جب اس کی صفت لائی جائے تو جائز ہے کہ ہو جائے مبتداء جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے وَلَعَبْدٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور اسی طرح جب نکرہ مخصص کیا جائے کسی اور وجہ سے جیسے اَرجلٌ فی الدّار اَمْ امرأةٌ ......الخ

تشریح: اس عبارت میں مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نکرہ بھی مبتدا واقع ہو سکتا ہے لیکن جب کہ اس میں تخصیص پیدا ہو جائے اور وجوہ تخصیص مصنفؒ نے چھ بیان کئے ہیں اور وجوہ تخصیص میں سے۔

پہلی وجہ تخصیص: یہ ہے کہ نکرہ میں تخصیص ہو صفت کی وجہ سے اور صفت میں تعمیم ہے کہ خواہ مذکور ہو جیسے ولعبد مومن خير من مشرك اس میں عبد نکرہ مخصصہ ہے جس میں تخصیص مومن کی صفت کی وجہ سے ہے یا صفت مقدر ہو جیسے السمن منوان

بدرهم ، منوان نکرہ مبتدا واقع ہو رہا ہے جس میں تخصیص صفت مقدر کی وجہ سے یا معناً جیسے تصغیر میں رجیل قائم معنی ہوتا ہے رجل صغیر ۔

دوسری وجہ تخصیص : کہ نکرہ اس ہمزہ کے بعد جو ام متصلہ کے ساتھ واقع ہو رہا ہو جیسے ارجل فی الدار ام امرأة اس میں رجل اور امرأة نکرہ مخصصہ ہے جس میں تخصیص متکلم کے علم کی وجہ سے ہے کیونکہ متکلم جانتا ہے کہ اس گھر میں ان دو میں سے ایک ضرور ہے وہ ہمزہ اور ام کے ذریعے اس کی تعیین حاصل کرنا چاہتا ہے۔

تیسری وجہ تخصیص : کہ نکرہ تحت النفی واقع ہو جیسے ما احد خیر منك اس میں احد نکرہ مخصصہ مبتداء ہے جس میں تخصیص عموم والے معنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

لیکن یاد رکھیں! نکرہ کی تخصیص تحت النفی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ ہر وہ نکرہ جس میں عموم مقصود ہو خواہ وہ مقام اثبات میں ہو یا مقام نفی میں تو وہ نکرہ مخصصہ ہو کر مبتدا بن سکتا ہے جیسے تمرة خیر من جرادة ۔

چوتھی وجہ تخصیص : کہ یہ وہ نکرہ جس میں کسی صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص آگئی ہو جیسے شر اھر ذاناب۔

پانچویں وجہ تخصیص : یہ ہے کہ نکرہ پر خبر مقدم ہو جائے جیسے فی الدار رجل ۔

چھٹی وجہ تخصیص : یہ ہے کہ ہر وہ نکرہ جو متکلم کی طرف نسبت کرنے سے خاص ہو جائے جیسے سلام علیك اس میں سلام نکرہ مخصصہ مبتدا واقع ہو رہا ہے جس میں تخصیص آئی ہے متکلم کی طرف نسبت کرنے سے یہ سلام علیك اصل میں جملہ فعلیہ تھا پھر جملہ فعلیہ سے عدول کر کے جملہ اسمیہ بنایا گیا جس طرح جملہ فعلیہ میں متکلم کی طرف نسبت تھی اسی طرح جملہ اسمیہ میں بھی متکلم کی طرف نسبت ہوگی اس کا اصل تھا سلمت سلاماً علیك پھر جس طرح کہ ان افعال کو حذف کر کے مصادر کو ان جگہ ٹھہرا دیا جاتا ہے دوام وستمرار کے معنی کو حاصل کرنے کے لئے یہاں پر بھی ایسے کیا گیا ہے۔

قولــه : وان كان احدالاسمين معرفة والآخر نكرة فاجعل المعرفة مبتداء والنكرة خبرا البتة كما مرَّ وان كانا معرفتين فاجعل ايهما شئت مبتداء والاخر خيرا نحو الله الٰهنا ومحمد نبينا وآدم ابونا

ترجمہ : اور اگر دو اسموں میں سے ایک معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ تو پس بنا تو معرفہ کو مبتداء اور نکرہ کو خبر یقیناً جیسا کہ اوپر گزرا اور اگر دونوں معرفہ ہوں پس بنا تو ان دونوں میں سے جس کو چاہے مبتداء اور دوسرے کو خبر جیسے اللہ الھنا ومحمد نبینا وآدم ابونا ۔

اور اگر دونوں معرفے ہوں اور دونوں تخصیص میں برابر ہوں تو جس کو بھی مبتدا بنانا چاہو اس کو مقدم کر کے مبتدا بنا دیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے اندر مبتدا ہونے کی صلاحیت ہے اور دوسرے کو خبر بنا دیا جائے۔

تشریح : سوال : مصنفؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دو معرفے ہوں تو ان دونوں میں سے جس اسم کو چاہو مبتدا بناؤ اور

آپ نے یہ شرط لگادی کہ جس کو مبتدا بنانا چاہو اس کو مقدم کر کے مبتدا بناؤ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : عبارت کا مطلب صحیح نہیں بن سکتا اس لئے کہ یہ اپنی جگہ ضابطہ مسلم ہے کہ اگر مبتدا خبر دونوں معرفہ ہوں تو مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے اسی لئے یہ شرط لگادی کہ جس کو بھی مبتدا بنانا چاہو اسی کو مقدم کر کے مبتدا بنادیا جائے یعنی بشرط تقدیمہ۔

قولہ : وقد یکون الخبر جملة اسمیة نحو زیدٌ ابوہُ قائمٌ اوفعلیة نحو زیدٌ قام ابوہُ اَو شرطیة نحو زیدٌ ان جاء نی فاکرمته او ظرفیة نحو زیدٌ خلفك عمروٌ فی الدار

ترجمہ : اور کبھی کبھی ہوتی ہے خبر جملہ اسمیہ جیسے زید ابوہ قائم یا فعلیہ جیسے زید قام ابوہ یا شرطیہ جیسے زیدٌ ان جاء نی فاکرمته یا ظرفیہ جیسے زیدٌ خلفك عمروٌ فی الدار۔

تشریح : مبتداء خبر کے احکامات چل رہے تھے ایک حکم خبر کا یہ ہے کہ جس طرح مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے اسی طرح مبتدا کی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اس لیے جس طرح مبتدا پر مفرد سے حکم لگایا جاسکتا ہے اسی طرح جملہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے لیکن لفظ قد لاکر اشارہ کردیا خبر میں اصل مفرد ہونا ہے کیونکہ خبر میں اصل یہ ہے کہ اس کا ربط اور تعلق ہو مبتدا کے ساتھ اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ ربط مفرد میں ہوسکتا ہے جملہ میں نہیں کیونکہ جملہ خود ہی کامل اور تام ہوتا ہے جس میں دوسرے اسم کی احتیاجی بالکل نہیں ہوتی بعنوان دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ خبر کا اصل مفرد ہونا اس لئے ہے کہ اس کا تعلق اور ربط ہوتا ہے بلاواسطہ مبتداء کے ساتھ بخلاف جملہ کہ اس کے ربط کے لئے ضمیر اور عائد کی ضرورت ہوتی ہے۔

جملہ خبریہ کی چار قسمیں ہیں: ① جملہ اسمیہ ② جملہ ظرفیہ ③ جملہ فعلیہ ④ جملہ شرطیہ، یہ چاروں قسم مبتدا کی خبر واقع ہوسکتے ہیں۔

① جملہ اسمیہ خبر واقع ہو جیسے : زید ابوہ قائم۔

② جملہ فعلیہ خبر واقع ہو جیسے : زید قام ابوہ۔

③ جملہ شرطیہ خبر واقع ہو جیسے : زید ان جاء نی اکرمته۔

④ جملہ ظرفیہ خبر واقع ہو جیسے : زیدخلفك وعمروفی الدار۔

قولہ : والظرف متعلق بجملة عند الاکثر وھی استقر مثلا تقول زیدٌ فی الدّار تقدیرہٗ زیدٌ نِ اسْتقر فی الدار

ترجمہ : اور ظرف متعلق ہوتی ہے ساتھ جملہ کے اکثر کے ہاں اور وہ جملہ استقر ہے مثلاً آپ کہیں گے زیدٌ فی الدار اس کی اصل ہے زیدُ نِ اسْتقر فی الدار یعنی زید ثابت ہے (مستقر ہے) دار میں۔

تشریح : خبر جب ظرف ہو خواہ ظرف زمان ہو جیسے القیام لیلة القدر یا ظرف مکان جیسے زید اما مك یا جار مجرور جیسے زید فی الدار تو اکثر یعنی بصریین کا مذہب یہ ہے کہ جملہ فعلیہ کو مقدر مانتے ہیں اور بعض نحوی شبہ فعل کو محذوف مانتے ہیں۔

مذھب اول کی دلیل : یہ ہے کہ ظرف معمول ہوتا ہے جس کے لئے عامل کی ضرورت ہے اور عمل میں اصل چونکہ فعل ہوتا ہے لہٰذا جب عامل کو مقدر ماننا ہے تو عامل اصل یعنی فعل کو مقدر ماننا چاہیے۔

دوسرے مذھب کی دلیل : یہ ہے کہ یہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل مفرد ہونا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ شبہ فعل کو مقدر ماننے کی صورت میں تو خبر مفرد ہو سکتی ہے اور جملہ فعلیہ ہونے کی صورت میں نہیں لیکن راجح پہلا مذہب ہے وجہ ترجیح یہ ہے کہ قول اول کی دلیل باعتبار معمولیت ظرف کے ہے۔

اور قول ثانی کی دلیل باعتبار خبریت ظرف کے ہے اور چونکہ معمولیت اصل ہے جو کسی حال میں جدا نہیں ہو سکتی بخلاف خبریت کے یہ عارضی چیز ہے جو کہ جدا ہو جاتی ہے لہٰذا راجح پہلا قول ہوا۔

قولہ : ولابد فی الجملة من ضمیر یعود الی المبتداء کالھاء فی مامر

ترجمہ : اور ضروری ہے جملہ میں ایسی ضمیر جو لوٹے مبتداء کی طرف جیسے ھو ضمیر اسی مثال میں جو گزر چکی ہے۔

تشریح : سوال : مصنفؒ کو چاہیے تھا کہ ضمیر کی جگہ عائد کا لفظ لاتے جس طرح صاحب کافیہ نے کیا ہے تا کہ یہ عائد کی تمام قسموں کو شامل ہو جاتا؟

جواب : کیونکہ عائد میں سے ضمیر اصل تھی اس لئے اس کو ذکر کر دیا۔

سوال : خبر جب جملہ ہو تو اس میں عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : جملہ کامل اور تام ہونے کی وجہ سے مستقل ہوتا ہے کسی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تو اس کا مبتدا کے ساتھ تعلق جوڑنے کے لئے عائد کا لانا ضروری ہے اور عائد کی چند قسمیں ہیں۔

① ضمیر جیسا کہ مثالوں میں سے گزر چکا ہے۔

② الف لام جیسے : نعم الرجل ابو بکرؓ

③ اسم ظاہر کا ضمیر کی جگہ ہونا جیسے : اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ ۔

④ خبر مفسر ہو جیسے : قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔

⑤ اسم اشارہ جیسے : وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۔

⑥ خبر کا مبتدا کے عین ہونا جیسے حدیث افضل ما قلته انا والنبیون من قبلی لا اله الا اللّٰه تو عائد کی یہ چھ قسمیں ہوئیں۔

قولـه: ویجوزحذ فه عند وجود قرینة نحو السَّمنُ منوانِ بد رهم والبُرُّ الکر بستین د رهمًا

ترجمہ: اور جائز ہے حذف کرنا اس ضمیر کا بوقت موجود ہونے قرینہ کے جیسے السَّمنُ منوانِ بد رهم اور و البُرُّ الکر بستین درهمًا۔

تشریح: اگر قرینہ موجود ہو تو ضمیر رابط کا حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے السمن منوان بد رهم البر الکر بستین د رهما میں منه رابط محذوف ہے جس پر قرینہ یہ ہے کہ بائع اس وقت گیہوں کا نرخ بتا رہا ہے نہ کہ کسی اور چیز کا۔

قولـه: وقد یتقدم الخبر علی المبتداء نحو فی الدار زید ویجوز للمبتداء الواحد اخبارٌ کثیرةٌ نحو زیدٌ عالمٌ فاضلٌ عاقلٌ

ترجمہ: اور کبھی کبھی مقدم ہو جاتی ہے خبر مبتداء پر جیسے فی الدار زید اور جائز ہیں ایک مبتداء کے لئے بہت سی خبریں جیسے زید عالم فاضل عاقل وغیرہ۔

تشریح: مبتدا خبر کے احکامات میں سے ایک حکم یہ ہے کہ کبھی کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے فی الدار زید میں اور یہاں لفظ قد تقلیل کے لئے لا کر یہ مسئلہ بتا دیا کہ خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتدا سے مؤخر ہو اور مبتدا میں اصل یہ ہے کہ مبتدا مقدم ہو اور خبر کا تقدم دو قسم پر ہے ① جائز ② واجب

اگر مبتدا نکرہ ہو تو اس وقت خبر کا تقدم واجب ہوتا ہے اور اگر معرفہ ہو تو خبر کا تقدم جائز ہوتا ہے۔

ویجوز للمبتدأ الواحد اخباراً کثیرة

ایک مبتداء کے لئے اخبار متعدد ہو سکتی ہیں اس لئے کہ محکوم علیہ پر متعدد حکم لگائے جا سکتے ہیں جس میں عقلی طور پر چار احتمال ہیں۔

① تعدد المبتداء مع تعدد الخبر یہ صورت بہت ہی پائی جاتی ہے اس لئے اس سے بحث کرنا مقصود ہی نہیں۔

② توحد المبتدا مع توحد الخبر اس صورت کی بحث اب تک چلی آئی ہے۔

③ تعدد المبتدا مع توحد الخبر یہ صورت محض عقلی ہے خارج میں نہیں پائی جاتی۔

④ توحد المبتدا مع تعدد الخبر۔

اس مقام میں اسی صورت کا بیان ہے اس کی پھر تین صورتیں ہیں

① تعدد بحسب اللفظ والمعنی جمیعا یہ صورت پائی جاتی ہے۔

② تعدد بحسب اللفظ ہو فقط یعنی جس میں الفاظ متعدد ہوں معنی ایک ہو یہ صورت بھی پائی جاتی ہے۔

③ تعدد بحسب المعنی فقط یعنی معنی کے اندر تعدد لفظ ایک ہو یہ صورت نہیں پائی جاتی۔

قوله وقديتعددالخبر...... الخ کافیه
تعمیم اول
تعددالخبر
مع تعددالمخبرعنه دریں صُورَت عطف واجب شد
بدون تعددالمخبرعنه
لفظًا
مثل زيدٌ وعَمْرٌو عالمٌ وجاهِلٌ
معنًى
مثل هُمَا عالمٌ وجاهِلٌ
جائز
وقتیکه معنی بدون تعددتمام شد
واجب
وقتیکه نباشد
عطف اولیٰ
زَيْدٌ عَالِمٌ وَّشَاعِرٌ
ترکِ جائز
زَيْدٌ عَالِمٌ شَاعِرٌ
عطف جائز
اَلْخلُّ حُلْوٌ وَّحَامِضٌ
ترکِ اولیٰ
اَلْخلُّ حُلْوٌ حَامِضٌ
تعمیم دوم
تعددخبر
متفق الجنس
مختلف الجنس
فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى
دراسم
درفعل
دریک مرتبه
دربسیارمرتبه
مع عطف
بدون عطف
زَيْدٌ عَالِمٌ وَّشَاعِرٌ
زَيْدٌ عَالِمٌ شَاعِرٌ
اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ
وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ
زَيْدٌ اَكَلَ وَشَرِبَ
زَيْدٌ اَكَلَ شَرِبَ
زَيْدٌ اَكَلَ وَشَرِبَ كَتَبَ
زَيْدٌ اَكَلَ شَرِبَ كَتَبَ

پہلی دوصورتوں کی پھر دو دوصورتیں ہیں

① حرف عطف کے ذریعے۔

② بغیر عطف کے ذریعے جیسے زید عالم عاقل فاضل وهذا حلو حامض اس جگہ اس صورت کوذکر کیا جوحرف عطف کے بغیر ہو باقی کوذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

قولہ : واعلم ان لهم قسما آخرمن المبتداء ليس مسندًا اليه وهوصفة وقعت بعد حرف النفي نحو ما قائمٌ زيدٌ او بعد حرف الاستفهام نحو اقائم زيد بشرط ان ترفع تلك الصفة اسمًاظاهرًا نحوما قائم نِ الزّيدان واقائم ن الزيدان بخلاف ما قائمان الزيدان

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک ان نحویوں کے لئے ایک اور قسم ہے مبتداء کی وہ نہیں ہوتا مسند الیہ اور وہ صیغہ صفت ہے جو واقع ہو حرف نفی کے بعد جیسے ما قائم زید یا حرف استفہام کے بعد جیسے اقائم زید شرط یہ ہے کہ رفع دے یہ صیغہ صفت اسم ظاہر کو جیسے ما قائم الزيدان یا اقائم الزيدان بخلاف ما قائمان الزيدان کے۔

تشریح : مبتدا کی قسم ثانی کو بیان کر رہے ہیں مبتدا کی قسم اول جو ہمیشہ مسند الیہ ہوتا ہے لیکن مبتدا کی قسم ثانی جو مسند ہوتا ہے اس کی تعریف وہ صیغہ صفت کا جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو بشرطیکہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو۔

حرف نفی کے بعد کی مثال : ماقائم الزيدان ۔

حرف استفہام کے بعد کی مثال : اقائم الزيدان ۔

ان میں قائم صیغہ صفت کا اپنے بعد والے اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہے جو کہ مسند الیہ ہے اور فاعل ہے۔

سوال : ہوسکتا ہے کہ قائم خبر مقدم ہو اور الزيدان مبتدا مؤخر ہو؟

جواب : یہ ترکیب ہرگز نہیں ہوسکتی کیونکہ اس صورت میں قائم کے اندر ضمیر واحد کا راجع ہونا لازم آئے گا الزيدان تثنیہ کی طرف جو کہ قطعاً جائز نہیں۔

سوال : آپ نے صیغہ صفت کے مبتدا ہونے کے لئے شرط لگائی ہے کہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو حالانکہ اَرَاغِبٌ اَنْتَ میں راغب صیغہ صفت کا اسم ضمیر کو رفع دے رہا ہے؟

جواب : اسم ظاہر سے مراد یہ ہے کہ ضمیر مستتر نہ ہو باقی رہی ضمیر بارز وہ اسی میں سے داخل ہے۔

فائدہ : صیغہ صفت جو حرف نفی اور حرف استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے اس کے بعد اسم ظاہر ہو اس میں تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے مطابق نہ ہو جیسے ما قائم الزيدان ما قائم الزيدون پہلی صورت کا حکم

یہ ہے کہ صیغہ صفت کا مبتدا ہونا واجب ہے۔

دوسری صورت : کہ صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے مطابق ہو مفرد ہونے میں جیسے اقائم زید ما قائم زید اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں دونوں صورتیں جائز ہیں صیغہ صفت کو اسم ظاہر میں رفع دینے کا لحاظ کیا جائے گا تو صیغہ صفت کو مبتدا بنایا جائے گا اور اگر ضمیر میں رافع ہونے کا لحاظ کیا جائے گا تو خبر بنایا جائے گا۔

تیسری صورت : کہ صیغہ صفت اپنے مابعد والے اسم ظاہر کے موافق اور مطابق ہو تثنیہ جمع ہونے میں اس تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ صیغہ صفت کا خبر ہونا متعین اور واجب ہے اور مابعد والا اسم مبتدا ہوگا ہمیشہ جیسے اقائمان الزیدان ما قائمون الزیدون اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شرط لگائی تھی صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دے اور اس صورت میں صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع نہیں دے رہا اس لئے اگر اسم ظاہر کو رفع دیتا تو صیغہ صفت واحد ہی لایا جاتا جیسا کہ قاعدہ فاعل کی بحث میں گزر چکا ہے۔

بحث خبر اِنَّ واخواتها

فصل: خبرإنَّ واخواتها وهى اَنَّ وكَاَنَّ ولٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعلَّ فهٰذِهِ الحُروف تدخل على المبتداء والخبر فتنصب المبتداء ويسمّٰى اسم اِنَّ وترفع الخبر ويسمّٰى خبراِنَّ

ترجمہ : خبر انَّ اور اس کے متشابہات کی اور اَنَّ و کَـاَنَّ ......الخ ہیں پس یہ حروف داخل ہوتے ہیں مبتداء اور خبر پر پس نصب دیتے ہیں مبتداء کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا اسم اِنَّ کا اور رفع دیتے ہیں خبر کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر اِنَّ کی۔

قوله : فخبراِنَّ هوالمسند بعد دخولها نحواِنَّ زيدًا قائم وحكمه فى كونه مفردًا اوجملة اومعرفة او نكرة كحكم خبرالمبتداء ولايجوز تقديم اخبارها على اسمائها اِلَّا اذا كان ظرفًا نحو اِنَّ فى الدار زيدًا لمجال التوسع فى الظروف

ترجمہ : پس خبر انَّ کی وہ ہے جو مسند ہو (انَّ) کے داخل ہونے کے بعد جیسے اِنَّ زیدًا قائمٌ اور حکم اس خبر کا اس کے مفرد یا جملہ یا معرفہ یا نکرہ ہونے میں مثل حکم خبر مبتداء کے ہے اور نہیں ہے جائز مقدم کرنا ان کی خبروں کو ان کے اسموں پر مگر جس وقت ہو وہ خبر ظرف جیسے اِنَّ فی الدّار زیدًا بوجہ توسع فی الظروف کے۔

تشریح : مصنف مبتدا اور خبر کے بیان کے بعد مرفوعات کی پانچویں قسم حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو بیان کر رہے ہیں یہ حروف مشبہ بالفعل مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں جن کا عمل یہ ہوتا ہے کہ مبتدا کو نصب دیتے ہیں اور اسکو ان کا اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں اور اسکو خبر کہا جاتا ہے۔

فائدہ : ان حروف کی مشابہت ہے فعل کے ساتھ چار چیزوں میں

① صیغۃً مشابہت ہے جیسے: ان فر کی طرح الی آخرہ ۔

② صورت میں جس طرح فعل ثلاثی ہوتا ہے رباعی ہوتا ہے یہ حروف مشبہ بالفعل بھی ایسے ہوتے ہیں اِنَّ ، اَنَّ ، کَاَنَّ ، لیت ، لکن یہ ثلاثی مجرد ہیں اور لعل رباعی مجرد ہے۔

③ معناً ان کا معنی فعل کی طرح ہوتا ہے جیسے ان ان حققت کے معنی میں اور لکن استدرکت کے معنی میں لعل ترجیت کے معنی میں اور لیت تمنیت کے معنی میں کان تشبھت کے معنی میں۔

④ عملاً مشابہت ہے جس طرح فعل متعدی ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے اسی طرح یہ بھی ایک اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتے ہیں البتہ فعل کا عمل اصلی اور ان کا عمل فرعی ہے تو عمل اصلی اور عمل فرعی میں فرق کرنے کے لئے فعل پہلے اسم کو رفع اور دوسرے کو نصب اور یہ حروف پہلے کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں۔

فخبر ان ھو المسند بعد دخولھا نحو ان زیداً قائم حرف مشبہ بالفعل کی خبر کی تعریف ان کی خبر مسند ہوتی ہے بعد داخل ہونے ان حروف کے۔

سوال : یہ تعریف تو بالکل غلط ہے کسی پر صادق نہیں آتی جیسے ان زید قائم ،قائم پر تمام حروف مشبہ بالفعل داخل نہیں بلکہ ایک داخل ہے اور آپ نے یہ کہا کہ ان تمام حروف کے داخل ہونے کے بعد وہ خبر مسند ہوتی ہے؟

جواب : ھذہ الحروف سے پہلے مضاف لفظ احد محذوف ہے اب معنی یہ ہوگا کہ حروف مشبہ بالفعل میں سے کسی ایک حرف کے داخل ہونے کے بعد وہ مسند ہوتی ہے۔

سوال : اخوات جمع ہے اخت کی جس کا معنی ہوتا ہے بہن یہ تو ذوی العقول کے لئے ہوتی ہے جب کہ یہ حروف مشبہ بالفعل ذوی العقول میں سے نہیں تو اخوات کا لفظ کیوں لائے؟

جواب : یہاں پر اخـــوات بمعنی امثال اور مشابہت کے ہے اور چونکہ حروف بتاویل کلمہ مؤنث ہوا کرتے ہیں اس لئے یہاں اخوات جمع مؤنث لائے جمع مذکر اخوۃ نہیں لائے۔

وحکمه فی کونه مفردا اور جملة او معرفه او نکرة

حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مفرد اور جملہ ہونے میں اور اسی طرح معرفہ و نکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کی طرح ہے یعنی جس طرح مبتدا کی خبر معرفہ اور نکرہ وغیرہ ہوتی ہے اسی طرح ان حروف کی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اور مفرد بھی معرفہ بھی ہوتی ہے اور نکرہ بھی پھر جملہ کی صورت جس طرح مبتدا کی خبر جملہ اسمیہ بھی ہوتی ہے اور جملہ فعلیہ بھی اور جملہ شرطیہ بھی اور جملہ ظرفیہ بھی تو اسی طرح اسی کی

خبر بھی اور جس طرح خبر کے جملہ ہونے کی صورت میں عائد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر جملہ ہو تو اس میں بھی عائد کا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح مبتدا کی خبر واحد اور متعدد بھی ہو سکتی ہے مثبت بھی اور منفی بھی اسی طرح ان حروف کی خبر بھی۔

ولا یجوز تقدیم اخبارھا علی اسمائھا

یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جب حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے تو جس طرح مبتدا کی خبر کا مبتدا پر مقدم ہونا جائز ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا بھی اسم پر مقدم ہونا جائز ہونا چاہیے تھا حالانکہ یہ جائز نہیں؟

جواب: حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا مقدم ہونا اس لئے ناجائز ہے کہ یہ حروف عامل ہونے میں ضعیف ہیں اور عامل ضعیف اپنی ترتیب سے عمل کرتا ہے جب ترتیب بدل جائے تو عامل ضعیف کا عمل باطل ہو جاتا ہے نیز عمل اصلی اور عمل فرعی میں فرق بھی ختم ہو جائے گا اس لئے قاعدہ بنا دیا کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر اس کے اسم پر ہرگز مقدم نہیں ہو سکتی۔

الا اذا کان ظرفا یہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے یعنی حروف مشبہ بالفعل کی خبر مقدم ہونا جائز نہیں مگر جس وقت خبر ظرف ہو تو پھر جائز ہے **یاد رکھیں!** اگر اسم معرفہ ہو تو پھر خبر کا مقدم ہونا جائز ہوگا جیسے ان فی الدار زیدًا اور اگر اسم نکرہ ہو تو پھر تقدیم واجب ہوگی جیسے ان من البیان لسحرا۔

بحث اسم کان واخواتھا

فصل: اسم کان واخواتھا وھی صار واصبح وامسیٰ واضحیٰ وظلّ وباتَ وراح واض وعَاد وغَدَا ومازال وما برِحَ وما فتیٰ وما انفك ومادام ولیس فھٰذہ الافعال تدخل ایضاعلی المبتداء والخبر فترفع المبتداء ویسمّٰی اسم کان وتنصب الخبر ویسمّٰی خبر کان

ترجمہ : کان اور اس کے متشابہات کا اسم اور وہ متشابہات صار اصبح ......الخ ہیں پس یہ افعال بھی داخل ہوتے ہیں مبتداء اور خبر پر پس رفع دیتے ہیں مبتداء کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا اسم کان کا وغیرہ۔ اور نصب دیتے ہیں خبر کو اور نام رکھا جاتا ہے اس کا خبر کان کی وغیرہ۔

تشریح : مرفوعات کی چھٹی قسم کا بیان ہے: جو کہ کان وغیرہ کا اسم ہے۔

قولــه : فاسم کان ھوالمسند الیه بعد دخولھا نحو کان زیدٌ قائمًا ویجوز فی الکل تقدیم اخبارھا علی اسمائھا نحو کان قائمًا زیدٌ وعلی نفس الافعال ایضا فی التسعة الاول قائمًا کان زیدٌ ولایجوز ذٰلك فی

مـافی اولہٖ ما فلا یقال قائمًا مازال زیدٌ و فی لیس خلافٌ و باقی الکلام فی ھٰذہ الافعال یجیُٔ فی القسم الثانی انشاء اللہ تعالیٰ

ترجمہ : پس اسم کان کا وہ ہے جومسندالیہ ہواس کے داخل ہونے کے بعد جیسے کـان زیـد قائما اور جائز ہے سب میں ان کی خبروں کومقدم کرناان کے اسموں پر جیسے کان قائما زید اور خودان کے افعال پر بھی اول نو(۹) افعال میں جیسے قائما کان زید اورنہیں جائز یہ بات ان افعال میں جن کے شروع میں ما ہے پس نہیں کہاجائے گا قـائما مازال زید اور لیس میں اختلاف ہے اور باقی کلام ان افعال میں قسم ثانی میں آئے گی ان شاءاللہ۔

تشریح : کـان اوراس کے اخوات کے اسم کی تعریف : یعنی افعال ناقصہ کے اسم کی تعریف، افعال ناقصہ کا اسم وہ ہے جوان کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہوجیسے کان زید قائمًا ، زید کان کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہےاور کان کا اسم ہےاور قائم خبرہے۔

یہاں پربھی یہ سوال ہوگا کہ آپ کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام افعال ناقصہ کے داخل ہونے کے بعدوہ اسم مرفوع ہوگا اور مسندالیہ ہوگا حالانکہ یہ تعریف بالکل غلط ہےاسلئے تمام افعال ناقصہ ایک اسم پرداخل نہیں ہوتے جیسے کـان زیـد قائمًا لہٰذا یہ تعریف توکسی پرصادق نہیں آئے گی؟

جواب : دخول سے پہلے لفظ احـد مضاف محذوف ہے مطلب یہ کہ ان افعال ناقصہ میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسندالیہ ہوتا ہے۔

ویجوز فی الکل تقدیم اخبارھا ...... کان قائماً زید۔

ضابطہ : اس عبارت میں ضابطہ کا بیان ہےجس کا حاصل یہ ہے کہ تمام افعال ناقصہ میں یہ جائز ہے کہ ان کی خبرکوان کے اسماء پر مقدم کیاجائے جس طرح کان قائما زید، قائما خبرتھی جوزید اسم پرمقدم کی گئی ہے۔

سوال : اس کی کیاوجہ ہے حروف مشبہ بالفعل کی خبرکا تواسم پرمقدم ہونا جائزنہیں لیکن افعال ناقصہ کی خبرکا افعال ناقصہ کے اسم پر مقدم ہونا جائزہے؟

جواب : حروف مشبہ بالفعل چونکہ عامل ضعیف ہیں وہ ترتیب کے بدلنے کے بعدعمل نہیں کرسکتے بخلاف افعال ناقصہ کے کہ یہ عامل قوی ہیں کہ اگرترتیب بدل بھی جائے پھربھی ان کاعمل باقی رہتاہے۔

وعلی نفس الافعال ایضا...... قائما ما زال زید۔

ضابطہ : افعال ناقصہ کی خبرکوخودافعال ناقصہ پرمقدم کرنا جائزہے یانہیں اسکی تفصیل ہے کہ ان افعال ناقصہ کی اس اعتبار سے

تین قسمیں بنتی ہیں۔

پہلی قسم : گیارہ افعال ایسے ہیں جن کی خبر کا خود افعال ناقصہ پر مقدم ہونا جائز ہے وہ کان سے لے کر غدا تک، اس جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہ عامل چونکہ افعال ہیں اور افعال کا عامل ہونا اصل قوی ہے لہٰذا مقدم ہوں یا مؤخر ہر صورت میں یہ عمل کرتے رہتے ہیں اور مانع بھی موجود نہیں ہے لہٰذا ان گیارہ افعال کی خبر کو خود افعال ناقصہ پر مقدم کرنا جائز ہے

یاد رکھیں! التسعة الاول یہ کاتب کی غلطی ہے کیونکہ نو افعال نہیں بنتے گیارہ افعال بنتے ہیں۔

دوسری قسم : وہ افعال جن کے شروع میں ما موجود ہو خواہ وہ ما مصدریہ ہو یا نافیہ ان کی خبر کو ان افعال پر مقدم کرنا جائز نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ نفی کے بعد جو معمول ہو اس کو نفی پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوتا اور اسی طرح یہ بھی ضابطہ ہے کہ مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں، یاد رکھیں ما مصدریہ ما دام میں ہے باقیوں میں جو ما ہے وہ ما نافیہ ہے۔

تیسری قسم : وہ لیس ہے اس کی تقدیم کے بارے میں اختلاف ہے بعض نحاۃ کا مذہب یہ ہے کہ ان کی خبر کو لیس پر مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کی خبر بھی نفی کے ماتحت ہے اور قاعدہ ہے کہ نفی کے مابعد کا نفی پر مقدم ہونا جائز نہیں ہوتا اور بعض کا مذہب یہ ہے کہ لیس کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ فعلیت کی وجہ سے تھا جس طرح دوسرے افعال کے منصوب کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہوتا ہے اس طرح لیس کی خبر کو بھی لیس پر مقدم کرنا جائز ہے۔ اور افعال ناقصہ کے متعلق جو مباحث باقی رہ گئی ہیں وہ انشاء اللہ قسم ثانی افعال کی مباحث میں آئیں گی۔

فائدہ : افعال ناقصہ کے اسم میں دو جہتیں ہیں پہلی جہت اسناد کو دیکھا جائے تو یہ فاعل بنتا ہے کیونکہ فعل کا اس طرف اسناد کیا گیا ہے دوسری جہت حقیقت کو دیکھا جائے تو یہ فاعل ہرگز نہیں بن سکتا کیونکہ بظاہر اس کی طرف فعل کا اسناد ہے لیکن یہ اسناد مقصود نہیں بلکہ اسناد سے مقصود ہے وہ اسناد معنی مصدری کی طرف ہے جو خبر میں موجود ہے اسی وجہ سے تو ان افعال کا نام افعال ناقصہ رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اگر جہت اول جہت اسناد کا اعتبار کیا جائے تو یہ مرفوعات کوئی علیحدہ قسم نہیں بنتی بلکہ یہ فاعل ہی بنے گی اور دوسری جہت کا اعتبار کیا جائے یعنی حقیقت کا اعتبار کیا جائے تو یہ مرفوعات کی ایک مستقل قسم بنتی ہے لہٰذا علامہ ابن حاجب نے اس کو فاعل بھی شمار کرتے ہوئے یعنی جہت اسناد کا لحاظ کرتے ہوئے مرفوعات کی مستقل قسم نہیں بنایا بلکہ فاعل میں داخل کیا اور مصنف نے حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے اس کو مستقل قسم بنا کر علیحدہ شمار کیا ہے۔

اسم ما و لاالمشبهتین بلیس

فصل : اسم ما و لا المشبهتین بلیس وهو المسند الیه بعد دخولهما نحو مازید قائما و لارجل افضل منك ویختص لابالنکرة ویعم ما بالمعرفة و النکرة

ترجمہ : ما و لامشبهتان بلیس کااسم اوروہ اسم ہے جومسند الیہ ہوان کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زید قائما و لارحل افضل منك اور لا مختص ہے نکرہ کے ساتھ اور ما شامل ہے معرفہ اور نکرہ کو۔

تشریح : مرفوعات میں سے ساتویں قسم کا بیان : کہ وہ ساتویں قسم ماولا مشبهتین بلیس کااسم ہے ما اور لا کو لیس کے ساتھ دو باتوں میں مشابہت ہے معنے میں کہ جس طرح لیس کا معنی نفی والا ہے اس طرح ان کا معنی نفی والا ہے۔

② عملا مشابہت ہے جس طرح لیس مبتدا خبر پر داخل ہوتو مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے اسی طرح ما اور لا بھی مبتدا خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

تعریف : ما اور لا مشبهتین بلیس کااسم مسند الیہ ہوتا ہے بعد داخل ہونے ان میں سے کسی ایک کے جیسے ما زید قائما زید ''ما'' کااسم ہے اور قائما خبر ہے اور لا رحل افضل منك میں رحل ''لا '' کااسم ہے اور مسند الیہ ہے۔

ویختص لا بالنکرة ویعم ما بالمعرفة و النکرة مصنفؒ ما اور لا میں فرق بتانا چاہتے ہیں

پہلا فرق : کہ لا نکرہ کے ساتھ خاص ہے یعنی لا کا عمل فقط نکرہ ہی میں ہوگا معرفہ میں نہیں اور ما عام ہے نکرہ اور معرفہ دونوں کو شامل ہے یعنی ما کا اسم نکرہ بھی ہوسکتا اور معرفہ بھی۔

سوال : اس فرق کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : ما کی مشابہت لیس کے ساتھ قوی ہے کہ جس طرح لیس نفی حال کے لئے آتا ہے اس طرح ما بھی نفی حال کے لئے آتی ہے اور بخلاف لا کے کہ اس کی مشابہت ضعیف ہے اس لئے کہ یہ مطلق نفی کے لئے آتا ہے نیز دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ ما اور لیس کی خبر پر بازائدہ آتی ہے لیکن لا کی خبر پر ہرگز نہیں آتی۔

سوال : ما لا مشبهتان کا عمل لیس کی مشابہت کی وجہ سے تھا لہٰذا ان کا عمل فرعی ہوا تو عمل اصلی اور عمل فرعی میں برابری لازم آرہی ہے؟

جواب : جو ممنوع اور ناجائز ہے وہ عمل فرعی کی عمل اصلی پر زیادتی اور برابری ممنوع نہیں البتہ غیر مستحسن ہے اور غیر مستحسن کا ارتکاب ایک مجبوری کی وجہ سے ہے کہ اگر حروف ما لا مشبهتان بلیس کو عمل فرعی دیا جاتا تو اس کا التباس ہوجاتا حروف مشبہ

بالفعل کے ساتھ اس ضرورت کی وجہ سے ہم نے ان کو عمل فرعی ہی دے دیا جو عمل اصلی والا ہے کیونکہ قاعدہ ہے الضروریات تبیح المحذورات۔

خبر لا التی لنفی الجنس

فصل: خبر لا لنفی الجنس وهو المسند بعد دخولها نحو لا رجل قائمٌ

ترجمہ: لائے نفی جنس کی خبر اور وہ وہ اسم ہے جو مسند ہو اس کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا رجل قائم۔

تشریح: آٹھویں قسم مرفوعات: کی لائے نفی جنس کی خبر ہے لائے نفی جنس کا عمل حروف مشبہ بالفعل کی مشابہت کی وجہ سے ہے کہ جس طرح وہ تاکید اثبات کے لئے آتے ہیں اسی طرح یہ تاکید نفی کے لئے ہیں تو یہ حمل النظیر علی النظیر کے قبیل سے ہوگا۔

تعریف: لائے نفی جنس کی خبر اس کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے۔

سوال: یہ مثال ممثل کے مطابق نہیں اس لئے ممثل یہ تھا کہ لا جنس کی نفی کرتا اور آپ نے جو مثال دی ہے اس میں جنس رجولیت کی نفی نہیں بلکہ اس کی صفت قیام کی نفی ہے؟

جواب: یہاں پر نفی کے بعد مضاف محذوف ہے لنفی صفة الجنس کہ لا جنس کی صفت کی نفی کے لئے آتا ہے نہ کہ ذات جنس کی نفی کے لئے۔

سوال: پھر تو لا مشبہ بلیس اور لا نفی جنس میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا؟

جواب: دو اعتبار سے فرق ہے

① عمل کے اعتبار سے جو کہ واضح ہے۔

② معنی کے اعتبار سے وہ یہ ہے کہ لا رجل فی الدار کا معنی ہوگا کہ گھر میں ایک فرد نہیں ہے اس سے دو رجل یا اس سے زیادہ کی نفی نہیں بخلاف لا رجل قائم فی الدار اس میں جنس رجل کی نفی ہو جائے گی کہ کوئی فرد بھی گھر میں موجود نہیں۔

مقصد ثانی منصوبات کی بحث میں

سوال : منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیوں کیا؟

جواب : کہ منصوبات کے افراد زیادہ تھے کیونکہ یہ بارہ قسمیں ہیں اور قاعدہ ہے العزۃ للتکاثر اس لئے ہم نے منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیا۔

قوله: الاسماءِ المنصوبة اثنا عشر قسما المفعول المطلق وبهٖ وفِيه ولهٗ ومعهٗ والحال والتميز والمستثنٰى واسم اِنَّ واخواتها وخبر كان واخواتها والمنصوب بلا التى لنفى الجنس وخبر ما ولا المشبهتين بليس

ترجمہ : اسمائے منصوبہ بارہ قسمیں ہیں مفعول مطلق اور بہ......الخ ۔

اسمائے منصوبہ کی بارہ قسمیں ہیں ① مفعول مطلق ② مفعول بہ ③ مفعول فیہ ④ مفعول لہ ⑤ مفعول معہ ⑥ حال ⑦ تمییز ⑧ المستثنیٰ ⑨ حروف مشبہ بالفعل کا اسم ⑩ افعال ناقصہ کی خبر (۱۱) لائے نفی جنس کے ساتھ منصوب (۱۲) ما اور لا مشبہتان بلیس کی خبران کی وجہ حصر احقر کی تصنیف ''کاشفہ شرح کافیہ'' میں دیکھیں۔

فصل : المفعول المطلق وهو مصدر بمعنى فعل مذكور قبلهٗ

ترجمہ : مفعول مطلق اور وہ وہ مصدر ہے جو ایسے فعل کے ہم معنی ہو جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

تشریح : مفعول مطلق کی تعریف : مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اس فعل کے معنی میں ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو جیسے ضربت ضربا میں ضربا مصدر ہے اور اپنے فعل مذکور ضربت کے ہم معنی ہے۔

سوال : یہ تعریف تو جامع نہیں اس سے تو خیر مقدم نکل جاتا ہے اس لئے کہ خیر اسم تفضیل ہے مصدر نہیں حالانکہ یہ بالاتفاق مفعول مطلق ہے۔

جواب : مصدر سے مراد عام ہے خواہ اصالۃً ہو یا نیابۃً اور یہ خیر مصدر ہے باعتبار نیابت کے کیونکہ اصل میں تھا قد وما خیر مقدم ، قدو ما موصوف کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ اسم تفضیل کو ٹھہرا دیا گیا۔

سوال : اهلك الله ويحة میں ويحة مفعول مطلق تو ہے حالانکہ نہ یہ اصالۃً مصدر ہے نہ نیابۃً؟

منصوبات

- عامل
  - فعل یا شبہ فعل
    - معمول
      - مفاعیل
        - فعل کا جزو ہو ← ① مفعول مطلق
        - فعل اس پر واقع ہو ← ② مفعول بہ
        - فعل اس میں واقع ہو ← ③ مفعول فیہ
        - اس کے لئے فعل واقع ہو ← ④ مفعول لہ
        - فعل کے معمول کا مصاحب ہو ← ⑤ مفعول معہ
      - ملحقات بالمفاعیل
        - مبین ہو
          - مبین وصف ← ⑥ حال
          - مبین ذات ← ⑦ تمییز
        - مبین نہ ہو ← ⑧ مستثنیٰ
  - حرف
    - معمول
      - مسند
        - کلام موجب ← ⑪ افعال ناقصہ کی خبر
        - کلام غیر موجب ← ⑫ ما و لا المشبہتین بلیس کی خبر
      - مسند الیہ
        - کلام موجب ← ⑨ حروف مشبہ بالفعل کا اسم
        - کلام غیر موجب ← ⑩ لائے نفی جنس کا اسم
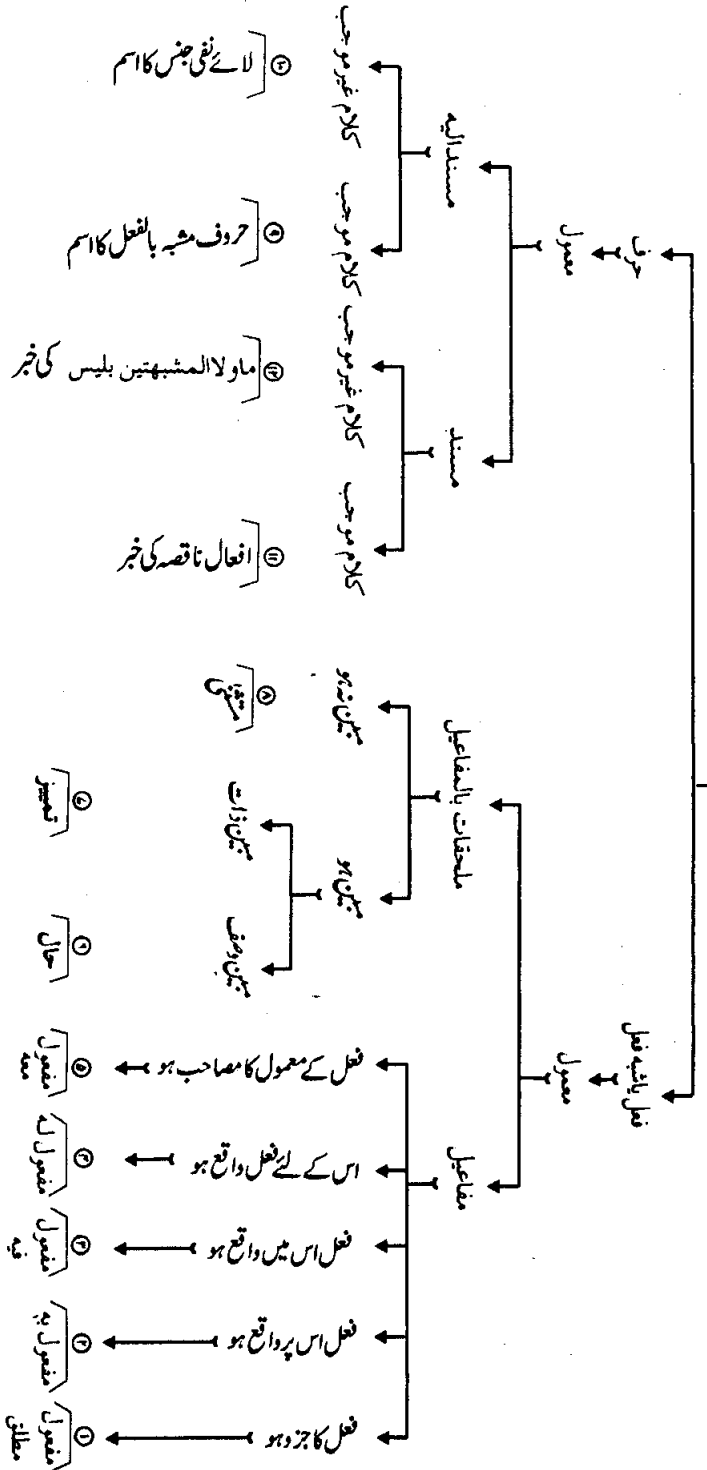
جواب : مصدر سے مراد عام ہے خواہ مصدر حقیقتاً ہو یا حکماً اور ویحۃ حکماً مصدر ہے۔

سوال : الضرب واقع میں الضرب مصدر ہے لیکن مفعول مطلق نہیں؟

جواب : ہم نے کہا تھا کہ اس مصدر سے پہلے فعل مذکور ہو اور اس سے پہلے چونکہ فعل مذکور نہیں اس لئے یہ مفعول مطلق نہیں۔

سوال : پھر بھی یہ تعریف درست نہیں کیونکہ ضرب الرقاب میں ضرب مفعول مطلق ہے لیکن اس سے پہلے فعل مذکور نہیں؟

جواب : مذکور سے مراد عام ہے خواہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو اور ضرب الرقاب کے لئے اضربوا فعل مقدر ہے۔

سوال : ضربته تا دیبا، تادیبا مصدر ہے اور اس سے پہلے فعل مذکور بھی ہے تو اس کو مفعول مطلق کہنا چاہیے حالانکہ مفعول مطلق نہیں بلکہ یہ مفعول لہ ہے؟

جواب : ہم نے کہا تھا کہ مفعول مطلق فعل مذکور کے معنی میں ہو اور یہ چونکہ فعل مذکور کے معنی میں نہیں اس لئے یہ مفعول مطلق نہیں۔

سوال : مفعول مطلق فعل کے معنی میں ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ فعل تو مرکب ہے تین چیزوں سے جب کہ مصدر ایک ہی چیز ہے یعنی معنی مصدری معنی حدثی؟

جواب : ہماری مراد یہ ہے کہ فعل اس مصدر پر اس طرح مشتمل ہو جس طرح کہ کل مشتمل ہوتا ہے جزء پر۔

وجہ تسمیہ : مفعول مطلق کو مفعول مطلق اس لئے کہا جاتا ہے کہ باقی مفاعیل کسی نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہیں اور یہ کسی قید کے سات مقید نہیں اس لئے اس کا نام مفعول مطلق رکھ دیا گیا۔

قولہ : ویذکر للتاکید کضربتُ ضرباً او لبیان النوع نحو جلست جِلسة القاری او لبیان العدد کجلست جلسة او جلستین او جلسات

ترجمہ : اور مفعول مطلق کو ذکر کیا جاتا ہے واسطے تاکید کے جیسے ضربت ضربا یا واسطے بیان نوع کے جیسے حلست حلسة القاری یا واسطے بیان عدد کے جیسے حلست حلسة او حلستین او حلسات۔

تشریح : مصنفؒ مفعول مطلق کی پہلی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں

① مفعول مطلق تاکیدی ② مفعول مطلق نوعی ③ مفعول مطلق عددی

وجہ حصر : مفعول مطلق دو حال سے خالی نہیں اپنے فعل کے معنی سے کسی زائد معنی پر دلالت کرے گا یا نہیں اگر زائد معنی پر دلالت نہ کرے تو مفعول مطلق تاکیدی ہوگا جیسے ضربت ضربا۔

اور اگر زائد معنی پر دلالت کرے تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس میں کسی شکل وصورت کا بیان ہوگا تو مفعول مطلق نوعی ہوگا جیسے

جلست جلسة القاری بیٹھا میں قاری کی نشست پر بیٹھنا اور تعداد بیان کرنے کے لئے ہوتو مفعول مطلق عددی ہوگا جیسے جلست جلسة او جلستین او جلسات بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا او جلستین دومرتبہ بیٹھا او جلسات۔

فائدہ : فعلة کا وزن مفعول مطلق نوعی کے لئے آتا ہے اور فعلة کا وزن مفعول مطلق عددی کے لئے آتا ہے۔

سوال : ہم تسلیم نہیں کرتے کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے اس لئے کہ تاکید کی دو قسمیں ہیں ① تاکید لفظی ② تاکید معنوی، اور یہ مفعول مطلق نہ تاکید لفظی ہے اور نہ ہی تاکید معنوی۔ اس لئے کہ تاکید لفظی میں لفظ اول کو بعینہ دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے جیسے زید زید اور تاکید معنوی چند الفاظ مخصوصہ کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مفعول مطلق ان دونوں میں سے نہیں تو مفعول مطلق کو تاکیدی کیسے کہا جاسکتا ہے؟

جواب : تاکید کا وہ اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے وہ یہ ہے کہ فعل کے مدلولات میں سے کسی ایک کی تاکید کے لئے آئے۔

ہر ایک کی تعریف : **مفعول مطلق تاکیدی** وہ ہے جو معنیٰ فعل سے مستفاد ہوں یہ مفعول مطلق اسی پر دلالت کرے اس سے زائد کسی معنی پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے ضربت ضربا

مفعول مطلق نوعی وہ ہے جو فعل مذکور کے معنی پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ فعل کے معنی کی انواع بتائے جیسے جلست جلسة القاری

مفعول مطلق عددی وہ ہے جو فعل مذکور کے فعل کے معنے پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ وحدت یا کثرت پر بھی دلالت کرے۔

قولہ :قد یکون من غیر لفظ الفعل المذکور نحو قعدت جلوسًا وانبت نباتًا

ترجمہ : اور کبھی مفعول مطلق ہوتا ہے فعل مذکور کے لفظ کے غیر سے جیسے قعدت جلوسا اور انبت نباتا۔

تشریح : دوسری تقسیم کا بیان ہے پہلی تقسیم باعتبار معنی کے تھی اور یہ تقسیم ثانی باعتبار لفظ کے ہے یاد رکھیں یہ تقسیم مفعول مطلق کی پہلی تین قسموں کو شامل ہے اس کا مطلب یہ ہے مفعول مطلق اور فعل کا معنی میں متحد ہونا تو ضروری ہے لیکن الفاظ میں متحد ہونا ضروری نہیں بلکہ تغایر بھی ہوسکتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں ① تغایر فی الباب والمادہ جیسے وَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً ② تغایر فی الباب جیسے انبت نباتا وتبتل الیه تبتیلا ③ تغایر فی المادہ جیسے جلست قعود۔

قولہ : وقد یحذف فعله لقیام قرینة جوازًا کقولك للقادم خیر مقدم ای قدمت قدومًا خیر مقدم ووجوبًا سماعًا نحو سقیًا وشکرًا وحمدًا ورعیًا ای سقاك الله سقیًا وشکرتُك شُکرًا وحَمِدْتُك حمدًا ورعاك الله رعیًا

ترجمہ : اور کبھی حذف کیا جاتا ہے اس کا فعل بوقت قائم ہونے قرینہ کے حذف جوازی جیسے تیرا قول اس شخص کے لئے جو سفر سے واپس آنے والا ہو خیر مقدم یعنی قدمت قدوما خیر مقدم (آیا ہے تو آنا بہتر آنا) اور حذف وجوبی سماعی جیسے سقیًا یعنی سقاك اللّٰہ سقیًا (پلائے تجھے اللہ تعالی پلانا) اور شکرا یعنی شکرتُك شُکرًا (شکرادا کرتا ہوں میں تیرا شکرادا کرنا) اور حمدًا یعنی حَمِدْتُكَ حمدًا (تعریف کرتا ہوں میں تیری تعریف کرنا) اور رعیا یعنی رعاك اللّٰہ رعیًا (رعایت کی اللہ نے تیری رعایت کرنا)۔

تشریح : ضابطہ : اگر قرینہ موجود ہو تو فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے پھر فعل کے حذف کی دو صورتیں ہیں

① حذف جوازی جیسے خیر مقدم یہ اصل میں تھا قدمت قدوما خیر مقدم اس فعل کے حذف پر قرینہ مشاہدہ حال ہے کہ یہ کلام اس شخص کو بولا جاتا ہے جو سفر سے واپس آرہا ہو۔

② حذف وجوبی کی مثال سقیا، شکرًا حمدًا، رعیًا یہ مفعول مطلق ہے جن کے فعل کو حذف کیا گیا ہے وجوبی طور پر لیکن وجوبی سماعی ہے کہ محض سماع پر موقوف ہے یعنی جن کے لئے کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر دوسرے مفعول مطلق کو قیاس کر کے ان کے فعل کو حذف کر دیا جائے۔

سوال : آپ نے کہا ان کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے حالانکہ کلام عرب میں ان کو فعل کے ساتھ بھی ذکر کیا گیا جیسے سقاك اللّٰہ سقیًا؟

جواب : یہ متولدین کا کلام ہے خالص عربوں کا کلام نہیں اس لئے ان کا کلام حجت نہیں ہے۔

فائدہ : یہ باب قدم اگر شرف سے آئے تو اس کا معنی قدیم والا ہوتا ہے اور اگر نصر سے آئے تو اس کا معنی مقدم ہونے کا آتا ہے اور اگر علم سے ہے تو اس کا معنی سفر سے آنے کا ہوتا۔

بحث مفعول بہ

فصل : المفعول به وهو اسم ما وقع عليه فعل الفاعل كضرب زيدٌ عمرًا وقد يتقدم على الفاعل كضرب عمرًا زيدٌ وقد يحذف فعله لقيام قرينة جوازًا نحو زيدًا في جواب مَن قال مَنْ اَضربُ ووجوبًا في اربعة مواضع الاول سماعيٌّ نحو امرأً ونفسه وانتهوا خيرلكم واهلًا وسهلًا والبواقي قياسية

ترجمہ : مفعول بہ اور وہ نام ہے اس چیز کا جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عمرا اور کبھی کبھی مقدم ہو جاتا ہے فاعل پر جیسے ضرب عمرا زید اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے اس کا فعل بوقت قائم ہونے قرینہ کے حذف جوازی جیسے زیدًا اس شخص

کے جواب میں جو کہے من اضرب اور حذف وجوبی چار جگہوں میں اول سماعی جیسے امرأ و نفسه و انتهوا خیرلکم و اهلًا و سهلًا اور باقی قیاسی ہیں۔

تشریح : مفعول بہ کی تعریف : مفعول بہ اس شی کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضرب زید عمرًا اس میں زید کا فعل ضرب عمرو پر واقع ہے لہٰذا یہ عمرو مفعول بہ ہے۔

سوال : آپ نے کہا وہ مفعول بہ ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو ضرب زید عمرًا میں لفظ عمرو پر تو فعل واقع نہیں بلکہ فعل تو واقع ہے ذات عمرو پر لہٰذا ذات عمرو کو مفعول بہ کہنا چاہیے نہ کہ لفظ عمرو کو حالانکہ آپ مفعول بہ لفظ عمرو کو کہتے ہیں؟

جواب : ہماری تعریف میں اسم کا لفظ موجود ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مفعول بہ نام ہے اس ذات کا جس پر فعل واقع ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ عمرو نام ہے ذات کا تو اسی کو مفعول بہ کہیں گے۔

سوال : آپ کی تعریف درست نہیں اس لئے مات زید میں زید پر یہ تعریف صادق آرہی ہے اس لئے کہ موت والا فعل زید پر واقع ہے حالانکہ زید فاعل ہے مفعول بہ نہیں؟

جواب : فعل کے واقع ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ فعل فاعل نحوی سے صادر ہو کر مفعول پر واقع ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہاں پر فاعل نحوی سے فعل صادر ہو کر مفعول بہ واقع نہیں ہو رہا لہٰذا یہ تعریف اس پر صادق نہیں آئے گی۔

سوال : ایاك نعبد و ایاك نستعین ، ایاك نعبد عبادت والا فعل اللہ کی ذات پر واقع نہیں ہو رہا تو اس کو مفعول بہ نہیں کہنا چاہیے تم کیوں کہتے ہو؟

جواب : فعل کے واقع ہونے سے مراد تعلق ہے لیکن خاص تعلق مراد ہے جس طرح فعل کا فاعل کے ساتھ ہوا کرتا ہے اسی طرح اس کے دوسرے درجے پر اسکے ساتھ ہو یعنی جس طرح فاعل کا سمجھنا فعل کے بغیر نہیں ہو سکتا اسی طرح فعل کا سمجھنا مفعول بہ کے بغیر نہیں ہو سکتا اور بات ظاہر ہے کہ ایسا خاص تعلق اور کسی مفعول میں موجود نہیں ہے۔

وقد یتقدم علی الفاعل کضرب عمراً زید مفعول بہ کی تعریف کے بعد اب اس کے احکامات اور ضوابط کا بیان ہے۔

پہلا ضابطہ اور پہلا حکم : کہ کبھی کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے جیسے ضرب عمرًا زیدٌ اس پر علت اور دلیل یہ ہے کہ فعل عامل قوی ہے یہ اپنے معمولات میں عمل کرنے میں ترتیب کو نہیں چاہتا اس لئے اس کے معمول ترتیب کے ساتھ واقع ہوں یا بغیر ترتیب کے یہ ہر حال میں عمل کرتا ہے یاد رکھیں کہ مفعول بہ کے مقدم ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ بعض صورتوں میں مقدم کرنا جائز ہے اور بعض صورتوں میں ناجائز ہے ہم نے اس کی تفصیل فاعل کے احکامات میں بیان کردی ہے۔

وقد یحذف لقیام قرینه ...... من اضرب دوسرے ضابطے اور دوسرے حکم کا بیان اگر قرینہ موجود ہو تو مفعول بہ کے فعل کو

حذف کردیا جاتا ہے اور یہ حذف کی دوصورتیں ہیں ① حذف جوازی ② حذف وجوبی

حذف جوازی کی مثال : جیسے کوئی شخص من اضرب کہے۔ کہ میں کس کو ماروں تو اس کے جواب میں کہا جائے زیدًا تو زیدًا مفعول ہے اس کا فعل حذف ہے جوازی طور پر جو اضرب ہے۔ جس پر قرینہ یہ ہے کہ سوال میں جو فعل مذکور ہے تو جواب میں بھی وہی فعل مقدر مانا جائے گا۔

فائدہ : پانچ صورتوں میں مفعول بہ کا حذف جائز نہیں۔

① مفعول بہ متعجب منہ ہو جیسے ما احسن زیدا۔

② مفعول بہ مقصود ہو جیسے من ضربت کے جواب میں ضربت زیدا۔

③ مستثنیٰ مفرغ ہو جیسے ما ضربت الا زیدا۔

④ اس کا عامل محذوف ہو جیسے خیرًا لنا وشرًا لاعدائنا۔

⑤ افعال قلوب میں بھی مفعول کا حذف جائز نہیں۔

و جوبا فی اربعة مواضع مفعول بہ کی حذف کی دوسری صورت حذف وجوبی جس کے لئے چار مقامات ہے جن میں سے ایک سماعی اور تین قیاسی ہیں۔

مصنفؒ حذف وجوبی کے چار مقامات میں سے پہلے مقام کو بیان کررہے ہیں۔

پہلا مقام : سماعی ہے جس کی چار مثالیں دی ہیں۔

① امرء و نفسه یہ مفعول بہ ہے جس کا فعل حذف ہے اترك جس کا حذف وجوبی سماعی طور پر یعنی اس کا حذف سماعی ہے جس کے لئے کوئی قاعدہ نہیں۔ ترجمہ چھوڑ دے تو مرد کو اور اس کے نفس کو یعنی تو اپنے ہاتھ کو اس کے مارنے سے اور زبان کو اس کو نصیحت کرنے سے روک لے۔

② وَانْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اس میں خَيْرًا مفعول بہ ہے اس کا فعل حذف ہے وجوبی سماعی طور پر اصل میں تھا وانتهوا عن التثليث واقصد واخير الكم یعنی تم اے نصاریٰ تین خدا کو ماننے سے رک جاؤ اور بہتر چیز یعنی توحید کا قصد کرو۔

③ اهلا ④ سهلا یہ دونوں بھی مفعول بہ ہیں ان کا فعل وجوبی طور پر حذف ہے یعنی اتيت اهلا وطيت سهلا تو اپنے اھل میں آیا اور تو نے نرم زمین کو روندا) اھل عرب ان الفاظ کو مسافر کے لئے بطور مبارکبادی کہا کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے اے مسافر ہم لوگ تیری اھل ہیں اس لئے تو غیروں میں نہیں گیا اور میرے گھر میں تیرے لئے رحمت کا سامان ہے تکلیف نہیں ہے۔

والبواقی قیاسیه : اور باقی تین مقام مفعول بہ کے فعل کے حذف وجوبی کے قیاسی ہیں۔

قولــه : الثانی التحذیر وهومعمول بتقدیر اتق تحذیرا ممابعده نحو ایاك والاسد اصلهٗ اتقك والاسد او ذکر المحذرمنه مکررًا نحو الطریق الطریق

ترجمہ : دوسرا موضع تحذیر ہے اور معمول ہے اتـق مقدر کرنے کے ساتھ ڈرایا گیا ہو اس کو ڈرایا جانا اپنے مابعد سے جیسے ایـاك والاسـد اس کی اصل اتـقك والاسد تھی (بچا تو اپنے آپ کو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے) یا ذکر کیا جائے محذر منہ تکرار کے ساتھ جیسے الطریق الطریق (بچ راستے سے راستے سے)

تشریح : دوسرا مقام : جہاں پر مفعول بہ کے فعل کو جوبی قیاسی طور پر حذف کیا جاتا ہے وہ تـحـذیر ہے تـحـذیر کا لغوی معنی کسی چیز کو کسی چیز سے ڈرانا جس کو ڈرایا جائے اس کو محذر کہا جاتا ہے اور جس سے ڈرایا جائے اس کو محذر منه کہتے ہیں اور نحویوں کی اصطلاح میں تحذیر مفعول بہ کے اقسام میں سے ایک قسم کا نام ہے جس کی تعریف مصنفؒ یوں کرتے ہیں: وهـو معمول بتقدیر اتق تحدیراً مما بعده

تحذیر وہ اسم ہے جو بنا بر مفعولیت اتق یا اس جیسا فعل احذر یا باعد یا جانب وغیرہ کا معمول ہو اور تحذیر کی دو قسمیں ہے۔

① کہ اس کو مابعد سے ڈرایا جارہا ہو یعنی محذر اور محذر منہ دونوں کا ذکر ہو جیسے اس عبارت میں ایاك والا سد ہے۔

② او ذکـر المحذرمنه مکررًا جس میں محذر منہ کا ذکر مکرر ہو ان دونوں صورتوں میں اتق یا اس جیسا فعل مقدر ہوتا ہے اور یہ مفعول بہ ہوتا ہے۔

سوال : اس مقام پر مفعول بہ کا حذف کرنا کیوں واجب ہے۔

جواب : یہ ضیق مقام اور تنگی وقت کے وجہ سے جب متکلم دیکھتا ہے کہ بلاء اور مصیبت سامنے ہے اور میرا مخاطب ابھی اس مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائے تو اس لئے وہ فعل کی تلفظ کو ترک کر کے محـذر منـه کو ذکر کر دیتا ہے جیسے آپ کو سانپ نظر آرہا ہے مخاطب قریب ہو تو کہا جائے سانپ سانپ، مطلب یہ ہے کہ سانپ قریب ہے اس سے بچنے کی کوشش کر۔

ایاك والاسد اصله اتقك والاسد: **قسم اول کی مثال:** جس میں محذر اور محذر منہ دونوں مذکور ہیں اس کا اصل تھا اتقك والاسد فعل کو ضیق مقام کی وجہ سے حذف کر دیا اور ضمیر متصل کو منفصل کے ساتھ بدل دیا تو ایاك والا سد ہو گیا۔ تفصیل کاشفہ میں دیکھئے۔

قسم ثانی کی مثال : الـطریق الطریق جس میں مـحـذر منه مکرر ہے جس کا فعل اتق تنگی مقام کے وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور محذر منہ کا تکرار برائے تاکید ہے۔

قـولــه : الثالث مااُضمرعاملهٗ علی شریطة التفسیر وهو کل اسم بعده فعلٌ اوشبهه یشتغل ذٰلك الفعل عن

ذٰلك الاسم بضميره او متعلقه بحيث لو سلط عليه هو او مناسبه لنصبه نحو زيدًا ضربته فان زيدًا منصوب بفعل محذوف مضمر وهو ضربت يفسره الفعل المذكور بعده وهو ضربته ولهٰذا الباب فروعٌ كثيرةٌ

ترجمہ : تیسرا مقام وہ (مفعول بہ ہے) کہ مقدر کیا گیا ہو اس کا عامل تفسیر کی شرط پر اور وہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اس حال میں کہ یہ فعل اس اسم سے اعراض کرنے والا ہو اس کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے ایسے طور پر کہ اگر اس فعل کو یا اس کے مناسب کو مسلط کیا جائے اس اسم پر تو اس کو نصب دے جیسے زیدا ضربته پس تحقیق زید منصوب ہے ایسے فعل کی وجہ سے جو محذوف مقدر ہے اور وہ ضربت ہے، اس کی تفسیر کر رہا ہے وہ فعل جو مذکور ہے اس کے بعد اور وہ ضربته ہے اور اس باب کے لئے بہت مسائل ہیں۔

تشریح : تیسرا مقام : جہاں پر مفعول بہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے وہ ما اضمر عامله علی شريطة التفسير ہے یعنی وہ مفعول بہ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کر دیا گیا ہو کہ اس کے عامل کی تفسیر آگے آرہی ہے۔

ما اضمر عامله کی تعریف : ہر وہ اسم جس کے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو اور فعل یا شبہ فعل اس حیثیت سے ہوں اگر اس فعل یا شبہ فعل کو بعینہٖ یا اسکے مناسب یعنی اسکے مرادف یا لازم معنی کو اس اسم پر داخل مان لیا جائے تو وہ اس اسم کو مفعولیت کی بنا پر نصب دے سکے۔ مثالیں:

پہلی مثال : زید ضربته اس میں زید منصوب ہے فعل محذوف کی وجہ سے جو کہ ضربت ہے جس کی تفسیر بعد میں ضربت کر رہا ہے۔ اب اس ضربت کو بعینہٖ ضمیر سے ہٹا کر مسلط کیا جائے زید پر تو اس کو نصب دے سکتا ہے۔

دوسری مثال : وہ فعل جو تفسیر کر رہا ہے بعینہٖ نصب نہ دے سکے تو اس کے مناسب ہم معنی کو اگر اس پر مسلط کیا جائے تو نصب دے سکے مثال زیدًا مررت به اب زیدا پر مررت کو مسلط کیا جائے تو نصب نہیں دیتا البتہ اس کا مناسب جاوزت کو مسلط کیا جائے تو وہ نصب دے سکتا ہے۔ عبارت یوں ہوگی جاوزت زید امررت به۔

تیسری مثال : فعل کے مناسب لازم معنی کو اس پر مسلط کیا جائے وہ نصب دے سکے جیسے زیدا ضربت غلامه اب اس ضربت کو بعینہٖ مسلط کیا جائے تو معنی خلاف مقصود بنتا ہے اس لئے اس ضربت کا جو لازم معنی اهنت فعل بنتا ہے اس کو مسلط کیا جائے تو وہ نصب دے سکتا ہے۔ عبارت یوں ہوگی اهنت زیدا ضربت غلامه۔

شبہ فعل کی مثال : جیسے زیدًا انت ضاربه اب ضارب کو ضمیر سے ہٹا کر اسی کو زید پر مسلط کیا جائے تو نصب دے سکتا ہے عبارت یوں ہوگی: انت ضارب زیدًا۔

سوال : اس مقام پر مفعول کے فعل کو کیوں حذف کیا جاتا ہے؟

جواب : اگر حذف نہ کیا جائے ذکر کیا جائے تو لازم آئے گا مفسر اور مفسر کا اجتماع جو کہ جائز نہیں تفصیل کاشفہ میں دیکھئے۔

ولهذه الباب فروغ كثيرة : اس باب کے لئے یعنی ما اضمر عامله على شريطة التفسير کے لئے بہت ساری فروعات ہے۔ ما اضمر عاملہ والے اسم کی باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں ہے خواہ وہ حقیقتاً ما اضمر عاملہ ہو یا اس پر ما اضمر عاملہ کی تعریف صادق آئے۔ ① اختیار رفع ② اختیار نصب ③ وجوب رفع ④ وجوب نصب ⑤ مساوی رفع ونصب۔ تفصیل کے لئے کاشفہ دیکھئے۔

قولـــه : الرابع المنادى وهو اسم مدعو بحرف النداء لفظًا نحو يا عبدالله اى ادعوا عبدالله وحرف النداء قائم مقام ادعو

ترجمہ : چوتھا مقام منادی ہے اور وہ ایسا اسم ہے جو بذریعہ حرف نداء پکارا گیا ہو درانحالیکہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو جیسے یا عبداللہ یعنی بلاتا ہوں میں عبداللہ کو اور حرف نداء قائم مقام ہے ادعو کے۔

تشریح : چوتھا مقام : وہ جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کو وجوبی قیاسی طور پر حذف کیا جاتا ہے وہ منادی ہے۔

منادی کی تعریف : منادی یعنی مفعول بہ وہ اسم ہے جس کو حرف نداء کے ذریعے پکارا گیا ہو اس حال میں کہ وہ حرف نداء ملفوظ ہو یا مقدر

ملفوظ کی مثال : جیسے یا عبداللہ میں عبد الله منادی مفعول بہ ہے اس کو حرف نداء یا کے ذریعے سے پکارا گیا ہے اصل میں تھا ادعوا عبداللہ تو ادعو فعل کو حذف کیا گیا ہے اور اس کے قائم مقام یا کو ٹھہرا دیا گیا ہے۔

حرف نداء مقدر کی مثال : يوسف اعرض عن هذا۔

سوال : اس مقام پر مفعول کے فعل کو حذف کرنا کیوں واجب ہے؟

جواب : کثرۃ استعمال کی وجہ سے کیونکہ کثرۃ خفۃ کا تقاضہ کرتا ہے تو اس لئے اس مقام پر فعل کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے۔

سوال : منادی کی یہ تعریف جامع نہیں اس سے یا سماء یا جبال یا ارض خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ ان میں مدعو ہونے کی صلاحیت نہیں ہے؟

جواب : دعوۃ کی دو قسمیں ہے ① دعوۃ حقیقی جیسے یا زید یا عبداللہ ② دعوۃ حکمی جیسے یا سماء یا جبال یا ارض۔

دعوت حکمی کا مطلب یہ ہے جس چیز میں مدعو متوجہ ایجابت سوال کی صلاحیت ہی نہ ہو تو اس پر حرف ندا کو داخل کیا جائے۔

سوال : آپ نے کہا یا زید میں یا حرف نداء ادعو کے قائم مقام ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ جملہ ندائیہ جملہ خبریہ ہونا چاہے حالانکہ یہ جملہ انشائیہ ہے؟

جواب : فعل خبری کے مقدر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جملہ خبریہ ہوں جس طرح بعت و اشتریت فعل ماضی ہیں لیکن مراد انشاء ہے تو لہٰذا منادی جملہ انشائیہ ہی رہے گا۔

سوال : اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ منادی بھی یعنی تعریف منادی مندوب پر بھی صادق آئے گی جس طرح جبال وغیرہ میں دعوۃ حکمی موجود ہے تو اسی طرح مندوب میں بھی دعوۃ حکمی موجود ہے؟

جواب : مندوب میں دعوۃ حکمی نہیں ہوسکتی اس لئے کہ دعوۃ حکمی میں نداء قصداً ہوتی ہے لیکن مندوب میں نداء کا قصد نہیں ہوتا بلکہ وہاں تو مقصود تفجع اور تحزن ہوا کرتا ہے۔

بحث منادیٰ

قولہ : وحروف النداء خمسة يا وايَا وهَيَا وأىْ والْهمزة المفتوحة

ترجمہ : اور حروف نداء پانچ ہیں ① یا ② أيا ③ هَيا ④ أىْ ⑤ همزة مفتوحة۔

قولہ : وقد يحذف حرف النداء لفظا نحو يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا

ترجمہ: اور کبھی حذف کیا جاتا ہے حرف نداء لفظوں میں جیسے **يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا**۔

ضابطہ : کہ کبھی کبھی حرف نداء کو لفظوں سے حذف کیا جاسکتا ہے جبکہ قرینہ موجود ہو جیسے یوسف اعرض عن هذا اصل میں تھا یا یوسف اعرض عن هذا اس یا کے حذف پر قرینہ بعد والا فعل امر حاضر معلوم اعرض ہے۔

تشریح : سوال :حرف نداء کے حذف کرنے سے لازم آئے گی اصل اور قائم مقام کو دونوں کو حذف کرنا یعنی نائب اور منوب کا حذف کرنا جو کہ جائز نہیں؟

جواب : نائب کا حذف کرنا اس وقت ناجائز ہوتا ہے جب کہ منوب کا حذف کرنا جائز نہ ہوں اور یہاں پر ایسا نہیں۔

قولہ: واعلم ان المنادى على اقسام فان كان مفردًا معرفةً يبنى على علامة الرَّفع كالضمة نحوها نحو يا زيد ويارجل ويازيدان ويازيد ون ويخفض بلام الاستغاثة نحويالزيد ويفتح بالحاق الفها نحو يازيداه

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک منادی چند اقسام پر ہے پس اگر ہے وہ مفرد معرفہ تو علامت رفع (ضمہ اور اس کی مثل) پر مبنی ہوگا جیسے یازید الخ اور منادی مجرور ہوتا ہے لام استغاثہ کے سبب جیسے یالزید اور مفتوح ہوتا ہے الف استغاثہ کے لاحق ہونے کے سبب جیسے یا زیداہ ۔

تشریح : مصنفؒ منادی کی اقسام بیان کرنا چاہتے ہے۔منادی کی چھ قسمیں ہیں۔

پہلی قسم : مفرد منادی مفرد معرفہ، مفرد سے مراد یہاں مقابل مضاف یا شبہ مضاف کے ہے تو لہٰذا اس میں تثنیہ جمع داخل ہے۔ اور معرفہ سے مراد عام ہے قبل از نداء معرفہ ہو یا بعد از نداء معرفہ ہو تو یا رجل اس میں داخل ہو جائے گا اس منادیٰ کی پہلی قسم کا حکم اور اعراب یہ ہے کہ یہ مبنی ہوگا علامۃ رفع پر جیسے یا زید، یا رجل یا زیدان، یا زیدون علامۃ رفع اس لئے کہا کہ اس میں ضمہ لفظی ضمہ تقدیری اس طرح واو اور الف داخل ہو جائے۔

دوسری قسم : منادی کا منادی مستغاث باللام ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ مجرور ہوگا جیسے یالزید استغاثہ کا معنی ہوتا ہے فریاد طلب کرنا جس سے فریاد طلب کی جائے اس کو مستغاث کہتے ہیں اور جس کے لئے فریاد طلب کی جائے اسکو مستغاث لہ کہتے ہیں۔

لام استغاثہ اس لام کو کہتے ہے جو استغاثہ کے وقت مستغاث پر داخل ہو یاد رکھیں لام استغاثہ ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اس لئے کہ اس مستغاث کے بعد مستغاث لہ ہوتا ہے جس کا لام مکسور ہوتا ہے اور اگر یہ بھی مکسور ہو تو التباس لازم آئے گا جو کہ باطل ہے تو اسی وجہ سے لام مستغاث ہمیشہ مفتوح اور لام مستغاث لہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے جیسے یا للّٰہ للمسلمین و یا لزید للمظلوم۔

سوال : برعکس کر لیتے کہ لام مستغاث کو مکسور کر لیتے اور لام مستغاث لہ کو مفتوح کر لیتے تو پھر بھی التباس نہ ہوتا؟

جواب : منادی مستغاث یہ کاف ضمیر کی جگہ پر واقع ہے اور ضمائر پر جو لام آتا ہے وہ لام جارہ مفتوحہ ہوا کرتا ہے جیسے لك لکما وغیرہ تو جب منادی ضمیر کی جگہ پر واقع ہو رہا ہے تو اس پر بھی لام مفتوح ہوگا۔

تیسری قسم : منادی کا منادی مستغات بالالف یعنی وہ منادی جس کے آخر میں الف استغاثہ کا لایا گیا ہو جس کا حکم یہ ہے کہ مبنی بر فتح ہوگا اس لئے کہ الف آخر میں ہے جو ماقبل پر فتحہ کو چاہتا ہے تو اس لئے اس کو مبنی بر فتح کر دیا گیا ہے۔

قولــه : **وينـبـصـب ان كـان مـضـافًا نحويا عبداللّٰه اومشابها للمضاف نحويا طالعًا جبلًا او نكرة غيرمعينة كقول الاعمىٰ يارجلًا خذ بيدى**

ترجمہ: اور منادی منصوب ہوتا ہے اگر مضاف ہو جیسے یا عبداللّٰہ یا مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاجبلا یا نکرہ غیر معین ہو جیسے نابینا کا قول یا رجلا خذ بیدی۔

تشریح : **چوتھی قسم** : منادی مضاف ہے جیسے یا عبد اللّٰہ۔

پانچویں قسم : شبہ مضاف ہے جیسے یا طالعا جبلا۔

چھٹی قسم : نکرہ غیر معین جیسے نابینا کا یہ قول یا رجلاً خذ بیدی ان تینوں کا حکم یہ ہے کہ منصوب ہوں گے۔

منادی کا خلاصہ : منادی کے اعراب کی چار قسمیں ہوئی ① مبنی بر علامۃ رفع ② معرب مجرور ③ مبنی بر فتحہ ④ معرب منصوب۔

سوال : پہلی قسم مفرد معرفہ کو مبنی علامت رفع پر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : مبنی تو اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ منادی کاف ضمیر کی جگہ پر واقع ہے اور کاف ضمیر مشابہہ ہے کاف خطاب حرفی کے اور کاف خطاب حرفی مبنی ہے تو اس لئے یہ مبنی ہو گیا اور مبنی بر حرکت اس لئے یہ مشابہ مبنی الاصل اور مبنی بر علامۃ رفع اس لئے کہ منادی جب معرب ہوتا ہے تو وہ مجرور یا منصوب ہوتا ہے تو فرق کرنے کے لئے جب مبنی ہوگا تو مرفوع کر دیا گیا ہے علامۃ رفع پر۔

سوال : منادی مستغاث باللام کو معرب مجرور کیوں بنایا ہے حالانکہ مشابہت یہاں موجود ہے اس لئے کہ یہ کاف اسمی کی جگہ پر ہے اور کاف اسمی کاف حرفی کے مشابہ ہے؟

جواب : اس پر لام جارہ داخل ہے اور لام جارہ اسم کے عظیم خواص میں سے ہے جس کی وجہ سے جہت اسمیت قوی ہو گئی ہے اور جہت مشابہت ضعیف ہو چکی ہے تو اس لئے اس منادی مستغاث باللام کو معرب کر دیا۔

سوال : منادی مضاف، شبہ مضاف، نکرہ غیر معین کو معرب منصوب کیوں بنایا گیا ہے؟

جواب : معرب اس لئے کہ اضافت اور شبہ اضافت معرب کے عظیم خواص میں سے ہیں جس کے وجہ سے اسمیت والی جہت قوی ہو گئی اور مشابہت والی جہت ضعیف ہو چکی ہے اس لئے معرب بنا دیا اور منصوب اسی لئے کہ منادی ہے اور منادی حقیقت میں مفعول بہ ہوتا ہے اور مفعول بہ کا اعراب نصب ہی ہوتا ہے باقی رہا نکرہ کہ وہ اس لئے معرب ہے اس میں مشابہت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ کاف ضمیر کی جگہ واقع ہی نہیں کیونکہ نکرہ معرفہ کی جگہ قائم نہیں ہو سکتا۔

فائدہ : شبہ مضاف اس کو کہتے ہے جس کا معنی دوسرے کلمے کے ملائے بغیر تمام نہ ہو اور اس کی مشابہت مضاف کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ جس طرح مضاف کے معنی بغیر مضاف الیہ کے تمام نہیں ہوتے تو اس طرح اس کا معنی بھی بغیر دوسرے کے تمام نہیں ہوتا جیسے اس مثال میں طالعًا کا معنی بغیر جبلاً کے ذکر کے تمام نہیں ہوتا اسی طرح یا خیر من زید میں خیر کا معنی بغیر زید کے تمام نہیں ہوتا۔

قولہ : وان کان معرفا باللام قیل یا ایھاالرجل و یاایتھا المرأۃ

ترجمہ : اور اگر ہو منادی معرف باللام تو کہا جائے گا یا ایھاالرجل اور یاایتھاالمرأۃ ۔

تشریح : **ضابطہ** : کہ منادی جب معرفا باللام ہو تو منادی اور حرف نداء کے درمیان فاصلہ لفظ ای یا ایۃ کے ساتھ کالانا لازمی ہے تاکہ لازم نہ آئے دو آلہ تعریف کا جمع ہونا جس طرح الرجل یہ معرف باللام ہے جب اس پر حرف نداء داخل ہو جائے تو دو آلہ تعریف جمع ہو جائیں گے ① الف لام ② یا جو کہ جائز نہیں۔

سوال : یا اللہ میں لفظ اللہ معرف باللام ہے جس پر یا حرف نداء داخل ہے تو دو آلہ تعریف کے جمع گئے؟

جواب : لفظ اللہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے تفصیل کاشفہ یا غرض جامی فی شرح جامی میں دیکھیں۔

قولہ : ویجوزترخیم المنادی وھوحذف فی آخرہ للتخفیف

ترجمہ : اور جائز ہے منادی کی ترخیم اور وہ حذف کرنا ہے اس کے آخر میں تخفیف کے لئے۔

تشریح : مصنف ترخیم منادی کوذکرفرمارہے ہیں کیونکہ یہ منادی کی خصوصیات میں سے ہے۔

یادرکھیں ! منادی میں ترخیم بغیرضرورت کے بھی جائز ہے لیکن غیرمنادی میں فقط ضرورت شعری کے وجہ سے ترخیم جائز ہے۔

ترخیم کالغوی معنی : نرمی کا کرنااوراصطلاحی تعریف یہ ہے کہ آخر منادی کوفقط تخفیف کے وجہ سے حذف کرنا۔

قولہ :کما تقول فی مالك یامالُ وفی منصور یامنصُ وفی عثمان یاعثمُ

ترجمہ: جیسا کہ تو کہے گا مالك میں یامالُ اور منصور میں یا منصُ اور عثمان میں یاعثمُ ۔

تشریح : منادی مرخم کی چارمثالیں بیان فرمائیں اس لئے کہ تین صورتیں بنتی تھی۔

پہلی صورت : منادی کی آخر میں دوحرف ایسے زائدہوں جوحکم واحدمیں ہوں جیسے عثمان کاالف اورنون یہ دوحرف زائد ہیں اورحکم واحدمیں ہیں یعنی اکٹھے زائدلائے گئے ہیں۔

دوسری صورت : منادی کے آخرمیں حرف صحیح اصلی اور ماقبل میں مدہ ہوجیسے یا منصور ان دونوں صورتوں کے اندردونوں حرفوں کوحذف کیاجائے گا جیسے یا عثمان کو یا عثم اور یا منصورکو یا منص پڑھاجائے گا۔

تیسری صورت : کہ ان دونوں صورتوں کےعلاوہ میں صرف ایک حرف کوحذف کیاجائے گا جیسے یا مالك کویا مال پڑھاجائیگا۔

قولہ : ویجوزفی آخرالمنادی المرخم الضم والحرکۃ الاصلیۃ کماتقول فی یاحارث یاحارُ ویاحار

ترجمہ : اور جائز ہے منادی مرخم کے آخرمیں ضمہ اورحرکۃ اصلیہ جیسا کہ کہے گا تو یاحارث میں یاحارُاوریاحار

تشریح : مصنفؒ یہاں سے منادی مرخم کاحکم بیان کررہے ہے کہ منادی مرخم پردوحرکتیں جائزہیں ① مبنی برضمہ اس بناء پرکہ اس کومنادی مستقل سمجھا جائے اور محذوف کونسیاً منسیاً بنادیا جائے چونکہ اس صورت میں یہ منادی مرخم مفردمعرفہ ہوجائے گا اس لئے اس پرضمہ پڑھاجائے گا ② حرکت اصلیہ کے ساتھ پڑھاجائے اس بناپرکہ حرف محذوف گویا کہ لفظوں میں موجود سمجھا جائے جیسے یا حارث کویا حاراورحرکت اصلی یا حار بھی پڑھنا جائزہے۔

قولہ: واعلم ان یامن حروف النداء قد تستعمل فی المندوب ایضا وھو المتفجع علیہ بیا اووا کما یقال یازیداہ ووازیداہ فوامختصۃ بالمندوب ویا مشترکۃ بین النداء والمندوب وحکمہ فی الاعراب والبناء مثل حکم المنادیٰ

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک یا جو حروف نداء میں سے ہے یہ کبھی استعمال کیا جاتا ہے مندوب میں بھی اور وہ وہ ہے جس کے لئے غم کیا جائے یا کے ذریعے یا واو کے ذریعے جیسے کہا جائے گا یا زیداہ اور وا زیداہ پس وا مختص ہے مندوب کے ساتھ اور یا مشترک ہے نداء اور مندوب میں اور حکم اس مندوب کا معرب اور مبنی ہونے میں مثل حکم منادی کے ہے۔

تشریح : مصنفؒ اس عبارت میں حروف نداء میں سے یاء کی ایک خصوصیت بیان کرر ہے ہیں کہ حروف نداء میں سے چونکہ یا اصل اور مشہور ہے اسی وجہ سے غیر منادی یعنی مندوب میں بھی اسی کو استعمال کیا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ قرینہ موجود ہو جو نداء اور ندبہ کے درمیان فارق ہو ورنہ مندوب میں حرف ندا کا استعمال قطعاً نہیں ہوگا۔

مندوب اسم مفعول کا صیغہ ہے لغت میں اس میت جس کے محاسن کو یاد کر کے رویا جائے تا کہ سامعین اس کے موت کو امر عظیم خیال کریں اور رونے والے کو اس میں معذور سمجھا جائے اور تعریف مندوب هو المتفجع عليه بيا او واو كما يقال يا زيداه وا زايده ، تفجع یہ باب تفعل سے ہے جس کا معنی ہے جس کی وجہ سے رنج کیا ہوا علی یہاں بمعنی لام ہے۔

تعریف مندوب : وہ اسم ہے جس کے لئے یاء یا واو کے ذریعے رنج اور غم کیا جائے جیسے یا زیداہ واو زیداہ ان دونوں کے آخر میں جوھا ہے مدصوت یعنی آواز کو لمبا کرنے کے لئے ہے جو کہ مندوب میں مطلوب ہوا کرتی ہے۔

و او مختصه بالمندوب ...... واو اور یاء کے درمیان فرق بیان کیا جارہا ہے کہ واو تو مندوب ہی کے ساتھ مختص ہے منادی میں استعمال نہیں ہوتی اور یا مشترک ہے منادی اور مندوب دونوں میں استعمال ہوتی ہے۔

وحكمه في الاعراب والبناء مثل حكم المنادى مندوب کا حکم اعراب اور بناء میں منادی جیسا ہے لہٰذا اگر مندوب مفرد معرفہ ہوگا تو مبنی بر ضم ہوگا جیسے وا زید ۔

بحث مفعول فیہ

فصل : المفعول فيه هو اسم ما وقع فعل الفاعل فيه من الزمان والمكان ويسمى ظرفا وظروف الزمان على قسمين مبهمٌ وهو مالا يكون له حد معين كدهر وحين ومحدودٌ وهو مايكون له حد معين كيوم وليلة وشهر وسنة

ترجمہ: مفعول فیہ وہ نام ہے اس چیز کا جس میں فاعل کا فعل واقع ہو یعنی زمان اور مکان اور نام رکھا جاتا ہے اس کا ظرف اور ظروف زمان دو قسم پر ہیں (ایک ان میں سے) مبہم اور وہ وہ ہے کہ نہ ہو اس کے لئے کوئی حد معین جیسے دھر اور حین اور (دوسری قسم) محدود اور وہ وہ ہے کہ ہو اس کے لئے کوئی حد معین جیسے دن اور رات اور مہینہ اور سال۔

تشریح : مصنفؒ منصوبات میں سے تیسری قسم مفعول فیہ کو بیان کررہا ہے۔

تعریف مفعول فیہ : اس چیز کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے خواہ وہ چیز زمان ہو یا مکان۔

سوال : یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ مفعول فیہ شبہ فعل اسم فاعل وغیرہ کا بھی ہوا کرتا ہے یہ تعریف اس کو شامل نہیں؟

جواب : یہاں فعل سے مراد فعل لغوی ہے یعنی حدث نہ کہ اصطلاحی لہٰذا یہ تعریف اسم فاعل مصدر وغیرہ سب کو شامل ہو جائے گی۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کہ یہ تعریف یوم الجمعة حسن الجمعة پر صادق آتی ہے حالانکہ مفعول فیہ نہیں؟

جواب : یہاں المذکور کی قید محذوف ہے یعنی جس میں فعل مذکور کا فاعل واقع ہو جس سے یہ مثال نکل جائے گی۔

سوال : پھر یہ تعریف جامع نہیں رہے گی اس لئے کہ اس سے یوم الجمعة صمت فیه خارج ہو جائے گی کیونکہ یوم الجمعہ سے پہلے فعل مذکور نہیں؟

جواب : فعل اصطلاحی اور شبہ فعل سے مراد عام ہے خواہ مذکور ہو یا مقدر ہو اور مثال مذکور میں فعل اصطلاحی وجوباً مقدر ہے کیونکہ یہ مثال ما اضمر عامله علیٰ شریطة التفسیر کے قبیلے سے ہے۔

ویسمی ظرفا اور مفعول فیہ کا دوسرا نام ظرف ہے کیونکہ ظرف کا معنی ہوتا ہے برتن اور یہ مفعول فیہ بھی فعل کے واسطے بمنزل برتن کے ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام ظرف رکھا گیا ہے اور ظروف کی دو قسم ہیں ① ظرف زمان ② ظرف مکان لیکن پہچان کے لئے ضابطہ یہ ہے اگر متی کا جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ظرف زمان ہوگا اور جو ظرف این کے جواب بننے کے صلاحیت رکھتا ہو تو وہ ظرف مکان ہوگا۔

قوله : وكلهامنصوب بتقدير في تقول صمت دهرًا وسافرت شهرًااى في دهر وشهر

ترجمہ : اور یہ سب ظروف زمان منصوب ہوتی ہیں فی کے مقدر کرنے کے ساتھ کہے گا تو صمت دهرًا وسافرت شهرًا یعنی روزہ رکھا میں نے زمانہ میں اور سفر کیا میں نے مہینہ میں۔

قوله :وظروف المكان كذٰلك مبهمٌ وهومنصوب ايضا بتقد ير في نحو جلست خلفك واَمامك ومحدودٌ وهومالايكون منصوبًا بتقديرفي بل لابدَّ من ذكر في فيه نحو جلست في الدّار وفي السوق وفيْ المسجد

ترجمہ : اور ظروف مکان اسی طرح مبہم ہیں اور وہ بھی منصوب ہوتے ہیں فی کو مقدر کرنے کے ساتھ جیسے جلست خلفك وامامك اور محدود اور وہ وہ ہے کہ نہیں ہوتے منصوب فی کو مقدر کرنے کے ساتھ بلکہ ضروری ہے فی کو ذکر کرنا ان میں جیسے جلست في الدّار وفي السوق وفي المسجد۔

تشریح : ظرف زمان کی دو قسمیں ہیں ① مبہم وہ ہے جس کے لئے حد معین نہ ہو جیسے دھر بمعنی زمانہ اور حين بمعنی وقت۔

② محدود وہ ہے جس کے لئے حد معین ہو جیسے یوم اور لیل الخ ۔

ظرف مکان کی بھی دو قسمیں ہیں ظرف زمان مبہم جیسے خلف امام اور ظرف مکان محدود جیسے دار ، سوق ، مسجد وغیرہ ظرف زمان کا حکم یہ ہے کہ ظروف زمان مطلقا تقدیر فی کو قبول کرتی ہیں اور منصوب ہوتی ہیں اور ظروف مکان میں سے جو مبہم ہیں وہ بھی تقدیر فی کو قبول کرتی ہیں اور منصوب ہوتی ہیں لیکن ظرف مکان تقدیر فی کو قبول نہیں کرتی ان میں فی کا ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مثالیں : ظروف زمان کے مثال : صمت دھرًا سافرت شھرًا ۔

ظرف مکان مبہم کی مثال : جلست خلفك و امامك ۔

محدود کی مثال : جلست فی الدار وفی السوق ۔

سوال : ظرف زمان مطلقاً یعنی مبہم اور محدود منصوب ہوتی ہیں اور فی کی تقدیر کو قبول کرتی ہیں لیکن ظرف مکان میں آپ نے تقسیم کردی کہ مبہم تو فی کی تقدیر کو قبول کرتی ہیں اور محدود فی کی تقدیر کو کیوں قبول نہیں کرتی اور منصوب کیوں نہیں ہوتی ؟

جواب : کہ ظرف زمان مبہم یہ تو فعل کی جزء ہوتی ہے اور قاعدہ ہے کہ جب فعل کی جزء کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کردیا جائے تو بلا واسطہ منصوب ہوتی ہے جیسے مفعول مطلق لہذا ظرف زمان مبہم فی کی تقدیر کو قبول کر کے منصوب ہوگی اور باقی رہی ظرف زمان محدود اس کو اسی زمان مبہم پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ دونوں ذات میں یعنی زمانیت میں مشترک ہیں اور ظروف مکان میں سے ظرف مکان مبہم کو بھی اسی پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ وہ وصف میں یعنی ابہام میں شریک ہے بخلاف ظرف مکان محدود کے نہ تو وہ ذات زمانیہ میں شریک ہیں اور نہ وصف ابہامیت میں اس لئے کہ وہ فی کی تقدیر کو قبول نہیں کرتی بلکہ اس میں فی کو ذکر کرنا ضروری ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ مجرور ہوتا ہے۔

فائدہ : یہ مصنف اور صاحب کافیہ کی رائے کے مطابق مفعول فیہ کی دو قسمیں ہیں۔

① وہ جس میں فی حرف مقدر ہو اور مفعول فیہ منصوب ہوتا ہے۔

② جس میں فی لفظوں میں موجود ہوتا ہے اور مفعول فیہ مجرور ہوتا ہے لیکن جمہور کے نزدیک مفعول فیہ کی ایک قسم ہے کہ مفعول فیہ کی مفعولیت کے صحیح ہونے کے لئے شرط نصب ہے اور فی کا مقدر ہونا ہے بخلاف مصنف اور علامہ ابن حاجب کے ان کے نزدیک مفعول فیہ کے صحیح ہونے کے لئے فی کی تقدیر شرط ہے۔

بحث مفعول لہ

فصل : المفعول له هو اسم مالاجله يقع الفعل المذكور قبله وينصب بتقدير اللام نحو ضربته تاديبا اى للتاديب وقعدت عن الحرب جبنا اى للجبن

ترجمہ : مفعول لہ نام ہے ایسی چیز کا جس کی وجہ سے ایسا فعل واقع ہو جو اس سے پہلے مذکور ہو اور یہ منصوب ہوتا ہے لام کے مقدر کرنے کیوجہ سے جیسے ضربته تاديبا اى للتاديب اور قعدت عن الحرب جبنا اى للجبن۔

تشریح : قسم چہارم مفعول لہ کو بیان کیا جا رہا ہے۔

مفعول لہ کی تعریف : مفعول لہ اس چیز کا نام ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یا جس کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ فعل جو اس سے پہلے مذکور ہے واقع ہو جیسے ضربته تاديبا اس کو میں نے مارا ادب سکھانے کیلئے تو اس میں تاديبا مفعول لہ ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یہ ضرب واقع ہوئی ہے۔

سوال : یہ تعریف جامع نہیں جیسے تاديبا اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا لم ضربت زيدا تو یہ تاديبا مفعول لہ ہوگا لیکن اس کے لئے فعل مذکور نہیں ہے؟

جواب : مذکور میں تعمیم ہے خواہ حقیقتا ہو یا حکما اور یہاں حکما مذکور ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی ضربته تاديبًا جس کا قرینہ سوال ہے۔

وينصب بتقدير اللام مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو کیونکہ اگر مذکور ہوگا تو پھر مفعول لہ مجرور ہوگا تو حسب سابق جس طرح کہ مفعول فیہ میں جمہور اور مصنف کا اختلاف تھا یہاں پر بھی مصنف اور جمہور کا اختلاف ہے کہ مصنف کی رائے کے مطابق مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں ① مفعول لہ وہ جس میں لام مقدر ہو اور وہ منصوب ہوگا ② مفعول لہ وہ ہے جس میں لام لفظوں میں موجود ہو اور وہ اس وقت مجرور ہوگا لیکن جمہور کے نزدیک مفعول لہ کی ایک ہی قسم ہے کہ جس میں لام مقدر ہو اور وہ منصوب ہو تو لہٰذا مصنف کے مذہب کے مطابق یہ تقدیر لام نصب کی صحت کے لئے شرط ہے نہ کہ صحت مفعولیت کے لئے جب کہ جمہور کے نزدیک یہ مفعول کی صحت کے لئے شرط ہے یعنی مفعول لہ ہونے کے لئے شرط ہے۔

فائدہ : تعلیلات میں چونکہ لام اغلب اور کثیر الاستعمال ہے اس لئے مصنف نے اس کو ذکر کیا اس کے علاوہ من حرف جار اور باء اور فی یہ بھی مفعول لہ پر داخل ہوتے ہیں۔

قوله : وعند الزجاج هو مصدرٌ تقديرهٗ ادبته تاديبا وجبنت جبنًا

ترجمہ : اور زجاج کے نزدیک وہ مصدر ہے اصل اس کی ادبته تاديبا اور جبنت جبنا ہے۔

تشریح : زجاج نحوی کے نزدیک مفعول لہ ہے ہی نہیں اوراس کو تسلیم بھی نہیں کرتے ان کا مذہب یہ ہے کہ کلام عرب جہاں بھی مفعول لہ مستعمل ہورہا ہے وہ دراصل مفعول مطلق ہوتا ہے دلیل یہ ہے کہ مفعول لہ کو جب تاویل کے ذریعے مفعول مطلق بنایا جاسکتا ہے تو ایک نئی قسم بنانے کی ضرورت نہیں لہٰذا ضربته تاديبا کی تاویل یہ ہوگی ادبته بالضرب تاديبا ۔

جواب : ایسی تاویل کرنا جس سے چیز اپنی ماہیت اورنوع سے نکل جائے یہ تاویل صحیح نہیں ہوتی پھر یہ تاویل حال میں بھی چل سکتی ہے حال بھی مفعول فیہ کے معنی میں ہوسکتا ہے تو حال کو بھی مفعول فیہ مان لیا جائے اس لئے یہ بات درست نہیں۔

فائدہ : مصنفؒ نے دو مثالیں ذکر کر کے مفعول لہ کے اقسام کی طرف اشارہ کیا کہ مفعول لہ کے دو قسمیں ہیں

① وہ مفعول لہ جس کے حاصل کرنے کے لئے فعل کیا جائے جیسے ضربته تاديبًا یہاں تادیب کو حاصل کرنے کے لئے ضرب والا فعل واقع ہوا ہے۔

② مفعول لہ پہلے سے موجود تھا اس کے موجود ہونے کی وجہ سے فعل کیا جائے جیسے قعدت عن الحرب جبنًا یہ مفعول لہ پہلے سے موجود تھا قعود والا فعل اسی کی وجہ سے واقع ہوا اوراس دوسری مثال میں مصنفؒ نے زجاج پر چوٹ لگائی چلے کہ زجاج نحوی نے کوئی غور وفکر نہیں کیا، کوشش نہیں کی ورنہ مفعول لہ سے کبھی وہ انکار نہیں کرتے۔

بحث مفعول معه

فصل : المفعول معه هو مايذكر بعد الواو بمعنىٰ مع لصاحبة معمول الفعل نحو جاء البرد والجبات وجئت انا وزيدًا اى مع الجبات ومع زيدٍ

ترجمہ : مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کے ساتھی ہونے کی وجہ سے جیسے جاء البرد والجبات (اى مع الجبات) اور جئت انا وزيد (اى مع زيد)

تشریح : مفعول معہ : وہ اسم ہے جو واو بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے یا فعل کے معمول کی مصاحبت کے لئے خواہ وہ فعل کا معمول فاعل ہو یا مفعول ہو اگر فاعل ہو تو پھر مصاحبت کا مطلب یہ ہوگا کہ مفعول معہ اور فعل کا معمول فعل سے صدور میں دونوں شریک ہوں جس طرح استوىٰ الماء والخشبة اور اگر مفعول بہ ہو تو پھر مصاحبت کا مطلب یہ ہوگا کہ مفعول اور فعل کا معمول اپنی ذات پر فعل کے وقوع میں شریک ہو جیسے جئت انا وزیدًا یاد رکھیں فعل سے مراد عام ہے خواہ فعل لفظی ہو یا معنوی،

فعل معنوی : اس فعل کو کہتے ہیں کہ نہ تو لفظوں میں ہو اور نہ مقدر ہو بلکہ انداز کلام سے مستنبط کیا جاسکے وجہ استنباط یہ ہے کہ جب جار مجرور استفہام کے ساتھ ہو تو وہ فعل پر دلالت کرتا ہے کیونکہ حروف جارہ کی وضع اس لئے ہیں کہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک

پہنچائیں تو حروف جارہ کو فعل کی ضرورت ہے اسی طرح استفہام بھی فعل کا مقتضی ہے اس لئے استفہام اکثر فعل سے ہوتا ہے۔

قولہ : فان كان الفعل لفظا و جاز العطف يجوز فيه الوجهان النصب والعطف نحو جئت انا وزيدًا و زيدٌ وان لم يجز العطف تعين النصب نحو جئت وزيدًا وان كان الفعل معنى وجاز العطف تعين العطف نحو مالزيد وعمرٍو وان لم يجز العطف تعين النصب نحو مالك وزيدًا وماشانك وعمرًا لان المعنى ماتصنع

ترجمہ : پس اگر ہو فعل لفظی اور جائز ہو عطف تو جائز ہیں اس میں دو وجہیں نصب اور عطف جیسے جئت انا وزيدًا و زيدٌ (آیا میں ساتھ زید کے) اور اگر نا جائز ہو عطف تو متعین ہے نصب جیسے جئت و زيدًا (آیا میں ساتھ زید کے) اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے جیسے مالزيد وعمرو اور اگر عطف جائز نہیں تو نصب متعین ہے جیسے مالك وزيدًا ......الخ۔

تشریح : واو کے بعد جو اسم ہے اسکے فعل میں دو احتمال ہیں فعل لفظی ہو یا فعل معنوی پھر ہر ایک میں دو احتمال ہیں کہ عطف جائز ہوگا یا نہیں کل چار صورتیں بنتی ہیں

پہلی صورت : فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں دو وجہ پڑھنا جائز ہے ① مفعول معہ کی بناء پر نصب پڑھنا ② عطف ڈالنا جیسے جئت انا وزيداً وزيد عطف اس لئے جائز ہے کہ اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنے کے لئے ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید کی ضرورت ہے وہ یہاں موجود ہے۔

دوسری صورت : کہ فعل لفظی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں مفعول معہ کی بناء پر نصب پڑھنا واجب ہوگی۔ جیسے جئت وزيدًا عطف کیوں جائز نہیں اس لئے کہ اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنے کیلئے ضمیر منفصل کی تاکید کی ضرورت ہوتی ہے جو یہاں موجود نہیں۔

تیسری صورت : کہ فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس صورت میں عطف واجب ہوگا جیسے مالزيد وعمرو اس کی وجہ ہے کہ یہاں عطف کیوں متعین ہے اس لئے کہ یہاں پر اگر نصب پڑھی جائے تو اس کے لئے عامل فعل معنوی کو مانا جائے گا جو کہ ضعیف ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اس پر عطف پڑھا جائے تو اس کا عامل لفظی ہو جائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ عامل لفظی عامل معنوی سے قوی ہوتا ہے۔

چوتھی صورت : کہ فعل معنوی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہاں مفعول معہ کی بناء پر نصب واجب ہے جیسے مالك وزيدا کیونکہ دوسرا احتمال ہے ہی نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ یہاں عطف کیوں جائز نہیں؟ اس لئے جب ضمیر مجرور متصل پر عطف ڈالا جائے تو اس لئے حرف جار کا اعادہ ضروری ہوتا ہے جو یہاں موجود نہیں۔

لان المعنی ما تصنع ان دونوں مثالوں کے فعل معنوی پر مشتمل ہونے کی دلیل کہ مالك و زیدا وما شانك وعمرا میں مفعول معہ کا عامل معنوی ہے۔اس لئے کہ ان دونوں کا معنی ہے ما تصنع ہے کیونکہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ ما استفہامیہ ہے اور استفہام اکثر فعل سے ہوا کرتا ہے اس سے فعل سمجھا جارہا ہے لہٰذا مالك وزیدا کا معنی ہوگا ما تصنع وزیدا اور ماشانك وعمرا کا معنی ہوگا ما تصنع وعمراً اور ما لزید و عمرو کا معنی ہوگا مایصنع زیدٌ وعمرٌو۔

بحث حال

فصل :الحال لفظ یدل علی بیان هیئة الفاعل او المفعول به او کلیهما نحو جاء نی زیدًا راکبًا وضربت زیدًا مشدودًا ولقیت عَمرًا راکبینِ

ترجمہ : حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی ہیئت کے بیان پر دلالت کرے جیسے جاء نی زیدًا راکبا اور ضربت زید مشدودًا اور لقیت عمرو راکبین۔

تشریح : چھٹی قسم منصوبات میں سے حال ہے۔حال کا لغوی معنی صفت اور شان ہے اور حال زمانہ موجودہ کو بھی کہتے ہیں۔

حال کی تعریف : حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی ہیئت پر دلالت کرے۔

سوال : جاء نی زید الراکب ، الراکب بھی فاعل کی ہیئت بیان کررہا ہے اس کو بھی حال کہنا چاہیے حالانکہ یہ حال نہیں بلکہ فاعل کی صفت ہے؟

جواب : یہاں ایک قید محذوف ہے کہ حال ایسی ہیئت بیان کرے جو صدور فعل یا وقوع فعل کے وقت پائی جائے جیسے جاء نی زید راکبا میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ وہ سوار تھا اس میں راکبا حال نے زید فاعل کی حالت بتلائی کہ اس کا آنا حالت سواری میں تھا۔

قولہ: وقد یکون الفاعل معنویا نحوزیدٌ فی الدار قائمًا لان معناه زیدٌ نِ استقر فی الدار قائما وکذا المفعول به نحو هٰذا زیدٌ قائمًا فان معناه المشار الیه قائمًا هوزیدٌ والعامل فی الحال فعلٌ او معنی فعلٍ

ترجمہ:اور کبھی کبھی ہوتا ہے فاعل معنوی جیسے زید فی الدار قائما اس لئے کہ اس کا معنی ہے زید استقر فی الدار قائما اور اسی طرح مفعول بہ جیسے هذا زید قائما پس تحقیق اس کا معنی ہے المشار الیہ قائما ھوزید اور عامل حال میں فعل ہے یا معنی فعل ہے۔

تشریح : فاعل اور مفعول میں تعمیم کا بیان ہے کہ خواہ فاعل لفظی ہو یا معنوی ہو اس طرح مفعول میں بھی تعمیم ہے کہ خواہ مفعول لفظی

ہو یا معنوی ہو۔

فاعل معنوی سے حال کی مثال : جیسے زید فی الدار قائما اس میں قائما حال ہے فاعل معنوی سے جو کلام کے نظم میں تو موجود ہے لیکن ملفوظ نہیں اس لئے کہ اس کا معنی ہے زید استقرا فی الدار قائما تو یہ قائما استقر فعل کی ضمیر سے حال ہے۔

مفعول معنوی سے حال کی مثال : هذا زید قائمًا ہے اس میں قائما زید سے حال ہے اور زید مفعول معنوی ہے اس لئے کہ لفظ کے اعتبار سے بے شک یہ خبر ہے مبتدا کی لیکن اشارہ اور تنبیہ سے جو اس کا معنی سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے انبہ و اشیر زیدًا حال کو نہ قائما یا یوں عبارت ہے اشیر الی زید یاانبہ علی زید حال کو نہ قائما لہٰذا یہ زید بواسطہ حرف جر مفعول معنوی ہوا اسی سے قائما حال ہے۔

والعامل فی الحال فعل او معنی فعل حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو اور یا معنی فعل ہوتا ہے۔

یاد رکھیں! معنی فعل سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر، جار مجرور ظرف، اسمائے افعال ہیں اور اسی طرح ہر وہ چیز ہے جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہیں جیسے حرف نداء اسم اشارہ تمنی، حروف تنبیہ اور ترجی اور تشبیہ وغیرہ یہ معنی فعل پر دلالت کرتے ہیں۔

قولہ : والحال نکرة ابدًا وذوالحال معرفة غالبا کمارأیت فی الامثلة المذکورة فان کان ذوالحال نکرة یجب تقدیم الحال علیه نحوجاء نی راکبًا رجلٌ لئلّا تلتبس بالصفة فی حالة النصب فی مثل قولك رأیت رجلًا راکبًا

ترجمہ : اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں امثلہ مذکورہ میں پس اگر ذوالحال نکرہ ہو تو واجب ہے مقدم کرنا حال کو اس پر جیسے حاء نی راکبا رحل تاکہ نہ ملتبس ہو جائے حال صفت کے ساتھ حالت نصب میں تیرے قول رأیت رحلا راکبا کی مثل۔

تشریح : ضابطہ : حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے۔

سوال : حال ہمیشہ نکرہ کیوں ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ کیوں ہوا کرتا ہے؟

جواب اول : کہ حال معنی حدثی کی قید ہوا کرتا ہے اگر حال معرفہ ہو تو لازم آئے گا قید کی افضلیت مقید پر جو کہ جائز نہیں۔

جواب ثانی : ذوالحال بمنزل مبتدا کے ہے اور حال بمنزل خبر کے تو جس طرح مبتدا کے لئے اصل معرفہ ہونا اور خبر کے لئے نکرہ ہونا ہے تو اسی بنا پر ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے۔

فان کان ذوالحال سے مذکورہ ضابطہ پر تفریع کا بیان ہے کہ اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو اس وقت حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب

ہے جیسے جاء نی راکبا رجل اس تقدیم کی علت یہ ہے اگر حال کو ذوالحال پر مقدم نہ کیا جائے مؤخر کیا جائے تو حالت نصب میں حال کو صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے رأیت رجلا راکبا میں لہٰذا جب ایک حالت میں صفت کو موصوف کے ساتھ التباس لازم آتا تھا تو ہم نے ایک قاعدہ کلیہ بنا دیا کہ ذوالحال جب نکرہ ہو تو حال پر مقدم کرنا واجب ہے حالت رفع اور حالت نصب میں۔

یاد رکھیں! اگر ذوالحال نکرہ مجرور ہو تو پھر تقدیم واجب نہیں ہوگی جیسے مررت برجل راکبا اسی طرح الکلمة لفظ وضع لمعنی مفردًا کو جب معنی سے حال بنا دیا جائے تو وہاں بھی تقدیم نہیں ہے۔

قولہ : وقد یکون الحال جملة خبریة نحو جاء نی زیدٌ وغلامه راکبٌ اویر کب غلامه ومثال ماکان عاملها معنی الفعل نحو هٰذا زیدٌ قائمًا معناه اُنبه واُشیر

ترجمہ : اور کبھی کبھی ہوتا ہے حال جملہ خبریہ جیسے جاء نی زید وغلامه راکب اور مثال اس کی کہ ہو اس کا عامل معنی فعل مثل هذا زید قائما کے کہ اس کا معنی ہے انبه واشیر۔

تشریح : ضابطہ : کہ جس طرح حال مفرد ہوتا ہے اسی طرح حال جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے اس لئے جس طرح مفرد فاعل اور مفعول کی ہیئت کو بیان کرتا ہے اسی طرح جملہ بھی ہیئت پر دلالت کرتا ہے۔

نیز حال بمنزل خبر کے تھا جس طرح مبتدا کی خبر مفرد بھی ہوتی ہے جملہ بھی ہو سکتی ہے اسی طرح ذوالحال کے لئے حال مفرد بھی ہو سکتا ہے اور جملہ بھی ہو سکتا ہے پھر جملہ خبریہ میں تعیم ہے کہ جملہ اسمیہ خبریہ بھی حال واقع ہو سکتا ہے جیسے جاء نی زید وغلامه راکب اس میں غلامه راکب فاعل زید سے حال واقع ہے اور ویر کب غلامه یہ جملہ فعلیہ خبریہ حال واقع ہو رہا ہے۔

فائدہ : جملہ کے حال واقع ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں

① ذوالحال نکرہ ہو ② جملہ خبریہ ہو انشائیہ حال واقع نہیں ہو سکتا ③ جملہ حالیہ میں رابط کا ہونا بھی ضروری ہے۔

ومثال ما کان...... حال کے عامل معنی فعل کی مثال هذا زید قائما ها تنبیہ سے انبه اور ذا اسم اشارہ سے اشیر فعل مستنبط ہوتے ہیں۔

قولہ : وقد یحذف العامل لقیام قرینة کما تقول للمسافر سالمًا ای ترجع سالما غانما

ترجمہ : اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے عامل بوقت قائم ہونے قرینہ کے جیسے آپ کہیں مسافر کو سالما غانما یعنی لوٹتا ہے تو اس حال میں کہ سلامتی والا ہے غنیمت حاصل کرنے والا ہے۔

تشریح : اگر قرینہ موجود ہو تو کبھی کبھی حال کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے عام ازیں قرینہ حالیہ ہو یا قرینہ مقالیہ جیسے مسافر کو کہا

جا تا ہے سالماً غانما اس میں قرینہ حالیہ ہے جس کے لئے فعل ترجع محذوف ہے ترجع سالما غانما۔

بحث تمیز

فصل : التمیز ھو نکرۃ تذکر بعد مقدار من عدد او کیل او وزن او مساحۃ او غیر ذٰلک مما فیہ ابھام ترفع ذٰلک الابھام نحو عندی عشرون درہمًا وقفیزان برا ومنوان سمنا وجریبان قطنًا وعلی التمرۃ مثلھا زبدًا

ترجمہ : تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو ذکر کیا جائے مقدار کے بعد یعنی عدد یا کیل یا وزن یا مساحت یا ان کے علاوہ اس چیز کے بعد جس میں ابہام ہو رفع کرے اس ابہام کو جیسے عندی عشرون درھمًا......الخ

تشریح : مصنف منصوبات کی ساتویں قسم تمیز کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

تمیز کا لغوی معنی ہے جدا کرنا اور تمیز کو تبیین تفسیر اور ممیز بھی کیا جا تا ہے۔

تمیز کی تین قسمیں ہیں:

① مفرد مقداری سے ابہام کو دور کرے۔

② مفرد غیر مقداری سے ابہام کو دور کرے۔

③ جمع کی نسبت سے ابہام کو دور کرے، اس عبارت میں

پہلی قسم : اس کی تعریف یہ ہے تمیز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے اور اس مقدار کے ابہام کو دور کرے مقدار اسم آلہ کا صیغہ ہے بمعنی ما یقدر بہ الشی وہ چیز جس سے شی کا اندازہ کیا جائے ۔

مقدار کی پانچ قسمیں ہیں:

① عدد ② کیل ③ وزن ④ مساحت ⑤ مقیاس۔

مقدار عددی کی مثال : عندی عشرون درھما ۔

مقدار کیلی کی مثال : قفیزان برًا ۔

مقدار وزنی کی مثال : عندی منوان سمنًا ۔

مقدار مساحت کی مثال : عندی جریبان قطنا ۔

مقدار مقیاسی کی مثال : علی التمرۃ مثلھا زبدا ۔

فائدہ : مقیاس بمعنی وہ چیز جس سے قیاس اور اندازہ کریں اور کیل بمعنی پیمانہ ہوتا ہے اور عربوں میں یہ اکثر لکڑی کا بنا ہوا ہوتا تھا

جس سے گندم وغیرہ کو ناپا کرتے تھے اور مساحت بمعنی پیائش کرنا ہے۔

قولــه : وقد يكون عن غير مقدار نحو هٰذا خاتم حديدًا وسِوارٌ ذهبًا وفيه الخفض اكثر وقد يقع بعد الجملة لرفع الابهام عن نسبتها نحو طاب زيدٌ نفسًا او علمًا او ابًا

ترجمہ : اور کبھی کبھی تمیز ہوتی ہے غیر مقدار سے جیسے هذا خاتم حديدًا و سِوارٌ ذهبًا اور اس میں جرا کثر ہے اور کبھی کبھی واقع ہوتی ہے جملہ کے بعد اس جملہ کی نسبت سے ابہام کو اُٹھانے کے لئے جیسے طاب زيد نفسا او علما او ابا ۔

تشریح : دوسری قسم کا بیان : کہ مفرد غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے۔

غیر مقدار سے مراد یہ ہے کہ مقدار کی پانچ قسمیں نہ ہوں جیسے هذا اخاتم حديدا یہ انگوٹھی ہے از روئے لوہے کے هذا سوار ذهبا یہ سونے کے کنگن ہیں۔

فيه الخفض اكثر اس تمیز کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے تمیز ہونے کی بنا پر لیکن کثرت استعمال میں یہ تمیز اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے کہ ممیز کی طرف مضاف ہوا کرتی ہے اس لئے کہ تمیز کے مجرور ہونے کی صورت میں تمیز کا جو مقصود رفع ابہام ہے وہ بھی حاصل ہو جاتا ہے ساتھ تخفیف بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

قد يقع بعد الجملة ...... سے

تیسری قسم : کا بیان ہے کہ تمیز جملے کی نسبت سے ابہام کو دور کرتی ہے جیسے طاب زيد نفسا اس طاب کی جو نسبت زید کی طرف تھی اس میں ابہام تھا نفسا نے اس ابہام کو دور کر دیا اسی طرح طاب زيد علمًا ،علمًا نسبت سے ابہام کو دور کر دیا ہے۔اسی طرح طاب زيد ابا میں ابا نے جملہ کی نسبت سے بھی ابہام کو دور کر دیا

مصنف تین مثالیں دیں پہلی مثال منتصب عنه کے ساتھ خاص ہے۔

دوسری مثال : متعلق منتصب کے ساتھ خاص ہے۔

تیسری مثال : میں دونوں ہیں اگر نفسًا منتصب سے ہو یعنی نفس زيد سے ہو تو ترجمہ یہ ہوگا کہ زید اچھا ہے از روئے اس امر کے کہ وہ کسی کا باپ ہے اور اگر متعلق منتصب سے ہو تو ترجمہ ہوگا کہ زید اچھا ہے از روئے اس امر کے کہ اس کا کوئی باپ ہے۔

بحث مستثنیٰ

فصل : المستثنیٰ لفظ یذکر بعد اِلّا واخواتها لیعلم انه لاینسب الیه ما نسب الی ماقبلها

ترجمہ: مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو اِلّا اوراس کے اخوات کے بعد مذکور ہوتا کہ یہ معلوم ہوجائے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ نہیں منسوب اس کی طرف وہ چیز جو منسوب ہے اس کے ماقبل کی طرف۔

مستثنیٰ کی تعریف : مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو ذکر کیا جائے اِلّا اوراس کے اخوات کے بعد تا کہ یہ بات معلوم ہو کہ جو حکم ماقبل کی طرف یعنی مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب تھا۔ وہ مابعد یعنی مستثنیٰ کی طرف سے منسوب نہیں۔

فائدہ : یادرکھیں! الا کے بعد مستثنیٰ ہوتا ہے اورالا سے پہلے مستثنیٰ منہ ہوا تا ہے اور الا کے اخوات سے مراد عـدا ، خـلا ماخلا ، ماعدا ، لیس ، لایکون ، وغیرہ ہیں۔

قوله : وهو علی قسمین متصل وهو ما اخرج عن متعدد بِاِلّا واخواتها نحو جاء نی القوم اِلّا زیدًا او منقطع وهو المذکور بعد اِلّا واخواتها غیر مخرج عن متعدد لعدم دُخولهٖ فی المستثنیٰ منه نحو جاء نی القوم اِلّا حمارًا

ترجمہ : اور وہ دو قسم پر ہے متصل اور وہ وہ ہے جو نکالا گیا ہو متعدد سے اِلّا اوراس کے متشابہات کے ذریعے جیسے جـاء نـی الـقـوم اِلّا زیـدًا یا منقطع اور وہ وہ ہے جو مذکور ہو اِلّا اوراس کے متشابہات کے بعد درانحالیکہ نہ نکالا گیا ہو متعدد سے بوجہ نہ داخل ہونے اس کے مستثنیٰ منہ میں جیسے جاء نی القوم اِلّاحمارا۔

تشریح : مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں ① مستثنیٰ متصل ② مستثنیٰ منقطع۔

① مستثنیٰ متصل وہ ہے جو الا یا اس کے اخوات کے ذریعہ کسی شی کو متعدد سے نکالا گیا ہو یعنی مستثنیٰ منہ پر جو حکم ہے مستثنیٰ کو اس سے نکالا گیا ہو عام ازیں مستثنیٰ منہ لفظوں میں ہو جیسے جاء نی القوم الا زید یا مقدر ہو جیسے ما جاء نی الا زید۔

ومنقطع وهو المذکور بعد ......

② مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو الا یا اس کے اخوات کے ذریعے مذکور ہو لیکن متعدد سے یعنی مستثنیٰ منہ سے نکالا نہ گیا ہو اس لئے کہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں داخل ہی نہیں تھا تو نکالا کیسے جاتا خواہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو جیسے جاء نی القوم الازیدًا یہ زید اس وقت مستثنیٰ منقطع ہوگا جب کہ قوم سے مراد وہ جماعت ہو جس میں زیـد داخل نہ ہو ورنہ متصل ہوگا جیسے ماقبل میں بھی ہم نے یہی مثال دی ہے یا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو جیسے جاء نی القوم الا حمارًا۔

قولـه : واعلم ان اعراب المستثنىٰ علی اربعة اقسام فان کان متصلًا وقع بعد اِلّا فی کلامٍ موجبٍ او منقطعًا کما مرّ او مقدّمًا علی المستثنی منه نحو ما جاء نی اِلّا زیدًا احدًا او کان بعد خلا وعدا عند الاکثر وبعد ماخلا و ماعدا ولیس ولایکون نحو جاء نی القوم خلا زیدًا الخ کان منصوبًا

ترجمہ : جان لیجئے کہ اعراب مستثنیٰ کا چار قسم پر ہے پس اگر ہو وہ مستثنیٰ متصل واقع ہو بعد اِلّا کے کلام موجب میں یا منقطع ہو جیسے گزر چکا ہے یا مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر جیسے ما جاء نی اِلّا زیدًا احدًا یا ہو خلا اور عدا کے بعد اکثر کے ہاں اور ماخلا اور ماعدا اور لیس اور لایکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلازیدًا الخ تو ہوگا منصوب۔

تشریح : مصنفؒ مستثنیٰ کے اعراب بیان کرنا چاہتے ہیں۔ مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں

① نصب ② اعراب دووجہ سے پڑھنا جائز ہے ③ اعراب علی حسب العامل ④ جر۔

پہلا اعراب : نصب ہے جو چار مقامات پر ہوتی ہے۔

پہلا مقام : مستثنیٰ متصل ہو الا کے بعد کلام موجب میں جیسے جاء نی القوم الا زیدًا۔

دوسرا مقام : مستثنیٰ منقطع ہو جیسے جاء نی القوم الا حمارًا۔

تیسرا مقام : مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے جاء نی الا زیداحد۔

چوتھا مقام : مستثنیٰ خلا اور عدا اکثر نحویوں کے نزدیک اور ماخلا ما عدا اور لیس اور لا یکون کے بعد جیسے جاء نی القوم خلا زیدًا ان چاروں مقامات پر مستثنیٰ پر نصب واجب ہے۔

قولـه : وان کان بعد اِلّا فی کلام غیر موجب وهو کل کلام یکون فیه نفیٌ ونهیٌ واستفهامٌ والمستثنیٰ منه مذکورٌ یجوز فیه الوجهان النصبُ والبدلُ عمّا قبلها نحو جاء نی احدٌ اِلّا زیدًا واِلّا زیدًا

ترجمہ : اور اگر مستثنیٰ اِلّا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو (اور ہر وہ کلام ہے کہ ہو اس میں نفی نہی استفہام ہو) اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو جائز ہیں اس میں دو وجہیں ایک ان میں سے نصب اور دوسری اِلّا کے ماقبل سے بدل جیسے ما جاء نی احد اِلّا زیدًا والا زیدٌ

تشریح : دوسرا اعراب : دووجہ پڑھنا جائز ہے یہ اعراب ایک مقام کیلئے ہے ہر وہ مقام جہاں مستثنیٰ الا کے بعد ہو کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو اس مستثنیٰ پر دووجہ پڑھنا جائز ہے

① نصب مستثنیٰ کی بناپر ② ماقبل سے بدل بنانا جیسے ما جاء نی احد الا زیدًا، زید کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے مستثنیٰ ہونے کی بناپر زید کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے احد سے بدل ہونے کی بناپر۔

فائدہ : کلام موجب اسے کہتے ہیں جس میں نفی اور نہی اور استفہام نہ ہو اور کلام غیر موجب اسے کہتے ہیں جس میں نفی یا نہی

قوله واعراب غیر فیه ......الخ

اعراب مستثنیٰ بِالّا

- **نصب واجب**: وقتیکہ مستثنیٰ بعد الّا غیر صفتی درکلام موجب واقع شود مثل جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا
- **نصب واجب**: وقتیکہ مستثنیٰ بر مستثنیٰ منہ مقدم باشد مثل جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدًا الْقَوْمُ وَ مَا جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدًا اَحَدٌ
- **نصب واجب**: وقتیکہ مستثنیٰ منقطع باشد مثل جَاءَنِیْ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا
- **نصب جائز بدل مختار**: وقتیکہ مستثنیٰ بعد الّا درکلام غیر موجب باشد و مستثنیٰ منہ ہم مذکور باشد مثل مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ وَ اِلَّا قَلِیْلًا
- **اعراب بحسب عوامل**: وقتیکہ مستثنیٰ بعد الّا درکلام غیر موجب باشد و مستثنیٰ منہ مذکور نباشد مثل جَاءَنِیْ اِلَّا زَیْدٌ وَ مَا رَاَیْتُ اِلَّا زَیْدًا وَ مَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَیْدٍ

قَوْلُهٗ وَاِعْرَابُ غَیْرٍ فِیْهِ کَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰی بِاِلَّا مثل

- جَاءَنِیْ الْقَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ
- جَاءَنِیْ غَیْرَ زَیْدٍ الْقَوْمُ وَ مَا جَاءَنِیْ غَیْرَ زَیْدٍ اَحَدٌ
- جَاءَنِیْ الْقَوْمُ غَیْرَ حِمَارٍ
- مَا فَعَلُوْهُ غَیْرُ قَلِیْلٍ وَ غَیْرَ قَلِیْلٍ
- مَا جَاءَنِیْ غَیْرُ زَیْدٍ وَ مَا رَاَیْتُ غَیْرَ زَیْدٍ وَ مَا مَرَرْتُ بِغَیْرِ زَیْدٍ

یا استفہام ہو۔

قولــه : وان كـان مـفـرغًـا بـان يكون بعد اِلّا فی كلام غير موجب والمستثنىٰ منه غير مذكور كان اعرابه بحسب العوامل تقول ماجاء نی اِلّا زيدٌ ومارأيت اِلّا زيدًا وما مررت اِلّا بزَيْدٍ

ترجمہ : اوراگر ہو مستثنیٰ مفرغ بایں طور کہ ہو اِلّا کے بعد کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہوتو ہوگا اس کا اعراب بحسب العوامل کہے گا تو ما جاء نی اِلّا زید الخ

تشریح : تیسرا اعراب مستثنیٰ کا حسب عامل ہے یہ بھی ایک مقام کے لئے ہے کہ ہر وہ مقام جہاں پر مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ الا کے بعد ہو کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہوتو اس کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا اگر عامل رافع ہے تو رفع پڑھا جائے گا جیسے ما جاء نی فی الا زید اگر عامل ناصب ہے تو نصب پڑھی جائی گی جیسے مارأیت الا زیداً اور اگر عامل جار ہو تو مستثنیٰ پر جر پڑھی جائے گی جیسے مامررت الا بزید اس کو مستثنیٰ مفرغ کہتے ہیں جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ عامل مستثنیٰ میں عمل کرنے کی وجہ سے مستثنیٰ میں عمل کرنے سے فارغ ہو چکا ہے اس لئے عامل مفرغ ہوا مستثنیٰ مفرغ لہ پھر لہ کو حذف کر دیا گیا جیسے مشترک فیہ کو مشترک کہا جاتا ہے تو گویا اصل نام مستثنیٰ کا مستثنیٰ مفرغ لہ ہے۔

قولــه : وان كان بعد غير وسوىٰ وسواء وحاشا عند الاكثر كان مجرورًا نحو جاء نی القوم غير زيدٍ وسِوىٰ زيدٍ وسواء زيدٍ وحاشا زيدٍ

ترجمہ : اوراگر مستثنیٰ غیر سوی وغیرہ کے بعد ہو تو مجرور ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر زید الخ (آئی میرے پاس قوم سوا زید کے الخ)۔

تشریح : چوتھا اعراب : مستثنیٰ کا جر ہے یہاں مستثنیٰ کا اعراب ہے جو غیر اور سویٰ اور سواء کے بعد واقع ہو اور اسی طرح حاشا کے بعد واقع ہو تو یہ بھی اکثر نحویوں کے نزدیک مجرور ہوگا غیر، سویٰ ، سواء کے بعد مجرور اس لئے ہے کہ یہ الفاظ ان کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور مستثنیٰ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوتا ہے اور حاشا کے بعد اس لئے کہ اکثر نحویوں کے نزدیک حرف جر ہے اور بعض نحویوں نے اسے فعل شمار کیا ہے تو اس کا مستثنیٰ مفعولیت کی بنا پر منصوب ہوگا جیسے حدیث میں ہے دعا منقول ہے اللھم اغفرلی ولمن سمع دعائی حاشا الشیطان شیطان مستثنیٰ ہے اور منصوب ہے مفعولیت کی بنا پر مثال جاء نی القوم غیر زید الی آخرہ ۔

قولــه : واعلم ان اعراب غير كاِعراب المستثنىٰ بِاِلّا تقول جاء نی القوم غير زيدٍ وغير حمارٍ وماجاء نی غير زيد نِ القومُ وماجاء نی احدٌ غيرَ زيدٍ وغيرُ زيدٍ وماجاء نی غيرُ زيدٍ ومارأيتُ غيرَ زيدٍ ومامرَرت بغيرِ زيدٍ

ترجمہ : اور جان لیجئے بے شک اعراب غیر کا مثل اعراب مستثنیٰ بالا کے ہے کہے گا تو جاء نی القوم غیر زید......الخ

تشریح : مصنفؒ کلمات مستثنیٰ میں سے لفظ غیر کا اعراب بیان کرنا چاہتے ہیں۔لفظ غیر کا اعراب مستثنیٰ بالا کا اعراب ہوگا کیونکہ لفظ غیر نے مستثنیٰ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے اسے جر دے دی ہے لہٰذا جو اعراب مستثنیٰ پر آنا تھا وہی اعراب لفظ غیر پر جاری کر دیا گیا ہے اور مستثنیٰ بالا کا اعراب ماقبل میں آپ نے پڑھ لیا ہے وہ تین ہیں ① نصب ② دووجہ ③ حسب عامل اور نصب مستثنیٰ بالا کے لئے تین مقام تھے تو لفظ غیر کے منصوب ہونے کے بھی تین مقام ہوں گے۔

پہلا مقام : غیر کے بعد مستثنیٰ متصل ہو کلام موجب میں جیسے جاء نی القوم غیر زید۔

دوسرا مقام : غیر کے بعد مستثنیٰ منقطع ہو جیسے جاء نی القوم غیر حمار۔

تیسرا مقام : غیر کے بعد مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ماجاء نی غیر زید القوم ان تینوں مقامات پر لفظ غیر پر نصب پڑھنا واجب ہے۔

دوسرا اعراب : دووجہ پڑھنا جائز ہے، جس طرح مستثنیٰ بالا کے لئے ایک مقام تھا تو غیر کے لئے بھی ایک مقام ہے کہ غیر کے بعد مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے ماجاء نی احد غیر زید او غیر زید پڑھنا بھی جائز ہے۔

تیسرا اعراب : مستثنیٰ بالا اعراب کا حسب عامل جس کیلئے ایک مقام تھا اسی طرح غیر کے لئے بھی ایک مقام ہے کہ غیر کے بعد مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو لفظ غیر پر اعراب عامل کے مطابق پڑھا جائے گا۔اگر عامل رافع تو رفع، ناصب تو نصب اگر جار تو جر پڑھی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ غیر صفتیہ نہ ہو بلکہ بمعنی استثناء ہو۔

سوال : کلمات استثناء میں سے صرف غیر کا اعراب کیوں بیان کیا گیا ہے باقی کا اعراب بیان کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب : خلا، عدا، ماخلا، ماعدا، حاشا، لیس یہ چونکہ فعل ماضی اور مبنی ہیں اور مبنی ہونے کی وجہ سے اعراب کو بالکل قبول نہیں کرتے سوی، سواء ظرف ہونے کی وجہ سے لازم النصب ہیں اس لئے ان کے اعراب کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں تھی اور کلمہ لا یکون فعل مضارع ہے جو کہ مرفوع ہوگا عامل معنوی کی وجہ سے یا منصوب ہوگا عامل ناصب کی وجہ سے یا مجزوم ہوگا عامل جازم کی وجہ سے۔لہٰذا باقی ایک لفظ غیر رہ گیا جو کہ اسم متمکن تھا جس کے اعراب کو بیان کرنے کی ضرورت تھی اس لئے مصنفؒ نے صرف لفظ غیر کا اعراب کو بیان کیا۔

قولہ : واعلم اَنَّ لفظة غير موضوعة للصفة وقد تستعمل لِلاستثناء كما انَّ لفظة اِلّا موضوعةٌ للاستثناء وقد تستعمل للصفة كما فى قولهٖ تعالىٰ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا اَىْ غيرُ اللّٰهِ و كذٰلك قولك لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک غیر وضع کیا گیا ہے واسطے صفت کے اور کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے واسطے استثناء کے

جیسا کہ بے شک لفظ اِلَّا کو وضع کیا گیا ہے واسطے استثناء کے اور کبھی کبھی استعمال کیا جاتا ہے واسطے صفت کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (اگر زمین و آسمان میں بہت معبود ہوتے سوائے اللہ کے البتہ زمین و آسمان فاسد ہو جاتے اور اسی طرح تیرا قول لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے)۔

تشریح : مصنفؒ غیر کا اعراب بیان کرنے کے بعد اب غیر کا حقیقی اور مجازی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ لفظ غیر کی اصل وضع صفت کے معنی کے لئے ہے لیکن کبھی کبھی بمعنی استثناء کے استعمال ہوتا ہے جس طرح کہ لفظ الا کی اصل وضع استثناء کیلئے ہے لیکن کبھی کبھی بمعنی غیر اور صفت کے استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ ①: جب الا غیر کے معنی پر ہوگا تو اس وقت یہ اعراب الا کے مابعد کو دے دیا جائے گا کیونکہ الا حرف ہے اور حرف میں اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ جیسے لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا یہاں پر الا بمعنی غیر کے ہے اب عبارت یوں ہوگی آلهة غیر الله تو الا بمعنی غیر ہو کر مضاف، مضاف الیہ بن کر یہ صفت بن جائے گی آلهة کی یہ بھی۔

فائدہ ②: الا بمعنی غیر کے استعمال تب ہوگا جس وقت الا استثناء والے معنی پر معمول نہ ہو سکے اور متعذر ہو۔

فائدہ ③: کہ غیر وصفی اور غیر استثنائی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ جب لفظ غیر صفت کے لئے ہو تو اس وقت اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل نہیں ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر اصحابك اس مثال میں اصحاب قوم میں داخل نہیں ہے اور جس وقت استثناء کے لئے ہو تو اس کا مابعد اس کے ماقبل میں داخل ہوگا جیسے جاء نی القوم غیر اصحابك میرے پاس قوم آئی مگر تیرے اصحاب نہیں آئے یہاں اصحاب قوم میں داخل ہیں اسی بنا پر کسی نے کہہ دیا لفلان علی درهم غیر دانق یعنی کہ رفع کے ساتھ تو اسی پر ایک درہم پورا واجب ہوگا۔ اسی لئے کہ اس کی تردید ہوگی لفلان علی درهم لا دانق اور اگر منصوب پڑھا تو ناقص درھم واجب ہوگا اس لئے اس کی تقدیر یہ ہوگی الا دانقاً۔

فائدہ ④: غیر کا حقیقی معنی صفت ہے اور مجازی معنی استثناء ہے اور الا کا حقیقی معنی استثناء ہے اور مجازی معنی صفت ہے۔

بحث خبر کان واخواتها

فصل: خبر کان واخواتها هو المسند بعد دخولها نحو کان زیدٌ قائمًا وحکمه کحکم خبر المبتداء اِلَّا انه یجوز تقدیمه علی اسمائها مع کونهٖ معرفةً بخلاف خبر المبتداء نحو کان القائم زیدٌ

ترجمہ : کان اور اس کے متشابہات کی خبر وہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے کان زید قائما اور حکم اس کا مثل حکم خبر مبتداء کے ہے مگر تحقیق شان یہ ہے کہ جائز ہے مقدم کرنا اس کو ان کے اسماء پر باوجود ہونے اس کے معرفہ بخلاف مبتداء کی خبر

کے جیسے کان القائم زیدٌ۔

تشریح : منصوبات کی نویں قسم کان یعنی افعال ناقصہ کی خبر ہے اس کی تعریف کان اور اس کی اخوات کی خبر ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے کان زید قائمًا ۔

وحکمه کحکم خبر المبتداء افعال ناقصہ کی خبر کا حکم احکام میں اور اقسام میں اور شرائط میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے جس طرح مبتدا کی خبر مفرد اور جملہ معرفہ اور نکرہ بھی اسی طرح افعال ناقصہ کی خبر بھی ہوتی ہے اور جس طرح مبتدا کی خبر واحد اور متعدد اور مذکور اور محذوف ہوتی ہے اسی طرح افعال ناقصہ کی خبر بھی وغیرہ۔

الا انه یجوز تقدیم یہاں سے مصنفؒ مبتدا کی خبر اور افعال ناقصہ کی خبر کے درمیان فرق بتانا چاہتے ہیں کہ افعال ناقصہ کی خبر کو مقدم کرنا ان کے اسماء پر مطلقاً جائز ہے خواہ وہ خبر معرفہ ہی کیوں نہ ہو جیسے کان القائم زید یہاں خبر معرفہ ہے پھر بھی اسم پر مقدم کی گئی ہے لیکن مبتدا کی خبر جبکہ معرفہ ہو تو مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں ہوتا۔

سوال : اس فرق کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : اس لئے مبتدا اور خبر کا اعراب ایک ہوا کرتا ہے اس لئے مبتدا اور خبر کے درمیان التباس کا خوف ہے اسی لئے قانون بنا دیا کہ مبتدا کی خبر مبتدا پر مقدم نہیں ہوسکتی معرفہ ہونے کی صورت میں لیکن چونکہ افعال ناقصہ کے اسم و خبر کا اعراب ایک نہیں ہوتا یہاں التباس کا کوئی خوف نہ تھا اس لئے قانون بنا دیا کہ اس کی خبر معرفہ ہونے کے باوجود بھی مقدم ہوسکتی ہے اسم پر یہی وجہ ہے کہ اگر اسم و خبر کے تعین پر قرینہ نہ ہو اور اعراب لفظوں میں موجود نہ ہو تو ان کی خبر کو بھی اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں مثلاً دونوں اسم مقصور ہوں۔

بحث اسم ان واخواتها

فصل :اسم اِنَّ واخواتها هو المسند اليه بعد دُخولها نحو اِنَّ زيدًا قائمٌ

ترجمہ : اِنَّ اور اس کے متشابہات کا اسم وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو جیسے ان زید قائم۔

تشریح : منصوبات میں سے دسویں قسم کا بیان ہے جو کہ اِنَّ اور اس کے اخوات کا اسم ہے ان اور اس کے اخوات کی تعریف یہ ہے کہ وہ ان اور اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے جیسے ان زید قائمًا ۔

بحث لانفی جنس

فصل :المنصوب بلا التی لنفی الجنس هو المسند الیه بعد دخولها یلیها نکرۃ مضافۃً نحولا غلامَ رجلٍ فی الدَّارِ اومشابهًا لها نحو لاعشرین د رهمًا فی الکیس

ترجمہ : منصوب ساتھ لا کے جونفی جنس کے لئے ہے وہ ہے جومسند الیہ ہواس کے داخل ہونے کے بعد درانحالیکہ متصل ہواس کے ساتھ نکرہ مضاف ہوجیسے لاغلام رجل فی الدار یاشبہ مضاف ہوجیسے لاعشرین د رھما فی الکیس ۔

تشریح : سوال : مصنفؒ نے یہاں اپنا اصول اورانداز کیوں بدل دیایوں کیوں نہ کہا کہ لانفی جنس کااسم ؟

جواب : چونکہ لانفی جنس کااسم اکثر منصوب نہیں تھااگروہ اسم لا کہتے تو وہم ہوسکتا تھا کہ باقی منصوبات کی طرح اکثر منصوب ہوتا ہے۔

منصوبات میں سے گیارہویں قسم منصوب بلاالتی لنفی الجنس ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اسم ہے جو لانفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے دراں حالیکہ اس کے بعد بلا فاصلہ نکرہ مضاف ہو یاشبہ مضاف واقع ہو

نکرہ مضاف کی مثال : لا غلام رجل فی الدار۔

نکرہ شبہ مضاف کی مثال : لا عشرین درھما فی الکیس۔

اس تعریف سے شرطیں اورتین قیود یں حاصل ہوئیں ① کہ لا اورمسند الیہ کے درمیان فاصلہ نہ ہو ② نکرہ مضاف ہو ③ نکرہ شبہ مضاف ہو۔

قولہ : فان کان بعد لانکرۃً مفردۃً تُبنیٰ علی الفتح نحو لارجلَ فی الدَّارِ وان کان معرفۃً او نکرۃً مفصُولًا بینه وبین لا کان مرفوعًا ویجب تکریر لا مع اسم آخر تقول لازیدٌ فی الدَّارِ ولاعمروٌ ولا فیها رجلٌ ولا امرأۃٌ

ترجمہ : پس اگر ہے بعد لا کے نکرہ مفردتو مبنی برفتحہ ہوگا جیسے لارجل فی الدار اوراگرمعرفہ ہویاایسانکرہ ہوکہ فاصلہ کیا گیاہو اس اسم اورلا کے درمیان تومرفوع ہوگااورواجب ہوگا تکرار لا کادوسرے اسم سمیت کہے گاتو لا زید فی الدار ولا عمرو اور ولا فیھا رجل ولاامرأۃ ۔

تشریح : مصنفؒ ان شرائط اورقیود کے فوائد بتارہے ہیں کہ اگر لا کے بعد نکرہ مضاف نہ ہوبلکہ مفرد ہوتو اس اسم نکرہ مفردہ کومبنی برفتحہ پڑھاجائے گا۔مراداس سے مبنی برعلامت نصب ہوناہے اورمفرد سے مراد کہ مضاف اورشبہ مضاف نہ ہولہٰذا تثنیہ اورجمع اسمیں

داخل ہوں گے جیسے لا رجل ، لا مسلمات، لا مسلمین، لامسلمین فی الدار ۔

سوال : یہ مبنی کیوں ہوتا ہے اور پھر مبنی ہو کر مبنی علامت نصب پر کیوں ہوتا ہے؟

جواب : مبنی اس لئے ہے کہ یہ من حرف کے معنی کو متضمن ہوتا ہے قاعدہ ہے جو مبنی کے معنی کو متضمن ہو وہ مبنی ہوتا ہے اور علامت نصب پر اس لئے ہے تاکہ حرکت بنائی، حرکت اعرابی کے موافق ہو جائے کیونکہ قاعدہ ہے کہ حتی الامکان عمل اصلی کی رعایت کرنی چاہیے۔

قولــــه : فان کان بعد لانکرةً مفردةً تُبنیٰ علی الفتح نحو لارجلَ فی الدّارِ وان کان معرفةً او نکرةً مفصُولًا بینه وبین لا کان مرفوعًا ویجب تکریر لا مع اسم آخر تقول لازیدٌ فی الدّارِ ولاعمروٌ ولا فیها رجلٌ ولا امرأةٌ

ترجمہ : پس اگر ہے بعد لا کے نکرہ مفرد تو مبنی برفتحہ ہوگا جیسے لارجل فی الدار اور اگر معرفہ ہو یا ایسا نکرہ ہو کہ فاصلہ کیا گیا ہو اس اسم اور لا کے درمیان تو مرفوع ہوگا اور واجب ہوگا تکرار لا کا دوسرے اسم سمیت کہے گا تو لا زید فی الدار ولا عمرو اور ولا فیها رجل ولاامرأة ۔

تشریح : پہلی شرط : اگر نکارت والی شرط منتفی ہو یعنی لا کا اسم معرفہ ہو یا پہلی شرط اتصال والی منتفی ہو یعنی اسم اور لا کے درمیان فاصلہ موجود ہو عام ازیں کہ مضاف یا شبہ مضاف ہو یا نہ ہو اس شرط کا منتفی ہونا کوئی ضروری نہیں تو اس صورت میں اس اسم کو مبتداء ہونے کی بناء پر رفع پڑھا جائے گا اور لا کا تکرار دوسرے اسم کے ساتھ واجب ہوگا جیسے معرفہ کی مثال لا زید فی الدار ولا عمر اور نکرہ مفصولہ کی مثال جیسے لا فیها رجل ولاامراة ۔

سوال : اس صورت میں معرفہ اور نکرہ مفصولہ کی صورت میں رفع کیوں واجب ہے اور لا کا تکرار کیوں واجب ہے اور اسی طرح دوسرے اسم کا تکرار کیوں واجب ہے؟

جواب : لا کی وضع ہے نکرہ کی نفی کے لئے لہذا جب اس کے بعد معرفہ آئے گا تو اس کا عمل لغو ہو جائے گا اس میں یہ عمل نہیں کر سکتا اور نکرہ مفصولہ میں اس لئے عمل نہیں کر سکتا کہ لا عامل ضعیف ہے اور فاصلہ کے باوجود عمل کرنا عامل قوی کا کام ہے نہ کہ عامل ضعیف کا لہذا جب لا معرفہ اور نکرہ مفصولہ دونوں صورتوں میں عمل نہ کر سکا تو یہ اسم اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا لہذا یہ مرفوع بالابتدا ہوں گے۔ باقی رہی یہ بات کہ لا کا تکرار کیوں واجب ہے وہ نفی کی تاکید کے لئے ہے وہ اسم کا تکرار وہ سوال کی مطابقت کی وجہ سے کہ سائل نے سوال یہ کیا تھا کہ ازید فی الدار ام عمرو۔ جواب دیا لا زید فی الدار ولا عمرو۔

قولــــه : ویجوز فی مثل لاحولَ ولاقوّةَ اِلَّابِاللّٰه خمسةُ اَوْجهٍ فتحهما ورفعهما وفتح الاول ونصب الثانی

وفتح الاول ورفع الثانی ورفع الاول وفتح الثانی

ترجمہ : اور جائز ہیں لاحولَ ولاقوّةَ اِلّابِاللّٰہ جیسی مثال میں پانچ وجہیں دونوں کا فتحہ اور دونوں کا رفع اور اول کا فتحہ اور ثانی کا نصب اور اول کا فتحہ اور ثانی کا رفع اور اول کا رفع اور ثانی کا فتحہ۔

تشریح : مصنفؒ ایسی ترکیب کا حکم بتانا چاہتے ہیں جس میں بعض صورتوں میں لا نفی جنس کا بنتا ہے اور بعض صورتوں میں لا نفی جنس کا نہیں بنتا تو فرمایا لا حول و لا قوة الا باللّٰہ جیسی ترکیب میں باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں جائز ہیں اور مراد اس سے ہر وہ ترکیب ہے جس میں لا نفی جنس بطریق عطف کے مکرر ہو اور دونوں کا اسم مفرد نکرہ بلا فاصلہ واقع ہو جیسے لا حول و لا قوة الا باللّٰہ تو ان دونوں اسموں میں باعتبار اعراب کے پانچ وجہ پڑھنا جائز ہے۔

پہلی وجہ : فتحھما : یعنی دونوں اسموں کو مبنی بر فتحہ پڑھنا اس صورت میں دونوں لا نفی جنس کے ہوں گے اور بعد والے کلمے ان کے لئے اسم ہوں گے البتہ عطف کی دو صورتیں ہیں۔

عطف الحملہ علی الحملہ : ہر ایک کے لئے علیحدہ خبر محذوف مانی جائے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی لا حول عن المعصیة ثابت باحد الا باللّٰہ و لا قوة علی الطاعة ثابت باحد الا باللّٰہ تو اس وقت جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا۔

عطف المفرد علی المفرد : اس صورت میں ایک خبر مقدر مانی جائے گی عبارت اس طرح ہوگی لاحول ولا قوة ثابتان باحد الا باللّٰہ تو اس میں لا مفرد کا عطف ہوگا لا حول مفرد پر اور ثابتان الا باللّٰہ دونوں کی خبر بنے گی۔

دوسری وجہ : رفعھما : کہ دونوں اسموں کو مرفوع پڑھا جائے مبتدا ہونے کی بنا پر تو اس صورت میں دونوں لا زائدہ ہوں گے ملغیٰ عن العمل ہوں گے اور گویا کہ یہ ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال : الغیر اللّٰہ حول و قوة؟ جواب دیا لا حول و لا قوة الا باللّٰہ اس صورت میں بھی عطف کی دونوں صورتیں جائز ہیں عطف الحملہ علی الحملہ، عطف المفرد علی المفرد۔

تیسری وجہ : فتح الاول ونصب الثانی : پہلے لا کو مبنی بر فتح پڑھا جائے اور دوسرے پر نصب تنوین کے ساتھ پڑھی جائے تو اس صورت میں پہلا لا نفی جنس کا ہوگا دوسرا لا زائدہ جو تاکید نفی کیلئے ہوگا اور قوة کا عطف ہوگا حول کے لفظ پر اس صورت میں بھی عطف المفرد علی المفرد بھی جائز ہے عطف الحملة علی الحملة بھی جائز ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی لا حول ولا قوة ثابتان باحد الا باللّٰہ۔

چوتھی وجہ : فتح الاول ورفع الثانی : پہلے اسم کو مبنی بر فتحہ اور دوسرے پر رفع تنوین کے ساتھ پڑھا جائے تو اس صورت میں پہلا لا نفی جنس کا ہوگا اور دوسرا لا زائدہ ہوگا اور اس دوسرے اسم کا عطف ہوگا محل اول پر تو بنا بر مبتدا مرفوع ہوگا جیسے لا حول ولا

قوة الا باللہ یہاں بھی دونوں صورتیں جائز ہیں عطف المفرد علی المفرد ، عطف الجملة علی الجملة ۔

پانچویں وجہ : رفع الاول وفتح الثانی : پہلے اسم کو مرفوع پڑھا جائے تنوین کے ساتھ اور دوسرے اسم کو مبنی بر فتح پڑھا جائے تو اس صورت میں پہلا لا مشبہ بلیس ہوگا اور دوسرا لا نفی جنس کا ہوگا لیکن پہلے اسم کا رفع ضعیف ہوگا کیونکہ لا مشبہ بلیس کا عمل قلیل ہوتا ہے اور اس صورت میں عطف المفرد علی المفرد جائز نہیں ہوگا کیونکہ ان دونوں کی خبروں میں اتحاد نہیں ہوگا اس لئے کہ مشبہ بلیس کی خبر منصوب ہوتی ہے اور لا نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے اور اگر عطف المفرد مانیں تو لازم آیت گا ایک ہی خبر مقدر مانی جائے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آن واحد میں ایک ہی اسم کو دو مختلف اعرابوں کے ساتھ متصف کرنا لہٰذا یہاں فقط عطف الجملة علی الجملة کی صورت جائز ہے۔

قولہ:وقد يحذف اسمُ لا لقرينةٍ نحو لاعليك اى لابأس عليك

ترجمہ : اور کبھی کبھی حذف کیا جاتا ہے لا کا اسم کسی قرینہ کی وجہ سے جیسے لاعليك یعنی لابأس عليك ۔

بحث خبر ما ولا المشبهتين بليس

فصل : خبر ما ولا المشبهتين بليس هو المسند بعد دخولهما نحو مازيدٌ قائمًا ولا رجلٌ حاضرًا وان وقع الخبرُ بعد اِلَّا نحو زيدٌ اِلَّا قائمٌ اوتقدَّم الخبرُ على الاسم نحو ماقائمٌ زيدٌ اوزيدَت اِنْ بعدَ ما نحو مااِنْ زيدٌ قائمٌ بطل العملُ كمارأيت فى الامثلة

ترجمہ : ما اور لا مشبھتین بلیس کی خبر وہ ہے جو مسند ہو ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد جیسے مازید قائما اور لا رجلٌ حاضرًا اور اگر واقع ہوجائے خبر اِلَّا کے بعد جیسے مازیدٌ اِلَّاقائمٌ یا مقدم ہوجائے خبر اسم پر جیسے ماقائمٌ زيدٌ یا زیادہ کیا جائے لفظ ''ان'' ما کے بعد جیسے ما اِنْ قائمٌ زيدٌ تو باطل ہوجائے گا عمل جیسا کہ دیکھ لیا تو نے مثالوں میں ۔

تشریح : منصوبات کی بارہویں قسم ما ولا المشبھتین بلیس کی خبر ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ خبر وہ اسم ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے ما زید قائمًا ولا رجل حاضرًا ۔

وان وقع الخبر بعدالا سے مصنفؒ وہ امور اور موانع بتا رہے ہیں جنکی وجہ سے ما اور لا کا عمل باطل ہوجاتا ہے وہ امور تین ہیں

امر اول : خبر الا کے بعد آجائے جیسے ما زید الا قائم ۔

سوال : اسوقت عمل باطل کیوں ہوجاتا ہے؟

جواب : الا کی وجہ سے ما کی نفی والا معنی ختم ہوچکا ہے حالانکہ ما کا عامل ہونا لیس کی مشابہت کی وجہ سے تھا معنی نفی میں

اور جملہ پر داخل ہونے میں چونکہ نفی ختم ہو چکی ہے اس لئے مشابہت بھی ختم ہوگئی لہٰذا ما عامل نہیں رہی۔

امر ثانی : کہ خبر اسم پر مقدم ہو جائے جیسے ما قائم زید۔

سوال : اس صورت میں عمل کیوں باطل ہو جاتا ہے؟

جواب : اس لئے کہ ما اور لا یہ عامل ضعیف ہیں جس کے لئے پہلے بھی قانون بتایا ہے کہ اگر معمولات ترتیب سے ہوں تو عامل ضعیف عمل کرتا ہے اگر ترتیب سے نہ ہوں تو عمل نہیں کرتا۔

امر ثالث : ما کے بعد ان زائدہ آجائے جیسے ما ان زید قائم۔

سوال : اس صورت میں عمل کیوں باطل ہو جاتا ہے؟

جواب : اس لئے ہو جاتا ہے کہ عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ آگیا کیونکہ عامل ضعیف ہے جو بغیر فاصلے کے تو عمل کرتا ہے اگر فاصلہ آجائے تو عمل نہیں کرتا۔

قولہ: وهٰذا لغة اهل الحجاز امابنو تميم فلا يعملونهما اصلاً

قال الشاعر عن لسان بني تميم شعر و۔

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ فَاَجَابَ مَاقَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ برفع حرام

ترجمہ : اور یہ لغت ہے اہل حجاز کی لیکن بنو تمیم پس وہ ان دونوں کو بالکل عمل نہیں دیتے کہا ہے شاعر نے بنو تمیم کی زبان سے وَمُهَفْهَفٍ......الخ

تشریح : مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ما اور لا دوسرے عوامل کی طرح اتفاقی نہیں بلکہ اختلافی ہیں اھل حجاز کے نزدیک یہ عامل ہیں اور بنو تمیم کے نزدیک ما و لا مشبهتين بليس یہ عامل نہیں جنکی دلیل یہ ہے کہ ما اور لا یہ اسموں پر بھی داخل ہوتے رہتے ہیں اور فعلوں پر بھی حالانکہ عمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی ایک کے ساتھ مختص ہو۔

اہل حجاز کی دلیل : یہ ہے ما اور لا کی مشابہت لیس کے ساتھ معنیٰ نفی میں ہے اور لیس جب جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو عمل کرتا ہے اور اسی طرح ما اور لا مشبهتين جب جملہ اسمیہ پر داخل ہوں گے تو عمل کریں گے اور راجح مذھب اھل حجاز کا ہے اس لئے کہ قرآن مجید کی تائید ان ہی کے مذھب کو حاصل ہے جیسے قرآن مجید میں مَا هٰذَا بَشَرًا ، مَاهُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ۔

شعر

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ

فَاَجَابَ مَاقَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ

درجہ اولیٰ مشکل الفاظ کی تشریح : واو بمعنیٰ رب ہے مھفھف اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے باریک کمر، سبکرو، انتسب امر حاضر کا صیغہ ہے جس کا مصدر انتساب ہے انتساب کے دو معنی آتے ہیں ① نسب نامہ بیان کرنا ② میلان کرنا قتل مصدر مضاف ہے المحب مفعول کی طرف جس کا فاعل متروک ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی قتل المحبوب المحبَ۔

درجہ ثانیہ ترجمہ : ① انتساب کے پہلے معنی کے اعتبار سے ترجمہ اور مطلب یہ ہوگا بہت سے باریک کمر والوں سے جو نزاکت و لطافت میں درخت کی ٹہنی کی مانند ہیں میں نے کہا (یعنی محبوب سے کہا) کہ تم اپنا نسب بیان کرو تو اس نے جواب دیا کہ عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں۔ اس محبوب نے ضمناً جواب میں اپنا نسب بیان کر دیا۔ کہ ما مشبہ بلیس کو عمل نہ دے کر بتا دیا کہ میں تمیمی ہوں قبیلہ بنو تمیم ہے۔

② انتساب کے دوسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ بہت باریک کمر والوں میں سے جو نزاکت میں شاخ کی مانند ہیں میں نے کہا کہ تو میری طرف مائل ہو (تا کہ میں اپنے مقصد کو حاصل کر سکوں اور مجھے جدائی کی تکلیف میں مار نہ ڈال) تو اس نے جواب دیا عاشق کو قتل کر دینا حرام نہیں (یعنی اگر تو محبت میں مر جائے تو میرا جرم نہیں اسلئے بہت سے عاشق محبت میں مر جاتے ہیں۔

درجہ ثالثہ محل استشہاد : مصنفؒ نے یہ شعر اس استشہاد کیلئے پیش کیا کہ بنو تمیم کے نزدیک ما، لا مشبھتین بلیس عامل نہیں اس ما کے بعد دونوں اسم مبتدا خبر کی بنا پر مرفوع ہیں۔

درجہ رابعہ ترکیب : واو بمعنی رب حرف جار مھفھف صیغہ اسم مفعول کالغصن ظرف لغو متعلق مھفھف کے قلت فعل با فاعل لہ ظرف لغو متعلق ہے قلت کے ہو کر قول انتسب امر حاضر معلوم ضمیر در و مستتر مرفوع محلاً فاعل۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا۔ ف عاطفہ اجاب فعل ضمیر در و مستتر معبر بہ ھو فاعل ما مشبہ بلیس غیر عامل قتل المحب مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا حرام مرفوع باضمہ لفظاً خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

المقصد الثالث فی المجرورات

مقصد ثالث مجرورات میں

قولہ :الاسماء المجرورۃُ ھی المضاف الیہ فقط وھُوَکُل اسم نسب الیہ شئ بواسطۃ حرف الجرلفظا نحو مررت بزیدٍ ویعبّرعن ھٰذا لترکیب فی الاصطلاح بانہ جارٌ ومجرورٌ او تقدیرًا نحو غلام زیدٍ تقدیرہ غلام لزیدٍ ویعبرعنہ فی الاصطلاح بانہ مضافٌ ومضافٌ الیہ

ترجمہ : اسمائے مجرورہ فقط مضاف الیہ ہی ہے اور وہ ہر اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو بواسطہ حرف جر کے خواہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررت بزید اور تعبیر کیا جاتا ہے اس ترکیب کو اصطلاح میں بایں طور کہ وہ جار مجرور ہے یا حرف مقدر ہو جیسے غلام زید تقدیر اس کی غلام لزید ہے اور تعبیر کیا جاتا ہے اِس کو اصطلاح میں بایں طور کہ وہ مضاف مضاف الیہ ہے۔

تشریح : مصنفؒ منصوبات سے فارغ ہونے کے بعد اب تیسرے مقصد مجرورات کو بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسماء مجرورہ فقط ایک ہے مضاف الیہ۔

سوال : جب مجرورات کی ایک ہی قسم تھی تو پھر المقصد الثالث فی المجرور کہنا چاہیے تھا مجرورات جمع کیوں لائے؟

جواب : مجرورات کی انواع اور اقسام چونکہ زیادہ تھیں تو اس کا لحاظ کرتے ہوئے مصنفؒ جمع لائے۔

سوال : تم نے کہا اسماء مجرورہ فقط مضاف الیہ ہوتے ہیں یہ حصر ٹھیک نہیں جیسے کفی باللّٰہ ماجاءنی من احد وغیرہ ان میں مجرور تو پایا جارہا ہے لیکن مضاف الیہ نہیں؟

جواب اول : مجرور اصلی وہ مضاف الیہ ہوتا ہے اور باقی رہا مضاف الیہ کے علاوہ جو مجرور ہوتے ہیں وہ حقیقتاً مجرور نہیں ہوتے بلکہ اس کے ساتھ ملحق ہوتے ہیں۔

جواب ثانی : یہاں کچھ عبارت مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ھی المضاف الیہ وما یشتمل علی علامت المضاف الیہ لہٰذا بحسبك درھم میں مجرور اگرچہ مضاف الیہ نہیں لیکن علامت مضاف الیہ یعنی جر پر مشتمل ہے۔

کل اسم نسب الیہ شئ ...... چونکہ مجرور کی تعریف کا سمجھنا موقوف تھا مضاف الیہ کی تعریف پر اس لئے مصنفؒ مضاف الیہ کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔

مضاف الیہ : ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو خواہ فعل کی ہو یا اسم کی بواسطہ حرف جر کے خواہ وہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررت بزید یا حرف جر مقدر ہو جیسے غلام زید اصل میں تھا غلام لزید البتہ حرف جر لفظوں میں ہو تو نحوی یوں

کی اصطلاح میں اسے جار مجرور کہا جاتا ہے اور اگر حرف جر مقدر ہو تو پھر اسکو مضاف مضاف الیہ کہا جاتا ہے جیسے غلا م زید ۔

سوال : مصنفؒ کو کل اسم کے بجائے تھا کل لفظ کہنا چاہیے تھا تا کہ مضاف الیہ کی تعریف میں وہ جملے بھی داخل ہو جاتے جو مضاف الیہ واقع ہوتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین میں یوم کا مضاف الیہ ینفع یہ جملہ ہے؟

جواب : نحویوں کا مضاف کے بارے میں اتفاق ہے کہ مضاف اسم کا خاصہ ہے لیکن مضاف الیہ کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مضاف الیہ اسم بھی ہوتا ہے اور جملہ بھی ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مضاف اور مضاف الیہ دونوں اسم کے خاصے ہیں جیسا کہ سیبویہ کا مذھب ہے۔ مصنفؒ نے اسی مذھب کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا ہے کل اسم ۔

سوال : مضاف الیہ جب اسم کا خاصہ ہے یوم ینفع الصادقین اس جیسی مثالوں کا کیا جواب ہے؟

جواب : کہ اسم میں تعیم ہے خواہ وہ اسم صریحی ہو یا اسم تاویلی اور اس جیسی مثالوں میں اسم تاویلی ہوتا ہے۔

سوال : مصنفؒ نے مضاف الیہ کی تعریف میں بواسطہ حرف جر کی قید لگائی ہے تو اس سے مضاف الیہ باضافت لفظیہ خارج ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں حرف جر مقدر۔

قوله : ویجب تجرید المضاف عن التنوین اوما یقوم مقامه وهونون التثنیة والجمع نحوجاء نی غلام زیدٍ وغلاما زیدٍ ومسلمو مصرٍ

ترجمہ : اورواجب ہے خالی کرنا مضاف کو تنوین سے یا اس چیز سے جو تنوین کے قائم مقام ہے اور وہ نون تثنیہ اور جمع ہیں جیسے جاء نی غلام زید اور غلام زید اور مسلمو مصر

تشریح : جس اسم کو مضاف کرنا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کیا جائے اس لئے کہ تنوین اور قائم مقام تنوین انفصال کو چاہتی ہیں اور اضافت اتصال کو اور یہ بات ظاہر ہے کہ اتصال وانفصال یہ دونوں ضدیں ہیں اسی لئے مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین نون تثنیہ وجمع سے خالی کیا جائے جیسے غلا م زید اصل میں تھا غلام اضافت ہوئی تو نون تنوین گر گیا اسی طرح غلاما زید اصل میں غلامان تھا اضافت ہوئی تو نون تثنیہ گر گیا اور اسی طرح مسلمو مصر اصل میں مسلمون تھا۔

قوله : واعلم ان الاضافة علی قسمین معنویة ولفظیة اما المعنویة فهی ان یکون المضاف غیر صفة مضافة الی معمولها

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک اضافت دو قسم پر ہے معنویہ اور لفظیہ لیکن معنویہ پس وہ یہ ہے کہ ہو مضاف غیر اس صیغہ صفت کا جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو

تشریح : مصنفؒ اضافت کی قسمیں بتانا چاہتے ہیں اضافت کی دو قسمیں ہیں ① اضافت معنوی ② اضافت لفظی۔

اضافت معنویہ کی تعریف : چونکہ اضافت معنوی اصل تھی اس لئے اس کو مقدم کر دیا اس کی تعریف بیان کرنا چاہتے ہیں اضافت معنویہ وہ ہے جس میں مضاف صیغہ صفت نہ ہو جو کہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جس کے مستعمل ہونے کی تین صورتیں ہیں۔

① مضاف صیغہ صفت کا نہ ہو اور نہ ہی اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید۔

② مضاف صیغہ صفت کا ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو جیسے کریم البلد۔

③ مضاف صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم۔

یاد رکھیں! کہ یہاں پر صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور اسم تفضیل ہے اور معمول سے مراد فقط فاعل اور مفعول ہیں۔

قولہ : وهي اما بمعنى اللام نحو غلام زيد او بمعنى من نحو خاتم فضة او بمعنى فى نحو صلوٰة الليل

ترجمہ : اور یہ بمعنی لام ہوگی جیسے غلام زید یا بمعنی من ہوگی جیسے خاتم فضة یا بمعنی فی ہوگی جیسے صلوة الليل۔

تشریح : مصنف اضافت معنوی کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اضافت معنویہ تین قسم پر ہے۔

پہلی قسم اضافت لامیہ : یہ اس وقت جب کہ مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو اور نہ مضاف کے لئے ظرف ہو جیسے غلام زید اس میں لام حرف جر مقدر ہوتا ہے اصل میں غلام لزید۔

دوسری قسم اضافت بیانیہ : یہ اس وقت ہوگی جس وقت مضاف الیہ مضاف کی جنس ہو، جس پر وہ مضاف صادق آئے اس پر مضاف بھی صادق آئے جیسے خاتم فضة یہاں پر من بیانیہ مقدر ہوتا ہے اصل میں خاتم من فضة تھا۔

تیسری قسم اضافت فویہ : اضافت اس وقت ہوگی جبکہ مضاف الیہ ظرف ہو عام از یں کہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان جیسے صلوٰة الليل یہاں پر فی حرف جر مقدر ہوتا ہے۔

قولہ : وفائدة هٰذه الاضافة تعريف المضاف ان اُضيف الى معرفة كما مر او تخصيصه ان اضيف الى نكرة كغلام رجل

ترجمہ : اور فائدہ اس اضافت کا مضاف کو معرفہ بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے معرفہ کی طرف جیسے گزر چکا یا اس کو مخصص بنانا ہے اگر اس کی اضافت کی جائے نکرہ کی طرف جیسے غلام زید۔

تشریح : اضافت کی تقسیم کے بعد اضافت معنویہ کا فائدہ بتانا چاہتے ہیں، اضافت معنویہ کا فائدہ تعریف یا تخصیص ہوتا ہے اگر اس کی اضافت معرفہ کی طرف ہو تو تعریف کا فائدہ دیتی ہے یعنی مضاف معرفہ بن جاتا ہے جیسے غلام زید اور اگر اضافت نکرہ کی

طرف ہوتو پھر یہ اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے غلام رجل ۔

فائدہ : بعض اسماء ایسے ہیں جن میں اس قدر ابہام ہوتا ہے کہ جو معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجود معرفہ نہیں ہوتے جیسے لفظ غیر ، مثل ، شبه وغیرہ ان الفاظ کو متوغله فی الابهام کہا جاتا ہے۔

قولہ : واما اللفظية فهي ان يكون المضاف صفة مضافة الى معمولها وهي في تقدير الانفصال نحو ضارب زيد وحَسَنُ الوَجهِ وفائدتها تخفيف في اللفظ فقط

ترجمہ : لیکن لفظیہ پس وہ ہے کہ ہو مضاف ایسا صیغہ صفت کا جو مضاف ہونے والا ہو اپنے معمول کی طرف اور یہ انفصال کی تقدیر میں ہے جیسے ضارب زيد اور حَسَنُ الوَجهِ اور اس کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے۔

تشریح : اضافت معنویہ سے فراغت کے بعد اضافت لفظی کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اضافت لفظی کی تعریف : اضافت لفظی وہ ہے جس میں مضاف صیغہ صفت کا ہو جو اپنے معمول یعنی اپنے فاعل یا مفعول بہ کی طرف مضاف ہو وهی فی تقدير الانفصال اضافت لفظی معنی کے لحاظ سے تقدیر انفصال میں ہے یعنی اضافت اگرچہ اتصال کا تقاضہ کرتی ہے لیکن یہ اتصال بمنزل انفصال کے ہے اس لئے کہ عامل و معمول والے معنی جس طرح پہلے موجود تھے اب بھی باقی ہیں اس اضافت نے معنی میں تبدیلی پیدا نہیں کی کہ یعنی جس طرح مجرور بالاضافت باعتبار معنی کے مرفوع یا منصوب تھے فاعل اور مفعول ہونے کی بناء پر اسی طرح اب بھی ہیں تو گویا یہ سمجھیں کہ مجرور بالاضافت ہی نہیں۔

اور اضافت لفظی کا فائدہ یہ ہے کہ وہ صرف لفظوں میں فائدہ دیتی ہے جس کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : صرف مضاف میں تخفیف پیدا کرے گی جس سے تنوین اور نون تثنیہ گر جاتے ہیں جیسے ضارب زيد اصل میں ضارب تنوین کے ساتھ تھا اسی طرح ضاربا زيد ، ضاربو زيد ۔

دوسری صورت : تخفیف صرف مضاف الیہ میں ہوگی کہ مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہو کر صیغہ صفت مضاف میں مستتر ہو جائے گی جیسے القائم الغلام اصل میں تھا القائم غلامه تو غلامه کی "ہ" ضمیر مضاف الیہ حذف کر کے صیغہ صفت القائم میں مستتر کر دی گئی۔

تیسری صورت : تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں میں ہو جیسے حسن الوجه اصل میں تھا حسن وجهه تو مضاف سے تنوین حذف کی اور مضاف الیہ سے ضمیر کو حذف کیا۔

وجہ تسمیہ : چونکہ اضافت لفظی لفظوں میں فائدہ دیتی ہے تو اس کو لفظ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اضافت لفظی نام رکھ دیا اور اضافت معنوی کا فائدہ معنی میں ہوتا ہے یعنی تعریف و تخصیص میں اسی وجہ سے اس کو معنی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اضافت

معنوی نام رکھ دیا۔

اضافت معنوی بمعنی لام کو اضافت لامیہ کہا جاتا ہے اور وہاں لام حرف جر مقدر ہوتا ہے اور اضافت بمعنی فی کو اضافت فویہ اور ظرفیہ اور اضافت بمعنی فی بھی کہا جاتا ہے اور اضافت معنویہ بمعنی من کو اضافت منیہ اور اضافت بیانیہ کہا جاتا ہے۔

فائدہ : اضافت معنوی باعتبار نسبت کے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مقدر ہوتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں حالانکہ عقلاً پانچ قسمیں بنتی ہیں کیونکہ نسبت کی پانچ قسمیں ہیں ① نسبت تباین ② نسبت تساوی ③ نسبت اعم مطلق ④ نسبت اخص مطلق ⑤ نسبت عموم خصوص مطلق من وجہ لیکن تساوی کی طرف اور اسی طرح خاص کی عام کی طرف ممتنع تھی کیونکہ اضافت میں فائدہ نہیں ہوتا اسی وجہ سے اضافت معنوی کو تین اقسام میں منحصر کیا گیا ہے باقی رہی یہ بات کہ مساوی کی مساوی کی طرف اور خاص کی عام کی طرف اس سے فائدہ کیوں نہیں ہوتا وہ کافیہ کی شرح کاشفہ میں دیکھئے۔

قولہ : واعلم اَنّك اذا اضفتَ الاسم الصحيح او الجارى مجرى الصحيح الىٰ ياء متكلم كسرتَ آخره واسكنتَ الياء اوفتحتَها كغلاميَ ودلويَ وظبيِيَ وان كان اخر الاسم الفا تُثبت كعصايَ ورحايَ خلافًا للهُذَيل كعَصِيَّ ورَحِيَّ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک جب تو اضافت کرے اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی طرف یاء متکلم کے تو کسرہ سے اس کے آخر کو اور ساکن کردے یاء کو یا فتحہ دے جیسے غلامیَ اور دلویَ اور ظبیِیَ اور اگر اسم کا آخر الف ہو تو ثابت رکھا جائے گا جیسے عصایَ اور رحایَ اختلاف ہے ھذیل کا جیسے عَصِیَّ ورَحِیَّ ۔

تشریح : مصنفؒ مضاف کیلئے کچھ ضوابط بیان کررہے ہیں کیونکہ ماقبل میں صرف یہ حکم بیان کیا تھا کہ اس سے تنوین اور الف لام کو حذف کردیا جائے گا لیکن جب اسماء کی یاء متکلم کی طرف اضافت ہو تو پھر ان کے لئے اور بھی تغیر تصرف ہوتا ہے جس کے لئے پانچ ضوابط ذکر کررہے ہیں۔

ضابطہ اولی : جس وقت اسم صحیح اور جاری مجریٰ صحیح کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو یاء کی مناسبت کی وجہ سے یاء کے ماقبل حرکت کسرہ کو دی جائے گی اور یاء کو ساکن پڑھنا بھی جائز ہے اور یاء پر فتحہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ ساکن تو اس لئے کہ سکون میں تخفیف ہے اور فتحہ اس لئے کہ یاء پر فتحہ پڑھنا بھی خفیف ہے کیونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے، اسم صحیح کی مثال غلامی اور جاری مجریٰ صحیح کی مثال دلوی ظبیی اس کو غلامی ، دلوی ، ظبیی پڑھنا جائز ہے۔

ضابطہ ثانیہ : اگر اسم مضاف کے آخر میں الف ہو اور وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اور خواہ وہ الف تثنیہ کا ہو یا غیر تثنیہ کا تو الف کو ثابت رکھا جائے گا جیسے غلامای ، عصای لیکن قبیلہ ہزیل الف غیر تثنیہ کو یاء کے ساتھ تبدیل کرکے ادغام کردیتے ہیں

عصای ، ورحای کو عصی رحی پڑھتے ہیں۔

سوال : تثنیہ کے الف کو یاء سے کیوں نہیں بدلتے ؟

جواب : تثنیہ کے الف کو اگر یاء سے بدل دیا جائے تو پھر غلامای سے غلامی پڑھا جائے گا اب حالت رفعی اور نصبی ، جری میں التباس لازم آئے گا اس لئے الف تثنیہ کا ہو تو اسے بالاتفاق ثابت رکھا جائے گا۔

قولہ : وان کان آخر الاسم یاءً مکسورًا ماقبلها اُدغمتَ الیاءَ فی الیاءِ وفتحتَ الیاءَ الثانیۃَ لئلا یلتقِیَ السَّاکِنَانِ تقول فی قاضِی قَاضِیَّ وَان کان اخرہٗ واوًا مضمومًا ماقبلها قلبتَها یاءً وعملتَ کما عملتَ الاٰنَ تقول جاء نی مُسْلِمِیَّ

ترجمہ : اور اگر ہو آخر اسم ایسی یاء کہ مکسور ہے اس کا ماقبل تو ادغام کرے گا تو یاء کو یاء میں اور فتحہ دے گا دوسری یاء کو تا کہ دو ساکن اکٹھے نہ ہوں۔ کہے گا تو قاضی میں قاضِیَّ اور اگر آخر اسم میں ایسی واؤ ہو جس کا ماقبل مضموم ہو تو تبدیل کرے گا تو اس کو یاء کے ساتھ اور پھر عمل کرے گا تو جیسا کہ عمل کیا ہے ابھی کہے گا تو جاء نی مسلمِیَّ ۔

تشریح : ضابطہ ثالثہ : اگر اسم مضاف کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو اس کو مضاف کیا جائے یاء متکلم کی طرف تو دو حرف ایک جنس کے جمع ہونے کی وجہ سے یاء کو یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور دوسری یاء پر فتحہ پڑھا جائے گا تا کہ اجتماع ساکنین لازم نہ آئے جیسے قاضی جب اس کی اضافت کی یاء متکلم کی طرف تو اس کو قاضی پڑھا جائے گا۔

ضابطہ رابعہ : اگر اسم مضاف کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم ہو جب اس کی اضافت یاء متکلم کی طرف کی جائے تو اس میں واؤ کو یاء سے بدل دیں گے قویل والے قانون سے مسلمی ہو جائے گا پھر دعی والے قانون سے یاء کے ماقبل ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا جائے گا تو مسلمی ہو جائے گا۔

قولہ : وفی الاسماء الستّۃِ مضافًا الٰی یاءِ الْمتکلّمْ تقول اَخِیْ وَاَبِیْ وَحَمِیْ وَهَنِیْ وَفِیْ عِنْدَ الْاَکْثَرِ وَفَمِیْ عِنْدَ قَوْمٍ وَذُوْ لَایُضَافُ اِلٰی مُضْمَرٍ اَصْلًا وَقَوْلُ الْقَائِلِ

شعر ۔ اِنَّمَایَعْرِفُ ذَاالْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذَوُوْہٗ شَاذٌ

ترجمہ : اور اسمائے ستہ مکبرہ میں درانحالیکہ وہ مضاف ہوں یاء متکلم کی طرف کہے گا تو اَخِیْ اور اَبِیْ اور حَمِیْ اور هَنِیْ اور فِیْ اکثر کے ہاں اور فَمِیْ ایک قوم کے ہاں اور ذُو نہیں مضاف کیا جاتا ضمیر کی طرف بالکل اور قائل کا قول اِنَّمَایَعْرِفُ شاذ ہے۔

تشریح : ضابطہ خامسہ : اگر اسمائے ستہ مضاف ہوں تو پھر یہ تغیر و تصرف ہوگا کہ اب ، اخ ، هن ان کو یاء متکلم کی طرف مضاف کر کے ابی اخی هنی پڑھا جائے گا یعنی جو لام کلمہ حذف تھا اس کو واپس نہیں لایا جائے گا بلکہ اس کو نسیًا منسیًا قرار دیا جائے گا

جس طرح کہ ید اور دم میں نسیًا منسیًا قرار دیا گیا ہے۔
لیکن مبرد اس حرف کو واپس لا کر ابی اخی پڑھتے ہیں یعنی واؤ کو واپس لا کر پھر واؤ کو یاء میں ادغام کر کے ابی اخی پڑھتے ہیں اور فی کے بارے میں بھی اختلاف ہے اکثر نحویوں کے نزدیک اس کو فی پڑھا جاتا ہے اور بعض نحوی اس کو فمی پڑھتے ہیں جس سے پہلے فم کے بارے میں فائدہ جان لیں۔
فائدہ : فم اصل میں فوہ تھا جس پر دلیل اس کی جمع مکسر افواہ ہے کیونکہ قاعدہ ہے التصاغیر والتکاسیر تردان الشی الی اصلہ پھر ھا کو خلاف قیاس حذف کر دیا فوہ ہو گیا پھر ھا کو خلاف قیاس حذف کر دیا گیا فو ہو گیا اب اس واؤ کو باقی رکھا جائے تو اس پر اعراب جاری ہو گا تو یہ واو متحرک ہو جائے گی پھر قال والے قانون سے ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل جائے گا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے الف گر جائے گا اور نون تنوین باقی رہ جائے گی اور لازم آئے گا اسم معرب کا ایک حرف پر باقی رہنا جو کہ جائز نہیں اس لئے ان قوانین اور تغیر سے بچانے کے لئے واؤ کو میم سے بدل دیا کیونکہ واو اور میم دونوں قریب المخرج تھیں پھر جس وقت اس کی اضافت کی جائے گی یاء متکلم کی طرف تو واؤ کے جو بدلنے کا سبب تھا وہ باقی نہیں رہا اس لئے واو کو واپس لایا جائے گا تو فوی ہو جائے گا تو پھر قویل قویلقوالے قانون سے واؤ کو یاء کر کے ادغام کر دیا جائے گا اور یاء کی مناسبت سے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا تو فی ہو جائے گا۔
اب سمجھیں کہ جمہور نحات تو اس کو فی پڑھتے ہیں اور دلیل یہ ہی پیش کرتے ہیں کہ جو میم تھی وہ واؤ سے بدل کر آئی تھی اب چونکہ واؤ کے بدلنے کا سبب جو تھا وہ زائل ہو گیا اس لئے میم کو دوبارہ واؤ سے بدل دیں گے اور واؤ کو یاء کر کے ادغام کر دیا جائے گا اور بعض نحوی کہتے ہیں کہ جو واؤ میم سے بدل چکی ہے اب اس کو واپس نہیں لائیں گے بلکہ اسی طرح فم کو مضاف کر کے فمی پڑھا جائے گا۔
وذو لا یضاف الی مضمر اصلا سوال مقدار جواب ہے۔
سوال : اسمائے ستہ کے بارے تم ضابطہ بتا رہے تھے کہ اسمائے ستہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوتے ہیں لیکن آپ نے ذو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا حالانکہ یہ بھی تو اسماء ستہ میں سے ہے؟
جواب : ذو ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہی نہیں تو یاء متکلم کی طرف کیسے مضاف ہو سکتا ہے۔
سوال : ذو ضمیر کی طرف مضاف کیوں نہیں ہوتا؟
جواب : اس کی علت یہ ہے کہ ذو کی وضع اس لئے کی گئی ہے کہ اس کے ذریعے اسمائے جنس کو اسمائے نکرہ کی صفت بنایا جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ضمیر جنس نہیں ہوتی اس لئے ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا مثال کے طور پر کسی اسم جنس کو کسی رجل کی

صفت بنائی جائے تو یوں کہا جائے گا رأیت رجلا ذا مال اور قام رجل ذو مال ۔

قول القائل سے ایک سوال کا جواب ہے۔

سوال : آپ نے کہا ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا حالانکہ شعر میں ہے انما یعرف ذالفضل من الناس ذووہ اس میں ضمیر کی طرف مضاف ہے؟

جواب : یہ شاذ ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ لوگوں میں سے فضیلت والے کو فضیلت والا ہی پہچانتا ہے۔

قولہ : واذا قطعْتَ هٰذه الاسماء عن الاضافة قلتَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَذُوْ لايُقطع عن الاضافةِ البتة هٰذا كُلُّهٗ بتقدير حرف الجرِّ اَمَّا مايُذكرُ فيه حرفُ الجر فسياْتِيْكَ فى القسمِ الثَّالِثِ اِنْ شَاءَ اللّٰه تعالىٰ

ترجمہ : اور جب ان اسماء کو تو اضافت سے کاٹے تو کہے گا تو اَخٌ اور اَبٌ اور حَمٌ اور هَنٌ اور فَمٌ اور ذُوْ مقطوع عن الاضافۃ نہیں ہوتا قطعا یہ ساری تفصیل حرف جر کی تقدیر کے ساتھ ہے لیکن وہ مضاف الیہ جس میں حرف جر کا ذکر کیا جائے لفظا پس عنقریب آئے گا قسم ثالث میں ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تشریح : جب اسمائے خمسہ مقطوع عن الاضافۃ ہوں تو لام کلمہ حذف ہوگا اور عین کلمہ پر اعراب جاری کیا جائے گا مفرد منصرف صحیح والا اعراب جاری ہوگا۔

وذو لا يقطع عن اضافة البتته ذو کا باقی اسمائے خمسہ سے فرق بتا رہے ہیں کہ ذو کے لئے قانون یہ ہے کہ کبھی بھی اضافت کے بغیر مستعمل نہیں ہوتا اس کی وجہ اور علت سابقہ ہے کہ اس کی وضع اسم جنس کو اسم نکرہ کی صفت بنانا اور مقطوع عن الاضافت ہو تو یہ خلاف وضع استعمال ہوگا جو کہ جائز نہیں اس کا فرق باقی اسمائے خمسہ سے دو طرح کا ہے۔

پہلا فرق : کہ یہ ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا بخلاف باقی اسمائے خمسہ۔

دوسرا فرق : کہ یہ ذو مقطوع عن الاضافت ہو کر استعمال نہیں ہوتا بخلاف باقی اسمائے خمسہ کے۔

بحث التوابع

قولہ : الخاتمة فی التوابع خاتمہ توابع میں ہے۔

مصنفؒ مقاصد ثلاثۃ جن میں معمولات اصلیہ اور معربات اصلیہ کا بیان تھا اس کے فارغ ہونے کے بعد اب معمولات تبعیہ اور معربات تبعیہ کو بیان فرمارہے ہیں۔

قولـــه : اعـلـم اَنَّ الَّتِیْ مـرَّت مِـنَ الاسـمـاء الـمـعـربة كان اعرابها بالاصالةِ بِاَنْ دَخلتهَا الْعَوامِلُ مِنَ الْـمرفُـوْعَاتِ والمنصُوْبَاتِ والمجرورات فقد يكون اعرابُ الاسم بتَبْعِيَّةِ ماقبله ويسمّٰى التابع لانه يتبَعُ ماقبله فی الاعراب

ترجمہ : جان لیجئے کہ بے شک وہ اسمائے معربہ یعنی مرفوعات منصوبات، مجرورات جوگزر چکے ہیں ان کا اعراب بالاصالۃ تھا بایں طور کہ داخل ہوتے ہیں ان پر عوامل پس کبھی کبھی ہوتا ہے اعراب اسم کا اپنے ماقبل کے تابع ہونے کے سبب اور نام رکھا جاتا ہے اس اسم کا تابع اس لئے کہ تحقیق وہ تابع ہے اپنے ماقبل کے اعراب میں۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اسمائے معربہ کی دو قسمیں ہیں

قسم اول : اسمائے معربہ خواہ مرفوعات ہوں یا منصوبات ہوں یا مجرورات ان کا اعراب بالاصالت ہے۔

اعراب بالاصالت: کا مطلب یہ ہے کہ عامل رافع اور عامل ناصب اور عامل جار خود اس پر داخل ہو کر اس میں عمل واثر کرتا ہوا۔

قسم ثانی : اسمائے معربہ خواہ مرفوعات یا منصوبات یا مجرورات ہوں ان کا اعراب بالتبع ہوتا ہے۔

اعراب بالتبع : کا مطلب یہ ہے کہ عامل براہ راست تو ان پر عمل نہیں کرتا وہ عمل اس کے ماقبل والے اسم میں کرتا ہے پھر اس کے واسطے سے اس میں بھی عمل کرتا ہے یہاں تک ان اسماء معربہ کا ذکر تھا جن کا اعراب بالاصالت تھا اب ان اسماء کو ذکر کیا جارہا ہے جن کا اعراب بالتبع ہے۔

اور ان اسماء معربہ کا نام توابع رکھا جاتا ہے لانه يتبع ماقبله فی الاعراب۔

وجہ تسمیہ : اس کو تابع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اپنے ماقبل والے اسم کے تابع ہوتا ہے اعراب یعنی رفع ،نصب وجر میں۔

قولــه : وهو كـل ثـان مـعـربٍ بـاعـراب سـابـقهِ من جهةٍ واحدةٍ والتّوابعُ خمسةُ اقسام النعتُ والعطفُ بالحروفِ والتاكيدُ والبدل وعطف البيانِ۔

ترجمہ : اور وہ تابع ہر وہ دوسرا ہے جو سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک جہت سے اور توابع پانچ قسم ہیں نعت اور عطف

ساتھ حروف کے اور تاکید اور بدل اور عطف بیان۔

تشریح : ہر تابع وہ پچھلا کلمہ جو اپنے پہلے کلمے کے اعراب کے ساتھ معرب ہو دراں حالیکہ وہ اعراب ایک جہت سے ہو یعنی اگر پہلے کلمہ پر رفع ہے تو اس پر بھی رفع اگر اس پر نصب ہو تو اس پر نصب اگر جر ہو تو اس پر بھی جر اور نیز ان دونوں کا عامل اور سبب اعراب ایک ہو جیسے قام رجل عالم ، رأیت رجلاً عالمًا ، مررت برجل عالم اس میں عالم اپنے موصوف کے تابع ہے پہلی مثال میں رفع ہے اور جہت اعراب بھی ایک ہے کہ دونوں پر فاعل ہونے کی وجہ سے رفع ہے دوسری مثال میں دونوں پر مفعول ہونے کی وجہ سے نصب ہے۔

توابع کی پانچ قسمیں ہیں ① نعت ② عطف بالحروف ③ تاکید ④ بدل ⑤ عطف بیان۔

وجہ حصر : تابع دو حال سے خالی نہیں مقوی حکم ہوگا یا نہیں اگر مقوی حکم ہو تو پہلی قسم تاکید ہے اگر مقوی حکم نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں مبین ہوگا یا نہیں اگر مبین ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مشتق ہوگا یا نہیں اگر مشتق ہو تو دوسری قسم صفت اگر نہیں تو یہ تیسری قسم عطف بیان ہوگا اگر مبین نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں حرف عطف ہوگا یا نہیں اگر عطف ہو تو چوتھی قسم عطف بالحرف ہوگا اور اگر نہیں تو پانچویں قسم بدل ہوگا۔

سوال : تابع کی جمع توابع لانا غلط ہے کیونکہ تابع کی جمع تابعون آنی چاہیے تھی؟

جواب : لفظ تابع وصفیت سے تبدیل ہو کر اسم بن چکا ہے اور قاعدہ ہے کہ فاعل اسمی کی جمع فواعل آتی ہے لہٰذا تابع کی جمع توابع لانا درست ہوا۔

سوال : توابع کی تعریف حروف اور فعل کے تابع پر صادق نہیں آتی جیسے ان ان اور ضرب ضرب کیونکہ تعریف میں یہ کہا تھا کہ اس کا سابق اسم والا اعراب ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ حرف اور فعل میں اعراب ہوتا ہی نہیں۔

جواب : یہاں مطلق توابع کی بحث نہیں بلکہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کے توابع کو بیان کیا جا رہا ہے یعنی یہ اسماء توابع کی تعریف ہے۔

سوال : یہ تابع کی تعریف پھر بھی درست نہیں اس لئے کہ جو دوسرا اور تیسرا تابع ہوگا اس پر صادق نہیں آتی ؟

جواب : اسی وجہ سے ہم نے تعریف کے اندر ثانی کا معنی پچھلا اور متاخر کیا ہے۔

بحث صفت

فصل: النعتُ تابعٌ یدلُّ علی معنًی فی متبوعہٖ نحو جاء نی رَجُلٌ عَالِمٌ او فِی متعلقِ متبوعہٖ نحو جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوہُ ویسمّٰی صفۃً ایضا

ترجمہ: نعت وہ تابع ہے جو دلالت کرے ایسے معنی پر جو متبوع میں ہے جیسے جاء نی رَجُلٌ عَالِمٌ یا ایسے معنی پر جو متبوع کے متعلق میں ہے جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ ابوہُ اور نام رکھا جاتا ہے اس کا صفت بھی۔

تشریح: اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نعت کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنے پر دلالت کرے جو متبوع میں ہو جیسے جاء نی رجل عالم اس میں عالم تابع صفت ہے جو علم والے معنے پر دلالت کرتا ہے اور وہ علم والا معنی موصوف متبوع رجل میں موجود ہے اس پہلی قسم کا نام صفت بحال موصوف ہے۔

دوسری قسم: صفت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع کے متعلق میں موجود ہو جیسے جاء نی رجل عالم ابوہ اسمیں عالم صفت ایسے معنے پر دلالت کرتا ہے جو اس کے موصوف رجل میں نہیں بلکہ اس کے متعلق اب میں پائی جاتی ہے۔ اس صفت کو صفت بحال متعلقہ کہا جاتا ہے اور اس نعت کا دوسرا نام صفت بھی ہے۔

قولہ: والقسم الاول یتبع متبوعہ فی عشرۃ اشیاء فی الاعراب والتعریف والتنکیر والإفرادِ والتثنیۃ والجمع والتذکیر والتانیث نحو جاء نی رجلٌ عالمٌ ورجلانِ عالمانِ ورِجالٌ عالمونَ وزیدُ نِ الْعالمُ وامراۃٌ عالمۃٌ۔

ترجمہ: اور قسم اول تابع ہوتا ہے اپنے متبوع کے دس چیزوں میں یعنی اعراب، تعریف وتنکیر، افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر وتانیث میں جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ الخ۔

تشریح: نعت کے حکم کا بیان ہے قسم اول نعت بحالہٖ کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے متبوع کے موافق ہوگی دس چیزوں میں سے بیک وقت چار چیزوں میں ① اعراب ② تعریف وتنکیر ③ افراد تثنیہ جمع ④ تذکیر وتانیث جیسے جاء نی رجل عالم، جاء نی رجلان عالمان ورجال عالمون الی آخرہ۔

قولہ: والقسم الثانی اِنّما یتبع متبوعہ فی الخمسۃ الاول فقط اَعْنی الاعراب والتعریف والتنکیر کقولہٖ تعالیٰ مِنْ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ الظَّالِمِ اَھْلُھَا

ترجمہ: اور قسم ثانی سوائے اس کے نہیں کہ وہ تابع ہوتا ہے اپنے متبوع کے اول پانچ چیزوں میں فقط مراد لیتا ہوں میں اعراب

اور تعریف وتنکیر کو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۔

تشریح : قسم ثانی یعنی صفت بحال متعلقه کا حکم یہ ہے کہ یہ اپنے متبوع کے موافق ہوگی پانچ چیزوں میں سے بیک وقت دو چیزوں میں ① اعراب ② تعریف وتنکیر جیسے اللہ کا تعالیٰ کا فرمان ہے من هذا القرية الظالم اهلها اس میں قریہ موصوف ہے الظالم صفت ہے ان میں دو چیزوں میں مطابقت ہے ① اعراب میں کہ دونوں پر جر ہے ② دونوں معرفہ ہیں۔

سوال : مصنف ماقبل کی مثالوں میں قرآن کی مثال نہیں دی لیکن اس مقام پر قرآن مجید کی مثال کیوں دی ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب : کیونکہ طلباء کرام اس کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ دیکھیں القرية موصوف ہے الظالم صفت ہے اور موصوف اور صفت میں تذکیر وتانیث میں مطابقت ہونی ضروری ہے یہاں نہیں ہے تو مصنفؒ نے آیت کا یہ حصہ ذکر کر کے بتا دیا یہ قسم ثانی ہے قسم اول نہیں لہٰذا یہاں صرف دو چیزوں میں مطابقت ضروری ہے تذکیر وتانیث میں نہیں۔

قولہ: وفائدة النعت تخصيص المنعوت ان كانا نكرتين نحو جاء نی رجلٌ عالمٌ وتوضيحه ان كانا معرفتين نحو جاء نی زيدُ نِ الفاضلُ وقد يكون لمجرد الثناء والمدح نحو بسم الله الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وقد يكون للذم نحو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وقد يكون للتاكيد نحو نفخةٌ واحدةٌ ۔

ترجمہ: اور نعت کا فائدہ منعوت کی تخصیص ہے اگر موصوف وصفت دونوں نکرہ ہوں جیسے جاء نی رجلٌ عالمٌ اور اس موصوف کی وضاحت ہے اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جاء نی زيدُ نِ الفاضلُ اور کبھی ہوتی ہے نعت محض ثناء اور مدح کے لئے جیسے بسم الله الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور کبھی ہوتی ہے محض مذمت کے لئے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور کبھی ہوتی ہے محض تاکید کے لئے جیسے نفخةٌ واحدةٌ ۔

تشریح : صفت کے فوائد کا بیان۔

فائدہ ①: کہ اگر موصوف صفت دونوں نکرہ ہوں تو صفت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے ا۔

تخصیص کا معنی : تقليل الاشتراك فی النكرات یعنی نکرہ کے افراد میں کمی ہو جایا کرتی ہے جیسے جاء نی رجل عالم ، عالم کا رجل کی صفت بننے سے رجل کے افراد میں کمی ہوگئی اس سے جاہل نکل گئے اگر دونوں معرفہ ہوں تو توضیح کا فائدہ دیتی ہے۔

توضیح کی تعریف : رفع الاجمال فی المعارف معرفہ کے اجمال کو دور کر دینا جیسے جاء نی زيد العالم تو العالم کی صفت سے زید میں جو اجمال تھا یعنی پتہ نہیں کون سا زید آیا ہے تو وہ ابہام دور ہو گیا۔

فائدہ ② : کہ نعت مدح اور ثنا کے لئے آتی ہے جیسے بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

فائدہ③: کہ یہ مذمت کے لئے آتی ہے اعوذ باللہ من الشطان الرجیم شیطان کی صفت رجیم سے محض مذمت مقصود ہے۔

فائدہ④: تاکید کے لئے آتی ہے جیسے نفخۃ واحدۃ میں کیونکہ نفخۃ کی تاء سے وحدت مفہوم ہورہی تھی تو لفظ واحدۃ نے اس وحدت والے معنے میں تاکید پیدا کردی ہے۔

فائدہ : یہ صفت مدح اور مذمت والے معنے پر اس وقت دلالت کرے گی جب مخاطب اور سامع کو اس موصوف کے بارے میں علم ہو کہ وہ موصوف اس صفت کے ساتھ متصف ہے جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مصنفؒ کو علم ہے کہ اللہ رب العزت رحمان اور رحیم کی صفت کے ساتھ متصف ہے تو یہ صفت مدح بنے گی۔

فائدہ : نعت چونکہ پہلے دو فائدوں کے لئے کثیر الاستعمال تھی اور آخری تین فائدوں کے لئے قلیل الاستعمال تھی اس لئے مصنفؒ نے آخری تین پر لفظ قد لاکر قلت بتادی کے پہلے دو فائدے زیادہ تر نعت سے مقصود ہوتے ہیں اور آخری تین فائدے قلیل استعمال ہوتے ہیں۔

قولہ : واعلم :ان النكرةَ توصفُ بالجملة الخبرية مررت برجل ابوه عالمٌ اوقام ابوهُ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک نکرہ موصوف ہوتا ہے جملہ خبریہ کے ساتھ جیسے مررت برجل ابوه عالمٌ یا مررت برجل قام ابوهُ

تشریح : مصنف نعت کی تعریف اور حکم اور فوائد بیان کرنے کے بعد دو ضابطے بیان کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا ضابطہ : نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی جاسکتی ہے البتہ جملہ کی صفت واقع ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں ایک شرط موصوف کیلئے اور دو شرطیں جملہ کے لئے۔ موصوف کے لئے شرط کہ وہ نکرہ ہو اور جملہ کے لئے کہ پہلی شرط یہ ہے کہ جملہ خبریہ ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں رابط موجود ہو اور جملہ خبریہ میں تعمیم ہے کہ جملہ خبریہ اسمیہ بھی صفت بنتا ہے جیسے مررت برجل ابوه عالم، رجل موصوف ہے اور ابوه عالم جملہ اسمیہ صفت ہے اور اسی طرح نکرہ کی صفت جملہ فعلیہ خبریہ بھی بنتا ہے جیسے مررت برجل قام ابوه اسمیں رجل کی صفت قام ابوه جملہ فعلیہ ہے۔

سوال : جملہ کی صفت ہونے کے لئے تین شرطیں کیوں لگائیں اس میں کیا فائدہ اور حکمت ہے؟

جواب : چونکہ جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور ماقبل میں تم ضابطہ پڑھ چکے ہو کہ موصوف اور صفت کے درمیان تعریف و تنکیر میں مطابقت ضروری ہوتی ہے اسی لئے جب جملہ نکرہ ہوا تو اس کا موصوف بھی نکرہ ہونا چاہیے اور جملہ کے ساتھ خبریہ کی شرط اس لئے لگائی کہ صفت بمنزل خبر اور محکوم بہ کے ہوتی ہے اور جس طرح خبر اور محکوم بہ جملہ انشائیہ نہیں ہوسکتا اس طرح موصوف کی صفت بھی

جملہ انشائیہ نہیں ہوسکتی اور تیسری شرط رابط والی ہم نے اس لئے لگائی جملہ مستقل بنفسہ ہوا کرتا ہے جو غیر کے ساتھ تعلق کا تقاضہ نہیں کرتا اسی وجہ سے اس کا موصوف کے ساتھ تعلق اور ربط جوڑنے کے لئے رابط اور عائد لانا ضروری ہوتا ہے۔

قولہ : والمضمر لایُوصف ولایُوصف بہٖ

ترجمہ: اور ضمیر موصوف نہیں ہوتی اور نہ اس کے ساتھ صفت لائی جاتی ہے۔

تشریح : دوسرا ضابطہ : کہ ضمیر نہ موصوف واقع ہوتی ہے نہ صفت۔

سوال : اس ضابطے کی کیا دلیل ہے؟

جواب : موصوف تو اس لئے نہیں واقع ہوتی کہ یہ اعرف المعارف ہے جس کے لئے توضیح کی ضرورت نہیں جبکہ صفت سے مقصود توضیح ہوتی ہے لہٰذا جب فائدہ نہیں تو ضمیر موصوف واقع نہیں ہوگی۔

اور اسی طرح ضمیر صفت بھی واقع نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ معنی متبوع پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے حالانکہ وصف کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں پائے جاتے ہوں واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

بحث عطف بالحرف

فصل : العطف بالحروف تابعٌ یُنسب الیه مانُسب الیٰ متبوعهٖ وکِلاهما مقصودانِ بتلك النسبة ویسمّٰی عطفَ النسق وشرطه ان یکون بینه وبین متبوعهٖ احدُ حروف العطف وسیاتی ذکرها فی القسم الثالث ان شاء الله تعالیٰ نحو قامَ زیدٌ وعمرٌو

ترجمہ : عطف بالحروف وہ تابع ہے کہ منسوب کی جائے اس کی طرف وہ چیز جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہو اور ہر دو مقصود ہوں اس نسبت سے اور نام رکھا جاتا ہے اس کا عطف نسق اور شرط اس کی یہ ہے کہ ہو اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک حرف عطف۔ اور عنقریب آئے گا ان کا ذکر قسم ثالث میں ان شاء اللہ قامَ زیدٌ وعمرٌو ۔

تشریح : توابع کی دوسری قسم عطف بالحرف کو بیان فرمارہے ہیں۔ عطف کا لغوی معنی مائل کرنا۔

تعریف عطف بالحرف : وہ تابع ہے کہ جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی جائے جو اس کے متبوع یعنی معطوف علیہ کی طرف کی گئی ہو اور دونوں اس نسبت سے مقصود ہوں اور اس کا دوسرا نام عطف النسق بھی ہے۔

سوال : یہ تعریف جامع نہیں اس لئے کہ ان معطوفات پر صادق نہیں آتی جو چھ حروف میں سے کسی حرف کے بعد ہوں وہ چھ حروف یہ ہیں بل، لا، لکن، ام، اما، او کیونکہ ان میں مقصود بالنسبت تابع اور متبوع میں سے ایک ہوتا ہے دونوں نہیں؟

جواب : متبوع مقصود بالنسبت ہونے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو تابع کے ذکر کے لئے تمہید کے طور پر ذکر نہ کیا گیا ہو اور تابع مقصود بالنسبت سے مراد یہ ہے کہ تابع متبوع کے لئے مثل فرع کے نہ ہو اور یہ بات ظاہر ہے جو ان حروف ستہ کے بعد معطوف اور معطوف علیہ ہوتے ہیں اس میں معنی مذکور کے اعتبار سے دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں۔

وجہ تسمیہ : عطف کا معنی مائل کرنا چونکہ حرف عطف اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم کے طرف مائل کر دیتے ہیں اس لئے ان کا نام عطف بالحرف رکھ دیا گیا عطف النسق اس لئے کہتے ہیں کہ نسق کا معنی ہے ترتیب دینا اور یہ بھی چونکہ بعض جگہوں میں معطوف، معطوف علیہ کے درمیان ترتیب بتانے کے لئے آتے ہیں اس لئے اس کا نام عطف النسق رکھ دیا گیا ہے۔

وشرطه ان يكون بينه ...... سے عطف بالحرف کے لئے شرط کا بیان ہے۔ معطوف بالحرف تابع اور متبوع کے درمیان حروف عطف میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے تابع کو معطوف کہتے ہیں بمعنی عطف ڈالا ہوا اور متبوع کو معطوف علیہ کہتے بمعنی اس پر عطف ڈالا ہوا جیسے قام زيد وعمر اس میں زید وعمر دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں دونوں کے لئے قیام ثابت ہے اور حروف عطف دس ہیں واو، فا، ثم، حتیٰ، او، اما، ام، لا، لکن، بل جن کی تفصیل انشاء اللہ تیسری قسم میں آئے گی۔

قوله : واذا عُطف على الضمير المرفوع المتصل يجب تاكيده بالضمير المنفصل نحو ضربت انا وزيدٌ إلّا اذافُصّل نحو ضربتُ اليوم وزيدٌ

ترجمہ : اور جب عطف ڈالا جائے ضمیر مرفوع متصل پر تو واجب ہے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ جیسے ضربت انا وزيد مگر جس وقت فاصلہ کیا جائے جیسے ضربت اليوم وزيدٌ۔

تشریح : مصنف عطف بالحروف کیلئے چند ضوابط بیان کرنا چاہتے ہیں اور اس عبارت میں۔

ضابطہ اولی : کا بیان ہے کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف ڈالنا ہو خواہ وہ ضمیر متصل بارز ہو یا مستتر تو اس وقت اس ضمیر کی تاکید لانا ضمیر منفصل کے ساتھ واجب ہوتی ہے جیسے ضربت انا وزيد اب زید کا عطف ڈالنا تھا ضربت کی ت ضمیر مرفوع متصل پر اس لئے ضمیر مرفوع متصل کی تاکید انَ کے ساتھ لائی گئی ہے۔

سوال : اس ضابطے کی کیا دلیل ہے؟

جواب : ضمیر مرفوع متصل لفظا اور معنا فعل کی جز ہوا کرتی ہے اور معطوف ہمیشہ کلمہ مستقل ہوا کرتا ہے اگر معطوف کا عطف بغیر تاکید کے کر دیا جائے تو لازم آئے گا کلمہ مستقل کا عطف جزء کلمہ پر جو کہ جائز نہیں الا اذا فصل ہاں اگر فاصلہ ہو جائے معطوف، معطوف علیہ کے درمیان تو پھر تاکید لانا واجب نہیں بلکہ وہ ہی فاصلہ قائم مقام تاکید کے بن جائے گا جیسے ضربت اليوم زيد اس میں اليوم کا فاصلہ آ گیا۔

سوال : مصنفؒ نے ضمیر کے ساتھ مرفوع کی قید لگائی ہے تو منصوب اور مجرور پر عطف کی کیا صورت ہوگی؟

جواب : ضمیر منصوب اور مجرور پر بغیر تاکید کے عطف جائز ہے جیسے ضربتك وزیدًا اور ومامر رت بك وبزید ۔

قولہ : واذا عُطف على الضمير المجرور يجب اعادةُ حرف الجر نحو مررتُ بِك وبزيدٍ

ترجمہ : اور جب عطف ڈالا جائے ضمیر مجرور پر تو واجب ہے حرف جر کا لوٹانا جیسے مررتُ بِك وبزيدٍ ۔

تشریح : ضابطہ ثانیہ : کہ ضمیر مجرور پر عطف ڈالا جائے تو اس وقت معطوف پر حرف کا جر کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔

سوال : اس ضابطے کی کیا دلیل اور علت ہے؟

جواب : ضمیر مجرور شدت اتصال کی وجہ سے لفظ جار کا جزء بن چکی ہے لہٰذا بغیر حرف جار کے اعادہ کے عطف جائز نہ ہوگا اگر بغیر حرف جر کے عطف ڈالا جائے گا تو لازم آئے گا بعض کلمہ مستقل کا جز کلمہ پر عطف جو کہ جائز نہیں۔

فائدہ : ضمیر مجرور پر عطف ڈالنے کے لئے حرف جار کے اعادہ کا وجوب یہ بصرین کا مذہب ہے مگر ان کے ہاں بھی ضرورت کے وقت بغیر اعادہ کے بھی جائز ہے اور جبکہ کوفین کے نزدیک صرف جار کا اعادہ واجب نہیں بلکہ ترک بھی جائز ہے۔

قولہ : واعلم ان المعطوف فی حكم المعطوف عليه اعنی اذا كان الاول صفةً لشئ اوخبرًا لآمرٍ او صِلةً اوحالًا فالثانی كذلك ايضًا والضابطة فيه انه حيث يجوز ان يّقامَ المعطوف مقام المعطوف عليه جاز العطف وحيث لافلا

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے مراد لیتا ہوں میں کہ جس وقت اول صفت ہوگا کسی چیز کی یا خبر کسی چیز کی یا صلہ یا حال ہوگا تو دوسرا بھی اسی طرح ہوگا اور ضابطہ اس سلسلہ میں یہ ہے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ جس جگہ جائز ہو معطوف کو معطوف علیہ کے قائم مقام کرنا تو جائز ہوگا عطف اور جس جگہ قائم مقام کرنا ناجائز ہو تو عطف بھی جائز نہ ہوگا۔

تشریح : ضابطہ ثالثہ : جس کا حاصل یہ ہے کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو چیز معطوف علیہ کے لئے جائز ہوگی وہ معطوف کے لئے بھی جائز ہوگی اور جو معطوف علیہ کے لئے ممتنع ہوگی وہ معطوف کے لئے بھی ممتنع ہوگی مصنف اس کو یوں تعبیر فرما رہے ہیں کہ معطوف علیہ جو چیز بنے گی تو معطوف بھی وہ چیز بنے گی مثلاً معطوف علیہ صفت بنتی ہے کسی شے کے لئے تو معطوف بھی صفت بنے گی اسی طرح اگر معطوف علیہ خبر بنتی ہے تو معطوف بھی خبر بنے گی اس طرح اگر معطوف علیہ اگر صلہ ہے تو معطوف بھی صلہ بنے گا اور اسی طرح اگر معطوف علیہ اگر حال تو معطوف بھی حال بنے گا۔

والضابطه فیه ...... میں چوتھے ضابطہ کا بیان ہے۔

ضابطہ رابعہ : جس کا حاصل یہ ہے کہ کن کن مقامات پر معطوف اپنے معطوف علیہ کے تابع ہوتا ہے اس کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے

کہ جس جگہ معطوف اپنے معطوف علیہ کی جگہ ٹھہر سکتا ہو وہاں عطف بھی جائز ہوگا اور جہاں معطوف اپنے معطوف علیہ کی جگہ نہ ٹھہر سکتا ہو یعنی کوئی خرابی لازم آتی ہو تو وہاں عطف جائز نہیں ہوگا۔ یہ ضابطہ حقیقت میں اس پہلے ضابطے پر متفرع ہے اس کیت کہ جو چیز کسی چیز کے قائم مقام ہوتی ہو وہ اس کا حکم رکھتی ہے لہٰذا معطوف اپنے معطوف علیہ کا حکم لیا کرتا ہے۔

قولہ: والعطف علی معمولَیْ عاملَین مختلفَیْن جائزٌ ان کان المعطوفُ علیہ مجرورًا مقدّما والمعطوفُ کذٰلك نحو فی الدار زیدٌ والحُجرَۃِ عمرٌو وفی ھٰذہ المسئلۃِ مذھبان اخران وھما ان یجوزَ مطلقًا عند الفراء ولا یجوز مطلقًا عند سیبویہ

ترجمہ: دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف جائز ہے اگر ہو معطوف علیہ مجرور مقدم اور ہو معطوف بھی اسی طرح جیسے فی الدار زیدٌ والحُجرَۃِ عمرٌو اور اس مسئلہ میں دو مذہب اور ہیں اور وہ یہ کہ یہ عطف جائز ہے فراء کے ہاں مطلقا اور نہیں جائز مطلقا سیبویہ کے ہاں۔

تشریح: ضابطہ خامسہ: ایک حرف عطف کے ذریعے دو عامل مختلف کے دو معمولوں پر دو اسموں کا عطف ڈالنا جائز ہے یا نہیں اسمیں تین مذہب ہیں۔

پہلا مذہب: جمہور کے نزدیک ایک شرط کے ساتھ جائز ہے کہ جب معطوف علیہ مجرور ہو اور مقدم ہو مرفوع اور منصوب پر۔ مثال فی الدار زید و الحجرۃ عمرا اس مثال میں الدار مجرور معطوف علیہ ہے اور الحجرۃ مجرور معطوف ہے اور زید معطوف علیہ مرفوع ہے اور اس کا معطوف عمر بھی مرفوع ہے پہلے معطوف علیہ یعنی الدار کا عامل حرف جار ہے اور دوسرے معطوف علیہ یعنی زید اس کا عامل معنوی ہے تو عاملین مختلفین کے معمولین پر ایک حرف عطف کے ذریعے عطف ڈالا گیا ہے کہ حجرہ کا دار پر اور عمر کا زید پر یہ جائز ہے کیوں کہ اس میں مجرور مقدم ہے مرفوع پر۔

دوسرا مذہب: فرانحوی کا کہ اس کے نزدیک مطلقاً جائز ہے خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ ہو۔

تیسرا مذہب: سیبویہ کا ہے اس کے نزدیک مطلقا جائز نہیں خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ ہو اور اس جیسی مثالوں میں وہ تاویل کرتے ہیں کہ معطوف میں حرف جار فی مقدر ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی فی الدار زید وفی الحجرۃ عمر و تو اس صورت میں یہ عطف الجملہ علی الجملۃ کے قبیل سے ہوگا۔

بحث التاکید

فصل : التاکید تابعٌ یدُلُّ علی تقریر المتبوع فی مانسب الیه او علی شمولِ الحکم لکل فرد من افراد المتبوع

ترجمہ : تاکیدوہ تابع ہے جودلالت کرے متبوع کے ثابت ہونے پراس چیز میں جومتبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے یامتبوع کے افراد میں سے ہرہرفرد کے لئے حکم میں شامل ہونے پردلالت کرے۔

تشریح : مصنف توابع کی تیسری قسم تاکید کو بیان کررہے ہیں: تاکیدوہ تابع ہے جوسامع کے نزدیک متبوع کے حال کو پختہ اور ثابت کردے فی ما نسب الیه اس چیز کے بارے میں جومتبوع کی طرف نسبت کی گئی ہے یااس بات پردلالت کرے کہ وہ حکم افرادمتبوع میں سے ہرہرفردکوشامل ہے۔

فائدہ : تاکید کے اغراض یہ ہیں کہ تاکیدکواسلئے لایاجاتاہے تاکہ سامع کی غفلت دورکردی جائے کہ شایدمتبوع کواس نے سناہی نہ ہویاسناتوہولیکن غلط سمجھ لےاورکبھی تاکیداس غرض سے ذکرکی جاتی ہے کہ سامع متکلم کے بارے میں غلطی کاگمان نہ کرلے یعنی متکلم کوبولناتوکچھ اورتھالیکن غلطی سے متبوع بول دیا۔

خلاصہ : تاکیدکوذکرکیاجاتاہےتاکہ مجازاورسہواورغفلت کااحتمال ختم ہوجائے۔

تقریرمتبوع فی النسبت کی مثال : جیسے قام زید زید اگرصرف قام زید کہاجاتاتواس میں احتمال تھاشایدزیدنہ کھڑاہواس کالڑکاکھڑاہویااس کاغلام کھڑاہویاقیام کی نسبت زیدکی طرف غلطی سے ہویامجازکےطورپرہوگئی ہولیکن جس وقت قام زید کے ساتھ دوسرا زید ذکرکردیاجائےگاتوسب احتمال ختم ہوگئےاورنسبت متبوع یعنی پہلے زیدکی طرف جونسبت تھی وہ محقق اورثابت ہو جائے۔

شمول حکم کی مثال : جاء نی القوم کلهم لفظ قوم اگرچہ تمام افرادکوشامل ہےمگرکبھی کبھی اکثرافرادپرقوم کالفظ بولاجاتاہے لیکن لفظ کلهم کے ذکرکرنے سےمعلوم ہوجائےگاکہ قوم کےتمام افرادمرادہیں بعض نہیں۔

قولہ : والتاکید علی قسمین لفظیٌّ وهوتکریر اللفظ الاولِ نحو جاء نی زیدٌ زیدٌ وجاءَ جاءَ زیدٌ ومعنویٌّ وهو بالفاظٍ معدودةٍ وهی النفسُ والعینُ للواحد والمثنّٰی والمجموع بِاختلا ف الصیغة والضمیرِ نحو جاء نی زیدٌ نفسه والزیدانِ انفسهما اونفساهماوالزیدون انفسهم وکذٰلك عینه واعینهما او عیناهما اوعینهم جاء تنی هندٌ نفسها وجاء تنی الهندانِ انفسهما اونفساهما وجاء تنی الهنداتُ انفسهنّ

ترجمہ : اورتا کید دوقسم پر ہے لفظی اوروہ تکرار کرنا ہے اول لفظ کا جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ اور جاءَ جاءَ زیدٌ اور معنوی اوروہ گنے چنے الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے اوروہ الفاظ نفس اور عین ہیں واحد، تثنیہ اور جمع کے لئے صیغہ اور ضمیر کے مختلف ہونے کے ساتھ جیسے جاء نی زید نفسہ ......الخ

تشریح : تاکید کی تقسیم کا بیان تاکید کی دوقسمیں ہیں ① تاکید لفظی ② تاکید معنوی

تاکید لفظی : لفظ اول کو مکرر لانے سے حاصل ہوتی ہے خواہ وہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو یا جملہ ہو یا مرکب ہو۔

مثالیں: لفظ اول مکرر کی مثال: جاء نی زید زید ۔فعل کے مکرر لانے کی مثال : قام قام زید۔ حرف کے مکرر لانے کی مثال ان ان زیدا قائم یہ دوسرا لفظ تاکید ہوگا۔ جملہ فعلیہ کی مثال : جاء زید جاء زید۔ جملہ اسمیہ کی مثال: زید قائم زید قائم۔ مرکب توصیفی کی مثال : هذا رجل عالم رجل عالم ۔مرکب اضافی کی مثال: هذا غلام زید غلام زید۔

ومعنوی بالفاظ معدودۃ اورتاکید معنوی کے لئے چند الفاظ مخصوص ہیں: وہ یہ ہیں نفس ، عین ،کلا ، کلتا ، کل ، اجمع ، اکتع ، ابصع اور عند البعض لفظ جمیع اور عامہ ہے بمنزلہ کل کے ہوکر یہ بھی تاکید معنوی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

تاکید معنوی کے الفاظ کے لئے حکم کا بیان کہ تاکید معنوی میں سے لفظ نفس اور عین عام ہے مفرد اور تثنیہ اور جمع سب کی تاکید کے لئے آتے ہیں البتہ ان میں متبوع کے لحاظ سے صیغہ اور ضمیر بدلتی رہے گی یعنی اگر متبوع واحد ہے تو صیغہ بھی واحد اور ضمیر بھی واحد اور اگر متبوع تثنیہ ہے تو صیغہ بھی تثنیہ اور ضمیر بھی اسی طرح اگر وہ جمع ہے تو یہ بھی جمع اور ضمیر بھی جمع اگر وہ مذکر ہے تو یہ بھی مذکر اگر وہ مؤنث ہے تو یہ بھی مؤنث ہوگی۔مثال: جاء نی زید نفسہ متبوع زید مفرد مذکر ہے تو صیغہ بھی اور ضمیر بھی مفرد لائی گئی ہے۔ الزیدان نفسهما ونفسهما اور زیدون انفسهما ۔البتہ یادرکھیں! کہ متبوع اگر تثنیہ ہو تو لفظ نفس اور عین کو تثنیہ لانے میں اور نہ لانے میں اختلاف ہے۔

جمہور کے نزدیک جمع کا صیغہ لایا جائے گا اس قاعدہ کی بناپر کہ تثنیہ کی اضافت تثنیہ کی طرف جائز نہیں

عند البعض تثنیہ کا صیغہ لانا بھی جائز ہے تو وہ جاء نی زیدان نفساهما پڑھیں گے اور جمہور کے نزدیک جاء نی زیدان انفسهما پڑھیں گے۔

قولہ: وكلا وكلتا للمثنّٰى خاصةً نحو قام الرجلان كِلاهما وقامتِ المرأتان كلتاهما

ترجمہ : اور کلا اور کلتا تثنیہ کے لئے ہیں خاص کر جیسے قام الرجلان کلاهما...... الخ ۔

تاکید معنوی کے الفاظ میں سے کلا اور کلتا کا حکم یہ ہے کہ یہ خاص ہیں تثنیہ کے ساتھ صرف تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہے

کلا تثنیہ مذکر کے لئے اور کلتا تثنیہ مؤنث کے لئے آتا ہے اور تثنیہ سے مراد عام ہے کہ تثنیہ اصطلاحی ہو جیسا کہ ان امثلہ میں ہے یا مفرد ہو بواسطہ حرف دونوں پر دلالت کرتا ہو جیسے قاما زیدو عمرو کلا هما اور کلا اور کلتا کی ضمیر بھی بدلتی رہے گی لیکن غائب اور متکلم اور مخاطب کے اعتبار سے ہے جیسے قاما الرجلان کلا هما اور جیسے قمتما کلا کماقمنا کلتانا۔

قوله : وكلٌّ واَجمَعُ وَاَكتَعُ وَابتَعُ وَابصَعُ لِغير المُثنّٰى بِاختلاف الضَّمير في كلٍّ والصيغةِ في البواقي تقول جاء ني القومُ كُلُّهُم اجمعون اكتعون ابتعون ابصعون وقامت النساء كلهنَّ جُمَعُ كُتَعُ بُتَعُ بُصَعُ

ترجمہ : اور کلٌّ اور اَجمَعُ اور اَکتَعُ اور ابتَعُ اور اَبصَعُ غیر تثنیہ کے لئے ہیں کل میں ضمیر کے اختلاف کے ساتھ اور باقیوں میں صیغہ کے اختلاف کے ساتھ کہے گا تو جاء نی القوم کلهم ......الخ

تشریح : یہ پانچ الفاظ غیر تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہیں یعنی مفرد اور جمع کی تاکید کے لئے آتے ہے عام ازیں کہ مذکر ہو یا مؤنث البتہ ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ کل میں تو متبوع کے اعتبار سے ضمیر بدلتی رہے گی یعنی متبوع مفرد مذکر ہے تو کل کے مضاف الیہ کی جو ضمیر ہے وہ مذکر مفرد اگر اور وہ جمع تو یہ بھی جمع لیکن باقی چار الفاظ ان میں صیغہ بدلے گا ضمیر نہیں لفظ کل میں صیغہ نہیں بدلتا تھا ضمیر بدلتی ہے اور ان میں صیغہ بدلتا ہے جیسے مفرد مذکر کے لئے ابتع ابصع احمع اکتع معنی ان کا تمام والا ہے اور واحد مؤنث کے لئے کتعی بتعی بصعی جمعی ہے۔ اور جمع مذکر عاقل کیلئے اکتعو ن ابتعو ن ابصعون احمعون اور جمع مؤنث عاقل اور غیر عاقل کے لئے جمع کتع بتع بصع ۔

قوله: واذا اَرَدْتَّ تاكيد الضمير المرفوع المتصل بالنفس والعين يجب تاكيده بالضمير المنفصل نحو ضربتَ انت نفسك

ترجمہ: اور جب ارادہ کرے تو ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کا نفس اور عین کے ساتھ تو واجب ہے اس کی تاکید ضمیر منفصل سے جیسے ضربتَ انت نفسك ۔

تشریح : تاکید کی تعریف اور اقسام سے فراغت کے بعد چند ضوابط کا بیان۔

ضابطہ اولیٰ : جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ لانی ہو تو اس ضمیر کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لانا واجب ہوتا ہے جیسے ضربت انت نفسك نفس تاکید ہے ضربت کی ضمیر مرفوع متصل کے لئے تو اس لئے اس ضمیر کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے جو کہ انت ہے۔

سوال : اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : اگر ضمیر متصل کی تاکید منفصل کے ساتھ نہ لائی جائے تو بعض مقامات پر تاکید کا التباس فاعل کے ساتھ لازم آتا ہے

جیسے زید اکرمنی نفسہ اور یہاں تاکید نہیں لائی گئی تو اس میں التباس ہوا کہ نفس فاعل ہے یا ضمیر مستتر فاعل ہے تو اس التباس سے بچنے کے لئے یہ ضابطہ مذکورہ بنادیا گیا ہے۔

سوال : یہ علت اور دلیل صرف ضمیر مستتر میں جاری ہوتی ہے اور ضمیر بارز میں نہیں اس لئے کہ وہاں التباس کا خطرہ نہیں تو وہاں پھر تاکید کیوں واجب ہے؟

جواب : طرداً للباب۔

فائدہ : ضمیر کے ساتھ مرفوع کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ ضمیر مجرور اور منصوب کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ بغیر تاکید ضمیر منفصل کے جائز ہے جیسے ضربتك نفسك ، مررت بك نفسك۔

قولہ: ولایُؤکد بکلٍ واَجْمعَ اِلّا مالَه اجزاءٌ وابعاضٌ یَصِحُّ افتراقها حسًّا کالقوم اوحکمًا کما تقول اشتریتُ العبد کلّهٗ ولا تقول اکرمتُ العبدَ کلّه

ترجمہ : اور نہیں تاکید لائی جائے گی کل اور اجمع کے ساتھ مگر اس چیز کی جس کے لئے ایسے اجزاء اور حصے ہوں جن کا جدا ہونا صحیح ہو حسی طور پر جیسے القوم یا حکم کے اعتبار سے جیسے تو کہے اشتریت العبد کله اور نہیں کہے گا تو اکرمت العبد کله۔

تشریح : ضابطہ ثانیہ : کل اور اجمع کے ساتھ ان چیزوں کی تاکید لائی جاتی ہے جن کے تحت کئی اجزاء اور ابعاض نکل سکتے ہوں یعنی ان کا افتراق اور جدا ہونا صحیح ہو خواہ وہ افتراق حقیقی ہو جیسے لفظ قوم میں کئی افراد ہیں جو جدا ہو سکتے ہیں یا افتراق حکمی ہو یعنی جس کے حقیقتاً ابعاض اور افتراق نہیں ہو سکتے لیکن حکماً ہو سکتے ہوں مثال کے طور پر غلام جس کے حقیقتاً ابعاض اور افتراق اور اجزاء نہیں ہو سکتے لیکن ملکیت کے اعتبار سے ہو سکتے ہے کہ جیسے پورا غلام ملکیت میں ہو نصف غلام ملکیت میں ہو چوتھائی غلام ملکیت میں ہو۔لیکن اکرمت العبد کله کہنا غلط ہے کیوں کہ اسمیں افتراق نہ حقیقی ہے اور نہ حکمی ہے کیوں کہ اکرام کے اجزا نہیں بن سکتے۔

قولہ: واعلم اَنَّ اکتع وابتع وابصع اَتْباعٌ لِاَجْمعَ ولیس لها معنًی هٰهنا بدُونه فلا یجوز تقدیمها علی اجمع ولا ذکرها بدونه

اور جان لیجئے اکتع ، ابتع ، ابصع تابع ہیں اجمع کے اور نہیں ان کا کوئی معنی یہاں سوا اجمع کے پس نہیں جائز ان کو مقدم کرنا اجمع پر اور نہیں جائز ان کو ذکر کرنا بغیر اجمع کے۔

تشریح : ضابطہ ثالثہ : اکتع ابتع ابصع ان چار الفاظ کا ذکر اجمع کے تابع ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے بالاصالت نہیں ہوتا تو لہٰذا تابع ہونے کی وجہ سے یہ نہ اجمع پر نہ مقدم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اجمع کے بغیر ذکر ہو سکتے ہے۔

سوال : اس ضابطہ کی علت کیا ہے؟

جواب : اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تین کلمات کی دلالت جمیعت والی معنی پر ظاہر نہیں جبکہ اجمع کی دلالت واضح اور ظاہر ہے اور بغیر اجمع کے ان کا ذکر اس لئے نہیں ہو سکتا کہ لازم آئے گا تابع کا ذکر بغیر متبوع کے اور مقدم اس لئے نہیں ہو سکتے کہ لازم آئے گا تابع کا مقدم ہونا متبوع پر یہ بالکل جائز نہیں۔

بحث البدل

فصل : البدل تابعٌ یُنسب الیه مانُسِبَ الی متبوعہٖ وھو المقصودُ بالنسبة دون متبوعہٖ

ترجمہ : بدل وہ تابع ہے جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اس چیز کی جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے اور وہی مقصود بالنسبت ہو، نہ کہ اس کا متبوع ۔

تشریح : توابع میں سے چوتھی قسم بدل کا بیان ہے بدل وہ تابع ہے جس چیز کی نسبت اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہو بعینہ اسی چیز کی نسبت تابع کی طرف کی گئی ہو اور مقصود نسبت سے تابع ہو اور متبوع کا ذکر محض توطیہ تمہید کیلئے ہو جیسے جاء نی زید اخوك زید متبوع مبدل منہ ہے اور اخوك بدل ہے اور اب محئیت کی نسبت دونوں کی طرف ہے لیکن محئیت کی نسبت سے مقصود اخوک ہے اور زید کی نسبت محض توطیہ تمہید کے لئے ہے۔

قولہ : واقسام البدل اربعةٌ بدلُ الکل وھوما مدلوله مدلول المتبوع نحو جاء نی زیدٌ اخوك وبدل البعض من الکل وھو ما مدلوله جزءٌ مدلول المتبوع نحو ضربتُ زیدًا راسَه وبدل الاشتمال وھو ما مدلوله متعلق المتبوعِ کسُلِبَ زیدٌ ثوبُه بدل الغلط وھو ما یُذکر بعد الغلط نحو جاء نی زیدٌ جعفرٌ ورأیت رجلًا حِمَارًا

ترجمہ : اور اقسام بدل کی چار ہیں بدل الکل من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول اور متبوع کا مدلول ایک ہو جیسے جاء نی زید اخوك اور بدل البعض من الکل اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کے مدلول کی جزو ہو جیسے ضربت زیدا راسه اور بدل الاشتمال اور وہ وہ ہے کہ اس کا مدلول متبوع کا متعلق ہو جیسے سلب زید ثوبه اور بدل الغلط اور وہ وہ ہے کہ ذکر کیا جائے غلطی کے بعد جیسے جاء نی زید جعفر رأیت رجلا حمارا۔

تشریح : وجہ حصر: بدل دو حال سے خالی نہیں اس کا مدلول اور مبدل منہ کا مدلول اور مصداق ایک ہوگا یا نہیں اگر ایسے ہے تو یہ پہلی قسم بدل الکل من الکل ہوگا اگر نہیں تو اس کا مدلول مبدل کے مدلول کا بعض ہوگا یا نہیں اگر بعض ہو تو یہ دوسری قسم بدل البعض ہے اگر بدل اور مبدل منہ کے درمیان کلیت اور جزئیت کے تعلق کے علاوہ دوسرا کوئی تعلق ہو تو یہ تیسری قسم بدل الاشتما ل ہے اور اگر کوئی تعلق نہ ہو تو یہ بدل الغلط ہے۔

پہلی قسم : بدل کل وہ تابع ہے جس کا مدلول بعینہٖ متبوع کا مدلول ہو یعنی جس پر متبوع کی دلالت ہو بعینہٖ اس پر بدل بھی دلالت کرتا ہو جیسے جاء نی زید اخوک اس میں لفظ زید کی جس ذات پر دلالت ہے اس پر بعینہٖ اخوک کی بھی دلالت ہے یعنی دونوں کا مصداق ذات واحد ہے۔

دوسری قسم بدل بعض: بدل بعض وہ تابع ہے جو متبوع کے بعض پر دلالت کرے یعنی وہ متبوع کا جز ہو جیسے ضربت زیدا رأسه اس میں رأسه بدل بعض ہے جو اپنے متبوع زید کے بدن کے اجزا میں سے ایک جز ہے۔

تیسری قسم بدل اشتمال : بدل اشتمال وہ تابع ہے جس کا مدلول متبوع کے متعلق ہو جیسے سلب زید ثوبه اسمیں ثوبه بدل اشتمال ہے جو نہ تو اپنے متبوع زید کا کل ہے نہ اس کا جز بلکہ اس کے متعلقات میں سے ہے۔

چوتھی قسم بدل غلط : بدل غلط وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے جیسے جاء نی زید جعفر ورایت رجلاً حمارًا متکلم کی زبان سے غلطی سے جاء کے نکلنے کے بعد زید کا ذکر آ گیا لیکن پھر یاد آنے پر اس نے جعفر کو ذکر کر دیا اور غلطی کو دور کیا تو جعفر بدل غلط بنے گا اسی طرح اس نے رایت حمارًا کہنا تھا لیکن زبان سے نکل گیا رجلاً تو یہ حمارًا بدل غلط ہوگا۔

قولــه : والبدل ان كان نكرة من معرفة يجب نعته كقولهٖ تعالىٰ بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ ولايجب ذٰلك فى عِكْسِهٖ ولا فى المتجانسين

ترجمہ : اور بدل اگر نکرہ ہو معرفہ سے تو واجب ہے اس کی صفت لانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ اور نہیں واجب اس کے برعکس میں اور نہ ہی متجانسین میں۔

تشریح : **ضابطہ** : بدل اور مبدل منہ کی چار صورتیں ہیں ① دونوں معرفہ ہوں جیسے قرآن مجید میں ہے إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ○ اللّٰهِ الَّذِيْ......الخ ② دونوں نکرہ ہوں جیسے إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ○ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ③ مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو جیسے إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ ④ مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو پہلی تین صورتیں صحیح ہیں چوتھی صورت کے صحیح کرنے کیلئے شرط یہ ہے کہ بدل نکرہ کی صفت لائی جائے جیسے بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ اس میں الناصیة معرفہ مبدل منہ ہے اور ناصیة بدل نکرہ ہے تو اس کے لئے صفت لائی گئی ہے کاذبة خاطئة۔

سوال : اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلی تین صورتوں میں کوئی شرط نہیں لگائی گئی چوتھی صورت میں بدل نکرہ کے لئے صفت کی شرط لگائی گئی ہے؟

جواب : آپ نے ماقبل میں پڑھ لیا ہے کہ بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے تو اس کو مبدل منہ سے اقوی یا مساوی ہونا چاہیے اور یہ بات ظاہر ہے کہ چوتھی صورت میں مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہے تو اس کو معرفہ کے قریب لانے کے لئے نکرہ مخصصہ کی

شرط لگائی گئی ہے۔

بحث عطف البیان

فصل : عطف البیان تابع غیر صفةٍ یُوضِح متبوعه وهو اشهَرُ اِسْمَیْ شیْئٍ نحو قام ابو حفص عمرُ وقام عبدُ اللّٰه بن عمرَ

ترجمہ : عطف بیان وہ تابع ہے جو غیر صفت ہو کر اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ کسی شئ کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور ہوتا ہے جیسے قام ابو حفص عمرُ وقام عبدُ اللّٰه بن عمر۔

تشریح : توابع میں سے پانچویں قسم عطف بیان ہے عطف بیان وہ تابع ہے جو باوجود صفت نہ ہونے کے اپنے متبوع کی وضاحت کرے صفت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح صفت اس معنی پر دلالت کرتی ہے جو متبوع کی ذات میں یا متعلق میں پائی جاتی ہے اس طرح عطف بیان دلالت نہیں کرتا۔

وهو اشهر اسمی شی ...... عطف بیان وہ ہوتا ہے جو کسی چیز کے دو اسموں میں سے زیادہ مشہور ہو یاد رکھیں! یہ صاحب مفصل کا قول ہے جب کہ دیگر کتب میں عطف بیان کے لئے متبوع سے اشہر اور اوضح ہونا ضروری نہیں بلکہ ان دونوں اسموں کے اجتماع سے وضاحت ہو جاتی ہے جو کہ صرف ایک سے نہیں ہو سکتی اور یہی قول صحیح ہے۔

عطف بیان کی مثال : قام ابو حفص عمر اس میں ابوحفص متبوع مبین ہے اور عمر عطف بیان ہے ابوحفص حضرت عمر کی کنیت ہے اس میں جو نام عمر ہے وہ کنیت سے زیادہ مشہور ہے اور دوسری مثال قام عبد الله ابن عمر اس میں عبداللہ متبوع مبین ہے اور ابن عمر عطف بیان ہے اس میں کنیت زیادہ مشہور ہے لیکن دونوں کے اجتماع سے پوری پوری وضاحت حاصل ہو رہی ہے۔

قوله: ولا یلتبس بالبدل لفظًا فی مثل قول الشاعرِ

(شعر) اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِیْ بِشْرٍ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقَبُه وُقُوْعًا

ترجمہ : اور نہیں متلبس ہوتا عطف بیان بدل کے ساتھ باعتبار لفظ کے شاعر کے قول کی مثل میں شعر اَنَا ابْنُ التَّارِك...... الخ۔

تشریح : مصنف بعض نحات پر رد کرنا چاہتے ہیں کیوں کہ بعض نحاۃ کا خیال ہے کہ توابع چار ہیں اور عطف بیان کو وہ علیحدہ نہیں شمار کرتے بلکہ اس کو بدل میں داخل کرتے ہیں۔

شعر اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِیْ بِشْرٍ عَلَیْهِ الطَّیْرُ تَرْقَبُه وُقُوْعًا

درجہ اولیٰ الفاظ کی تشریح : تارك کے دو معنی ہوتے ہیں ① قاتل اسوقت ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے ② مصیر اور جاعل اس معنی کے اعتبار سے دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

درجہ ثانیہ ترجمہ : میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے قبیلہ بکر کے بشر نامی شخص کو قتل کر کے چھوڑ دیا اس حال میں کہ پرندے اس کے گرنے کا انتظار کر رہے ہیں (یعنی روح جسم سے نکلے اور ہم اسے کھائیں اس لئے کہ انسان کے بدن میں جب تک روح رہتی ہے پرندے اس کے پاس نہیں جاتے) شاعر کا مقصد اس شعر میں اپنی اور اپنے باپ کی تعریف کرنا ہے۔

درجہ ثالثہ محل استشہاد : جس سے پہلے دو ضابطے جان لیں۔

ضابطہ ①: بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے کہ مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے جب اس پر عامل داخل ہوتا ہے تو بدل جو کہ مقصود ہوتا ہے اس پر بطریق اولیٰ داخل ہونا چاہیے۔

ضابطہ ②: الضارب زید والی مثال ناجائز ہے اور الضارب الرجل والی مثال جائز ہے.

اب سمجھیں محل استشہاد بعض نحاۃ کا مسلک یہ ہے کہ توابع کی فقط چار قسمیں ہیں عطف بیان کو علیحدہ تابع نہیں مانتے بلکہ اس کو بدل قرار دیتے ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ مصنفؒ ان کی تردید کرتے ہوئے فرق لفظی بیان کر رہے ہیں اور مراد اس ترکیب سے اس شعر میں ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان کا متبوع ایسا معرف باللام ہو جو صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے الضارب الرجل زید۔ اس ترکیب میں زید کو الرجل سے بدل بنانا ناجائز ہے اس لئے کہ بنابر ضابطہ اولیٰ الضارب عامل ہوگا زید کا اور تقدیر عبارت یوں ہو جائے گی الضارب زید حالانکہ بنابر ضابطہ ثانیہ یہ مثال غلط ہے لیکن عطف بیان بنانا جائز ہے کیونکہ عطف بیان تکرار عامل کے حکم میں نہیں ہوتا بالکل اسی طرح اس شعر التارك البکری بشر، الضارب الرجل زید کی طرح ہے کہ بشر کو البکری سے عطف بیان بنانا جائز ہے لیکن بدل بنانا جائز نہیں۔

درجہ رابعہ ترکیب : تارك کا پہلا معنی مراد ہو یعنی تارك بمعنی قاتل ہو تو ترکیب یہ ہوگی ان مرفوع محلاً مبتدا الف لام موصول التارك صیغہ صفت مضاف البکری ذوالحال علیه ظرف مستقر متعلق ثابت کے ہو کر خبر مقدم الطیر مرفوع بالضمہ لفظاً ذوالحال ترقب مرفوع بالضمہ لفظاً فعل مضارع هی ضمیر در و مستتر مرفوع محلاً ذوالحال وقوعًا منصوب بالفتحہ لفظاً حال۔ ذوالحال حال ملکر فاعل "ہ" ضمیر منصوب محلاً مفعول بہ ترقب فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہے۔ الطیر ذوالحال اپنے حال سے مل کر مبتدا مؤخر۔ مبتدا مؤخر خبر مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر حال ہے البکری سے البکری ذوالحال حال سے مل کر مبین بشر مجرور بالکسرہ لفظاً عطف بیان۔ مبین عطف بیان سے ملکر مفعول ہوا التارك کا التارك اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صلہ ہوا موصول کا، موصول صلہ ملکر خبر ہے مبتدا کی، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ۔

اگر تارك کا دوسرا معنی مصیر مراد لیا جائے پھر بھی یہی سابقہ ترکیب ہوگی البتہ فرق یہ ہوگا کہ البکری بشر کو مفعول اول اور علیه الطیر جملہ مفعول ثانی ہوگا۔

بحث اسماء مبنیہ

قولہ :الباب الثانی فی الاسم المبنی

ترجمہ: دوسرا باب اسماء مبینہ کے بیان میں ہے۔

تشریح : ربط مصنف نے اپنی کتاب کو تین اقسام پر مشتمل کیا تھا

قسم اول : اسماء کے بیان میں۔

قسم دوم : افعال کے بیان میں۔

قسم سوم : حروف کے بیان میں۔

پھر قسم اول جو اسماء کے بیان میں تھی اسکو دو بابوں میں تقسیم کیا تھا: باب اول اسماء معربہ کے بیان میں۔اور باب ثانی میں تو یہاں سے باب ثانی کو بیان کرر ہے ہیں جو کہ اسماء مبینہ کے بیان میں ہے

لفظ مبنی : مبنی اصل میں مبنوی تھا قویل قویلۃ کے قانون سے واو کو یا سے اور یا کو یا میں ادغام کیا مبنی ہوگیا پھر دعی والا قانون سے ضمہ ماقبل کو کسرہ سے بدل دیا مبنی ہوگیا۔

قولہ : وھو اسم وقع غیر مرکب مع غیرہٖ مثل ا ب ت ث ومثل واحدٌ وّاِثْنَان وَثلاثۃٌ و کلفظۃِ زیدٍ وحدہٗ فِانہٗ مبنیٌّ بالفعل علی السکون ومعربٌ بالقوۃ او شابہ مبنی الاصل

ترجمہ : اور وہ وہ اسم ہے جو واقع ہو اس حال میں کہ اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے الف ، بـا، تـا، ثـا اور جیسے واحد اور اثنان اور ثلثہ اور جیسے لفظ زید اکیلا پس تحقیق یہ مبنی بالفعل ہے سکون پر اور معرب بالقوۃ ہے یا مشابہ ہو مبنی الاصل کے

تشریح : مبنی کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول : مبنی وہ اسم ہے جو اپنے عامل کے ساتھ غیر مرکب واقع ہو یعنی مرکب نہ ہو اپنے عامل کے ساتھ جیسے الف با تا ثا اسی طرح اسماء عدد واحد اثنان ثلاثہ اربع وغیرہ اور اسی طرح اسماء ممکنہ جبکہ تنہا واقع ہوں عامل سے مرکب نہ ہوں۔

دوسری قسم : مشابہ مبنی الاصل اور یہ وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو جیسے دونوں قسموں میں فرق کے بارے مصنف نے بتایا کہ فانہ مبنی با الفعل علی السکو ن ومعرب با القوۃ اور دوسری قسم کے بارے میں فرمایا وھذا القسم لا یصیر معرباً اولاً کہ پہلی قسم تو بالفعل مبنی ہوتی ہے اس لئے تنہا اور اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہوتی ہے لیکن اس میں معرب ہونے کی صلاحیت موجود ہے کہ جب بھی وہ اپنے عامل سے مرکب واقع ہوگی تو معرب بن جائے گی جیسے یہ الف

ہے یہ معرب بن جائے گا قام الف قام واحد اسی طرح قام زید اوردوسری قسم یہ کبھی بھی معرب نہیں بن سکتی ہمیشہ کے لئے مبنی رہے گی جیسے اسماء اشارہ ھولاء ۔

سوال : آپ نے الف با تا وغیرہ کو اسماء مبنیہ میں شمار کیا ہے حالانکہ یہ تو حروف تہجی ہیں؟

جواب : ان حروف سے مراد ان کے اسماء یعنی الف باء تاء مراد ہیں۔

سوال : آپ نے مبنی کی دوسری قسم کی جو تعریف کی ہے یہ جامع نہیں کیوں کہ اس سے وہ تمام اسماء مبنیہ خارج ہو جاتے ہیں جو مبنی الاصل کی جگہ واقع ہوتے ہیں جیسے نزال یا مبنی الاصل کی طرف مضاف ہوتے ہیں جیسے یومئذ ، حینئذ کیوں کہ ان کی مشابہت مبنی الاصل کے ساتھ نہیں اس لئے کہ مشابہت اشتراک فی الکیف کا نام ہے اور یہ مشابہت وہاں نہیں؟

جواب : ماقبل میں ہم بتا چکے ہیں کہ مشابہت سے مراد مناسبت ہے اور مناسبت مشارکت فی الشیء کا نام ہوتا ہے۔

سوال : پھر تو یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں رہے گی کیوں کہ ہر اسم کی مبنی الاصل کے ساتھ کلمہ میں مناسبت اور شرکت موجود ہے اس سے لازم آئے گا کہ تمام کے تمام اسماء مبنی ہو جائیں جو کہ بالکل غلط ہے؟

جواب : مناسبت سے مراد مطلق مناسبت نہیں بلکہ مناسبت مؤثرۃ فی منع الاعراب ہے اب دوسری قسم کی تعریف ہوگی مبنی وہ اسم ہے جس کی مناسبت ہو مبنی الاصل کے ساتھ ایسی مناسبت جو منع اعراب میں مؤثر ہو۔

قولہ : بان یّکون فی الدَّلَالۃِ علٰی معناہ محتاجًا الیٰ قَرینۃ کالاشارۃ نحو ھٰؤلاءِ ونحوِھا او یکون علی اقل من ثلاثۃ احرف او تضمن معنی الحرف نحو ذَا ومَنْ وَاَحَدَ عَشَرَ اِلیٰ تِسْعَۃَ عَشَرَ وھٰذاالْقِسمُ لا یصیر معرباااصلًا

ترجمہ : بایں طور پر کہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں محتاج ہو قرینہ کی طرف مثل اشارہ حسیہ کے جیسے ھؤلاءِ اور اس کی مثل یا ہو تین حروف سے کم پر یا متضمن ہو حرف کے معنی کو جیسے ذا اور من اور احد عشر سے لے کر تسعۃ عشر تک اور یہ قسم نہیں ہوتی معرب بالکل۔

تشریح : مصنف نے مشابہت کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔

پہلی قسم شبہ افتقاری : کہ اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینے کا محتاج ہو جیسے حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کے محتاج ہوتے ہیں جیسے اسماء اشارات اور اسماء موصولات۔

او یکون علی اقل من ثلاثۃ احرف میں

دوسری قسم شبہ وضعی : کہ اسم کی وضع تین حرف سے کم پر ہو جیسے فی ، من ہے۔

او تضمن معنًا ...... الیٰ تسعة عشره میں

تیسری قسم شبہ معنوی : کہ اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو جیسے احد عشر سے لے کر تسعة عشره تک یہ حرف عطف کے معنی کو متضمن ہے کہ احد عشر اصل میں احد و عشر اور تسعه عشر اصل میں تسعة و عشرة ۔

قولہ : وحکمه ان لّایختلفَ آخرهُ بِاختلاف العوامل وحرکاتُهٗ تسمّٰی ضمًا وفتحًا و کسرًا وسُکونه وقفًا وهو علی ثمانية انواعٍ المضمراتُ واسماءُ الاشاراتِ والموصولاتِ واسماءُ الافعالِ والاصواتُ والمرکباتُ والکنایاتُ وبعضُ الحروف

ترجمہ : اور حکم اس کا یہ ہے کہ نہیں مختلف ہوتا اس کا آخر عوامل کے اختلاف سے اور اس کی حرکات کا نام رکھا جاتا ہے ضم فتح کسر اور اس کے سکون کا نام رکھا جاتا ہے وقف اور وہ آٹھ قسموں پر ہے مضمرات وغیرہ ......الخ

تشریح : مبنی کا حکم کہ عامل کے مختلف ہونے سے اس کا آخر مختلف نہیں ہوتا۔

سوال : مبنی کی پہلی قسم میں آپ نے کہا تھا کہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہیں ہوتا اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عامل کے ساتھ مرکب ہوتا ہے لہٰذا یہ آپ کی عبارت میں تضاد ہے؟

جواب : یہ حکم مبنی کی پہلی قسم کا نہیں بلکہ دوسری قسم کی کا ہے۔

سوال : با ختلا ف العوامل کی قید کا کیا فائدہ ہے؟

جواب : با ختلا ف العوا مل کی قید لگا کر طلباء اکرام کو بتا دیا کہ مبنی کا آخر تو مختلف ہوتا ہے لیکن عامل کی وجہ سے نہیں جیسا کہ واضح ہے۔

وحر کاته تسمی ضماً و کسسر او فتحاً وسکو نه وقفا

فائدہ : اسم مبنی پر جو حرکات داخل ہوتی ہیں ان کا نام ضم فتح کسر اور سکون کا نام وقف رکھا جاتا ہے۔

یاد رکھیں! بصریین یہ فرق کرتے ہیں مبنی کی حرکات کے نام ضم فتح کسر اور معرب کے حرکات کے نام رفع نصب جر رکھتے ہیں لیکن کوفیین فرق نہیں کرتے۔ اصل بات یہ ہے کہ بصریین معرب اور مبنی کے القاب میں فرق کرتے ہیں کہ معرب کو مرفوع منصوب مجرور اور مبنی کو مضموم مفتوح مکسور کہا کرتے ہیں لیکن حرکات کے القاب میں فرق نہیں مانتے جیسا کے کتب میں ملتا ہے۔

وهو علی ثما نية انو اع ......

مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں : ① مضمرات ② اسماء اشارات ③ اسماء موصولات ④ اسماء افعال ⑤ اسماء کنایات ⑥ بعض ظروف ⑦ اسماء اصوات ⑧ اسماء مرکبات۔

بحث المضمرات

فصل : المضمر اسمٌ وُضِعَ لِيَدُلَّ علىٰ متكلِّمٍ اومخاطبٍ اوغائب تقدّم ذكرهٗ لفظًا اومعنًى اوحكمًا

ترجمہ : مضمر وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہوتا کہ دلالت کرے متکلم پر یا مخاطب پر یا غائب پر جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہو لفظا یا معنی یا حکما۔

تشریح : مصنف اسماء غیر متمکنہ کے اقسام کی تفصیل کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ قسم اول میں مضمرات کو بیان کریں گے مضمر اور ضمیر ایک چیز ہیں بمعنی پوشیدہ دل کو بھی دل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔

تعریف ضمیر : ضمیر وہ اسم ہے جس کو اس بات کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ وہ دلالت کرے متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے پہلے ذکر ہونا عام ہے کہ تقدم لفظی ہو یا تقدم معنوی ہو یا حکمی ہو۔ بعنوان دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر تقدم ذکری ہو تو اسکو مرجع لفظی اور اگر تقدم معناً ہو تو مرجع معنوی اور اگر تقدم حکمی ہو تو اسکو مرجع حکمی کہا جاتا ہے۔

مرجع لفظی : اس کو کہتے ہے جس کا پہلے ذکر لفظوں میں ہو خواہ حقیقتاً جیسے ضرب زید علامه کہ ضمیر کا مرجع زید ہے جو مذکور ہے لفظاً یا تقدیراً مقدم ہو مرجع جیسے ضرب غلامه زید تو اس میں ''ہ'' ضمیر کا مرجع زید ہے جو اگرچہ لفظاً مذکور نہیں لیکن تقدیراً مذکور ہے اس لئے کہ فاعل کا رتبہ مقدم ہوتا ہے۔

مرجع معنوی : اس کو کہتے ہیں کہ ضمیر غائب کا مرجع لفظ کے اعتبار سے تو مقدم نہ ہو لیکن معنی کے اعتبار سے مقدم ہو جیسے اعدلو هو اقرب للتقوىٰ اس میں ھو ضمیر کا مرجع عدل مذکور تو نہیں لیکن عدل اعدلو سے سمجھا جاتا ہے۔

مرجع حکمی : اسکو کہتے ہیں کہ ضمیر کے لئے مرجع ماقبل میں نہ باعتبار لفظ مذکور ہو نہ باعتبار معنی کے بلکہ بعد والا مفرد اس کی تفسیر کر رہا ہو جیسے نعم رجلًا، نعم میں ضمیر مستتر کے بعد والا مفرد مرجع رجل اس کی تفسیر کر رہا ہے یا جملہ اس کی تفسیر کرے جیسے ضمیر شان اور قصہ میں ہوتا ہے، ضمیر شان کی مثال قل هو الله احد ضمیر قصہ کی مثال انها امرأة قائمة ۔

ضمیر شان : اس ضمیر غائب کو کہتے ہیں جس کا مرجع نہ باعتبار لفظوں کے مذکور ہو اور نہ باعتبار معنی کے مذکور ہو بلکہ بعد والا جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہو اور اس سے مقصود کسی چیز کی عظمت کو بیان کرنا ہو یہی تعریف ضمیر قصہ کی ہے لیکن ضمیر شان مذکر کے لئے اور ضمیر قصہ مؤنث کے لئے ہوتی ہے۔

سوال : قرآن مجید میں ہے وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ اسمیں ابویه کی ضمیر کا مرجع نہ باعتبار لفظ کے مقدم ہے اور نہ باعتبار معنی کے مقدم ہے اور نہ بعد والا مفرد اور جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہے لہذا یہ کسی میں داخل نہ ہوا؟

جواب : یہ مرجع معنوی میں داخل ہے کہ معنی میں تعمیم ہے کہ وہ باعتبار تضمن کے ہو یا باعتبار التزام کے اعدلو هو اقرب معنی تضمن کی مثال تھی اور ابویہ لکل واحد یہ مثال التزامی کی ہے اس لئے ذکر میراث کا چل رہا تھا جو التزامًا وارث پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ:وهو علی قسمین متصل وهو مالا یستعمل وحدهٗ اِمَّا مرفوعٌ نحو ضَرَبْتُ الیٰ ضَرَبْنَ او منصوبٌ نحو ضربَنی الیٰ ضَربَهُنَّ واِنَّنِیْ اِلیٰ اِنَّهُنَّ او مجرور نحو غلامی ولی الیٰ غلامهنَّ ولهنَّ ومُنفصِلٌ وهو مایُستعملُ وحدهٗ اِمَّا مرفوعٌ نحو اَنَا اِلیٰ هُنَّ او منصوبٌ نحو اِیَّایَ الیٰ اِیَّاهُنَّ فَذٰلِكَ سِتُّوْنَ ضَمِیرًا

ترجمہ: اور وہ (ضمیر) دو قسم پر ہے متصل اور وہ وہ ہے جو نہ استعمال کی جائے اکیلے یا مرفوع ہوگی جیسے ضربت سے ضربن تک یا منصوب ہوگی جیسے ضربنی سے ضربھن تک اور اننی سے انھن تک یا مجرور ہوگی جیسے غلامی اور لی سے غلامھن اور لھن تک اور منفصل اور وہ وہ ہے جو استعمال کی جائے اکیلے یا مرفوع ہوگی جیسے انا سے ھن تک یا منصوب ہوگی جیسے ایای سے ایاھن تک پس یہ ساٹھ ضمیریں ہیں۔

تشریح : مصنف ضمیر کی تقسیم بیان کرنا چاہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ ضمیر دو قسم پر ہے پہلی متصل اور دوسری منفصل۔

ضمیر متصل : وہ ہے جو بذاتہ غیر مستقل ہو اور اس کا تلفظ بقانون اھل لغت بغیر ملائے دوسرے کلمے کے نہ ہو سکے۔

ضمیر منفصل : وہ ہے جو بذاتہ مستقل ہو اور اس کا تلفظ بغیر ملائے دوسرے کلمے ہو سکے اور اسی تعریف کو مصنف نے کہا ہے کہ ضمیر متصل وہ ہے جو اکیلے استعمال نہ ہو سکے اور ضمیر منفصل وہ ہے جو اکیلے استعمال ہو سکے اور ضمیر متصل باعتبار اعراب تین قسم پر ہے۔

پہلی قسم : ضمیر مرفوع متصل جیسے ضربت سے ضربنا تک ضربت سے ضربنا۔

دوسری قسم : ضمیر منصوب متصل جیسے ضربنی ضربنا سے لے کر ضربھن تک یہ فعل کے ساتھ متصل کی مثال ہے۔اور متصل منصوب جو حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ متصل ہوں جیسے انا۔

تیسری قسم : مجرور متصل جو مضاف سے متصل ہو جیسے غلامی الخ اور جو جار کے ساتھ متصل ہو جیسے لی لنا الخ اور منفصل دو قسم پر ہے۔

پہلی مرفوع : جیسے انا نحن سے ھن تک۔

دوسری قسم : منصوب جیسے ایای سے لے کر ھن تک۔

یہ کل ساٹھ ضمیریں بنتی ہیں۔یاد رکھیں! مجرور ہمیشہ متصل ہوتی ہے منفصل نہیں جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔

فائدہ : ضمیر کی کل پانچ قسمیں ہوتی ہیں عقل کے اعتبار سے ہر ایک کی اٹھارہ اٹھارہ قسمیں ہونا چاہیے اس لئے کہ فاعل اٹھارہ قسم پر ہے یعنی چھ متکلم کے لئے چھ مخاطب کے لئے اور چھ غائب کے لئے اس اعتبار سے نوے ضمائر بنتی ہیں لیکن متکلم کے لئے فقط

دو ضمیریں مستعمل ہے بقایا کے لئے پانچ پانچ مستعمل ہیں۔

فائدہ: ضمیر کی باعتبار ذات کے تین قسمیں ہے ① متکلم ② غائب ③ مخاطب۔

اور باعتبار اعراب تین قسم پر ہے مرفوع منصوب مجرور اور باعتبار محل تین قسم پر ہے۔

پہلی قسم: مختص بالرفع ہو وہ پانچ ہیں ① تا جیسے قمتَ، قمتِ، قمتُ ② الف جیسے قاما ③ واو جیسے قاموا ④ نون جیسے قمن ⑤ یاء ضمیر مخاطبہ جیسے تضربین۔

دوسری قسم: مشترك بين النصب والكسرة اس کی تین قسمیں ہے ① یاء متکلم جیسے اکرمنی اور غلامی ② کاف خطاب جیسے اياك نعبد ③ یاء غائب کی جیسے قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ۔

تیسری قسم: مشترك بين الثلثة ایک حرف ہے جو نا ہے جیسے رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا۔

قوله: واعلم ان المرفوع المتصل خاصةً يكون مسترًا فى الماضى للغائب والغائبة كضَرَبَ اَىْ هو وضَرَبَتْ اَىْ هىَ وفى المضارع المتكلم مطلقًا نحو اَضْرِبُ اَىْ اَنَا وَنَضْرِبُ اَىْ نحنُ وللمخاطب كتَضْرِبُ اَىْ اَنْتَ وللغائب والغائبة كيضربُ اَىْ هُو وتَضْرِبُ اَىْ هِىَ وفى الصفة اَعْنِىْ اِسْمَ الفاعل والمفعولِ وغيرهما مطلقا

ترجمہ: اور جان لیجئے کہ بے شک مرفوع متصل خاص کر ہوتی ہے مستتر ماضی غائب اور غائبہ میں جیسے ضرب میں هو اور ضربتْ میں هی مضارع متکلم میں مطلقا جیسے اضرب میں انا اور نضرب میں نحن اور مخاطب میں جیسے تضرب میں انت اور غائب اور غائبہ میں جیسے يضرب میں هو اور تضرب میں هی اور صیغہ صفت میں مراد لیتا ہوں میں اسم فاعل اور مفعول وغیرہ مطلقا۔

تشریح: مصنف اس عبارت میں ضمائر کے لئے احکامات بیان کرنا چاہتے ہے۔

پہلا حکم: استتار ہے ضمیر کی دو قسمیں ہے ① بارز ② مستتر۔

ضمیر بارز: وہ ہے جو حقیقتاً متلفظ ہو۔

ضمیر مستتر: وہ ہے جو حقیقتاً متلفظ نہ ہو سکے بلکہ اس کے لئے واقع میں کوئی لفظ ہی نہ ہو ضمیر کی پانچ انواع میں صرف ضمیر مرفوع متصل مستتر ہو سکتی ہے باقی کوئی نہیں۔ جس کی مستتر ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ ماضی کے صرف دو صیغے واحد مذکر غائب اور واحدہ مؤنثہ غائبہ مستتر ہو سکتی ہے اور مضارع متکلم کے پانچ صیغوں میں ① واحد متکلم جیسے اضرب میں انا ② جمع متکلم جیسے نضرب میں نحن ③ واحد مذکر غائب میں جیسے يضرب میں هو ④ واحدہ مؤنثہ غائبہ جیسے تضرب میں هی ⑤ واحد مذکر

مخاطب جیسے تضرب میں انت۔

وفی الصفة اورصفۃ میں یعنی اسم فاعل اسم مفعول اسم تفضیل الخ میں مطلقا مستتر ہوسکتی ہے۔

فائدہ : مستتر کی دوقسمیں ہیں:

پہلی قسم : جائز الاستتار۔

دوسری قسم : واجب الاستتار۔

جائز الاستتار واحد مذکر غائب اور واحدہ مؤنثہ غائبہ مضارع اور ماضی میں ہوتی ہے اور صیغہ صفۃ میں مطلقا جائز ہے اور واجب الاستتار پانچ جگہ میں ہوتی ہے ① واحد متکلم ② جمع متکلم فعل مضارع معلوم میں ③ واحد مذکر مخاطب فعل مضارع معلوم میں ④ واحد مذکر مخاطب امر حاضر معلوم ⑤ اسماء افعال بمعنی امر کے اس کے اندر بھی وجوبی طور پر مستتر ہوا کرتی ہے۔

قولہ : ولایجوز استعمال المنفصل لاعند تعذر المتصل کاِیَّاكَ نعبد وماضربك اِلَّا اَنَا وَاَنَا زیدٌ ومااَنْتَ اِلَّا قائمًا

ترجمہ : اور نہیں ہے جائز منفصل کا استعمال کرنا مگر بوقت مشکل ہونے ضمیر متصل کے جیسے اِیَّاكَ نعبد ......الخ

دوسرا حکم : ضمیر منفصل کو اس وقت استعمال کریں گے جب ضمیر متصل متعذر ہو۔

سوال : اس حکم کی علۃ اور وجہ کیا ہے؟

جواب : ضمائر کی وضع اختصار اور خفت حاصل کرنے کے لئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ خفت اور اختصار ضمیر متصل میں ہے نہ کہ منفصل میں اور چند مقامات ہیں جن میں پر ضمیر متصل کا استعمال متعذر رہوتا ہے۔

پہلا مقام : ضمیر عامل پر مقدم ہوجائے جیسے ایاك نعبد۔

دوسرا مقام : کسی غرض اور غایت کے لئے ضمیر اور عامل کے درمیان فاصلہ کیا جائے جیسے ماضر بك الا انا۔

تیسرا مقام : ضمیر کا عامل معنوی ہو جیسے انا زید۔

چوتھا مقام : ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے ما انت الا قائما۔

پانچواں مقام : ضمیر کا عامل حذف کیا گیا ہو جیسے ایاك والا سد۔

چھٹا مقام : ضمیر صیغہ صفت کے لئے فاعل بن رہی ہو جو اس صیغہ صفت کے لئے قائم مقام خبر ہو جیسے اراغب انت۔

ساتواں مقام : ضمیر مصدر کے لئے فاعل ہو کیونکہ ضمیر مصدر میں مستتر نہیں ہوسکتی۔

آٹھواں مقام : ضمیر مصدر کے لئے مفعول ہو اور عامل مضاف ہو فاعل کی طرف جیسے کفی بنا فضلاً علی من غیرنا الخ

قولہ : واعلم ان لهم ضميرًا يقع قبل جملةٍ تفسيرُه ويسمّٰى ضمير الشان فى المذكر وضمير القِصّةِ فى المؤنث نحو قُلْ هُوَاللّٰـهُ اَحَدٌ وانها زينبُ قائمةٌ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک ان کے لئے ایک ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے وہ جملہ اس کی تفسیر کرتا ہے اور نام رکھاجاتا ہے اس کا ضمیر شان مذکر میں اور ضمیر قصہ مؤنث میں جیسے قُلْ هُوَاللّٰـهُ اَحَدٌ وانها زينبُ قائمةٌ ۔

تشریح : ضمیر شان اور قصہ کی تعریف گزر چکی ہے۔

سوال : ضمیر شان اور ضمیر قصہ جب ان کا مرجع پہلے مذکور نہیں تو ان کو ذکر کیوں کیا جارہا ہے؟

جواب : ضمیر شان اور ضمیر قصہ سے مقصود واقعہ کی عظمت اور منزلت بیان کرنا ہوتی ہے اس لئے کہ کسی چیز کو پہلے بصورت ابہام ذکر کیا جائے اور بعد میں بصورت تفصیل ذکر کیا جائے تو مخاطب اور سامع کے ذہن میں اس کی عظمت اور منزلت بڑھ جاتی ہے۔

فائدہ : ضمیر شان کے لئے چار شرطیں ہے ① ضمیر غائب کی ہو ② اس کے بعد جملہ ہو ③ مابعد والا جملہ اس کی تفصیل کررہا ہو ④ جملے کا مضمون عظیم الشان ہو جیسے قل هو الله احد۔

سوال : وهو محرم عليكم اخراجهم اسمیں هو ضمیر شان ہے اور بعد میں جملہ ہی نہیں بلکہ شبہ جملہ ہے؟

جواب : ضمیر شان کے بعد شبہ جملہ نہیں بلکہ پورا جملہ موجود ہے اخراجهم متبدا مؤخر اور عليه متعلق محرم کے خبر مقدم ہے لہٰذا پورا جملہ ہوا۔

قولہ : ويدخل بين المبتداء والخبر صيغةٌ مرفوعٍ منفصل مطابقٌ للمبتداء اذا كان الخبر معرفةً او اَفْعَلَ من كذا ويسمّٰى فصْلًا لِانّـه يفصل بين الخبر والصّفة نحو زيدٌ هو القائم وكان زيدٌ هو افضل من عمرٍو وقال اللّٰه تعالىٰ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ: اور داخل ہوتا ہے درمیان مبتداء اور خبر کے صیغہ مرفوع منفصل جو مطابق ہوتا ہے مبتداء کے جب ہو خبر معرفہ یا اسم تفضیل مستعمل بمن اور نام رکھا جاتا ہے اس کا فصل کیونکہ یہ جدائی کرتا ہے خبر اور صفت کے درمیان جیسے زيد هو القائم اور كان زيد هو افضل من عمرو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۔

تشریح : مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل کا لایا جاتا ہے جو مبتداء کے موافق ہوتا ہے جبکہ خبر معرفہ واقع ہو یا افعل مستعمل بمن ہو۔ اور اسکا نام صیغہ فصل رکھا گیا ہے کیونکہ یہ مبتدا اور خبر کے درمیان فصل کرتی ہے جیسے زيد هو القائم هو ضمیر فصل ہے وكان زيد هو افضل من عمرٍو میں هو اور كنت انت الرقيب میں انت ۔

سوال : مصنفؒ نے اسے صیغہ کہا ہے ضمیر کیوں نہیں کہا؟

جواب : بعض اس کو حرف قرار دیتے ہے کیونکہ یہ نسبت غیر مستقل پر دلالت کرتا ہے اور بعض اس کو اسم قرار دیتے ہیں مصنفؒ نے توقف کیا دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح نہیں دی۔

فائدہ : صیغہ فصل ضمیر کے لئے چار شرطیں ہیں ① ضمیر منفصل ہو ② مسند اور مسند الیہ کے درمیان واقع ہو ③ مبتدا کے مطابق ہو ④ مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں جیسے اولئك هم المفلحون ۔

بحث اسماء اشارہ

فصل: اسماء الاشارة ماوُضِعَ ليدُلَّ علىٰ مشار اليه وهى خمسةُ الفاظ لستة معان وذٰلك ذا للمذكَّر وذَانِ وَذَيْنِ لِمُثَنَّاهُ وتَا وتِيْ وَذِيْ وتِهْ وتِهِيْ وذِهِيْ للْمؤنث وتَانِ وتَيْنِ لِمُثَنَّاهُ واُوْلَاءِ بِالْمَدِّ وَالْقَصر لجَمعِهِمَا

ترجمہ : اسمائے اشارہ وہ اسماء ہیں جن میں سے ہر ایک کو وضع کیا گیا ہے تا کہ دلالت کرے مشارالیہ پر اور وہ پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے اور یہ ذا ہے مذکر کے لئے اور ذان ، ذین تثنیہ مذکر کے لئے اور تا ، تی اور ذی اور ته اورذه اور تهی اور ذهی مؤنث کے لئے اور تان اور تین تثنیہ مؤنث کے لئے اور اولاء مد اور قصر کے ساتھ جمع مذکر و مؤنث کے لئے۔

تشریح : اسماء غیر متمکنہ میں سے ایک قسم ''اسماء اشارات'' ہیں۔

اسم اشارہ کی تعریف : اسم اشارہ وہ اسم ہے جن میں سے ہر ایک معنی مشارالیہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

سوال : اس تعریف میں دور والی خرابی لازم آتی ہے اس لئے کہ محدود اور معرف اشارہ ہے اور تعریف میں مشارالیہ کا لفظ ہے جو کہ مشتق ہے قاعدہ ہے کہ مشتق میں مبداء اشتقاق متحقق ہوتا ہے لہٰذا یہ تعریف الشی بنفسہ ہوئی جو کہ باطل ہے؟

جواب : اسم اشارہ جو محدود ہے اس سے مراد اصطلاحی معنی ہے اور جو مشارالیہ کے اندر اشارہ ہے اس سے لغوی معنی مراد ہے لہٰذا جب جہت مختلف ہوگئی تو دور لازم نہ آیا۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ ضمیر غائب اور لام ذھنی سے بھی اشارہ ہوتا ہے حالانکہ وہ اسم اشارہ نہیں؟

جواب : اشارہ سے مراد اشارہ حسیہ ہے۔

اب تعریف کا حاصل یہ ہوگا اسم اشارہ ان معانی کے لئے وضع کیا گیا ہے جن کی طرف اشارہ حسیہ کیا جاتا ہے۔

سوال : اب یہ تعریف جامع نہیں رہے گی کیونکہ ذالکم اللہ سے اشارہ تو ہے لیکن اشارہ حسیہ نہیں بلکہ ذھنیہ ہے۔

جواب : اشارہ حسیہ میں تعیم ہے حقیقتاً ہو یا مجازاً ہو اور ذالکم اللہ ربکم میں اشارہ حسیہ حکما ہے کیونکہ باری تعالیٰ اشارہ حسیہ سے مبراء اور منزہ ہیں۔

وهی خمسة الفاظ لستة معان اسماء اشارہ کے پانچ الفاظ ہے چھ معانی کے لئے ذا واحد مذکر کے لئے ذان ، ذین تثنیہ مذکر کے لئے اور تا ، تی ، تہ ، تھی ، ذہ ، ذھی واحد مؤنث کے لئے تان حالت رفعی تین حالت نصبی جری میں تثنیہ مؤنث کے لئے اور اولاء الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ پڑھا جائے کہ جمع مذکر اور جمع مؤنث دونوں کے لئے ہے۔

قوله: وقد يُلحق بَاَوَائِلِها هَاءُ التنبيهِ نحو هٰذا وهٰذانِ وهٰؤلاء ويتّصلُ بِاَواخرِهَا حرفُ الخطاب وهو ايضًا خمسة الفاظ لِستة معان نحو كَ كُما كم كِ كُنَّ فذٰلك خمسةٌ وعشرون الحاصِل مِنْ ضرْبِ خمسةٍ فی خمسةٍ وهی ذاك الیٰ ذاكُنَّ وذانك الیٰ ذانكُنَّ وكذٰلك البواقی

ترجمہ : اور کبھی کبھی لاحق کی جاتی ہے ان کے شروع میں ھاء تنبیہ جیسے ھذا الخ اور کبھی متصل ہو جاتا ہے ان کے آخر میں حرف خطاب اور وہ بھی پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے جیسے ك کما...... الخ یہ پچیس ہیں جو حاصل ہونے والے ہیں پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے اور وہ ذاك سے لے کر ذاکن تک اور ذانك سے لے کر ذانکن تک اور اسی طرح ہیں بواقی۔

تشریح : چند فوائد کا بیان ہے۔

فائدہ ① : کبھی اسماء اشارہ کے شروع میں ھا تنبیہ کا داخل کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ان اسماء اشارہ کے شروع میں کبھی ھاء تنبیہ آتی ہے جس سے مخاطب کو مشار الیہ پر تنبیہ کرنی ہوتی ہے تا کہ مخاطب اس سے غافل نہ ہو جیسے ھذا، ھذان، ھولاء۔

فائدہ ② : کبھی اسماء اشارہ کے آخر میں حروف خطاب لاحق کیا جاتا ہے تا کہ وہ مخاطب کے مفرد اور تثنیہ اور جمع اور مذکر اور مؤنث ہونے پر دلالت کرے اور یہ حرف خطاب بھی پانچ لفظ ہے چھ معانی کے لئے ك ، کما ، کم ، ك ، کما ، کن تمام اشارہ کو حروف خطاب کے ساتھ ضرب دی جائے تو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے تو ۲۵ صورتیں بنتی ہیں جیسے ذاك ذاکما الخ۔

فائدہ : یہ حروف خطاب حروف ہیں اسم نہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ اگر یہ اسم ہوتے تو ان کی جگہ کبھی اسم ظاہر آتا جیسے کاف ضمیر کی جگہ اسم ظاہر آتا ہے یا زید اصل تھا ادعوك اسمیں زید کاف ضمیر کی جگہ ہے لہٰذا ان حروف خطاب کی جگہ اسم ظاہر کا نہ آنا دلیل ہے کہ یہ حروف ہیں اسماء نہیں۔

فائدہ : حروف خطاب سے اسم اشارہ واحد، تثنیہ، جمع نہیں ہوتا طلباء کرام کو غلطی لگتی ہے کہ ذالکم کو جمع مذکر کہہ دیتے ہیں ذالکن کو جمع مؤنث کہتے ہیں حالانکہ ذالکن ہو یا ذالکم ہو یہ اسم اشارہ واحد کے لئے ہے یہ حرف خطاب تو صرف مخاطب کا تعین کرتے ہیں کہ مخاطب فرد واحد ہے یا دو یا تین ہیں۔

قوله: واعلم ان ذا للقريب وذٰلِكَ للبعيد وذاكَ للمتوسط

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک ذا قریب کے لئے اور ذالك بعید کے لئے اور ذاك متوسط کے لئے ہے۔

تشریح : مشار الیہ کے تین درجے تھے ① مشار الیہ قریب ہو ② مشار الیہ بعید ہو ③ مشار الیہ متوسط ہو۔

جمہور نحویوں نے اسم اشارہ جو کاف اور لام سے خالی ہو تو مشار الیہ قریب کے لئے معین کیا ہے کیونکہ یہ قلیل الحروف ہے اور لام اور کاف کے ساتھ ہو یہ مشار الیہ بعید کے لئے ہے اس لئے یہ کثیر الحروف ہے اور صرف کاف ، ھو ذاك یہ متوسط کے لئے ہے اس لئے یہ متوسط ہے تو مشار الیہ بھی متوسط کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

بحث اسماء موصولہ

فصل : الموصول اسمٌ لایصلَحُ اَن یکون جُزأً تامًا من جملةٍ اِلَّا بصلةٍ بَعْدَه والصلةُ جملَةٌ خبریةٌ لابُدَّ من عائدٍ فیها یعودُ الی الموصولِ مثاله الذِیْ فی قَولنا جاء الذی ابوهُ قائمٌ او قام ابوهُ

ترجمہ : موصول وہ اسم ہے جو نہ صلاحیت رکھے جملہ کا جزو تام بننے کی مگر اس صلہ کے ساتھ جو اس کے بعد ہے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور ضروری ہے عائد اس جملہ میں جو لوٹے گا موصول کی طرف مثال اس کی الذی جو ہمارے قول میں ہے جاء الذی ابوہُ قائمٌ یا قام ابوہُ۔

تشریح : اسمائے غیر متمکن کی تیسری قسم اسم موصول ہے۔

اسم موصول کی تعریف : موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا جزء تام بغیر صلہ کے نہ بن سکے اور صلہ کے ساتھ مل کر جملہ نہیں بنے گا بلکہ جز تام بنے گا مثلاً مسند الیہ یا مسند، فاعل مفعول وغیرہ۔

موصول کا صلہ ہمیشہ جملہ خبریہ ہوتا ہے جس میں عائد کا ہونا بھی ضروری ہے جو کہ موصول کی طرف لوٹے۔

سوال : موصول کے لئے صلہ جملہ ہونا پھر جملہ ہو کر خبریہ ہونا اور پھر صلہ میں عائد کا ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : صلہ کے لئے جملہ کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ صلہ بیان کے لئے آتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیان جملہ ہی کے ذریعے ہو سکتا ہے اور خبریہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ صلہ کا تعلق اور ربط ہوتا ہے موصول کے ساتھ اور جملہ انشائیہ لا تقبل الربط وہ کبھی بھی ربط کو قبول کرتا نہیں اور عائد کا ہونا اس لئے ضروری ہے تا کہ صلہ اور موصول کے درمیان ربط اور تعلق ہو جائے ورنہ جملہ مستقل ہوتا ہے جو ربط کو قطعاً نہیں چاہتا۔

یاد رکھیں! یہاں پر بھی وہی سوال ہوگا کہ موصول ماخوذ ہے صلہ سے قاعدہ ہے کہ مبداء اشتقاق مشتق میں معتبر ہوتا ہے تو یہ تعریف الشیئ بنفسہ لازم آیا جو کہ دور ہے؟

قولــه : وهو الذی للمذکر والذان والذین لِمُثنّاہُ والّتِی للمؤنث واللّتان واللّتَین لِمُثناها والذِیْنَ وَالاُولیٰ لجمع المذکر واللاتی واللّواتِیْ وَاللّاءِ واللائی لجمع المؤنث وما ومَنْ وایٌّ وایّةٌ وَذُوْ بمعنَی الّذِیْ فِیْ لُغَةِ بَنِیْ طَیٍّ کَقَوْلِ الشّاعر شعر: فَاِنَّ الْمَاءَ مَاءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ ○ وَبِیرِیْ ذُوْ حَفَرْتُ وَذُوْ طَوَیْتُ ○ اَیْ اَلّذِیْ حَفَرْتُه وَالّذِیْ طَوَیْتُه

ترجمہ : اوروہ الذی ہے مذکر کے لئے اور الذان اور الذین تثنیہ مذکر کے لئے اور التی مؤنث کے لئے اور اللّتان اللّتین تثنیہ مؤنث کے لئے اور اللذِین اور الاُولیٰ جمع مذکر کے لئے اور اللاتی اور اللواتی اور اللاء اور اللائی جمع مؤنث کے لئے اورما من ای ایۃ اورذو بمعنی الذی لغت بنی طی میں جیسا کہ شاعر کا قول فان الماء ......الخ ۔

تشریح : صلہ کی مثال جیسے الذی قام ابوہ ، الذی موصول ہے اور ابوہ قائم جملہ اسمیہ اس کا صلہ ہے اور قام ابوہ یہ جملہ فعلیہ صلہ بنے گا تو موصول صلہ مل کر تو پھر سے جزء تام مسندالیہ یعنی فاعل بنتا ہے جاءك الذی واحد مذکر کے لئے، الذان حالت رفعی الذین حالت نصبی میں تثنیہ مذکر کے لئے، اللتی واحدہ مؤنثہ کے لئے ، اللتان، اللتین حالتی رفعی تثنیہ مؤنث کے لئے اور الذین ، الالی جمع مذکر کے لئے اور اللاتی ، اللواتی جمع مؤنث کے لئے اور یہ موصولات خاص ہیں۔آگے موصولات عام کا بیان ما اور من اور ای اور ایۃ اور ذو بمعنی الذی لغۃ بنی طیء میں۔

شعر

فان الماء ماء ابی وجدی

و بیری ذو حفرت وذو طویت

درجہ اولیٰ الفاظ کی تشریح : ذو کی دوقسمیں ہیں:

① ذو موصولی۔مثال : جاء نی ذو ضربك ۔

② ذوصاحبی مثال: جاء نی رجل ذو مال ۔

فائدہ : ذوموصولی اورصاحبی میں چندفرق ہیں۔

فرق اول : ذو موصولی کا معنی الذی ہے اور ذوصاحبی کا معنی ہے صاحب ۔

فرق دوم : ذو موصولی کا مدخول جملہ ہوتا ہے اور ذوصاحبی کا مدخول مفرد ہوتا ہے۔

فرق سوم : ذو موصول مبنی ہوتا ہے اور ذوصاحبی معرب ہوتا ہے۔

درجہ ثانیہ ترجمہ : جس پانی کے بارے تنازعہ ہو رہا ہے میرے باپ دادے کا ہے یعنی مجھے وراثت میں ملا ہے اور جس کنویں کے بارے جھگڑا ہو رہا ہے اسے میں نے خود کھودا ہے اور پتھروں سے اس کی میں نے منڈیر بنائی ہے یہ شعر سنان بن الفحل الطائی

بحث اسماء افعال

فصل: اسماء الافعال هو كل اسم بمعنى الامر والماضى نحو رُوَيْدَ زَيدًا اَىْ اَمْهِلْهُ وهَيْهَاتَ زَيْدٌ اَىْ بَعُدَ او كان على وزن فَعَالِ بمعنى الامر وهو من الثلاثى قِيَاسٌ كَنَزَالِ بمعنى اِنْزِلْ وَتَرَاكَ بمعنى اُتْرُكْ

ترجمہ: اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو بمعنی امر اور بمعنی ماضی ہو جیسے رُوَيْدَ زيدًا یعنی امْهله (مہلت دے تو اس کو) اور هيهات زيد یعنی بعد زيد (دور ہوا زید) یا فعال بمعنی امر کے وزن پر ہو اور وہ ثلاثی مجرد سے قیاس ہے جیسے نزال بمعنی انزل اور تراك بمعنی اترك۔

تشریح: مصنف اسماء غیر متمکنہ کی چوتھی قسم اسماء افعال کو بیان کر رہے ہیں۔

اسماء افعال کی تعریف: اسماء افعال ہر وہ اسم جو بمعنی فعل امر حاضر کے ہوں یا بمعنی فعل ماضی کے۔

سوال: یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ زید ضارب امس میں ضارب پر صادق تو آ رہی ہے کیونکہ ضارب اسم فاعل بمعنی ماضی کے ہے؟

جواب: یہاں ایک قید محذوف ہے لیکن معتبر ہے کہ ہر وہ اسم جو امر یا ماضی کے معنی پر دلالت کرے باعتبار اصل وضع کے اور ضارب زمانہ ماضی پر دلالت تو کر رہا ہے لیکن بقرینہ لفظ امس۔

سوال: آپ کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ بعض اسماء افعال ایسے بھی ہیں جو بمعنی مضارع کے ہیں جیسے اوہ بمعنی اتوجع اور اف بمعنی اتزجر حالانکہ آپ نے تعریف کی کہ اسماء افعال بمعنی امر اور ماضی کے ہوتے ہیں؟

جواب: یہ اسماء افعال بھی جو بمعنی مضارع کے ہیں اصل میں ماضی کے معنی میں تھے مجازی طور پر ان کو مستقبل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سوال: اسماء الافعال یہ تو جمع ہے ھو ضمیر کا مرجع کیا ہے اسماء الافعال یا اسم فعل۔ اگر اسماء افعال بناؤ تو راجع مرجع میں مطابقت نہیں اگر اسم فعل بناؤ تو وہ یہاں مذکور ہی نہیں؟

جواب: دونوں جائز ہیں اگر اسماء افعال جمع کو بنائیں تو بتاویل كل واحد کے کیا جائے گا اور اگر اسم فعل کو بنایا جائے تو یہ بھی صحیح ہے کیونکہ اسماء افعال جمع سے مفرد بھی سمجھا جاتا ہے لیکن اسم فعل کو مرجع بنانا اولی ہے اس لئے کہ تعریف ماہیت کی ہو جائے گی بخلاف پہلی صورت کے کہ تعریف افراد کی ہو جائے گی۔

سوال: جب یہ اسماء افعال فعل کے معنی میں ہیں تو ان کو افعال ہی کہہ دینا چاہے اسماء افعال کیوں کہتے ہے؟

جواب : یہ ذات کے اعتبار سے اسم ہیں جس پر

دلیل اول : کہ ان کے اوزان افعال کے اوزان کے مغائر ہیں۔

دلیل ثانی : کہ بعض اسماء افعال جونکرہ ہوتے ہیں ان پر تنوین تنکیر کی آتی ہے جیسے صہ مہ یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ یہ اسماء ہیں کیونکہ تنوین تنکیر اسم پر آتی ہے نہ کہ فعل پر۔

دلیل ثالث : بعض اسماء افعال ایسے ہیں جو ظرف سے منقول ہے اور بعض ایسے ہے جو مصدر سے منقول ہیں یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ اسما ہیں افعال نہیں لیکن معنی فعل والا تھا اس لئے انکا نام اسماء افعال رکھدیا گیا ہے۔

مصنف نے پہلی مثال دی رویدا اسم فعل بمعنی امر کے امہل کے۔

دوسری مثال هیهات اسم فعل بمعنی ماضی کی دی ہے هیهات بمعنی بعد کے اور اسم فعل بمعنی امر کو متقدم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اسماء افعال بمعنی امر حاضر معلوم کثیر ہیں۔

ضابطہ : اسماء افعال جو امر کے معنی میں ہو تو وہ ہمیشہ امر کے معنی میں ہوتے ہیں۔

ضابطہ : فعال اسم فعل معنی امر ہر ثلاثی سے قیاسی ہے یعنی ہر ہر ثلاثی مجرد سے فعال بمعنی امر کو مشتق کرنا صحیح ہے جیسے نزال بمعنی انزل، تراك بمعنی اترك ضراب بمعنی اضرب ، کتاب بمعنی اکتب ۔

سوال : اقوام بمعنی قم اور قعاد بمعنی اقعد نہیں بولا جاتا حالانکہ تم نے کہا ہر ثلاثی مجرد سے فعال بمعنی امر آتا ہے؟

جواب : فعال کے وزن پر ثلاثی مجرد سے کثرت سے آیا کرتے تھے اسی کثرت کی وجہ سے ہم نے اسے قیاسی کہہ دیا۔

فصل: ویلحق بہٖ فعالِ مصدرًا معرفة کفجار بمعنی الفجورِ او صفةً للمؤنث نحو یا فَسَاقِ بمعنی فاسِقَةٍ و یالکاعِ بمعنی لَاکعةٍ او علمًا للاعیان المؤنثة کقطام وغلاب وحضار وھٰذة الثلاثة لیستْ من اسماء الافعال وانما ذکرت ھٰھُنا للمناسبة

ترجمہ : اور لاحق کیا جاتا ہے اس کے ساتھ فعال در انحالیکہ وہ مصدر معرفہ ہو جیسے فجار بمعنی الفجور یا مؤنث کی صفت ہو جیسے یافساق بمعنی فاسقة (اے نافرمان عورت) یا لکاع بمعنی لاکعة (اے کمینی عورت) یا ذوات مؤنثہ کا علم ہو جیسے قطام اور غلاب اور حضار اور یہ تین نہیں ہیں اسمائے افعال سے اسمائے افعال سے اور سوا اس کے کہ نہیں ذکر کیا گیا ہے ان کا یہاں مناسبت کی وجہ سے۔

تشریح : مصنفؒ یہاں سے ایک مسئلہ بتانا چاہتے ہے کہ اسی فعال امری کے ساتھ تین اور فعال ہیں یعنی فعال مصدری فعال صفتی فعال علمی مبنی ہوں گے جن کی تفصیل اور تحقیق یہ ہے کہ فعال کی چار قسمیں ہیں۔

مرکب حالت علمیت میں نکل جائیں گے کیونکہ ان دونوں میں علمیت سے پہلے نسبت اسنادی تھی دوسری یعنی عبد اللہ میں نسبت اضافی۔

سوال : تابط شرًا مرکب ہے اور مبینات سے ہے اس کو خارج کرنے کی ضرورت کیا تھی؟

جواب : یہاں پر ہم اس مرکب کو بیان کرر ہے جس کا سبب بناء ترکیب ہو اور اس کا سبب بناء ترکیب نہیں۔

فان تضمن الثانی ...... سے مصنف ؒ مرکب کی تفصیل اور حکم بیان کرنا چاہتے ہے مرکب کی دوسری جز کسی حرف کے متضمن ہو دوسرا اسم کسی حرف کے بعد لایا گیا ہو خواہ وہ حرف عطف ہو جیسے احد عشر یا اور کوئی حرف ہو اس وقت مرکب کا حکم یہ ہے کہ دونوں جز مبنی برفتحہ ہوں گی وجہ یہ ہے کہ پہلی جز کا آخری حرف وسط کلمہ میں آ گیا اور وسط کلمہ محل اعراب نہیں ہوتا اور دوسری جز اس لئے کہ وہ حرف کے معنی کو متضمن ہے جیسے احد عشرہ سے تسعۃعشرۃ تک اصل میں تھا احد و عشر مگر اثنا عشرۃ اس کی جز اول معرب ہے اس لئے کہ یہ تثنیہ کی طرح ہے جس طرح تثنیہ معرب ہوتا ہے تو یہ بھی معرب ہوگا کیونکہ یہ نون کے حذف ہونے میں مضاف کے مشابہ ہو چکا ہے اور نون کا حذف ہونا اضافت کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے پہلی جز معرب اور دوسر جز مبنی برفتحہ ہوگی۔

اور اگر مرکب کی دوسری جز کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو اس میں چار لغات ہیں جن میں افصح لغت غیر منصرف ہونا ہے کہ جز اول کو مبنی برفتحہ کیا جائے اور جز ثانی معرب جیسے بعلبك اس میں بعل بت اور بلك بادشاہ کا نام ہے جو اس شہر کا بانی تھا جب شہر کی بناء ہوئی تو اس شہر کا نام اپنے نام سے مرکب کر کے رکھ دیا جیسے جاء نی بعلبك ، رایت بعلبك ، مررت بعلبك اب بعلبك کی پہلی جز مبنی ہے اس لئے کہ اسکا آخر وسط کلام میں واقع ہو گیا اور دوسری جز معرب ہے اس لئے کہ بناء کا جو سبب ہے وہ اس میں موجود نہیں ہے البتہ غیر منصرف اس لئے کہ اس میں دو سب موجود ہیں ① ترکیب ② علمیت۔ باقی تین لغات یہ ہیں۔

پہلی لغت : کہ دونوں جز کا اعراب مضاف مضاف الیہ والا ہو البتہ چونکہ اس کی دوسری جز غیر منصرف ہے اس لئے اسپر نصب پڑھی جائے گی ہمیشہ کیونکہ غیر منصرف پر جر نہیں آ سکتی۔

دوسری لغت : پہلی جز کا اعراب حسب عامل اور دوسری جز ہمیشہ منصرف ہوگی اور مجرور ہوگی بناء بر مضاف الیہ۔

تیسری لغت : دونوں جز مبنی برفتحہ پڑہی جائیں گی جیسے احد عشر تو اس مشابہت کی وجہ سے دونوں جز مبنی برفتحہ پڑھی جائینگی۔

بحث اسماء کنایہ

فصل :الكناياتُ هي اسماءٌ تدلُّ على عددٍ مبهمٍ وهي كَمْ و كذا اَوْ حديثٍ مبهمٍ وهو كَيْتَ و ذَيْتَ

ترجمہ: کنایات اور وہ ایسے اسماء ہیں جو عدد مبہم پر دلالت کریں اور وہ کم اور کذا ہیں یا بات مبہم پر اور وہ کیت اور ذیت ہیں۔

تشریح : ساتویں قسم اسماء مبنیات میں سے اسماء کنایات ہیں کنایات جمع ہے کنایۃ کی اور کنایۃ مصدر ہے جس کا معنی کسی شئی کو کسی غرض کی بنا پر ایسے الفاظ سے تعبیر کرنا کہ اس پر اس کی دلالت صریح نہ ہو لیکن یہاں پر یہ معنی مصدری مراد نہیں بلکہ حاصل بالمصدر مراد ہے ای مایکنی به وہ اسماء جن سے کنایہ کیا گیا ہو وہ بھی تمام مراد نہیں بلکہ بعض مراد ہیں۔

کیونکہ بعض اسماء کنایہ معرب ہیں جیسے فلان اور فلانة یہ اعلام سے کنایہ کیا جاتا ہے۔

اسم کنایۃ کی تعریف : اسم کنایۃ وہ اسم ہے جو عدد مبہم یا مبہم بات پر دلالت کرے کم و کذا عدد سے کنایۃ ہیں جیسے کم مالا انفقت کتنا مال خرچ کردیا وعندی کذا درهمًا میرے پاس اتنے درہم ہے۔اور کیت ذیت مبہم بات سے کنایہ ہیں اور یہ اکثر واو عاطفہ کے ساتھ مکرر استعمال ہوتے ہے جیسے سمعت کیت و کیت میں نے ایسے ویسے سنا کان بینی و بین فلاں ذیت و ذیت میرے اور فلاں کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوگئیں ان دونوں کی تاء کو ضمہ، فتحہ اور کسرہ تینوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یعنی کیتَ کیتِ کیتُ زیتَ زیتِ زیتُ۔

فائدہ : اسماء کنایہ کے مبنی ہونے کی وجہ بناء کم کی دو قسمیں ہیں ① کم استفهامیه ② کم خبریه

کم استفہامیہ تو ہمزہ استفہام کے متضمن ہونے کے وجہ سے مبنی ہے اور کم خبریہ کم استفہامیہ پر محمول ہونے کی وجہ سے کذا اپنے اصل کے اعتبار سے اصل میں یہ کاف تشبیہ اور ذا اسم اشارہ سے مرکب ہے تو جس طرح یہ ترکیب سے پہلے مبنی تھے تو ترکیب کے بعد بھی مبنی ہے۔اور کیت ، ذیت اس لئے مبنی ہیں کہ یہ جملہ کی جگہ پر واقع ہیں۔اور صاحب مفصل کے نزدیک جملہ مبنی الاصل ہوتا ہے۔

قوله: واعلم ان كَمْ علىٰ قسمَين استفهاميةٌ ومابعدها منصوبٌ مفردٌ على التمييز نحو كَمْ رجلاً عندَكَ وخبريةٌ و مابعدها مجرورٌ مفردٌ نحو كم مالٍ انفقتُه او مجموعٌ نحو كَمْ رِجالٍ لَقتُهُمْ ومعناه التكثير وتدخل مِنْ فيهما تقولُ كَمْ مِنْ رَجُلٍ لقيتَهٗ و كم مالٍ انفقته

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک کم دو قسم پر ہے استفہامیہ اور اس کا مابعد منصوب مفرد ہوتا ہے بنا بر تمیز کے جیسے کم رجلا عندك اور خبریہ اور اس کا مابعد مجرور ہوتا ہے جیسے کم مالِ انفقته یا مجموع جیسے کم رجال لقیتهم اور معنی اس کا تکثیر ہے اور

ہی اس کم پر حرف جار اور مضاف داخل ہو تو اس وقت یہ مرفوع ہوگا پھر مرفوع ہونے کی صورت میں دو ترکیبیں ہیں ① مبتدا ② خبر۔ اس کا مدار بھی تمییز پر ہے کہ اگر تمییز ظرف نہیں تو کم مرفوع محلاً مبتدا جیسے کم رجلا اخوک و کم رجلا ضربته اور اگر تمییز ظرف ہو تو یہ مرفوع محلاً خبر ہوگی جیسے کم یوما سفرک و کم شهر صومی۔

فصل : الظروفُ المبنيّةُ علىٰ اقسامٍ منها ماقُطع عن الاضافةِ بِاَن حُذِفَ الْمُضافُ اليه كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتُ قَالَ اللّٰه تعالىٰ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اَىْ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَىْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَىْءٍ هٰذا اذا كان المحذوف منويًّا للمتكلم والّا لكانت معربةً وعلىٰ هٰذا قُرِئَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ وتسمى الغاياتُ

ترجمہ: ظروف مبنیہ چند اقسام پر ہیں بعض ان میں سے وہ ہیں جو اضافت سے کاٹ دیئے گئے ہوں بایں طور کہ حذف کیا گیا ہو مضاف الیہ جیسے قبل اور بعد اور فوق اور تحت فرمایا اللہ تعالیٰ نے لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یعنی مِنْ قَبْلِ کُلِّ شَیْءٍ وَمِنْ بَعْدِ کُلِّ شَیْءٍ یہ اس وقت ہے کہ جب محذوف منوی ہو متکلم کے لئے ورنہ معرب ہوں گے اور اسی پر پڑھا گیا ہے لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلٍ وَمِنْ بَعْدٍ اور نام رکھا جاتا ہے ان کا غایات۔

تشریح : آٹھویں قسم اسماء مبنیات میں سے ظروف مبنیہ ہیں اور ظروف مبنیہ چند قسم پر ہیں۔

پہلی قسم : وہ ظروف جو مقطوع عن الاضافہ ہوتے ہیں یعنی ان کا مضاف الیہ حذف کر لیا جاتا ہے جیسے قبل، بعد، فوق باری تعالیٰ کا فرمان ہے: لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ یہ قبل بعد ان کے مضاف الیہ حذف کئے گئے ہیں اصل میں تھا من قبل کل شی، من بعد کل شی ان کا نام ظروف غایات رکھا جاتا ہے اس لئے کہ کلام کی غایت وہ ہوتی ہے جو ان کا مضاف الیہ ہوتا ہے لیکن جب مضاف الیہ حذف ہو گیا تو کلام کی غایت یہی بن گئے اسی وجہ سے ان کا نام ظروف غایات رکھا جائے گا۔

فائدہ : ان ظروف غایات کی چار حالتیں ہے ① ان کا مضاف الیہ مذکور ہو ② مضاف الیہ محذوف ہو کر نسیا منسیا ہو ③ مضاف الیہ محذوف ہو لیکن نیت میں معنی اور لفظ دونوں باقی ہوں ان تینوں صورتوں میں یہ ظروف غایات معرب ہوتی ہیں ④ مضاف الیہ محذوف ہو اور نیت میں فقط معنی باقی ہو تو اس وقت یہ مبنی ہوتی ہیں، مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں حرف جیسی احتیاجی یعنی شبہ افتقاری پائی جاتی ہے اور مبنی بر ضم اس لئے کہ جبرۂ نقصان ہو جائے۔

قولــه : ومنها حيث بُنيت تشبيهًا لها بالغاياتِ لِمُلازمتها الاضافة الى الجملة فى الاكثر قال اللّٰه تعالىٰ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُوْنَ

ترجمہ : اور ان میں سے حیث ہے جو مبنی ہے غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے بوجہ لازم پکڑنے اس کے اضافت کو جملہ کی طرف اکثر استعمال میں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَايَعْلَمُوْنَ۔

تشریح : ان ظروف مبنیہ میں سے حیث ہے، جمہور کے نزدیک یہ ظروف مکانیہ میں سے ہے اور اخفش کے نزدیک یہ کبھی کبھی ظرف زمان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے یہ حیث اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے سنستدرجھم من حیث لا یعلمون اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حیث لازم الاضافت ہے جملہ کے طرف لیکن حقیقت میں یہ جملہ جو مصدر ہے اس کے طرف مضاف ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے چونکہ وہ مصدر مذکور نہیں تو اس کی مشابہت ظروف غایات کے ساتھ ہوگئی اسی وجہ سے اس کو بھی مبنی برضم کر دیا گیا۔

قولہ: وقد یضاف الی المفرد کقول الشاعر۔

اَمَاتَرٰی حَیْثُ سُهَیْلٍ طَالِعًا اَیْ مَکَانَ سُهَیْلٍ فَحَیْثُ هٰذا بمعنی مکانٍ

ترجمہ: اور حیث کبھی کبھی مضاف کیا جاتا ہے مفرد کی طرف جیسا کہ شاعر کا قول ہے اماتری ......الخ

تشریح : لیکن کبھی کبھی یہ مفرد کی طرف بھی مضاف ہو جاتا ہے جیسے اما تری حیث سهیل طالعا ای مکان سهیل اس وقت جب یہ مفرد کی طرف مضاف ہو تو بمعنی مکان کے ہوگا اس میں پھر اختلاف ہے کہ اس صورۃ میں معرب ہوگا یا مبنی؟ بعض کے نزدیک معرب ہوتا ہے اس لئے کہ جو علت بناء کی تھی وہ اضافت الی الجملۃ تھی وہ زائل ہوگئی ہے لیکن مشہور بات یہی ہے کہ مبنی ہوگا کیونکہ مفرد کی طرف اضافت قلۃ اور شاذ ہے جس کا قطعا کوئی اعتبار نہیں۔

شعر

اما تری حیث سهیل طالعًا

نجم یضیئ کالشهاب ساطعًا

درجہ اولی الفاظ کی تشریح : سهیل ستارہ کا نام ہے۔ شهاب کا معنی ہے آگ کا شعلہ۔

درجہ ثانیہ ترجمہ : کیا تو سہیل ستارہ کی جگہ کو نہیں دیکھتا اس حال میں کہ وہ سہیل طلوع اور بلند ہو رہا ہے۔ اور وہ ستارہ جو آگ کے شعلہ کی مانند روشن اور چمک رہا ہے۔

درجہ ثالثہ محل استشهاد : اس شعر میں حیث سهیل مفرد کی طرف مضاف ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ سہیل بروایت جر ہو۔

درجہ رابعہ ترکیب : اما حرف تنبیہ تری فعل مضارع مرفوع بالضمہ تقدیراً ضمیر در و مستتر مرفوع محلاً معبر بانت فاعل حیث مبنی علی الضم مضاف سهیل مجرور بالکسرہ لفظاً ذوالحال طالعًا منصوب بالفتحہ لفظاً حال ذوالحال حال ملکر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہوا تری کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ نجم مرفوع بالضم لفظاً موصوف یضیئ مرفوع بالضمہ لفظاً فعل ضمیر در و مستتر فاعل کاف حرف جار الشهاب ذوالحال ساطعًا حال ذوالحال حال ملکر مجرور ہوا، حرف جار کا۔ جار مجرور ملکر متعلق ہے یضیئ کے۔ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ صفت۔

قولہ : ومنها كيف للاستفهام حالًا كيف اَنْتَ اَىْ فِىْ اَىِّ حالٍ اَنْتَ وَمِنها اَيَّانَ للزّمانِ استفهامًا نحو اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ

ترجمہ : اورظروف مبنیہ میں سے کیف ہے جوہونے والا ہے واسطےاستفہام کے باعتبارحال کے جیسے کیف انت یعنی فی ای حال انت اوران میں سے ایان ہے جوہونے والا ہے واسطےزمان کے باعتباراستفہام کے جیسے ایان یوم الدین ۔

تشریح : ان ظروف مبنیہ میں سے کیف ہے جوحالت دریافت کے لئے آتا ہے جیسے کہاجاتا کیف انت تو کیسا ہے یعنی اچھا ہے یا بیمار ہے اور حال سے مراد صفت ہوتی ہے اور کیف کے ساتھ اگر ما آجائے تو شرط کے لئے بھی آتا ہے اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شبہ وضعی پائی جاتی ہے کہ یہ حرف استفہام کے معنی کو متضمن ہے۔

قولہ : ومنها مذ ومنذ بمعنى اول المدة اِنْ صلح جوابًا لِمَتٰى نحو مارأيته مذ او منذ يوم الجمعةِ فى جواب مَنْ قَالَ مَتٰى ما رأيتَ زيدًا اَىْ اول مدةِ انقطاع رؤيتى اِيَّاهُ يومُ الجمعة وبمعنى جميعِ المدة اِنْ صلح جوابًا لكم نحو مارأيته مذ او منذ يومان فى جواب مَنْ قال كَمْ مُدَّةٍ مارَأيتَ زيدًا اَىْ جميعُ مدةِ مارأيته يومان

ترجمہ : اورظروف مبنیہ میں سے مذ اورمنذ ہیں جوہونے والے ہیں ساتھ معنی اول مدۃ کے اگر صلاحیت رکھتا ہے ہرایک متی کے جواب بننے کی جیسے مارأیتہ مذ اومنذ یوم الجمعۃ اس شخص کے جواب میں جو کہے متی مارأیتَ زیدًا (تونے کب سے نہیں دیکھا زیدکو) یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کی اول مدۃ یوم الجمعہ ہے اور ہونے والے ساتھ معنی جمیع مدت کے اگر ہرایک صلاحیت رکھے کم کے جواب بننے کی جیسے مارأیتہ مذ اومنذ یومان اس شخص کے جواب میں جو کہے کم مدۃ مارأیت زیدًا (کتنی مدت تونے زیدکونہیں دیکھا) یعنی کل مدت اس کونہ دیکھنے کی دودن ہے۔

تشریح : ان ظروف مبنیہ میں سے ایان ہے جواستفہام کے لئے خاص ہے اس میں شرط والامعنی نہیں پایا جاتا جیسے ایان یوم الدین جزاکادن کب ہوگا۔

فائدہ : ایان اور متی میں فرق یہ ہے کہ ایان صرف زمانہ مستقبل کے لئے اورامورعظیمہ کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے ایان یوم الدین اور متیٰ یہ عام ہے زمانہ ماضی اور مستقبل دونوں کے لئے اورامورعظیمہ کے ساتھ بھی خاص نہیں امور عظیمہ اورغیرعظیمہ دونوں کے دریافت کے لئے آتا ہیں۔

قولہ : ومنها لَدٰى ولَدُنْ بمعنىٰ ۔ عند نَحْوُ اَلمال لَدَيْكَ والفرقُ بَينهما اَنَّ عند لايشترطُ فيه الحضورُ ويشترط ذٰلك فى لَدٰى ولَدُن وجاء فيه لغاتٌ اُخرُ لَدْنِ ولُدْنَ ولَدَنْ وَلَدْ ولُدْ ولِدْ

ترجمہ : ظروف مبنیہ میں سے لدی ولدن ہیں جو بمعنی عند ہیں جیسے المال لدیك (مال تیرے پاس ہے) اور فرق لدی ولدن اور عند میں یہ ہے عند میں چیز کا حاضر ہونا شرط نہیں کیا گیا اور یہ بات شرط ہے لدی ولدن میں اور اس میں آئی ہیں کئی لغتیں......الخ

تشریح : مبنی میں سے مذ اور منذ ہے دو معنی کے لئے آتے ہیں۔

① اول مدت کے لئے یعنی فعل شروع کی مدت کے اور زمانہ بتانے کے لئے آتے ہیں کہ فعل کب شروع ہوا اور جمیع صوۃ ہے یعنی فعل کا وجود جتنے زمانے میں ہوا ہو اس کو بتانے کے لئے آتے ہیں ان دونوں معنوں کی تعیین کے لئے قرینہ یہ ہے کہ جب یہ متی کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس وقت اول مدت والا معنی ہوتا ہے جس طرح کسی نے کہا متی مارایت زیدا تو نے کس وقت سے زید کو نہیں دیکھا؟ جواب میں کہا جائے گا ما رایت مذ او منذ یوم الجمعۃ میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا یعنی میرے نہ دیکھنے کی مدت جمعہ کے دن سے شروع ہوئی ہے اور اگر کم کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو جمیع مدت والا معنی ہوگا جیسے کسی نے پوچھا کم مدۃ ما رایت زیدًا کتنی مدت سے تو نے زید کو نہیں دیکھا؟ جواب میں کہا جائے گا ما رایتہ مذ او منذ یومان کہ میں نے اس کو دو دن نہیں دیکھا یعنی تمام مدت کے میں نے اس کو نہیں دیکھا وہ دو دن ہیں مذو منذ کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مذ میں تو شبہ وضعی پائی جاتی ہے کہ اس کی وضع دو حرف پر ہے اور منذ کو بھی اس پر محمول کیا گیا ہے۔

بعض نے مبنی ہونے کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ان کو ظروف غایات کے ساتھ مشابہت ہے اس طرح وہ مقطوع عن الاضافت ہوا کرتے ہیں اس طرح یہ بھی مگر چونکہ مقطوع عن الاضافت معنویہ ہیں اسی وجہ سے یہ ہمیشہ مبنی ہوتے ہیں بخلاف ظروف غایات کے کہ وہ کبھی معرب بھی ہوتے ہیں اور کبھی مبنی۔

لدی اور عند میں فرق : لدی اور عند میں استعمال کے اعتبار سے فرق ہے۔ کہ عند میں حضور شرط نہیں یعنی مال پاس موجود ہو تب بھی عند کہنا درست ہے اور مال اگر خزانے میں موجود ہو تو تب بھی عند کہنا درست ہے لیکن لدی اور لدن کے لئے حضور شرط ہے کہ یہ اس وقت بول سکتے ہو جب مال پاس ہو اور ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بعض میں تو شبہ وضعی موجود ہے اور باقی ان پر محمول ہیں۔

قولہ : ومنها قَطُّ للماضی المنفی نحو مارأیته قط

ترجمہ : ظروف مبنیہ میں سے قط ہے جو ہونے والا ہے واسطے ماضی منفی کے الخ۔

تشریح : اور ان ظروف مبنیہ میں سے قط ہے یہ ماضی منفی کے لئے بطریق استغراق آتا ہے جیسے ما رایتہ قط میں نے اس کو کبھی بھی نہیں دیکھا۔

فائدہ : اسمیں دو اور لغت ہیں، قاف کے ضم کے ساتھ اور طاء مضموم شد کے ساتھ قط اور دوسری لغت قاف کا فتحہ اور طاء کا ساکن ہونا جیسے قط اس کا مبنی ہونا شبہ وضعی کی وجہ سے ہے۔

قولہ : ومنها عَوْضُ للمستقبل المنفی لااَضرِبه عَوْضُ

ترجمہ : اوران میں سے عوض ہے جو ہونے والا ہے واسطے مستقبل منفی کے۔

تشریح : ان ظروف مبنیہ میں سے عوض ہے جو مستقبل منفی کے لئے آتا ہے بطریق استغراق جیسے لا اضربہ عوض میں اس کو کبھی نہیں ماروں گا اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عوض کا مضاف الیہ قبل اور بعد کی طرح محذوف منوی ہوتا ہے اب لا اضربہ عوض کے معنی ہوں گے لا ضربہ عوض العائضین یعنی دھر الداھرین ہیں لہٰذا ان میں شبہ افتقاری پائی جائے گی کہ حرف جیسی احتیاجی ہے۔

قولہ : واعلم انّه اذا اُضیف الظروف الی الجملة اوالی اذْ جاز بناؤُها علی الفتح کقولہٖ تعالیٰ هٰذَا يَوْمَ يَنفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وَكَيَوْمَئِذٍ وَحِيْنَئِذٍ

ترجمہ: اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب اضافت کی جائے ظروف کی جملہ کی طرف یا اذ کی طرف تو جائز ہے ان کا مبنی برفتحہ ہونا جیسا کہ قول اللہ تعالیٰ کا هٰذَا يَوْمَ يَنفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ (یہ دن ہے کہ سچے لوگوں کو ان کا سچ نفع دے گا) اور جیسے یومئذٍ حینئذٍ۔

تشریح : **ضابطہ**: اس کا حاصل یہ ہے کہ جو ظروف مبنی نہ ہوں جب جملہ کی طرف مضاف ہوں یا کلمہ اذ کی طرف مضاف ہوں تو ان کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے۔

سوال : اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : ظروف جملہ کی طرف مضاف ہوں ان کو مبنی اس لئے پڑھنا جائز ہے کہ وہ مضاف ہیں جملہ کی طرف اور جملہ مبنی ہوتا ہے تو قاعدہ ہے کہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے بنا حاصل کر لیتا ہے جیسے یوم ینفع الصادقین صدقھم اس میں یوم چونکہ ینفع الصادقین جملہ کی طرف مضاف ہے اس لئے اس کو مبنی پر فتح پڑھنا جائز ہے اور وہ ظروف جو اذ کی طرف مضاف ہوں ان کے مبنی ہونے کی وجہ کے یہ بھی بواسطے اذ جملہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں البتہ جواز کا لفظ کہہ کر مصنفؒ نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان کا معرب ہونا بھی جائز ہے اس لئے کہ اسم مضاف کا بنا حاصل کرنا اپنے مضاف الیہ سے یہ واجب نہیں ہوتا۔

قولہ : وکذٰلك مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَاَنْ وَاَنَّ تقُوْلُ ضَرَبْتُه مثلَ ماضرب زيدٌ وَغَيْرَ اَنْ ضَرَبَ زيدٌ

ترجمہ : اور اسی طرح لفظ مثل اور غیر ما کے ساتھ اور اَنْ مصدریہ کے ساتھ اور ان کے ساتھ کہے گا تو ضربتہ مثل ما

ضرب زید (میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے) اور جیسے غیران ضرب زید (میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے)۔

تشریح : ضابطہ : جس طرح ظروف مذکورہ کو معرب ومبنی پرفتحہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح لفظ مثل اور لفظ غیر کو بھی مبنی برفتحہ اور معرب پڑھنا جائز ہے جبکہ تین لفظوں میں سے کسی ایک لفظ کے ساتھ واقع ہوں ① ما مصدریہ ② ان مفتوحہ ③ ان مفتوحہ مثقلہ جیسے ضربته ومثل ماضرب زید میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے اور دوسری مثال ضربته غیر ان ضرب زید میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے۔

سوال : اس ضابطہ کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : لفظ مثل اور غیر کا مبنی برفتحہ ہونا اس لئے جائز ہے کہ ان میں شبہ افتقاری پائی جاتی ہے کہ جس طرح حروف اپنے معنے پر دلالت کرنے میں متعلق کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی مضاف الیہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں اور معرب ہونا اس لئے جائز ہے کہ اصل میں اسم ہیں جن کا معرب ہونا جائز ہے۔

سوال : کیا لفظ مثل اور غیر ظرف ہیں ہرگز نہیں پھر ان کو کیوں بیان کیا گیا ہے؟

جواب : اس مقام پر ان کے مبنی ہونے کی وجہ سے ذکر کر دیا گیا کہ یہ بھی مضاف الیہ کی طرف محتاج ہونے میں ظروف کے ساتھ مشابہ ہیں۔

قولہ : ومنها اَمْسِ بالکسر عند اهلِ الحجازِ

ترجمہ : اور ظروف مبنیہ میں سے اَمسِ کسرہ کے ساتھ ہے اہل حجاز کے ہاں۔

تشریح : اور ظروف مبنیہ میں سے امس ہے یہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی برکسر ہے اور معرفہ بھی ہے اور بعض کے نزدیک معرب ہے اور معرفہ لیکن جب مضاف ہو یا اس پر الف لام داخل ہو جائے یا نکرہ کرلیا جائے تو ان تینوں صورتوں میں بالاتفاق معرب ہوتا ہے جیسے مضیٰ امسنا ومضی الامس المبارك كل غد صار امسا۔

بحث خاتمہ

قولہ : والخاتمةُ فی سائر احکام الاسم ولواحقهٖ غیرَ الاعراب والبناء وفیها فصولٌ

ترجمہ : اور خاتمہ اسم کے بقیہ احکام میں اور اس کے لواحق میں ہے ایسے احکام جو معرب ومبنی کے علاوہ ہیں اور اس میں چند فصلیں ہیں۔

تشریح : مصنفؒ نے قسم اول کے اندر اسم کی مباحث کو ذکر کیا اور قسم میں دو اجزاء تھے۔

باب اول اور باب ثانی اور خاتمہ باب اول معرب کے بیان میں اور باب ثانی مبنی کے بیان میں تھا ان دونوں بابوں کے بیان کرنے کے بعد مصنفؒ تیسری جزء خاتمہ کو بیان کرنا چاہتے ہے جو اسم کے بقیہ احکام اور اس کے ملحقات کے متعلق ہے البتہ ان کا تعلق معرب اور مبنی کے ساتھ نہیں۔

فائدہ : سائر سوار سے مشتق ہے جس کا معنی ہوتا ہے بقیة ما اکل یعنی باقی اس چیز کا جو کھائی گئی ہو لہٰذا سائر بمعنی باقی ہوگا۔

بحث تعریف وتنکیر

فصل: اعلم اَنَّ الاسم علی قسمَین معرفَةٌ ونکرةٌ المعرفةُ اسمٌ وُضع لشئ معیَّنٍ وھی ستَّة اقسامٍ المضمراتُ والاعلامُ والمُبھماتُ اعنی اسماء الاشارات والموصولات والمعرف باللام والمضاف الی احدھا اضافةً معنویةً والمعرفُ بالنداءِ

ترجمہ : جان لیجئے کہ تحقیق اسم دو قسم پر ہے معرفہ اور نکرہ معرفہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی شی معین کے لئے اور وہ چھ قسمیں ہیں المضمرات ......الخ

تشریح : اس فصل میں اسم کی تقسیم کا بیان ہے اسم کی دو قسمیں ہیں ① معرفہ ② نکرہ۔

معرفہ : وہ اسم ہے جو کسی شی معیّن کے لئے وضع کیا گیا ہو اور معرفہ کی چھ قسمیں ہے ① مضمرات ② اعلام ③ مبہمات ، مبہمات سے مراد اسماء اشارات اور اسماء موصولات ہے ان کو مبہمات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسماء اشارہ بغیر اشارہ حسیہ کے مخاطب کے ہاں مبہم ہوتا ہے کیونکہ متکلم کے پاس کئی اشیاء ہیں جن میں سے ہر ایک مشار الیہ بن سکتی ہے لہٰذا اشارہ حسیہ کے بغیر چونکہ مبہم تھا لہٰذا اس کو مبہم کہا جاتا ہے اور موصول بھی بغیر صلہ کے مبہم ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کو مبہمات کہا جاتا ہے۔

④ معرف باللام ⑤ کوئی اسم مضاف ہو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ مصنفؒ نے اضافت معنویہ کی قید لگا کر اضافت لفظیہ کو خارج کیا ہے کیونکہ ماقبل میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اضافت لفظیہ نہ تو تعریف کا فائدہ دیتی ہے نہ تخصیص کا

⑥ معرف بحرف نداء جیسے یا رجل یہ اس وقت معرفہ ہوتا ہے جس وقت تعیین مقصود ہو۔

سوال : معرفہ کو نکرہ پر کیوں مقدم کیا ہے؟

جواب : یہ مطلوب اصلی ہے اور کثیر الاستعمال بھی ہے ان دو وجوہ کی بناء پر مصنفؒ نے معرفہ کو نکرہ پر مقدم کیا۔

سوال : غلام ابیك مالك یوم الدین یہ معرفہ کی اقسام میں داخل نہیں کیونکہ یہ ان پانچ میں سے کسی ایک کی طرف مضاف نہیں بلکہ یہ مضاف ہے ایسے اسم کی طرف جو مضاف ہے معرفہ کی طرف حالانکہ یہ بھی معرفہ ہے؟

جواب : ان پانچ میں سے کسی ایک کی طرف اضافت سے مراد عام ہے کہ بالذات ہو یا بالواسطہ ہو لہٰذا غلام ابیك یا مالك یوم الدین یہ بالواسطہ مضاف ہیں۔

سوال : لفظ غیر اور مثل تو معرفہ نہیں ہوتے حالانکہ آپ نے مطلق کہا کہ کوئی اسم جب بھی ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو وہ معرفہ ہوتا ہے؟

جواب : لفظ غیر اور لفظ مثل اور اس قسم کے اور اسماء جو متوغلہ فی الابہام ہیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ ماقبل میں بھی ہم آپ کو بتا چکے ہیں۔

قولہ : والعلم ماوُضع لشیٔ معینٍ لایتناول غیرَہ بوضع واحدٍ وَاَعْرَفُ المعارفِ المضمرُ المتکلم نحو اَنا ونحنُ ثُمَّ المخاطب نحو انت ثُم الغائب نحو ہو ثُم العلمُ ثُم المبہماتُ ثُم المعرف باللام ثم المعرف بالنداءِ والمضاف فی قُوۃ المضاف الیہ

ترجمہ : اور علم وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو معین شیٔ کے لئے درانحالیکہ وہ اس کے غیر کو شامل نہ ہو وضع واحد کے ساتھ۔ اور اعرف المعارف ضمیر متکلم ہے جیسے انا ، نحن پھر ضمیر مخاطب جیسے انت پھر ضمیر غائب جیسے ھو پھر علم پھر مبہمات پھر معرف باللام پھر معرفہ بنداء اور مضاف مضاف الیہ کی قوت میں ہے۔

تشریح : معرفہ کی اقسام میں سے علم کی تعریف: علم وہ اسم ہے جو شیٔ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اس حال میں کہ وہ وضع واحد کے ساتھ اس کے غیر کو شامل نہ ہو۔

فائدہ : علم کی تین قسمیں ہیں ① کنیت ② لقب ③ اسم محض۔

وجہ حصر : علم دو حال سے خالی نہیں اس کے شروع میں لفظ اب یا ام ، ابن یا بنت ہوگا یا نہیں اگر ہو تو وہ کنیت ہے اگر نہ ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس سے مقصود مدح ذم ہوگی یا نہیں اگر اس سے مقصود مدح اور ذم ہو تو یہ لقب ہے اگر مدح یا ذم مقصود نہ ہو تو علم محض ہے۔

سوال : مصنفؒ نے معرفہ کی اقسام میں سے علم کی تعریف کیوں کی ہے بقایا اقسام کی تعریف کیوں نہیں کی؟

جواب : اسماء مضمرات اور اشارات اور موصولات کی تعریف ماقبل میں گذر چکی تھی۔ اور اسی طرح ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہونا یہ بھی سمجھ میں آتا ہے اسی طرح معرف باللام اور منادیٰ کا بھی ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے لہٰذا علم کا ذکر ماقبل میں بالکل نہیں ہوا تھا اسی لئے ضرورت تھی مصنفؒ نے عَلم کی تعریف کی ہے۔

فائدہ : اعرف المعارف یعنی معرفہ میں سب سے کامل اور اکمل تعریف کے لحاظ سے ضمیر متکلم کی ہے پھر اس کے بعد علم کا درجہ

ہے پھر مبہمات کا پھر معرف باللام کا پھر معرفہ بحرف نداء کا اور باقی رہا مضاف کا درجہ اور مرتبہ وہ مضاف الیہ والا ہوتا ہے یعنی وہ اپنے مضاف الیہ کی قوۃ کے مساوی ہوتا ہے لیکن اس سے کچھ کم اور ناقص ہوتا ہے جیسا کہ مبرد کا مذہب ہے کیونکہ وہ مضاف الیہ سے ہی تو تعریف کو حاصل کرتا ہے۔ پھر مضمرات میں سے ضمیر متکلم پھر مخاطب پھر ضمیر غائب کا مصنفؒ کی یہ ترتیب علی مذھب البصرین ہے جبکہ کوفین سب سے اعرف المعارف علم کو پھر مضمرات کو پھر مبہمات کو پھر معرف باللام کو۔

فائدہ : اعرف المعارف ٹھیک ہے ضمیر ہے اور اعلام کا درجہ بعد میں ہے لیکن لفظ اللہ جو اسم ہے ذات واجب الوجود کا وہ سب سے اعرف المعارف ہے۔ اسلئے اسی سے تو تعریف و تعیین حاصل ہوتی ہے۔

سوال : ضمیر متکلم اعرف المعارف کیوں ہے؟

جواب : ضمیر متکلم میں التباس بالکل نہیں ہوتا جبکہ ضمیر مخاطب میں بسا اوقات التباس آجاتا ہے جس وقت مخاطب متعدد ہوں پھر غائب کا درجہ ہے کیونکہ اس میں بھی ابہام ہوتا ہے۔

قولہ : والنکرۃُ ماوضع لشیٔ غیر معین کرَجُلٍ وَفَرَسٍ

ترجمہ : اور نکرہ وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو غیر معین شئ کے لئے جیسے رجل اور فرس۔

تشریح : فائدہ : نکرہ کی علامت یہ ہے کہ وہ لام تعریف کو قبول کرتا ہے اسی طرح اس پر رب اور کم خبریہ کا داخل ہونا درست ہے اور اسی طرح اس کا حال اور تمییز واقع ہونا اور لا مشبہ بلیس کے لئے اسم واقع ہونا بھی درست ہے۔

بحث اسماء عدد

فصل : اسماءُ العَدَدِ ماوُضِعَ لیدُلّ علی کمیۃ اَحَادِ الْاَشْیَاءِ

ترجمہ : اسم عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو تا کہ دلالت کرے اشیاء کے افراد کی مقدار پر۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل ثانی کے اندر اسماء عدد کی بحث کرنا چاہتے ہے جس میں چار باتوں کا بیان ہے۔

① تعریف ② اصول عدد کتنے ہیں ③ اسماء عدد کی استعمال کیسے ہوتی ہے ④ ان کی تمیز کیسے آتی ہے۔

اسماء عدد کی تعریف : اسماء عدد وہ اسماء ہیں جن کو افراد اشیاء یعنی معدودات کی مقدار کو بیان کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے ثلثۃ رجال میں ثلثہ اسم عدد ہے جو کہ رجل کے تین فرد پر دلالت کرتا ہے۔

قولہ : واصول العدد اثْنَتَاعَشَرَۃَ کلمۃً واحدۃ الیٰ عشرۃٍ ومِائۃ والف

ترجمہ : اور اصولی عدد بارہ ہیں واحد سے لے کر عشر تک اور مائۃ اور الف۔

تشریح : دوسری بات کا بیان کہ اصول عدد یعنی وہ اسماء عدد جن سے دوسرے اسماء عدد بنتے ہیں وہ بارہ کلمات ہیں ① واحدہ ② اثنتان ③ ثلثہ ④ رابعة ⑤ خمسہ ⑥ ستة ⑦ سبعة ⑧ ثمانية ⑨ تسعة ⑩ عشرة ⑪ مائة ⑫ الف ہیں باقی تمام عدد ان بارہ کلمات سے بنتے ہیں یا تو ترکیب کے لحاظ سے یا بذریعہ عطف کے جیسے ثلثة وعشرون یا بذریعہ اضافت کے جیسے ثلث مائة یا تثنیہ کے ساتھ مائتان اسی طرح الفان یا جمع کے ساتھ مات اور الوف عشرون ثلثون سبعون۔

قوله : واستعماله من واحدٍ الیٰ اثنین علی القیاس اعنی لِلْمذکر بدونِ التّاء وللمؤنث بالتّاء تقول فی رجل واحد وفی رجلین اثنان وفی امرأة واحدة وفی امرأتین اثنتان وثِنْتَان ومن ثلاثة الی عشرة علی خلافِ القیاس اعنی للمذکر بالتاء تقول ثلا ثة رجال الی عشرة رجال وللمؤنث بدُونها تقول ثلاثُ نسوةٍ الی عشرِ نسوة

ترجمہ : اور اس کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس پر ہے مراد لیتا ہوں میں مذکر کے لئے بغیر تاء اور مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ کہے گا تو ایک مرد میں واحد اور دو مردوں میں اثنان اور ایک عورت میں واحدة اور دو عورتوں میں اثنتان یا ثنتان اور ثلاث سے لے کر عشر تک خلاف قیاس مراد لیتا ہوں میں مذکر کے لئے تاء کے ساتھ یعنی تانیث کی علامت لائی جائے گی کہے گا تو ثلاثة رجال تا عشرة رجال اور مؤنث کے لئے بغیر تاء کے کہے گا تو ثلث نسوة سے عشر نسوة تک۔

تشریح : تیسری بات : اسماء عدد کا استعمال بتانا چاہتے ہیں جس سے پہلے چند قواعد ذہن نشین کر لیں۔

قاعدہ①: لفظ واحد اور اثنان کا استعمال ہمیشہ مطلقا قیاس کے موافق ہوگا یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء اور مونث کے لئے تاء کے ساتھ خواہ ترکیب میں ہوں یا بغیر ترکیب میں اسی طرح عطف کے ساتھ ہوں یا بغیر عطف کے۔

قاعدہ②: لفظ ثلثة سے لے کر تسعة تک اس کا استعمال ہمیشہ مطلقا قیاس کے خلاف ہوتا ہے ترکیب میں ہو یا غیر ترکیب میں۔

قاعدہ③ : لفظ عشر ترکیب میں تو قیاس کے موافق اور غیر ترکیب میں یعنی مفرد ہونے کی صورت میں خلاف قیاس۔

قولـه : وبعد العشرة تقول احد عشر رجلًا واِثنا عشر رجلا وثلاثة عشر رَجُلًا الی تسعةَ عشرَ رَجُلًا واِحْدیٰ عَشَرَةَ اِمْرَاَةً واِثْنَتَا عَشَرَةَ اِمراَةً وثلاث عشرَةَ الیٰ تِسْعَ عَشَرَةَ اِمْرَاَةً

ترجمہ : اور عشرة کے بعد کہے گا تو احد عشر رجلا ......الخ یعنی احد عشر سے لے کر تسعة عشر تک ترکیب کے ساتھ بغیر عطف کے ہوگا پھر احد عشر اور اثنا عشر میں قیاس کے مطابق ہوگا مذکر کے لئے دونوں جزو بغیر تاء کے ہوں گے جیسے احد عشر رجلا اثنا عشر رجلا اور مؤنث کے لئے دونوں جزو تاء کے ساتھ ہوں گے جیسے احدی عشرة امرأة اور اثنتا عشرة امرأة۔

تشریح : قاعدہ④ : عقود ثمانیہ یعنی عشرون ثلاثون سے تسعون تك اورلفظ ماۃ اورلفظ الف یہ مذکراور مؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتے ہیں۔

قاعدہ⑤: طریقہ ترکیب یہ ہوگا کہ احد عشر سے لےکر تسعة عشرہ تک حرف عطف مقدر ہوگا اور دونوں جزءمبنی برفتحہ ہوں گی مگر اثنا عشرۃ پھر احدوعشرون سے لےکرحرف عطف کاذکرضروری ہوگا اب طریقہ استعمال کے اعتبار سے چند قسمیں بنالیتے ہے تاکہ سمجھنا سہل ہوجائے۔

پہلی قسم : دوکلمے ہیں واحد اور اثنان ان کاحکم یہ ہے کہ یہ قیاس کے موافق استعمال ہوتے ہے یعنی مذکر کے لئے بغیرتاء کے جیسے واحد اور اثنان مؤنث کے لئے تاء کےساتھ جیسے واحدۃ ، اثنان اور ثنتان۔

دوسری قسم : ثلاثة واربعة و خمسة وستة وسبعة وثمانية و تسعة وعشرة

یہ آٹھ کلمات ہیں جوخلاف قیاس استعمال ہوتے ہیں مذکر کے لئے تاء کےساتھ جیسے ثلاثة رجال اورمؤنث کے لئے بغیرتاء کے جیسے ثلاث نسوۃ ۔

تیسری قسم : احد عشر، اثنا عشر، ـــــــــــــــــــ ثمانيةعشر، تسعة عشر

ان کاحکم یہ ہے کہ ماقبل والے قواعد کے تحت پڑھاجائے گا یعنی گیارہ اور بارہ کی پہلی جزءاسی قاعدہ کی بناء پر یہ کلمات ترکیب میں ہوں یابغیرترکیب میں قیاس کے موافق اور ثلاثہ سے تسعة تک پہلا جزءخلاف قیاس اسی قاعدہ کی بناءپراوردوسری جز لفظ عشرۃ یہ چونکہ ترکیب میں استعمال ہورہاہےتو موافق قیاس استعمال ہوگا یعنی مذکر کے لئے تاء کےبغیراورمؤنث کے لئے تاء کے ساتھ تواب یوں کہاجائے گا مذکر کے لئے احدعشررجلاً ، اثنا عشر رجلاً ، ثلاثة عشر رجلاً اورمؤنث کے لئے احدیٰ عشرۃ امراۃ،اثنتا عشرۃ امراۃ ،ثلاث عشرۃ امراۃ ۔

قولہ : وبعدَ ذٰلك تقول عشرونَ رَجُلًا وعِشْرُوْنَ اِمْرَاۃً بلافرْقٍ بَیْنَ المذکر والمؤنث الیٰ تسعین رجلاً وامراۃً وَّاحدٌ وّعشرون رجلًا واِحْدیٰ وعشرُونَ اِمراۃً واثنان وعشرون رجُلًا واثنتان وعشرون امرأۃً وثلاثۃٌ وعشرون رجلًا وثلاثٌ وعشرون امرأۃً الیٰ تسعةٍ وتسعین رجلًا وتسع وتسعین امرأۃ

ترجمہ : اوراس کے بعدیعنی تسع عشرۃ کے بعدآٹھوں عقود(دہائیاں)یعنی عشرون سے لےکر تسعون تک مذکراور مؤنث کے لئے بلافرق آتے ہیں جیسے عشرون رجلا عشرون امرأۃ تسعون رجلا وامرأۃ تک اوراگران عقودکاعطف کریں اکائیوں پریعنی واحد اثنان ثلثة سے لےکرتسعة تک تواحد وعشرون رجلا مذکر کے لئے اور احدی وعشرون امرأۃ مؤنث کے لئے کہیں گےاوراثنان وعشرون رجلا مذکر کے لئے اور اثنتان وعشرون امرأۃ مؤنث کے لئے یعنی اول

جزوقیاس کے موافق ہوگا مذکر مؤنث کے لئے لیکن عقود میں فرق نہیں پڑے گا اور ثلثة وعشرون امرأة سے تسعة وعشرون امرأة مذکر کے لئے اور ثلث وعشرون رجلا سے تسع وعشرون رجلا تک مؤنث کے لئے کہیں گے یعنی اول جزو ثلثة سے لے کر تسعة تک قیاس کے مخالف ہوگا مذکر کے لئے مؤنث اور مؤنث کے مذکر لائیں گے دوسرے جزو یعنی عقود عشرون ثلاثون میں مذکر ومؤنث کے اعتبار سے فرق نہیں ہوگا۔

چوتھی قسم : کا بیان عشرون سے لیکر تسع وتسعون تک جو دوسری جزء ہے یعنی عشرون یہ عقود ثمانیہ ان میں امتیاز بین المذکر والمؤنث نہیں مذکر کے لئے بھی عشرون رجلا مؤنث کے لئے بھی عشرون امرأة اور جب ان کے ساتھ کسی دوسرے کلمہ کو مرکب کریں گے تو احد اور اثنان کے لئے وہی قاعدہ جاری کریں لفظ احد اور اثنان مذکر کے لئے بغیر تاء کے مؤنث کے لئے تاء کے ساتھ پھر ثلثه سے لے کر تسعة تک وہی قاعدہ چلائیں کہ مذکر کے لئے تاء کے اور مؤنث کے لئے بغیر تاء مثال کے طور پر مذکر کے لئے احد وعشرون رجلاً مؤنث کے لئے احدی وعشرون امرئة مذکر کے لئے ثلاثة وعشرون رجلاً اور مؤنث کے لئے ثلاث وعشرون امراة۔

قوله : ثم تقول مائةُ رجُلٍ ومائةُ امرأةٍ والْفُ رَجلٍ والْفُ اِمرأةٍ ومائتا رجلٍ ومائتا امرأةٍ والفا رجلٍ والفا امرأة بلا فرق بين المذكر والمؤنث فاذا زاد على المائةِ والالفِ يُستعمل على قياس ماعرفت ويقدّم الالف على المائة والمائةُ على الاحاد والاحادُ على العشراتِ تقول عندى الْفٌ ومائةٌ واَحَدٌ وعشرونَ رَجلًا والفان و مائتان واثنان وعشرون رجلًا واربعةُ الافٍ وتسعُ مائةٍ وخمسٌ و اربعونَ امرأةً وعَلَيْكِ بالقياس

ترجمہ : پھر کہے گا تو مائةُ رجُلٍ ومائةُ امرأةٍ اور الْفُ رَجلٍ اور الْفُ اِمرأةٍ ......الخ بغیر فرق کے درمیان مذکر ومؤنث کے پس جب زیادہ ہوں گے عدد مائةِ اور الفِ پر تو استعمال کیا جائے گا اس قیاس پر جو آپ پہچان چکے ہیں اور مقدم کیا جائے گا الف کو مائة پر اور مائة کو احاد پر اور احاد کو عشرات پر کہے گا تو عندی الْفٌ ومائةٌ واَحَدٌ ......الخ

تشریح : پانچویں قسم: لفظ مائة اور الف کہ اسمیں بھی مذکر اور مؤنث کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لہٰذا مذکر کے لئے بھی مائة رجل اور مؤنث کے لئے بھی مائةامراة اور مذکر کے لئے بھی الف رجل اور مؤنث کے لئے بھی الف امرأة کہا جائے گا۔

یستعمل علی...... جب عدد مائة اور الف سے تجاوز کر جائے تو اس وقت جو عدد مائة اور الف پر زائد ہوگا اس کے استعمال کا طریقہ وہی ہوگا جو تم واحد سے لے کر تسعة تک اور تسع و تسعین تک پہچان چکے ہو۔

ویقدم الالف علی المائة ...... سب سے پہلے الف لائیں گے اس کے بعد مائة کو پھر احاد کو پھر عشرات کو اور سب کے عطف میں عکس بھی درست ہے مثلاً یوں کہا جائے واحد والف مائة وغیرہ۔

قولہ :واعلم ان الواحدوالاثنين لامميزلهما لان لفظ المميز يغنى عن ذكرالعدد فيهما تقول عندى رجلٌ ورجلان

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق واحد اور اثنین کے لئے کوئی تمیز نہیں اس لئے کہ تحقیق لفظ ممیز بے پرواہ کردیتا ہے ان دونوں میں عدد کے ذکر کرنے سے کہے گا تو عندی رجل و رجلان

تشریح : مصنفؒ اس عبارت میں پانچویں بات اسماء عدد کی تمیز بیان کرنا چاہتے ہیں لفظ واحد اوراس طرح واحدۃ اور اثنان اور اثنتان کے لئے تمیز آتی ہی نہیں بقایا اسماء عدد کی باعتبار تمیز کی تین قسمیں بنتی ہیں۔

① عدد ادنیٰ جو تین سے لے کر دس تک اس کی تمیز جمع مجرور آتی ہے جیسے ثلاثۃ رجال وثلاث نسوۃ ۔

② عدد اوسط گیارہ سے لے کرنانویں تک احدعشر سے لے کر تسعة وتسعون اس کی تمیز مفرد منصوب آتی ہے جیسے احد عشر رجلاً احدی عشرۃ امرأۃ سے تسع وتسعون رجلاً تسع وتسعون امرأۃ تک۔

③ عدد اعلیٰ یعنی لفظ مائۃ اور لفظ الف اسی طرح ان کے تثنیہ اور جمع کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے جیسے مائۃ رجل ومائۃ امراۃ الف رجل الف امرأۃ تین سے لے کر دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے لیکن اگر ثلاثۃ سے لے کر عشر تک کی تمیز لفظ مائۃ آجائے تو پھر ان کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے جیسے ثلاثۃ مائۃ تسع مائۃ

فائدہ : تین سے لے کر دس تک کی تمیز جو جمع مجرور آتی ہے۔ جمع سے مراد عام ہے خواہ باعتبار لفظ کے ہو جیسے ثلاثۃ رجال باعتبار معنی کے ہوں جیسے ثلاثۃ رھط ۔

قولہ : واماسائرالعداد فلا بدلها من مميز الثلاثة الى العشرة مخفوضٌ مجموعٌ تقول ثلاثةُ رجال وثلاثُ نسوةٍ اِلّا اذاكان المميزُ لفظ المائة فحينئذ يكون مخفوضا مفردا تقول ثلاثُ مائةٍ وتسعُ مائةٍ والقياس ثلاثُ ماتٍ اومِئِينَ

ترجمہ : اور لیکن باقی اعداد کے لئے پس ضروری ہے تمیز پس کہے گا تو تمیز ثلثة سے لے کر عشرۃ تک کی جمع مجرور ہوگی۔ کہے گا تو ثلثة رجال وثلاث نسوۃ مگر جب ہو تمیز لفظ مائة پس اس وقت ہوگی مفرد مجرور کہے گا تو ثلث مائة وتسع مائة حالانکہ قیاس ثلاث مآت یا مئین ہے ۔

قولہ : ومميز احدعشر الىٰ تسعة وتسعين منصوبٌ مفردٌ تقول احدَ عشرَ رجلًا واحدٰى عشرةَ امراةً وتسعةٌ وتسعون رجلا وتسعٌ وتسعون امراةً

ترجمہ : اور احد عشر سے تسعة عشر تک کی تمیز منصوب مفرد ہوتی ہے......الخ

قولہ : ومميز مائةٍ والفٍ وتثنيتِهما وجمعِ الالف مخضوضٌ مفردٌ تقول مائةُ رجلٍ ومائةُ امراةٍ والفُ رجلٍ والفُ امراةٍ ومائتا رجلٍ ومائتا امراةٍ والفا رجل والفا امراة وثلاثة الافِ رجلٍ وثلاثُ الافِ امراةٍ وقس علىٰ هذا

ترجمہ : مائة اور الف اوران کے تثنیہ اورالف کی جمع کی تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے کہے گا تو مائة رجل ......الخ

بحث تذکیروتانیث

فصل : الاسم اما مذكرٌ واما مؤنثٌ فالمؤنثُ ما فيه علامة التانيث لفظًا او تقديرًا وَالمذكرُ مابخلافه وعلامةُ التانيث ثلاثةٌ التاءُ كطلحة والالف المقصورة كحبلىٰ والالف الممدودة كحمراء

ترجمہ : اسم یا مذکر ہوگا یا مؤنث پس مؤنث وہ ہے جس میں تانیث کی علامت ہو لفظاً یا تقدیراً اور مذکر وہ ہے جو اس کے خلاف ہو اور تانیث کی تین نشانیاں ہیں تاء جیسے طلحة، الف مقصورہ جیسے حبلیٰ اور الف ممدودہ جیسے حمراء۔

تشریح : مصنفؒ تیسری فصل میں اسم کی ایک اور تقسیم کر رہے ہیں کہ اسم باعتبار جنس کے دو قسم پر ہے ① مذکر ② مؤنث۔

تعریف : مؤنث وہ ہے جس کے آخر میں علامت تانیث موجود ہو عام ازیں کہ وہ علامت تانیث لفظوں میں موجود ہو جیسے طلحة یا مقدر ہو جیسے ارض اور مذکر وہ ہے جس میں علامت تانیث کی نہ ہو جیسے رجل۔

علامت تانیث تین ہیں۔

پہلی علامت : تاء لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ حالت وقف میں ھاء بن جائے جیسے طلحه۔

دوسری علامت : الف مقصورہ ہے جس کے لئے تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط کہ الف مقصورہ تین حرف کے بعد ہو احترازی مثال فتی۔ دوسری شرط کہ الحاق کے لئے نہ ہو احترازی مثال ارطیٰ۔ جو جافر کے ساتھ ملحق ہے تو اسمیں الف مقصورہ الحاق کا ہے اور تیسری شرط الف مقصورہ محض زیادتی کے لئے نہ ہو احترازی مثال قبعثری کہ اسمیں الف محض زیادت کے لئے لایا گیا ہے اس کی

اتفاقی مثال : حبلی اس کا الف مقصورہ علامت تانیث ہے۔

تیسری علامت : الف ممدودہ یعنی وہ الف زائدہ جس کے بعد ہمزہ زائدہ ہو جیسے حمراء۔

قولہ : والمقَدرةُ انما هو التاءُ فقط كارضٍ ودارٍ بدليل اُرَيضَةٍ ودُوَيرَةٍ

ترجمہ : اور مقدرہ سوائے اس کے نہیں ہوتا فقط جیسے ارض اور دار ساتھ دلیل اریضة ودویرة کے۔

تشریح : ضابطہ کا بیان مؤنث کی تعریف سے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ علامت تانیث کی مقدر ہوتی ہے اور پھر آگے بتایا کہ

علامت تانیث کی تین ہیں تو اس سے یہ وہم پڑسکتا تھا کہ شاید تینوں علامات تانیث مقدر ہوتی ہوں تو اس کے لئے مصنفؒ نے ضابطہ بتادیا کہ علامت تانیث کی جو مقدر ہوتی ہے وہ صرف تاء ہوسکتی ہے جیسے ارض دار کے اندر تا مقدر ہے جس پر دلیل تصغیر ہے کہ ارض کی تصغیر اریضۃ اور دار کی تصغیر دویرۃ اور قاعدہ آپ نے پڑھ لیا ہے کہ تصغیر اور تکسیر شیء کو اپنی اصلیت کی طرف لوٹاتی ہیں لہٰذا جب تصغیر کے اندر تاء موجود ہے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ارض اور دار کے اندر تاء مقدر ہے۔

قولہ : ثم المؤنثُ علیٰ قسمَیْنِ حقیقیٌّ وھو ما بِازائہٖ مذکرٌ من الحیوانِ کامراۃٍ وناقۃٍ ولفظیٌّ وھو ما بخلافہٖ کظلمۃٍ وعینٍ

ترجمہ : پھر مؤنث دو قسم پر ہے حقیقی اور وہ وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأۃ، ناقۃ اور لفظی اور وہ وہ ہے کہ جو اس کے خلاف ہو جیسے ظلمۃ اور عین۔

مؤنث کی دو قسمیں ہیں: ① حقیقی ② لفظی

مؤنث حقیقی وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر موجود ہو جیسے امرائۃ کے مقابلہ میں رجل اور ناقۃ کے مقابلہ میں جمل موجود ہے اور مؤنث لفظی وہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں جنس حیوان سے مذکر نہ ہو جیسے ظلمت اور عین۔

قولہ : وقد عرفتَ احکامَ الفعل اذا اُسندَ الی المؤنث فلا نعیدھا

ترجمہ : اور آپ پہچان چکے ہیں احکام فعل کے جب مسند ہو مؤنث کی طرف پس نہیں لوٹاتے ہم ان کو۔

تشریح : مصنفؒ طالب علم کو ان قواعد کے یاد کرنے کی طرف ترغیب دے رہا ہے جو فاعل کی بحث میں گزر چکے ہیں کہ فعل کے ساتھ علامت تانیث کی کب لانا جائز ہے اور کب نا جائز ہے اور فرمایا کہ ارے طالب علم فعل کی جب نسبت کی جائے مونث کی طرف اس کا کیا حکم ہوگا یہ تو نے پڑھ لیا ہے فلا نعیدھا ہم دوبارہ اس کو ذکر نہیں کرتے لیکن تجھے چاہیئے کہ انہیں پھر یاد کرو۔

بحث تثنیہ

فصل : المثنّٰی اسمُ الحقِ باٰخِرہٖ الفٌ او یاءٌ مفتوحٌ ما قبلھا ونونٌ مکسورۃٌ لیدل علیٰ انّ معہ اٰخر مثلہ نحو رجلان ورجلین ھذا فی الصّحیح

ترجمہ : تثنیہ وہ اسم ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ تا کہ یہ لاحق کرنا دلالت کرے اس بات پر کہ تحقیق اس کے ساتھ اس کی مثل اور بھی ہے جیسے رجلان اور رجلین اور یہ صورت صحیح ہے۔

تشریح : اسم کی ایک اور تقسیم کا بیان اسم کی با اعتبار تعداد کے تین قسمیں ہیں ① مفرد ② تثنیہ ③ جمع اس فصل میں تثنیہ کا بیان ہے اور اگلی فصل میں جمع کا بیان ہے۔

سوال : مفرد بھی تو اس کی قسم تھا اصل تھا اس کو کیوں ذکر نہیں کیا ہے؟

جواب : مصنفؒ نے اختصار کے لئے ایسا کیا کہ تثنیہ وجمع کو بیان کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تثنیہ جمع کے علاوہ مفرد ہے اس لئے مصنف نے مفرد کو بیان نہیں کیا۔

تثنیہ کی تعریف : تثنیہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف اور نون مکسورہ حالت رفعی میں اور یا ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ حالت نصبی جری میں لاحق کیا گیا ہو اور یہ الحاق اس بات پر دلالت کرے کہ مفرد جیسا اس کے ساتھ اس کی جنس سے ایک اور بھی ہے جیسے رجلان ، رجلین یہ بتاتے ہیں کہ رجل کے ساتھ ایک اور رجل بھی ہے۔

ھذا فی الصحیح مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحیح سے تثنیہ بناتے وقت اور تغیر نہیں کرنا پڑے گا بلکہ صرف الف اور یاء ماقبل مفتوح نون مکسورہ کو لایا جائے گا لیکن یاد رکھیں یہاں صحیح کی قید لگانا درست نہیں ہے کیونکہ صحیح کا جو حکم ہے جاری مجری صحیح کا بھی وہی حکم ہے۔

قولـــه : اَمَّا المقصورُ فان کانت الفُه منقلبةً عن واوٍ وکانَ ثلاثیًا رُدَّ الیٰ اصلہٖ کعصوَانِ فی عصا وَاِنْ کانَت عن یاءٍ اوواوٍ وھواکثرُ من الثلاثی او لیست منقلبةً عن شیئٍ تُقْلَب یاءً کرَحَیَان فی رحیٰ وَمُلْھَیَان فی مُلْھی وحباریان فی حُبارٰی وحُبْلیان فی حبلیٰ

ترجمہ : لیکن اسم مقصور پس اگر اس کا الف واؤ سے تبدیل شدہ ہے اور وہ ثلاثی ہے تو لوٹایا جائے گا اس کے اصل کی طرف جیسے عصوان عصا میں اور اگر یاء سے تبدیل شدہ ہے یا واؤ سے ہے اور وہ ثلاثی سے اکثر ہے یا کسی شیٔ سے تبدیل شدہ نہیں ہے تو تبدیل کیا جائے گا یاء کے ساتھ جیسے رحیان رحیٰ میں......الخ

تشریح : اگر اسم مقصور سے تثنیہ بنانا ہے تو اس کے آخر میں چونکہ الف ہوتا ہے اس لئے الف تثنیہ کے لانے سے اجتماع ساکنین لازم آئے گا اسی وجہ سے اسمیں تغیر کرنا پڑے گا کہ اسم مقصور کی چار صورتیں بنتی ہیں

پہلی صورت : الف مقصورہ واو سے تبدیل ہو اور ہو بھی ثلاثی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس الف مقصورہ کو اپنی اصل واو سے تبدیل کرو جیسے عصا سے عصوان ۔

دوسری صورت : وہ الف مکسورہ یا سے تبدیل ہو۔

تیسری صورت : الف مقصورہ واو سے تبدیل ہو لیکن وہ کلمہ ثلاثی سے زائد ہو۔

چوتھی صورت : وہ اسم مقصورہ کا الف کسی سے تبدیل نہ ہو تو ان تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے وقت الف مقصورہ کو یاء سے تبدیل کیا جائے گا جیسے رحی سے رحیان ، ملھی سے ملھیا ن ، حباری سے حبار یان ، حبلی سے حبلیا ن ۔

قولہ : واما الممدودُ فان کانت ھمزتہٗ اصلیّۃً تُثبتُ کقرّاان فی قُرّاءٍ وان کانَتْ للتانیث تُقلب واوًا کحمراوان فی حمراءَ وان کانَتْ بدلًا من اصلٍ واوًا او یاءً جاز فیہ الوجھان ککساوان وکساأن۔

ترجمہ : اورلیکن اسم ممدود پس اگر اس کا ہمزہ اصلیہ ہے تو ثابت رکھا جائے گا جیسے قرّاان قرّاء میں اور اگر تانیثی ہے تو بدلا جائے گا واؤ کے ساتھ جیسے حمراوان حمراء میں اور اگر اصل سے تبدیل شدہ ہے یعنی واؤ سے یا یاء سے تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے کساوان ، کسااان ۔

تشریح : اسم ممدود سے تثنیہ بنانا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اس کا ہمزہ اصلی ہے یا تانیثی ہے یا واو، یا سے تبدیل ہے تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : ہمزہ اگر اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت اس کو ثابت رکھیں گے جیسے قراء سے قرءان ۔

دوسری صورت : الف ممدودہ تانیثی ہو تو اس کو تثنیہ بناتے وقت واو سے تبدیل کیا جائے گا جیسے حمرآء سے حمروان ۔

تیسری صورت : اگر الف ممدودہ کا ہمزہ واو اصلیہ یا یاء اصلیہ سے تبدیل ہوا ہو تو اسمیں دو وجہ جائز ہیں ① ہمزہ کو ثابت رکھا جائے اس لئے کہ یہ ہمزہ اگرچہ اصلی نہیں لیکن چونکہ واو اور یاء اصلیہ سے بدلا ہوا ہے تو یوں ہی سمجھو کے یہ اصلی ہے تو اصل کا حکم دے کر ثابت رکھا جائے گا ② اس کو حمراء کے ہمزہ سے مشابہت کی وجہ سے واو سے بدل کر پڑھا جائے۔

وجہ مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حمراء کا ہمزہ اصلی نہیں اس طرح اس کو بھی ذات ہمزہ اصلی نہیں بلکہ بدلا ہوا ہے تو اس میں دو وجہ پڑھنا جائز ہے جیسے کساء کو کساءان اور کساوان پڑھنا دونوں جائز ہیں۔

قولہ : یجب حذفُ نونہٖ عندالاضافۃ تقولُ جاء نی غلامازیدٍ ومسلما مصرٍ

ترجمہ : اور واجب ہے تثنیہ کے نون کو حذف کرنا بوقت اضافت کہے گا تو جاء نی غلاما زید اور مسلما مصر ۔

تشریح : **ضابطہ** : اگر تثنیہ کی اضافت ہو جائے تو اس میں یہ بھی تغیر کیا جائے گا کہ نون تثنیہ کو حذف کیا گیا جیسے غلاما زید ، مسلما مصر اصل میں تھا غلامان زید ، مسلمان مصر جب اضافت ہوئی تو نون گر گیا اس لئے کہ یہ اضافت کے منافی ہے کیونکہ اضافت اتصال کو چاہتی ہے اور نون تثنیہ انفصال کو۔

قولہ : وکذٰلک تُحذف تاءُ التانیثِ فی تثنیۃِ الخُصیۃ والالیۃِ خاصۃً تقول خُصیان والیان لانّھما متلازمان فکانّھما شیٌ واحدٌ

ترجمہ : اور اسی طرح حذف کی جائے گی تاء تانیث لفظ خصیہ اور الیہ میں خاص کر کہے گا تو خیصان اور الیان کیونکہ وہ دونوں

لازم ملزوم ہیں گویا کہ ایک یہ چیز ہیں۔

تشریح : ضابطہ : جس کا تعلق بھی تغیر سے ہے کہ تثنیہ کے نون کی طرح خصیۃ اور الیہ کی تاء تانیث تثنیہ میں حذف کردی جاتی ہے اور یہ حذف کرنا قاعدہ اور قانون کے خلاف ہے قانون کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تاء کو باقی رکھا جائے تاکہ مذکر اور مؤنث کے تثنیہ میں التباس لازم نہ آئے لیکن خلاف قانون تاء کو حذف کر دیا جاتا ہے اتفاقاً

لانھما متلازمان فکانھما شیء واحد یہاں تاء کو اس لئے حذف کر دیا جاتا ہے کہ اگرچہ الیان اور خصیان میں دو چیزیں ہیں لیکن خصیوں میں سے ہر ایک دوسرے کو لازم ہے جدا نہیں ہو سکتے اسی طرح دو چیزوں میں سے ہر ایک دوسری کو لازم ہے جو جدا نہیں ہو سکتی گویا کہ دونوں الیان اور خصیان بمنزلہ شے واحد کے ہیں شدت اتصال کی وجہ سے جدا نہیں ہو سکتے تو اسی وجہ سے ان کا تثنیہ بمنزلہ کلمہ مفرد کے ہوگا لہٰذا تاء تانیث کو حذف کر دیا گیا کہ اگر تاء تانیث کو ثابت رکھا جائے تو مفرد کے وسط میں تاء تانیث کا ہونا لازم آئے گا حالانکہ وہ کلمہ مفردہ کے آخر میں ہوتی ہے نہ کہ وسط میں۔

خلاصہ : تاء تانیث کا حذف ہونا تثنیہ میں صرف خصیہ اور الیہ کے ساتھ مختص ہے اس کے علاوہ دوسرے کلمات میں تاء حذف ہرگز نہیں کی جائے گی۔

قولہ : ثم انہ اذا اُرید اضافۃُ مُثنّی الی المثنّٰی یُعَبَّرُ عن الاول بلفظ الجمع کقولہ تعالیٰ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُکُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا وذٰلِکَ لکراھۃِ اجتماعِ تثنیتین فیما تاکّد الاتّصالُ بینھما لفظًا ومعنًی

ترجمہ : اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب کسی تثنیہ کی تثنیہ کی طرف اضافت کی جائے تو اول تثنیہ کو تعبیر کیا جائے گا لفظ جمع کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُکُمَا ...... الخ اور یہ واسطے ناپسند ہونے اکٹھے ہونے دو تثنیوں کے ان چیزوں میں جن میں اتصال مؤکد ہے باعتبار لفظ و معنی کے۔

تشریح : ضابطہ : کہ جب کسی تثنیہ کی تثنیہ کی ضمیر کی طرف اضافت کردی جائے خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث اسی طرح خواہ وہ مرفوع ہو یا منصوب یا مجرور تو پہلے تثنیہ مضاف کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا یا مفرد سے تعبیر کیا جائے گا لیکن تثنیہ لانا درست نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فقد صغت قلوبکما جس کا اصل تھا قلبا کما کہ تحقیق تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں اور اس طرح دوسرے مقام پر ہے فاقطعو ایدیھما یہاں بھی تثنیہ کی اضافت ہے تثنیہ کی طرف پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کر دیا ایدیھما حالانکہ اصل میں یدیھما تھا

وذالک لکراھیۃ اجتماع التثنتین علت کا بیان ہے کہ پہلے تثنیہ اور مضاف کو جمع یا مفرد کیوں لایا جائے گا اس لئے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان باعتبار لفظ اور باعتبار معنی اتصال موکد ہوتا ہے اور ایسی دو چیزیں کہ جن کے درمیان لفظ اور معنی کے

اعتبار سے اتصال موکد ہوا ایسے دو تثنیہ جو مماثلتین ہوں جمع ہونا مکروہ ہے لہٰذا پہلے مضاف کو جمع سے تعبیر کریں گے یا مفرد کا صیغہ لائیں گے تو خلاصہ یہ نکلا کہ پہلے مضاف کو جمع کا صیغہ لانا اولی ہے تو پھر جمع سے مفرد کا صیغہ لانا اولی ہے۔

فصل : الجموعُ اسمٌ دلَّ علیٰ احادٍ مقصودةٍ بِحُرُوْفِ مفردةٍ بتغیُّرٍ ما اِمّا لفظیٌّ کرِجالٍ فی رجُلٍ او تقدیریٌّ کفُلْكٍ علیٰ وزن اُسْدٍ فِانَّ مفردَہٗ ایضًا فُلْكٌ لٰکنه علی وزنِ قُفْلٍ فقَوْمٌ وَرَهْطٌ ونحوہٗ وان دلَّ علیٰ احادٍ لکنہٗ لیس بجمعٍ اذ لامفردَ لہٗ

ترجمہ : مجموع وہ اسم ہے جو دلالت کرے افراد مقصودہ پر اس کے مفرد کے حروف میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ تبدیلی یا لفظی ہوگی جیسے رجال رجل میں یا تقدیری جیسے فلك بروزن اُسد پس تحقیق اس کا مفرد بھی فُلك ہے لیکن وہ بروزن قفل ہے پس قوم اور رهط اور اس کی مثل اگر چہ دلالت کرتے ہیں افراد مقصودہ پر لیکن وہ نہیں ہیں جمع اس لئے کہ ان کا کوئی مفرد نہیں۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں جمع کو بیان کر رہے ہیں تین باتوں کا بیان ہے ① جمع کی تعریف ② جمع کی تقسیم باعتبار لفظ کے ③ جمع کی تقسیم ثانی باعتبار معنی کے۔

مجموع کی تعریف : مجموع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ سے مقصود ہوتے ہیں معمولی سے تغیر کے ساتھ خواہ وہ تغیر لفظی ہو جیسے رحل کی جمع رحال یا تغیر تقدیری ہو جیسے فلك اسد کے وزن پر ہے اب فلك واحد بھی ہے اور یہی فلك جمع بھی ہے لیکن جو فلك واحد ہے وہ قفل کے وزن پر ہے اور جو فلك جمع ہے وہ اسد کے وزن پر ہے تو یہ تغیر تقدیری ہے لہٰذا قوم اور رھط اور اس جیسے دوسرے اسماء بے شک افراد پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع نہیں اس لئے ان کا مفرد ہی نہیں۔

قولہ : ثم الجمعُ علی قسمین مصحّح وهو مالم یتغیر بناءُ واحدہٖ ومُکَسَّرٌ وهو مایتغیر فیه بنا واحده

ترجمہ : پھر جمع دو قسم پر ہے مصحح اور وہ وہ ہے کہ نہ تبدیل ہو اس کے واحد کی بنا اور مکسر اور وہ وہ ہے کہ تبدیل ہو اس کے واحد کی بنا

تشریح : جمع کی باعتبار لفظ دو قسمیں ہیں ① مصحح ② مکسر

جمع مصحح اور جمع سالم : وہ ہے جس کی جمع میں اس کے واحد کا وزن تبدیل نہ ہو جیسے مسلم سے مسلمون۔

جمع مکسر : وہ ہے جس کے واحد کا وزن جمع میں تبدیل ہو چکا ہو جیسے رجل سے رجال۔

قولہ : والمصحّح علیٰ قسمین مذکرٌ وهو ماالُحقَ باٰخرِہٖ واوٌ مضمومٌ ماقبلها ونونٌ مفتوحةٌ کمُسلمونَ او یاءٌ مکسورٌ ماقبلها ونونٌ کذٰلك لیدُلَّ علی اَنَّ معهٗ اکثر منهٗ نحو مُسلمِینَ وهٰذا فی الصحیح

ترجمہ : اور جمع مصحح دو قسم پر ہے مذکر اور وہ وہ ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ جیسے مسلمون یا یاء ماقبل مکسور اور نون اسی طرح مفتوحہ تا کہ دلالت کرے یہ لاحق کرنا اس بات پر کہ تحقیق اس کے ساتھ اس سے زائد ہیں جیسے مسلمین اور یہ بات اسم صحیح میں ہے۔

تشریح : جمع سالم اور صحیح کی دو قسمیں ہیں ① جمع مذکر ② جمع مؤنث

جمع مذکر سالم : وہ جمع ہے کہ اس کے آخر میں حالت رفعی میں واو ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ لاحق کیا جائے جیسے مسلم سے مسلمون اور حالت نصبی و جری میں یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ لاحق کیا جائے حالت نصبی جری میں اور یہ لحوق اس بات پر دلالت کرے کہ اس کے واحد کے ساتھ اس کے واحد کی جنس سے اکثر ہے۔

وھذا فی الصحیح یعنی صحیح سے جمع سالم بنانے کا طریقہ ہے۔

اسم منقوص سے جمع مذکر سالم بنانی ہے تو اسمیں یاء کو بھی حذف کیا جائے گا جیسے قاضون ، داعون ان کی تعلیل یہ ہے قاضون اصل میں تھا قاضیون ، داعون اصل میں تھا داعوون ، قاضیون ۔یقول یبیع والے قانون سے یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی پھر یوسر والا قانون سے یاء کو واو سے بدل دیا قاضوون ۔ پہلا مدہ تھا التقائے ساکنین کی وجہ سے اس کو حذف کیا قاضیون اور داعوون کو دعی والے قانون سے واو کو یاء سے بدل دیا داعیون پھر یقول یبیع والے قانون سے یاء کی حرکت ما قبل کو دی داعیون پھر یوسر والے قانون سے یاء کو واو سے بدل دیا تو داعوون تو التقاء ساکنین ہوا پہلا مدہ تھا اس کو حذف کیا داعون ہو گیا۔

قولہ: اما المنقوصُ فتُحذَفُ یاؤُہ مثل قاضُونَ وداعُون و المقصور یُحذف الفہٗ ویُبقیٰ ماقبلھا مفتوحًا لیدُلَّ علیٰ الفٍ محذوفۃ مثل مصْطفَونَ

ترجمہ : اور لیکن اسم منقوص پس حذف کیا جائے گا اس کی یاء کو جیسے قاضون اور داعون اور اسم مقصور حذف کیا جائے گا اس کے الف کو اور باقی رکھا جائے گا اس کے ماقبل کو مفتوح تا کہ دلالت کرے الف محذوفہ پر جیسے مصطفون ۔

تشریح : اسم مقصور : سے جمع مذکر سالم بنانی ہو تو اس کے الف کو حذف کیا جائے گا اور ماقبل مفتوح ہی رہے گا تا کہ وہ الف کے محذوف ہونے پر دلالت کرتا رہے جیسے مصطفون اصل میں مصطفیون تھا یاء متحرک ماقبل مفتوح تھا قال باع والے قانون سے یاء الف سے بدلی مصطفاون پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا مصطفون ہو گیا حالت رفعی میں۔

قولہ : ویُختص باُولی العِلْم واما قولھم سِنُوْنَ وارضون وثُبُونَ وثبون وقُلُونَ فشاذٌ

ترجمہ : اور مختص کیا گیا ہے (واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ) ساتھ اولوا العلم یعنی ذوی العقول کے

اور لیکن ان کا قول سِنُوْنَ اور ارضون اور ثبُونَ اور ثبون اور قُلُونَ شاذ ہیں۔

تشریح : ضابطہ : واؤنون کے ساتھ جمع لانا تو ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس اسم کی جمع سالم بنانی ہو تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا ① یا وہ اسم ذات ہوگا یعنی صرف ذات پر دلالت کرے گا جیسے زید یا وہ صفت یعنی وہ ذات کے ساتھ ساتھ کسی صفت پر بھی دلالت کرے جیسے کاتب ،قائم وغیرہ اگر وہ اسم ذات ہے تو اس کی جمع سالم بنانے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط: کہ وہ مذکر ہوتاء تانیث نہ اسمیں لفظوں میں موجود ہو اور نہ مقدر ہو لہٰذا طلحة خارج ہو جائے گا۔

دوسری شرط: وہ علم ہو لہٰذا رجل اس سے خارج ہو جائے گا چونکہ یہ مذکر عاقل تو ہے لیکن علم نہیں۔

تیسری شرط : کہ اس اسم کا مسمی جو ہے وہ ذوی العقول میں سے ہو لہٰذا اعوج جو گھوڑے کا علم ہے وہ اس سے خارج ہو جائیگا۔

سوال : جمع سالم کے لئے تین شرطیں کیوں لگائیں؟

جواب : یہ جمع سالم تمام جمعوں سے اشرف ہے اور مذکر عاقل ذوی العقول یہ اسم بھی تمام اسموں سے اشرف ہے لہٰذا ہم نے اشرف کے لئے اشرف کو خاص کر دیا جیسے مسلم کی جمع مسلمون آتی ہے زید کی جمع زیدون اور اگر وہ اسم صفت ہے جیسے اسم فاعل اسم مفعول وغیرہ تو اس کی جمع سالم بنانے کیلئے پانچ شرطیں ہیں۔

پہلی شرط : مذکر عاقل ہو۔

دوسری شرط: وہ اسم صفت تانیث کے ساتھ نہ ہو تو اس کی احترازی مثال عــلامة اور باقی تینوں شرطوں کو مصنف خود بیان کر رہے ہیں۔

قولــه : يجب ان لايكونَ افعلَ مؤنثهٗ فعلاء كاحمرَ وحمراءَ ولافعلانَ مؤنثهٗ فَعلىٰ كسكرانَ وسكرىٰ ولافَعِيلا بمعنىٰ مفعولٍ كجريح بمعنىٰ مجروحٍ ولا فعُولًا بمعنىٰ فاعلٍ كصَبُورٍ بمعنى صابر

ترجمہ : اور واجب ہے یہ کہ نہ ہو وہ اسم ایسا افعل جس کی مؤنث فعلاء ہے جیسے احمر ، حمراء اور نہ ایسا فعلان جس کی مؤنث فعلی ہے جیسے سکران ، سکری اور نہ ایسا فعیل جو بمعنی مفعول ہو جیسے جریح بمعنی مجروح اور نہ ایسا فعول جو بمعنی فاعل ہو جیسے صبور بمعنی صابر۔

تشریح : تیسری شرط: کہ وہ اسم صفت ایسے افعل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہو۔

احترازی مثال : احمر جس کی مؤنث حمراء آتی ہے۔

چوتھی شرط : وہ صفت ایسے فعلان کے وزن پر نہ ہو کہ جس کی مؤنث فعلیٰ کے وزن پر آتی ہو جیسے سکران جس کی مؤنث

سکریٰ آتی ہے۔

پانچویں شرط : وہ اسم صفت ایسے فعیل کے وزن پر نہ ہو جو مفعول کے وزن پر آتی ہو جیسے جریح بمعنی مجروح ۔

سوال : اسم صفت سے جمع سالم بنانے کی لئے ان شرائط خمسہ کی علت کیا ہے؟

جواب : شرط اول مذکر عاقل کی آپ نے علت پڑھ لی ہے۔ دوسری شرط کہ تاء تانیث کی نہ ہو اس لئے لگائی ہے کہ اگر تاء تانیث کو رکھتے ہوئے جمع بنائی جائے تو تاء تانیث اور جمع کا جمع ہونا لازم آئے گا تو اگر تاء کو حذف کیا جائے تو التباس لازم آئے گا اس جمع کے ساتھ جس کا واحد تاء تانیث سے خالی ہو اور بقایا شرائط میں سے تیسری شرط اس لئے لگا ئی کہ تا کہ افعل تفضیل اور اس میں فرق باقی رہ جائے اسم تفضیل کی جمع واو نون کے ساتھ آتی ہے۔ چوتھی شرط اس لئے لگائی تا کہ اس میں اور فعلا ن فعلا نة میں کہ جس کی جمع واونون کے ساتھ آتی ہے فرق باقی رہے جیسے ندمان کی مؤنث ند ما نة آتی ہے جس کی جمع ندمانون جائز ہے اور پانچویں شرط کہ فعیل کے وزن پر نہ ہو جو بمعنی مفعول کے ہو اس لئے لگائی کہ یہ دونوں صیغے مذکر اور مؤنث کے درمیان مساوی ہوتے ہیں۔

قولہ : يجبُ حذفُ نونِهِ بالاضافةِ نحو مسلمو مصرٍ

ترجمہ : اور واجب ہے حذف کرنا اس کے نون کو اضافت کے ساتھ جیسے مسلمو مصر۔

تشریح : پہلے ہی ضابطہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نون جمع اضافت کے وقت حذف ہو جاتا ہے۔

قولہ : ومؤنثٌ وهو ما اُلحقَ بآخِرِهٖ الفٌ وتاءٌ نحو مسلمات ۔

ترجمہ: اور مؤنث اور وہ وہ ہے کہ لاحق کیا گیا ہو اس کے آخر میں الف اور تاء جیسے مسلمات ۔

تشریح : جمع سالم کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم ہے جمع مؤنث سالم وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے مسلمة سے مسلمات هند سے هندات۔

قولہ : وشرطهٗ ان كان صفةً ولهٗ مذكر اَنْ يكون مذكرهٗ قد جُمِعَ بالواو والنون نحو مُسلمون وان لم يكن لهٗ مذكرٌ فشرطهٗ ان لايكونَ مؤنثًا مجردًا عن التاء كالحائض والحاملِ

ترجمہ : اور شرط اس کی اگر وہ صفت ہو اور اس کے لئے مذکر ہو تو یہ ہے کہ اس کا مذکر ایسا ہو کہ اس کی جمع لائی گئی ہو واؤ نون کے ساتھ جیسے مسلمون اور اگر نہ ہو اس کے لئے مذکر پس شرط اس کی یہ ہے کہ نہ ہو وہ ایسی مؤنث جو تاء سے خالی ہو جیسے حائض، حامل۔

تشریح : جمع مؤنث سالم بنانے کی شرط اور تفصیل یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت کا ہوگا یا نہیں۔

پہلی صورت : اگر صیغہ صفت کا ہو تو پھر دو صورتیں ہیں ① اس کے لئے مذکر ہو گا یا نہیں اگر اس صیغہ صفت مؤنث کے لئے مذکر ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی جمع واؤ نون کے ساتھ لائی گئی ہو جیسے مسلم کی جمع واو نون کے ساتھ مسلمون تو اس کی مؤنث مسلمة کی مسلمات آئے گی۔

سوال : تم نے یہ شرط کیوں لگائی ہے اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : مذکر اصل ہوتا ہے اور مؤنث اس کی فرع جب مؤنث کی جمع الف تاء کے ساتھ آئے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واو نون کے ساتھ آئے گی ورنہ تو فرع کی اصل پر زیادتی لازم آتی ہے جو کہ باطل ہے اصل کی جمع تو تکسیر ہے اور فرع کی جمع سالم ہے۔

دوسری صورت : کہ اس صیغہ صفت کے لئے مذکر نہ ہو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی مؤنث تا سے خالی نہ ہو لہٰذا اس سے حائض اور حامل نکل جائیں گے کیونکہ ان کی جمع حائضات اور حاملات نہیں آئے گی بلکہ حوائض اور حوامل آئے گی۔

سوال : یہ مجرد عن التاء کی شرط تم نے دوسری صورت کے لئے کیوں لگائی؟

جواب : کہ حائضة حاملة جو تاء کے ساتھ ہے اس کی جمع حائضات آتی ہے اب اگر حائض اور حامل کی جمع بھی حائضات ، حاملات آئے تو التباس لازم آئے گا اس لئے یہ شرط لگا دی ہے۔

وان كان اسمًا غيرَ صفةٍ جُمِع بِالالفِ والتاءِ بلاشرطٍ كهندات

ترجمہ: اور اگر ہو وہ مؤنث مفرد اسم غیر صفت تو جمع لائی جائے گی الف اور تاء کے ساتھ بغیر کسی شرط کے جیسے هندات۔

تشریح : **تیسری صورت** : کہ وہ مؤنث صفتی نہ ہو تو اس کی جمع الف تاء کے ساتھ بغیر شرط کے آئے گی جیسے هند سے هندات اور زينب سے زينبات اور طلحة سے طلحات۔

قولہ : المكسّرُ صيغتهُ فى الثلاثى كثيرةٌ تُعرفُ بالسماع كرِجالٍ وأفراسٍ وفُلوسٍ وفى غير الثلاثى على وزن فعالِلُ وفَعالِيل قياسًا كماعرفت فى التصريفِ

ترجمہ : اور جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جن کو پہچانا جا سکتا ہے سماع کے ساتھ جیسے رجال ، افرس ، فلوس اور غیر ثلاثی میں فعالل اور فعاليل کے وزن پر ہیں قیاسا جیسا کہ آپ پہچان چکے ہیں علم صرف میں۔

تشریح : جمع کی باعتبار لفظ کے دو قسمیں تھیں جمع سالم اور پھر اسکی دو قسمیں تھیں جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم اب یہاں دوسری قسم جمع مکسر کو بیان کرنا چاہتے ہیں

جمع مکسر کے اوزان ثلاثی میں تو بہت ہیں جن کا تعلق سماع سے ہے جیسے رحل کی جمع رحال آتی ہے اور فرس کی جمع افراس اور فلس کی جمع فلوس آتی ہے البتہ غیر ثلاثی میں خواہ رباعی مجرد ہو یا مزید ان کی جمع مکسر فعالل کے وزن پر جیسے درھم کی جمع دراھم یا فعالیل کے وزن پر آتی ہے جیسے دینار کی جمع دنانیر آتی ہے جیسا کہ تم نے علم الصرف میں پڑھ لیا ہے۔

قولہ: ثم الجمع ایضًا علیٰ قسمین جمع قلّةٍ وھو ما یُطلقُ علی العَشرة فما دُونھا وابنیتُہٗ افعُل وافعال وافعِلَة و فِعْلَة وجمعا الصحیح بدون اللام کزیدُ ون ومسلمات وجمعُ کثرةٍ وھُو مایُطلقُ علیٰ ما فوقَ العشرةِ وابنیتہٗ ما عدا ھٰذہ الابنیة

ترجمہ : پھر جمع دو قسم پر ہے جمع قلت اور وہ وہ ہے کہ جس کا اطلاق کیا جائے دس پر اُس پر جو دس کے نیچے ہے اور بنائیں اس کی افعل اور افعال اور افعلة اور فعلة اور صحیح کی دو جمعیں ہیں بغیر الف لام کے جیسے زیدون اور مسلمات اور جمع کثرت اور وہ وہ ہے جس کا اطلاق کیا جائے دس سے زائد پر اور بنائیں اس کی وہ ہیں جو ان کے ماسوا ہیں۔

تشریح : یہاں سے جمع کی دوسری تقسیم جو باعتبار معنی کی تھی اس کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جمع باعتبار معنی کے دو قسم پر ہے ① جمع قلت ② جمع کثرت

جمع قلت کی تعریف : وہ ہے جس کا اطلاق تین سے لے کر دس تک کیا جائے اور اس کے اوزان چھ ہیں ① افعل جیسے افلس جمع ہے فلس کی ② افعال جیسے اقوال جمع ہے قول کی ③ افعلة جیسے ارغفة جمع ہے رغیف کی ④ جیسے فعلة جیسے غلمة جمع ہے غلام کی ⑤ جمع مذکر سالم ⑥ جمع مؤنث سالم جب کہ الف لام سے خالی ہوں اور جمع کثرة کے اوزان ان چھ کے ماسوا ہیں تو جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم جب الف لام کے ساتھ ہوں تو وہ بھی جمع کثرت میں داخل ہے۔

جمع کثرت کی تعریف: وہ جس کا اطلاق دس سے اوپر مالانہایت تک ہو اور اس کے اوزان جمع قلت کے چھ اوزان کے علاوہ ہیں۔ البتہ یاد رکھیں کبھی جمع قلت جمع کثرت کی جگہ اور جمع کثرت جمع قلت کی جگہ استعمال ہوتی ہے جیسے ثلاثة قروء قروء جمع کثرت قرء کی ہے جو کہ جمع قلت کی جگہ استعمال ہو رہی ہے حالانکہ اس کی جمع قلت اقراء آنی چاہئے تھی۔

بحث مصدر

فصل : المصدر اسمٌ یدلُّ علی الحدث فقط ویَشتَقُّ منہ الافعال کالضرب والنصر مثلاً

ترجمہ : مصدر وہ اسم ہے جو صرف حدث پر دلالت کرے اور مشتق ہوتے ہوں اس سے افعال جیسے ضَرْب (مارنا) نصر (مدد کرنا) مثلاً

تشریح : مصنفؒ خاتمہ کی چھٹی فصل میں مصدر کی بحث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں چار باتوں کا بیان ہے ① مصدر کی تعریف ② مصدر کے اوزان ③ مصدر کا عمل ④ دوضابطوں کا بیان۔

مصدر کی تعریف : مصدر وہ اسم ہے جو دلالت کرے فقط حدث پر، حدث کا معنی ہوتا ہے قائم بالغیر ہونا تو تعریف یہ ہوگی کہ مصدر وہ اسم ہے جو دلالت کرے حدث پر یعنی ایسے معنی پر جو قائم بالغیر ہو اور اس سے افعال مشتق ہوں جس طرح افعال مشتق ہوتے ہیں اسی طرح مصدر سے فعل کے متعلقات مشتق ہوں گے کیوں کہ جب افعال کے لئے مصدر اصل ہوا تو ان کے فعل کے متعلقات کے لئے بھی مصدر اصل ہوا جیسے ضرب اور نصر سے ضرب یضرب ، ضا رب اور اسی نصر ینصر اور ناصر مشتق ہوئے۔

قولــه : ابنيتُهٗ من الثلاثى المجرد غير مظبوطةٍ تُعرفُ بالسماع ومن غيرهٖ وقياسيةٌ كالافعالِ والانفال والاستفعال والفعلَلَةِ والتفعْلُلِ مثلاً

ترجمہ : اور اس کے اوزان ثلاثی مجرد سے منضبط نہیں ہیں پہچانے جاتے ہیں سماع کے ساتھ اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہیں جیسے افعال وغیرہ مثلاً۔

تشریح : اور مصدر کے اوزان ثلاثی مجرد کے تو بہت زیادہ ہیں جن کے لئے کوئی قاعدہ قانون نہیں جو محض سماع پر موقوف ہیں البتہ غیر ثلاثی مجرد کے اوزان قیاسی ہیں جیسے افعا ل استفعال انفعال افتعا ل وغیرہ۔

قولــه : فالمصدر ان لم يكن مفعولاً مطلقًا يَعملُ عملَ فعلِهٖ اعنى يرفعُ الفاعلَ ان كان لازمًا نحو اعجَبَنى قيامُ زيدٌ وينصبُ مفعولاً ايضًا ان كان متعدّيا نحو اعجبنى ضربٌ زيدٌ عمرًوا

ترجمہ : پس مصدر اگر نہ ہو مفعول مطلق تو عمل کرتا ہے اپنے فعل کا سا عمل مراد لیتا ہوں میں کہ فاعل کو رفع دیتا ہے اگر وہ مصدر لازمی ہو جیسے اعجبنى قيام زيد اور نصب دیتا ہے مفعول کو بھی اگر متعدی ہے جیسے اعجبنى ضرب زيد عمرًا ۔

تشریح : تیسری بات کا بیان کہ مصدر کا عمل کیا ہے۔ مصدر اپنے فعل والا عمل کرتا ہے یعنی اگر مصدر لازمی ہو تو فقط فاعل کو رفع دے گا جیسے اعجبنى قيا م زيد تو قیام مصدر لازمی ہے اس نے فقط فاعل زيد کو رفع دیا ہے اور اگر مصدر متعدی ہو تو فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا جیسے اعجبنى ضرب زيد عمرًا تو یہاں پر ضرب مصدر متعدی ہے اس نے زید کو فاعلیت کی بنا پر رفع دیا ہے اور عمر و کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیا ہے مصنف نے مصدر کے عمل کرنے کے لئے ایک شرط لگائی ہے ان لم يكن مفعو لاً مطلقًا کہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو کیوں کہ اگر مفعول مطلق ہو تو پھر یہ عمل نہیں کرے گا۔ کچھ اور شرائط بھی ہیں جو تنویر شرح نحو میر صفحہ ۸۵ پر دیکھئے۔

قولہ : ولایجوزُ تقدیمُ معمول المصدرعلیہ فلا یقال اعجبنی زیدٌ ضربُ عمرًواولا عمرًواضربُ زیدٌ

ترجمہ : اورنہیں جائز مصدر کے معمول کومصدر پرمقدم کرنا پس نہیں کہا جائے گا اعجبنی زیدٌ ضربُ عمرًوا......الخ

تشریح : اس عبارت میں ایک اور ضابطہ کا بیان ہے کہ مصدر چونکہ عامل ضعیف ہے اس لئے اس کا مفعول اس پر مقدم نہیں ہوسکتا لہٰذا اعجبنی ضرب زید عمرا میں زید کومقدم کیا جائے اعجبنی زید ضر ب عمرا پڑھا جائے تو جائز نہیں اس طرح مفعول کومقدم کیا جائے اعجبنی عمرا ضرب زید پڑھنا بھی جائز نہیں۔

قولہ : یجوزاضافتُہ الی الفاعل نحو کرِھتُ ضربَ زید عمرًوا والی المفعول بہ نحو کرھتُ ضربَ عمرٍوزید

ترجمہ : اور جائز ہے مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جیسے کرھت ضرب زید عمرًا یا مفعول بہ کی طرف جیسے کرھتُ ضربَ عمرٍوزید۔

تشریح : یہاں ایک اور ضابطہ کا بیان ہے کہ مصدر کی اضافت فاعل اور مفعول دونوں کی طرف جائز ہے جب اضافت فاعل کی طرف ہوتو لفظاً مجرور مرفوع معناً ہوگا اور اس کے بعد عمرو مفعول ہے جومنصوب ہے جیسے کرھت ضرب زید عمرا تو یہاں زید فاعل ہے مصدر کا اور معناً مرفوع فاعل ہے اور عمرا لفظاً منصوب مفعول بہ ہے۔اور جب مفعول کی طرف اضافت ہوتو مفعول مجرور لفظاً منصوب معنیً مفعول ہوگا اور اسکے بعد فاعل مرفوع ہوگا جیسے کرھت ضرب عمرا زید تو یہاں عمرا مفعول بہ مجرور لفظاً منصوب معناً مفعول ہے ضرب کا اور زید مرفوع لفظاً فاعل ہے۔

قولہ : واماان کان مفعولاً مطلقًا فالعمل للفعل الّذی قبلہٗ نحوضربتُ ضربًا عمرًوا فعمرٌ ومنصوبٌ بضربتُ

ترجمہ : اوراگر وہ مصدر مفعول مطلق ہے پس عمل اس فعل کے لئے ہوگا جواس سے پہلے ہے جیسے ضربت ضربا عمرا (میں نے مارا عمرو کو مارنا) پس عمرو منصوب ہے ضربت کے ساتھ۔

تشریح : اوراگر مصدر مفعول مطلق ہے تو پھر عمل نہیں کرے گا بلکہ عمل اس سے قبل والے فعل کا ہوگا جیسے ضربت ضربـاً عمرا اسمیں عمرا مفعول منصوب ہے یہ معمول ضرباً کے لئے نہیں بلکہ معمول ہے ضربت فعل کے لئے اس کے لئے مفعول بہ ہے۔

بحث اسم فاعل

فصل :اسم الفاعل اسمٌ مشتقٌ من فِعلٍ لیدلّ علیٰ مَنْ قام بِهِ الفعلُ بمعنی الحُدُوث

ترجمہ : اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بطریق حدوث

تشریح : اس خاتمے کی ساتویں فصل میں مصنفؒ تین چیزوں کو بیان کرنا چاہتے ہیں ① اسم فاعل کی تعریف ② اوزان ③ اسم فاعل کے عمل کی شرائط اور تفصیل۔

اسم فاعل کی تعریف : اسم فاعل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل سے یعنی مصدر سے تا کہ دلالت کرے ذات پر جس کے ساتھ فعل بطریق حدوث وتجدد قائم ہو۔یادرکھیں! من فعل علیٰ مذهب الکوفیین ہے۔بصرین کے نزدیک اسم فاعل مصدر ہی سے مشتق ہوتے ہیں بواسطہ فعل کے۔

قولہ : وصیغتُہٗ من الثلا ثی المجردِ علیٰ وزن فاعلٍ کضاربٍ وناصرٍ ومن غیرہٖ علیٰ صیغۃِ المضارع من ذٰلك الفعل بمیمٍ مضمومٍ مکان حرف المضارعة و کسرِ ما قبلَ الاٰخر کمُدخل ومُستَخرج

ترجمہ : اور ثلاثی مجرد سے اسم فعل کا صیغہ فاعل کے وزن پر آتا ہے بکثرت جیسے ضارب اور ناصر اوراس (غیر ثلاثی مجرد) کے سوا اسی فعل کے مضارع پر آتا ہے میم مضمومہ کو حرف مضارعت کی جگہ پر رکھنے اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دینے کے ساتھ جیسے مُدخِل اور مستَخرِج ۔

تشریح : یہاں دوسری بات کا بیان ہے کہ اسم فاعل کے اوزان ثلاثی مجرد سے اکثر فاعل کے وزن پر آتے ہیں جیسے ضارب، ناصر لیکن کبھی کبھی فعل اور مفعول کے وزن پر بھی آتے ہیں اس لئے ہم نے اکثر کی قید لگادی۔

فاعل کا وزن غیر ثلاثی مجرد سے یعنی ثلاثی مزید رباعی مجرد مزید سے وہ مضارع معلوم کے وزن پر آتا ہے۔لیکن تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ کہ میم مضمومہ کو حروف مضارع کی جگہ لایا جاتا ہے اور ماقبل آخر کو مکسور کیا جاتا ہے خواہ پہلے مکسور ہو یا نہ ہو۔جیسے یکرم سے مکرم ، یستخرج سے مستخرج ، ید حرج سے یتدحرج سے متدحرج ۔

قولہ : وھو یعملُ عملَ فعلِهِ الْمَعرُوفِ ان کان بمعنی الحالِ اوالاستقبال ومعتمدًا علی المبتدأ نحو زیدٌ قائمٌ ابوہُ اوذی الحالِ نحوجاء نی زیدٌ ضاربًا ابوہ عمروًا اوموصولٍ نحو مررتُ بالضارب ابوہ عمرًوا اوموصوفٍ نحو عندی رجلٌ ضاربٌ ابوہُ عمرًوا او ھمزۃِ الاستفھامِ نحوا قائمٌ زیدٌ او حرفِ النفی نحو ما قائمٌ زیدٌ

ترجمہ : اوروہ عمل کرتا ہے اپنے فعل معروف کا سا عمل اگر ہو بمعنی حال یا استقبال اور سہارا لینے والا ہو مبتداء پر جیسے زیدٌ قائمٌ ابوہُ یاذوالحال پر جیسے جاء نی زیدٌ ضاربًا ابوہُ یا موصول پر جیسے مررتُ بالضّاربِ ابوہُ عمرًا یا موصوف پر جیسے عِندِی رجلٌ ضاربٌ ابوہُ عمرًا یا ہمزہ استفہام پر جیسے اَقائمٌ زیدٌ یا حرف نفی پر جیسے ماقائمٌ زیدٌ ۔

تشریح : تیسری بات کا بیان کہ اسم فاعل اپنے فعل معلوم والا عمل کرتا ہے کہ اگر فعل لازمی ہے تو اسم فاعل فقط فاعل کو رفع دے گا اور اگر فعل متعدی ہے تو یہ اسم فاعل متعدی فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے گا اور اگر اسم فاعل نکرہ ہو تو اس کے عمل کرنے کے لئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط : کہ اسمیں زمانہ حال یا استقبال ہو۔

دوسری شرط : چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر معتمد ہو۔

① مبتدا پر جیسے زید قائم ابوہ اسمیں قائم اسم فاعل مبتدا پر اعتماد کرتے ہوئے ابوہ کو رفع دے رہا ہے۔

② ذوالحال پر معتمد ہو جیسے جاء نی زید ضاربًا ابوہ عمرا اسمیں ضاربا ذوالحال زید پر اعتماد کر کے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

③ اسم موصول پر معتمد ہو جیسے مررت بالضارب ابوہ عمرا اسمیں اسم فاعل ضارب اسم موصول الف لام بمعنی الذی پر اعتماد کرتے ہوئے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

④ موصوف پر معتمد ہو جیسے عندی رجلا ضاربا ابوہ عمرا اسمیں ضارب اپنے موصوف پر اعتماد کر کے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے رہا ہے۔

⑤ حرف استفہام پر معتمد ہو جیسے اقائم زید ۔

⑥ حرف نفی پر معتمد ہو جیسے ما قائم زید ۔

سوال : اسم فاعل نکرہ کے عمل کرنے کے لئے یہ دو شرطیں کیوں لگائیں؟

جواب : پہلی شرط اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال والی اس لئے لگائی گئی کہ اسم فاعل فعل مضارع کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے جو مشابہت صورتا بھی ہے اور معنا بھی۔ جس طرح مضارع کے معنی میں حال یا استقبال پایا جاتا ہے اسی طرح اسم فاعل کے معنی میں بھی معنی حال یا استقبال پایا جائے اس لئے یہاں بھی شرط لگائی تا کہ مناسبت معنوی متحقق اور موجود ہو جائے۔

دوسری شرط : کہ چھ چیزوں میں سے کسی پر معتمد ہو پہلی چار اس لئے لگائی کہ اس سے بھی فعل کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے پہلی چار اس فعل کے ساتھ اسطرح پائی جاتی ہیں کہ جس طرح فعل مسند ہوتا ہے اسناد کیا جاتا ہے اسی طرح ان چاروں چیزوں کے

اندر بھی اسم فاعل کا اسناد اور نسبت کی جاتی ہے ماقبل کی طرف یعنی مبتدا ذوالحال وغیرہ کی طرف اور آخری دو چیزیں حرف نفی حرف استفہام پر اعتماد سے مشابہت اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ حرف نفی استفہام بھی ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہے تو اسی سے مشابہت پیدا ہوجاتی ہے۔

قولہ : فان کان بمعنی الماضِی وجبتِ الاضافۃُ معنیً نحو زیدٌ ضاربُ عمرٍوامس

ترجمہ : پس اگر ہو (اسم فاعل) بمعنی ماضی تو اضافت معنویہ واجب ہے جیسے زیدٌ ضاربُ عمرٍو امسِ

تشریح : اگر پہلی شرط نہ پائی جائے یعنی اسم فاعل بمعنی حال یا استقبال نہ ہو بلکہ بمعنی ماضی ہو تو پھر یہ عمل نہیں کرے گا اب اس کے بعد کوئی اسم آرہا ہے تو اس کی طرف اس کی اضافت ہوجائے گی اسم فاعل کی اور یہ اضافت معنوی ہوگی جیسے ضارب زید عمر امس میں کیونکہ اضافت لفظیہ کے لئے شرط یہ تھی کہ صیغہ صفت کے اپنے معمول کی طرف مضاف ہوں اور یہ معمول کی طرف مضاف نہیں کہ عمرو اس کے لئے مفعول بہ نہیں ہے کیونکہ مفعول بہ کے عمل کے لئے شرط موجود نہیں۔

قولہ : ھٰذااذاکان منکَّرًااَمَّا اذَا کانَ مُعرَّفًا باللام یستوی فیہ جمیعُ الازمنَۃِ نحو زیدُنِ الضاربُ ابوہُ عمرًوا الاٰن او غدًااا وامس

ترجمہ : یہ بات اس وقت ہے جب اسم فاعل نکرہ ہو لیکن جب معرف باللام ہو تو اس میں سب زمانے برابر ہیں جیسے زیدُنِ الضاربُ ابوہُ عمرًوا الاٰن او غدًااا و امس۔

تشریح : اگر اسم فاعل لام موصول سے معرف ہو تو اس کے لئے زمانہ حال یا استقبال والی شرط نہیں بلکہ تمام زمانے اس میں برابر ہیں جیسے زید الضارب ابوہ عمرا تو اس میں اسم فاعل اپنے فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب دے رہا ہے خواہ الآن مل کر زمانہ حال والا معنی ہو۔ یا غدًا کا لفظ مل کر زمانہ استقبال والا معنی ہو۔ یا لفظ امس اس کے ساتھ مل کر زمانہ ماضی والا معنی ہو۔ ہم نے لام موصول کی قید لگائی کیونکہ اگر لام تعریف کا ہو تو صیغہ اسم فاعل پھر شرائط سے مستثنیٰ نہیں ہوتا کذافی الرضی۔ جیسے کم یوما سفرك و کم یوما صومك ۔

بحث اسم مفعول

فصل : اسم المفعول اسمٌ مشتقٌ من فعلٍ متعدٍّ لیدلّ علیٰ مَنْ وقعَ علیہ الفعلُ

ترجمہ : اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہو۔

تشریح : آٹھویں فصل کے اندر مصنف اسم مفعول کی بحث بیان کررہے ہیں جس میں تین باتوں کا بیان ہوگا ① اسم مفعول کی

تعریف ② اسکے اوزان ③ اس کا عمل۔

اسم مفعول کی تعریف : اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہو اور دلالت کرے اس ذات پر جس پر فعل واقع ہوا ہو۔ فعل متعدی کی قید لگا کر بتادیا کہ اسم مفعول فعل لازمی نہیں آیا کرتا۔

قولہ : وصیغتهٗ من مجرّد الثلاثی علیٰ وزن مفعول لفظًا کمضروبٍ او تقدیرًا کمَقُول ومَرْمِیٍّ ومن غیرہٖ کاسمِ الفاعِل بفتح ماقبل الاٰخر کمُدْخَلٍ ومُسْتَخْرَج

ترجمہ: اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے مفعول کے وزن پر آتا ہے لفظاً جیسے مضروب یا تقدیراً جیسے مقول، مرمی اور اس (غیر ثلاثی مجرد) کے سوا اسم فاعل کی طرح ہے آخر کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ جیسے مدخَل مستخرَج۔

تشریح : اس عبارت میں دوسری بات کا بیان ہے کہ اسم مفعول کا وزن کہا ہے ثلاثی مجرد کے اسم مفعول کا وزن اکثر مفعول کے وزن پر آتا ہے مفعول کا وزن لفظوں میں ہو جیسے مضروب یا تقدیراً یعنی تعلیل ہو چکی ہو جیسے مقول اصل میں مقوول تھا مرمی اصل میں مرموی تھا

ومن غیرہ غیر ثلاثی مجرد یعنی ثلاثی مزید رباعی مجرد مزید سے اسم فاعل کی طرح فعل مضارع مجہول ساتھ فتح ماقبل کے آئے گا یعنی فعل مضارع مجہول سے آئے گا اور حروف مضارعت کی جگہ میم مضمومہ لائی جائے گی اور ماقبل آخر مفتوح ہوگا جیسے یدخل سے مدخل اور یستخرج سے مستخرج اور یدحرج سے مدحرج۔

قولہ : ویعملُ عملَ فعلِهِ المجهُولِ بالشرائطِ المذکورۃ فی اسمِ الفاعل نحو زیدٌ مضروبٌ غلامُهٗ الاٰنَ اوغدًا او امسِ

ترجمہ : وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل مجہول کا سا انہی شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں ذکر کی جا چکی ہیں۔

تشریح : اس عبارت میں تیسری بات کا بیان کہ اسم مفعول کا عمل کیا ہے کہ اسم مفعول اگر نکرہ ہو تو اس کے عمل کرنے کے لئے وہی دو شرطیں ہیں جو اسم فاعل میں تھیں ① زمانہ حال یا استقبال ② چھ چیزوں میں سے کسی چیز پر معتمد ہو اور یہ اپنے فعل مجہول والا عمل کرے گا یعنی نائب فاعل کو رفع دے گا جیسے زید مضروب غلامہ۔

فائدہ : فعل متعدی کی چار قسمیں تھیں اور اسم مفعول کی بھی چار قسمیں ہوں گی۔

① متعدی بیک مفعول جیسے ضرب اور اسم مفعول مضروب۔

② متعدی بدو مفعول جس میں سے ایک مفعول پر اکتفا جائز ہو جیسے اعطی اور اسم مفعول معطیً۔

③ متعدی بدو مفعول لیکن کسی ایک مفعول پر اکتفا جائز نہ ہو جیسے علم اور اسم مفعول معلوم۔

④ متعدی بر سہ مفعول جیسے اخبر اور اسم مفعول مخبر۔
اور اگر اسم مفعول بمعنی ماضی ہو تو اس وقت اس کی اضافت مفعول بہ کی طرف واجب ہے اور وہ اضافت معنویہ ہوگی جیسے زید معطیٰ درھم امس اور جب معرب بلام موصولہ ہو تو اس وقت بمعنی ماضی ہو کر بھی عمل کرے گا جیسے زید المعطیٰ غلامہ درھما الان او غدا او امس۔

بحث صفت مشبہ

فصل: الصفةُ المشبهةُ اسمٌ مشتقٌّ من فِعلٍ لازمٍ لیدُلَّ علیٰ مَنْ قامَ به الفعلُ بمعنی الثبوتِ

ترجمہ: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازمی سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہے بطورِ ثبوت کے۔

تشریح: مصنفؒ خاتمہ کی اس نویں فعل میں صفت مشبہ کو بیان کر رہے ہیں جس میں چار باتوں کا بیان ہے ① صفت مشبہ کی تعریف ② اوزان ③ عمل ④ صفت مشبہ کی صورتیں۔

صفت مشبہ کی تعریف: صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جس کے ساتھ یہ فعل بطور ثبوت اور دوام کے قائم جیسے حسن اس شخص کو کہا جاتا ہے جس میں حسن بطور دوام اور ثبوت کے قائم ہو یہی فرق ہے اسم فاعل اور صفت مشبہ میں اسم فاعل میں صفت عارضی اور صفت مشبہ میں صفت لازمی ہوتی ہے۔

فائدہ: مشبہ اسم مفعول کا صیغہ ہے باب تفعیل سے جس کا معنی ہے تشبیہ دیا ہوا چونکہ اس کو اسم فاعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تثنیہ اور جمع اور تذکیر و تانیث کے صیغے آنے میں اسی وجہ سے اسکو صفت مشبہ کہا جاتا ہے۔
من فعل لازم لاکر مصنف نے بتادیا کہ صفت مشبہ فعل لازمی سے آتی ہے فعل متعدی سے نہیں آتی۔

قولہ: و صیغتها علیٰ خلافِ صیغةِ اسم الفاعل و المفعول انّما تعرف بالسماع کحَسَنٍ وَصَعَبٍ و ظریف

ترجمہ: اور صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل و مفعول کے صیغہ کے خلاف ہوتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ان کو پہچانا جاتا ہے سماع کے ساتھ جیسے حَسَنٍ وَصَعَبٍ و ظریف۔

تشریح: دوسری بات: یعنی صفت مشبہ کا وزن، صفت مشبہ کا صیغہ یہ اسم فاعل و اسم مفعول کے صیغے کے مخالف ہوتا ہے یعنی صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن پر نہیں آتا یہ جمہور نحویوں کے مسلک پر ہے اور صاحب الفیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ اسم فاعل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ آتا ہے علی سبیلاً لقلت جیسے شاھد کا معنی شھید۔
صفت مشبہ کے اوزان بہت سارے ہیں جن کا تعلق سماع کے ساتھ ہے قیاس کو دخل نہیں لیکن شیخ رضی نے اس پر رد کیا ہے کہ

صفت مشبہ جو لون اور عیب والے معنے میں ہیں وہ ہمیشہ افعل کے وزن پر آتی ہے جیسے ابیض ، اسود ، اعور، اعمی وغیرہ یہ تو قیاسی اوزان میں للہذا یہ قاعدہ کلیہ بنانا صحیح نہیں۔

قولہ : هي تعمل عمل فعلِها مطلقًا بشرط الاعتمادِ المذكور

ترجمہ : اور وہ عمل کرتا ہے اپنے فعل کا سا مطلقا اعتماد مذکور کی شرط کے ساتھ۔

تشریح : تیسری بات کہ صفت مشبہ کا عمل کیا ہے؟ صفت مشبہ مطلقا اپنے فعل والا عمل کرتی ہے جس کے عمل کے لئے ایک شرط ہے کہ وہ پانچ امور میں سے کسی ایک پر معتمد ہو، اس میں زمانہ حال یا استقبال کی شرط نہیں اسی طرح یہ لام موصول پر بھی معتمد نہیں ہوتا اور یہ بھی یاد رکھیں صفت مشبہ کا عمل اپنے فعل سے زائد ہے کیونکہ یہ اپنے معمول کو نصب بھی دیتا ہے شبہ مفعول بہ ہونے کی بنا پر لیکن اس کا فعل لازمی وہ اپنے مفعول بہ کو ہرگز نصب نہیں دیتا۔

سوال : صفت مشبہ کے لئے زمانہ حال یا استقبال کی کیوں شرط نہیں اسی طرح یہ الف لام موصول پر کیوں معتمد نہیں ہو سکتا جبکہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے لئے یہ شرطیں آپ نے بتائی ہے؟

جواب : چونکہ صفت مشبہ کے اندر دوام اور ثبوت والا معنی ہوتا ہے اس کے لئے زمانہ حال یا استقبال کی شرط نہیں کیونکہ وہ تو حدوث کو مستلزم ہے اور الف لام موصول پر اعتماد اس لئے نہیں ہوتا کہ بالاتفاق جو صفت مشبہ پر الف لام آتا ہے وہ موصول کا داخل نہیں ہوتا اس پر جب آتا نہیں تو وہ اعتماد کیسے پکڑ سکتا۔

قولہ : مسائلُها ثمانيةَ عشر لانَّ الصفةَ اِمَّا باللام او مجردة عنها ومعمولُ كلِّ واحدٍ منهما امّا مضافٌ او باللام او مجردٌ عنهما فهٰذه ستةٌ ومعمولُ كُلِّ منها اِمَّا مرفوعٌ اومنصوبٌ او مجرورٌ فذٰلك ثمانيةَ عشَرَ

ترجمہ : اور اس کے مسائل اٹھارہ ہیں اس لئے کہ تحقیق صفت مشبہ یا الف لام کے ساتھ ہوگی یا الف لام سے خالی ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا معمول یا مضاف ہوگا یا الف لام کے ساتھ ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا پس یہ چھ ہیں اور ہر ایک کا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب ہوگا یا مجرور پس یہ اٹھارہ ہیں۔

تشریح : چوتھی بات کہ صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتیں ہیں جن کی وجہ حصر یہ ہے کہ صیغہ صفت لام کے ساتھ ہوگا یا مجرد عن اللام ہوگا پھر ان دونوں کا معمول مضاف ہوگا یا لام کے ساتھ ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا تو یہ چھ صورتیں ہوگئیں پھر مذکورہ چھ صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں تین احتمال ہیں کہ اس کا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور ہوگا تو تین سے چھ کو ضرب دی جائے تو مجموعی طور پر اٹھارہ صورتیں بنتی ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو اس سے تین صورتیں بنے۔

① کہ معمول مرفوع ہو جیسے زید الحسن وجھہ ۔

② معمول منصوب ہو جیسے الحسن وجھہ ۔

③ معمول مجرور ہو جیسے الحسن وجھہ ۔

اور صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول بھی معرف باللام ہو تو اس کی بھی تین صورتیں بنیں گی اعراب کی وجہ سے۔

① مرفوع ہو جیسے الحسن الوجہ

② منصوب ہو جیسے الحسن لوجہ

③ معمول مجرور ہو جیسے الحسن الوجہ تین اور تین چھ ہو گئیں۔

اور صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول اضافت اور الف لام دونوں سے خالی ہو تو اس کی بھی تین صورتیں بنے گی۔

① معمول مرفوع ہو جیسے الحسن وجہ ۔

② معمول منصوب ہو جیسے الحسن وجهًا ۔

③ معمول مجرور ہو جیسے الحسن وجہ ۔

قولہ: وتفصیلُها نحو جاء نی زیدٌ الحَسن وجهُهٗ ثلثة اوجهٍ وكذٰلك الحسن الوجهِ والحسن وجهٌ وحَسَنَ وجهِه وحَسَنَ الوجهِ وحسن وجهٌ

ترجمہ: اور تفصیل ان اٹھارہ قسموں کی مثل جاء نی زید ......الخ ۔

تشریح: صیغہ صفت معرف باللام ہونے کی صورت میں یہ نو صورتیں بن گئیں اور اسی طرح مجرد عن اللام ہونے کی صورت میں بھی یہی نو صورتیں بنے گی جن کی تفصیل یہ ہے کہ صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول مضاف جس پر تینوں اعراب جائز ۔ اور صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول بھی، اس سے بھی تین صورتیں حاصل ہوئیں ۔ اور صیغہ صفت مجرد عن اللام اور معمول معرف باللام تو معمول پر تینوں اعراب جائز ہوں گے۔

قولہ: وهی علی خمسةِ اقسامٍ منها مُمْتنعٌ الحسن وجهٍ والحسن وجهُهٗ

ترجمہ: اور صفت مشبہ کی اٹھارہ قسمیں پانچ قسموں پر ہیں ان میں سے بعض قبیح الحسن وجہ الحسن وجھہ ۔

تشریح: اور صفت مشبہ کے مسائل اور صورتیں امتناع اور اختلاف اور قبح اور حسن اور احسن ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں۔

منها ممتنع جن میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں۔

پہلی صورت امتناع کی: صیغہ صفت معرف باللام ہواور وہ مضاف معمول مجرد عن اللام کی طرف جیسے الحسن وجهہ اس کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ترکیب میں معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہے جو اضافت معنویہ میں ممتنع تھی تو اس مشابہت کی وجہ سے نحویوں نے اسے بھی ممتنع قرار دے دیا۔

دوسری صورت امتناع کی: صیغہ صفت معرف باللام مضاف ہو معمول کی طرف اور وہ معمول مضاف ہو ضمیر کی طرف جیسے الحسن وجهہ اس کے ممتنع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس اضافت سے کچھ بھی تخفیف حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ تخفیف یا تو تنوین کے حذف سے ہوتی ہے یا نون تثنیہ، نون جمع کے حذف سے یا ضمیر موصوف کی فاعل صفت سے حذف ہونے سے۔ جیسے الحسن الوجه اصل میں تھا الحسن لہٰذا اس اضافت نے ان تینوں مذکورہ وجوہ میں سے کسی کا فائدہ نہیں دیا تو اسی وجہ سے اسے بھی ایسے ممتنع قرار دے دیا۔

قوله : مختلفٌ فيه حسنُ وجهِه والبواقي احسنُ ان كان فيه ضميرٌ واحدٌ وحسنٌ ان كان فيهِ ضميرانِ وقبيحٌ ان لم يكن فيه ضميرٌ

ترجمہ : اور بعض مختلف فیہ حسن وجہہ اور باقی احسن ہیں اگر ہو ان میں ضمیر واحد اور حسن ہیں اگر ہوں ان میں دو ضمیریں اور قبیح ہے اگر نہ ہو اس میں ضمیر۔

تشریح : اور ان اٹھارہ صورتوں میں سے جو باقی بچی تھیں وہ سولہ تھیں ان سولہ صورتوں میں سے ایک صورت مختلف فیہ وہ یہ ہے کہ صیغہ صفت معرف باللام نہ ہو اور اس معمول کی طرف مضاف ہو جو ضمیر موصوف کی طرف مضاف ہو جیسے حسن وجهہ اسمیں اختلاف ہے۔

بصریین اور امام سیبویہ قباحت کے ساتھ ضرورت شعری کے لئے جائز قرار دیتے ہیں۔ قبیح ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اضافت لفظیہ تخفیف کے لئے ہوتی ہے لہٰذا چاہیے تھا اعلیٰ درجے کی تخفیف ہوتی یعنی مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوتی لیکن چونکہ یہاں ادنی درجے کی تخفیف ہے وہ یہ تھی کہ فقط مضاف سے تنوین حذف ہوئی تھی۔ اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف نہیں ہوئی تھی تو اسی وجہ سے اعلیٰ درجے کی تخفیف ممکن ہوتے ہوئے ادنی درجے کی تخفیف پر اکتفا کرنا بھی قبیح ہوا کرتا ہے۔

اور کوفیین کے نزدیک بغیر قباحت کے جائز ہے۔ انکی دلیل یہ ہے کہ جواز کے لئے فی الجملہ کسی نہ کسی قدر تخفیف ہونی چاہیے اور وہ یہاں تخفیف حذف تنوین سے حاصل ہے۔

والبواقي احسن ...... اٹھارہ میں سے تین کے نکل جانے کے بعد بقایا پندرہ صورتیں رہتی ہیں ان میں سے وہ صورتیں جن کے اندر ایک ضمیر موجود ہے خواہ وہ صفت کے اندر ہو یا معمول کے اندر وہ احسن ہے اور ایسی صورتیں نو ہیں احسن اس لئے کہا جاتا ہے کہ

موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے ان میں ایک ضمیر موجود ہے اور ایک ضمیر کا ہونا ربط کیلئے کافی ہوتا ہے۔
اور جن میں دو ضمیریں ہوں وہ دو صورتیں بنتی ہیں وہ حسن ہیں ان کے حسن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں ضمیر موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے موجود ہے اور غیر حسن اس لئے ہے کہ اس میں ضرورت تو ایک ضمیر کی تھی ربط کے لئے اور اس میں دو ضمیریں موجود ہیں اور نو اور دو گیارہ۔
بقایا چار صورتیں ہیں جو کہ قبیح کی ہیں یعنی وہ صورتیں جن کے اندر ضمیر موجود نہیں وہ قبیح ہیں اور وہ چار بنتی ہیں۔ وہ قبیح اس لئے ہیں کہ صفت کو موصوف کے ساتھ ربط دینے کے لئے ضمیر کی ضرورت ہوتی ہے ان میں موجود نہیں ہے۔

قولــه : الضابطةُ اَنَّكَ مَتٰی رفعتَ بها معمولَهَا فلاضمير في الصفةِ ومتٰی نصَبْتَ او جَرَرْتَ ففيها ضميرُ الموصوف نحوزيدحسنٌ وجهُه

ترجمہ : ضمیر پہچاننے کا ضابطہ یہ ہے کہ تحقیق جب تو صفت مشبہ کے معمول کو رفع دے گا تو اس وقت صفت مشبہ میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی اور جب تو صفت مشبہ کے معمول کو نصب اور جر دے گا تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹے گی جیسے زیدحسنٌ وجهُه۔

تشریح : مصنفؒ ضمیر کی معرفت اور پہچان کے لئے ضابطہ بتا رہے ہیں کہ جب صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع دے رہی تو اسوقت صفت مشبہ کے اندر ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ اس کا معمول اسم فاعل ظاہر موجود ہے اور جب وہ صیغہ صفت اپنے معمول کو نصب یا جر دے رہا ہو تو اس وقت صفت مشبہ میں ایک ضمیر ہوگی جو موصوف کی طرف لوٹ رہی ہوگی اور صفت مشبہ کا فاعل ہوگی اور اسی وقت صفت کی تذکیر و تانیث اسی طرح اس کا تثنیہ اور جمع موصوف کے لحاظ سے ہوگا کیونکہ ضمیر کا اپنے مرجع کے ساتھ مطابقت رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ جیسے زید حسن وجه سے لے کر والزیدون حسن وجه تک۔

صفت مشبہ
غیر مقرون باللام معمولہا
غیر ہما
مجرور زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہٍ احسن
منصوب زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہًا احسن
مرفوع زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہٌ قبیح
معرف باللام
مجرور زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہِ احسن
منصوب زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہَ احسن
مرفوع زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہُ قبیح
مضاف
مجرور زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہِہٖ مختلف فیہ
منصوب زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہَہٗ احسن
مرفوع زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْہُہٗ احسن
مقرون باللام معمولہا
غیر ہما
مجرور زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْہٍ ممتنع
منصوب زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْہًا احسن
مرفوع زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْہٌ قبیح
معرف باللام
مجرور زَیْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْہِ احسن
منصوب زَیْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْہَ احسن
مرفوع زَیْدٌ اَلْحَسَنُ الْوَجْہُ قبیح
مضاف
مجرور زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْہِہٖ ممتنع
منصوب زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْہَہٗ حسن
مرفوع زَیْدٌ اَلْحَسَنُ وَجْہُہٗ احسن

بحث اسم تفضیل

فصل : اسمُ التفضیل اسمٌ مشتقٌ من فعل لیدُلَّ علی الموصوفِ بزیادۃ علی غیرہٖ

ترجمہ : اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ دلالت کرے اس ذات پر جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔

تشریح : مصنفؒ خاتمہ کی اس دسویں فصل میں اسم تفضیل کی بحث بیان کرنا چاہتے ہے جو کہ چند امور پر مشتمل ہے ① اسم تفضیل کی تعریف ② اسم تفضیل کا وزن ③ اسم تفضیل کے لئے شرائط ④ اسم تفضیل کا استعمال ⑤ اسم تفضیل کا عمل۔

اسم تفضیل کی تعریف : اسم تفضیل وہ اسم ہے جو مشتق ہو فعل سے یعنی مصدر سے تا کہ وہ ذات پر دلالت کرے جو اپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔

سوال : مصنفؒ ماقبل کے اسلوب سے کیوں عدول کیا لیدل علی الموصوف کہا لیدل علی من قام بہ لیدل علی من وقع علیہ کیوں نہیں کہا اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب : اسم تفضیل کی دو قسمیں تھی ① جو فاعل کی تفضیل کے لئے آتی ہے جیسے اضرب بہت مارنے والا، زیادہ مارنے والا یہ فاعل کی تفضیل کے لئے۔

② جو مفعول کی تفضیل کے لئے آتی ہے جیسے اشھر معنی زیادہ مشہور مصنفؒ نے ان دونوں کو شامل کرنے کے لئے لیدل علی الموصوف کہا ہے۔

قولہ : وصیغتہٗ افعلُ فلایُبنٰی الا من الثلاثی المجردِ الذی لیس بلونٍ ولاعیب نحو زیدٌ افضل الناسِ

ترجمہ : اور اسم تفضیل کا صیغہ افعل ہے پس نہیں بنایا جاتا مگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب والا معنی نہ ہو جیسے زیدٌ افضل الناسِ۔

تشریح : دوسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسم تفضیل کا وزن اور صیغہ افعل آتا ہے مذکر کے لئے اور فعلی آتا ہے مؤنث کے لئے۔

سوال : خیر اور شر یہ اسم تفضیل ہے لیکن یہ افعل کے وزن پر نہیں؟

جواب : افعل کے وزن سے مراد عام ہے جو فی الحال ہو یا اصل کے اعتبار سے ہو اور خیر اور شر یہ بھی اصل کے اعتبار سے افعل کے وزن ہیں کیونکہ ان کا اصل ہے اخیر اور اشرر۔

تشریح : اسم تفضیل بنانے کے لئے دو شرطیں ① ثلاثی مجرد کا باب ہو ② لون وعیب والا معنی نہ ہو۔

جیسے زید افضل الناس، افضل کے اندر دونوں شرطیں موجود ہیں کہ ثلاثی مجرد سے بنایا گیا ہے اور لون وعیب والا معنی نہیں۔

سوال : اسم تفضیل بنانے کے لئے دو شرطیں کیوں لگائیں؟

جواب : جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا کہ اسم تفضیل ہمیشہ افعل کے وزن پر آیا کرتی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ثلاثی مزید اور رباعی مجرد، رباعی مزید سے اسم تفضیل اگر لائی جائے تو دو صورتیں ہیں کہ حروف کو کم کیا جائے گا یا نہیں اگر حروف کم نہ کئے جائیں تو افعل کا وزن نہیں بنتا حالانکہ اسم تفضیل کے لئے ضروری ہے کہ وہ افعل کے وزن پر ہو۔

اور اگر حروف کم کر دیئے جائیں تو وہ باب ہی نہیں رہے گا مثال کے طور پر استخراج سے اسم تفضیل بنائیں تو دو صورتیں ہیں یا تو زائد حروف کو حذف کر کے افعل کا وزن بنایا جائے تو اخرج بن جائے گا تو یہ باب ہی نہیں رہے گا۔ اور اگر حروف کم نہ کئے جائیں تو افعل کا وزن نہیں بنتا اسی وجہ سے پہلی شرط لگائی کہ ثلاثی مجرد کا باب ہو۔

اور دوسری شرط اس لئے لگائی کہ جن ابواب کا معنی لون وعیب والا ہو ان سے صفت افعل کے وزن پر آیا کرتی ہے جیسے احمر، اسود، ابیض اگر ان سے اسم تفضیل بھی آ جائے تو اسم تفضیل اور صفت کا التباس لازم آئے گا اس لئے یہ شرط لگائی کہ لون وعیب والا معنی نہ ہو۔

قولــه : **فإن كانَ زائدًا على الثلاثي او كان لونًا او عيبًا يجب ان يُبْنٰى افعَلُ من ثلاثي مجردٍ ليدل على مبالغةٍ وشدةٍ و كثرةٍ ثم يُذكر بعدهٗ مصدرُ ذٰلك الفعلِ منصوبًا على التمييز كماتقول هُواشَدُّ اِستِخراجًا واقوىٰ حُمرةً واقبح عَرَجًا**

ترجمہ : پس اگر فعل ثلاثی مجرد سے زائد ہو یا جس میں لون یا عیب کے معنی ہیں تو اس وقت واجب ہے کہ بنایا جائے افعل ثلاثی مجرد سے تاکہ دلالت کرے مبالغہ پر اور شدت پر اور کثرت پر پھر ذکر کیا جائے اس کے بعد مصدر کو جس سے اسم تفضیل بنانا ممتنع ہے بنا بر تمییز کے منصوب بنا کر جیسا کہ تو کہے گا ھُواشَدُّ اِستِخراجًا اور اقویٰ حُمرةً اور اقبح عَرَجًا۔

تشریح : اگر زائد علی الثلاث یعنی ثلاثی مزید یا رباعی مجرد ہو یا رباعی مزید ہو یا ثلاثی مجرد کے وہ ابواب جن کے اندر لون عیب والا معنی ہو، یعنی اگر اسم تفضیل والا معنی ایسے ابواب سے لینا چاہتے ہو جن سے اسم تفضیل نہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اولا تو ثلاثی مجرد سے افعل کا وزن بنایا جائے اپنے مقصود کے مطابق خواہ شدت کثرت یا حسن والا معنی ہو مثلا اشد، اقوی اور احسن کا لفظ پھر ثانیا اسی باب کے مصدر کو بطور تمیز کے اس کے بعد لایا جائے جو کہ منصوب ہوگا تو اس سے اسم تفضیل والا معنی حاصل ہو جائے گا جیسے اشد استخراجًا، اقوی حمرةً، اقبح عرجًا۔

قولہ : وقیاسُہٗ ان یکون للفاعِل کما مَرَّ وقد جاءَ للمفعول قلیلًا نحواعذَرُ واشغلُ واشھرُ

ترجمہ : اور قیاس اس (اسم تفضیل) کا یعنی اسم تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو جیسا کہ گذر چکا ہے اور کبھی آتا ہے مفعول کے لئے بہت کم جیسے اعذَرُ اور اشغلُ اور اشھرُ۔

تشریح : اسم تفضیل اس چیز کو کہتے ہیں جو فعل پر اثر کرنے میں زیادتی یا نقصان پر دلالت کرے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ وصف فاعل میں ہی ہوتی ہے اس لئے قانون اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اسم تفضیل فاعل کے لئے آئے جس کی مثالیں گزر چکی ہیں مگر کبھی کبھی قلیل درجہ میں مفعول کی تفضیل کے لئے بھی آتا ہے جیسے اعذر زیادہ معذور اور اشغل زیادہ کام میں لگا ہوا اور اشھر زیادہ مشہور۔

قولہ: واستعمالُہ علی ثلثۃ اوجہٍ امّا مضافٌ کزیدٌ افضلُ القوم اومعرَّفٌ باللامِ نحوزیدُنِ الافضلُ او بمِنْ نحوزیدٌ افضَلُ مِنْ عمرٍو

ترجمہ : اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ ہوتا ہے یا تو مضاف ہو کر مستعمل ہوگا جیسے زید افضل القوم یا معرف باللام ہو کر جیسے زیدن الافضل یا لفظ من کے ساتھ ہو کر جیسے زید افضل من عمرو۔

تشریح : اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا ہے

① اسم تفضیل اضافت کے ساتھ مستعمل ہو جیسے زید افضل القوم۔

② اسم تفضیل الف لام عہد خارجی کے ساتھ مستعمل ہو جیسے زید الافضل۔

③ اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ مستعمل ہو جیسے زید افضل من عمیر۔

فائدہ : ان تینوں استعمالوں میں سے اصل استعمال من کے ساتھ ہے پھر دوسرا درجہ اضافت کو حاصل ہے اور تیسرا درجہ لام کا ہے۔

ضابطہ : کہ اسم تفضیل ان تینوں استعمالوں سے خالی ہو یہ ناجائز ہے۔

قولہ : ویجوز فی الاول الافرادُ ومطابقۃ اسم التفضیل للموصوفِ نحوزیدٌ افضلُ القوم والزیدانِ افضلُ القوم وافضلا القومِ والزیدون افضلُ القوم وافضَلُوا القومِ

ترجمہ : پہلی قسم میں اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی جائز ہے اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے جیسے زید افضل القوم ...... الخ

تشریح : پہلے استعمال کا حکم : یہاں اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی جائز ہے خواہ موصوف مفرد ہو تثنیہ ہو جمع ہو جیسے زید اور الزیدان اسی طرح الزیدون اور ھند ، الھندان، الھندات افضل الناس یعنی ہر ایک کے لئے افضل الناس اسم تفضیل کو

واحد مذکر لانا جائز ہے۔اور موصوف کی مطابقت بھی جائز ہے کہ یوں کہا جائے زید افضل الناس ، الزیدان افضل الناس، الزیدون افضلو الناس

قولہ : وفی الثانی یجب المطابقة نحوزیدُنِ الافضل والزیدانِ الافضلانِ والزیدونَ الافضلُونَ

ترجمہ : اور دوسری قسم میں واجب ہے مطابقت جیسے زیدُنِ الافضل ......الخ

تشریح : دوسرے استعمال کا حکم: اسم تفضیل معرف باللام ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق لانا واجب ہے کہ اگر موصوف واحد مذکر تو اسم تفضیل بھی واحد مذکر، وہ تثنیہ تو اسم تفضیل بھی تثنیہ جیسے زید الافضل، الزیدان الافضلان ، الزیدون الافضلون۔

قولہ : وفی الثالث یجبُ کونُہ مفردًا مذکرًا ابدًا نحو زیدٌ وھندٌ والزیدان والھند ان والزید ون والھندات افضلُ من عمرٍو

ترجمہ : اور تیسری قسم میں واجب ہے اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا ہمیشہ جیسے زیدٌ وھندٌ ......الخ ۔

تشریح : تیسرے استعمال کا حکم : یعنی مستعمل بمن کا حکم یہ ہے کہ اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا واجب ہے۔خواہ اس کا موصوف تثنیہ ہو جمع ہو، مذکر ہو مونث ہو جیسے زید وھند ، الزیدان والھندان والزیدون الھندات افضل من عمر۔

سوال : اسم تفضیل کا پہلا استعمال یعنی مستعمل بالاضافت میں دو وجہ کیوں جائز ہیں؟

جواب : اسم تفضیل مستعمل بالاضافت کی مشابہت ہے اسم تفضیل مستعمل بمن کے ساتھ اس لئے کہ دونوں کا مفضل علیہ مذکور ہوتا ہے تو اسم تفضیل مستعمل بمن کا حکم یہ تھا کہ اسے مفرد مذکر لانا واجب تھا تو اسی مشابہت کی وجہ سے یہاں بھی یہ جائز قرار دیا کہ اس اسم تفضیل کو مذکر لانا جائز ہے، واجب اس لئے نہیں کہ اس کی ایک لحاظ سے مخالفت بھی ہے اسم تفضیل مستعمل بمن سے کیونکہ اس میں اضافت موجود ہے اسی وجہ سے مطابقت بھی جائز قرار دی گئی ہے۔

سوال : دوسرے استعمال میں یعنی اسم تفضیل معرف باللام ہو تو اس کی موصوف کے ساتھ مطابقت کیوں واجب ہے؟

جواب : یہ صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ موصوف صفت میں مطابقت ہوتی ہے اور باقی جو مانع تھا وہ اسم تفضیل مستعمل بمن کی مشابہت تھی اور یہاں چونکہ مفضل علیہ مذکور نہیں ہوتا اس لئے یہاں اس کے ساتھ مشابہت بالکل نہیں ہے اسی وجہ سے اس کو موصوف کے مطابق لانا واجب ہے۔

سوال : تیسرے استعمال میں اسم تفضیل کو ہمیشہ مفرد مذکر لانا کیوں واجب ہے؟

جواب : اس لئے کہ من تفضیلہ بمنزل جزء اسم تفضیل کے ہے لہٰذا اسم تفضیل کا آخر من کے امتزاج کی وجہ سے وسط کلمہ کے حکم

میں ہے اور علامت تثنیہ وجمع اور علامت تانیث کلمہ کے آخر کے ساتھ مختص ہیں۔

قولہ : و علی الاَوجه الثلٰثة یضمر فیه الفاعلُ وهو یعمل فی ذٰلك المضمر ولایعمل فی المظهر اصلًا اِلّافی مثل قولهم مارأیتُ رجلًا احْسَنَ فی عینه الکُحل منهُ فی عینِ زیدٍ فِانَّ الکحلَ فاعلٌ لَاحْسَنَ وهٰهُنابحثٌ

ترجمہ : اور تینوں صورتوں میں اسم تفضیل میں فاعل کی ضمیر ہوتی ہے اور وہ اسی ضمیر میں عمل کرتا ہے اور نہیں عمل کرتا اسم ظاہر میں بالکل مگر اہل عرب کے قول مارأیت رجلًا ......الخ کی مثل میں۔

تشریح : اس عبارت میں پانچویں بات یعنی اسم تفضیل کا عمل بتایا جارہا ہے کہ اسم تفضیل اپنے تینوں استعمالوں میں ہمیشہ فاعل ضمیر مستتر میں عمل کرتا ہے بغیر کسی شرط کے اور اسم ظاہر میں بالکل عمل نہیں کرتا خواہ فاعل اسم ظاہر ہو یا ضمیر بارز ہو یا مفعول ہو البتہ ایک ترکیب میں اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے۔

اسم تفضیل کا عمل دو قسم پر ہے ① عمل نصب ② عمل رفع۔

پھر نصب والا عمل دو قسم پر ہے ① بنا بر مفعولیت ② بنا بر حال یا ظرف یا تمیز۔

پہلا عمل نصب : اسم تفضیل مفعول بہ میں تو بالکل عمل کرتا ہی نہیں خواہ مفعول بہ مظہر ہو یا مضمر کیونکہ اسم تفضیل کا مفعول مفضل علیہ کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتا اور مفضل علیہ جب مذکور ہو تو مجرور ہی ہوگا۔ البتہ اسم تفضیل حال میں اور ظرف میں اور تمیز میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے۔ جیسے زید احسن منك الیوم راکبا اس مثال میں الیوم ظرف ہے اور راکبا حال ہے اور اَنَا اَکْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا میں تجھ سے از روئے مال کے زیادہ ہوں اور از روئے نفر کے زیادہ غلبہ والا ہوں تو اس میں مالاً اور نفرًا تمیز ہیں۔

سوال : ان میں بلا شرط عمل کیوں کرتا ہے؟

جواب : حال اور ظرف دونوں معمول ضعیف ہیں لہٰذا ان میں عمل کرنے کے لئے عامل کی فعل کے ساتھ تھوڑی سی مشابہت بھی کافی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ اسم تفضیل کی فعل کے ساتھ اس حیثیت سے کہ وہ معنی حدثی پر دلالت کرتا ہے مشابہت موجود ہے اور تمیز بھی معمول ضعیف ہے لہٰذا اس میں وہ چیز جو معنی فعل سے خالی ہے عمل کرتی ہے جیسے عندی رطل زیتا میں زیتا تمیز کو رطل نے جو اسم تام ہے نصب دے رہا ہے اور وہ مشابہت فعل سے خالی ہے تو اس میں وہ چیز جو فعل کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت رکھتی ہو درجہ اولیٰ عمل کرے گی۔

دوسرا عمل رفع : یہ بنا بر فاعلیت ہوتا ہے جس کی تین صورتیں ہیں ① ضمیر مستتر میں عمل کرنا ② ضمیر بارز میں عمل کرنا ③ اسم ظاہر میں عمل کرنا۔

قولہ: ولایَعْمَلُ ......الخ
عَمَلِ اِسْمِ تفضیل
مسئلہ: کحل
نصب
یہ عمل بلا شرط واقع ہے
رفع
برمفعولیّۃ
بناء برمفعولیہ نصب نہیں دیتا کیونکہ
اس کا مفعول مفضل علیہ ہوتا ہے
جیسے: زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ اَوْمِنْ عَمْرٍو
ظرفیّۃ
حالیّۃ
زَیْدٌ اَحْسَنُ مِنْكَ الْیَوْمَ رَاکِبًا
ظرف حال
تمییز
اَنَا اَکْثَرُ مِنْكَ مَالاً وَّ اَعَزُّ نَفَرًا
درضمیر
اس میں بھی بلا شرط عمل کرتا ہے
غائب
زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْكَ
مُخاطب
اَنْتَ اَفْضَلُ مِنْهُ
متکلم
اَنَا اَکْثَرُ مِنْكَ مَالاً
درظاہر ۱؎
اس میں تین شروط سے عمل کرتا ہے
① اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے ماقبل کی صفت ہو
اور معنی کے اعتبار سے مابعد کی صفت ہو
② اسم ظاہر میں دو اعتبار ہوں ماقبل کے لحاظ سے
مفضل علیہ اور مابعد کے اعتبار سے مفضل۔
③ اسم تفضیل سے قبل نفی یا نہی یا استفہام انکاری ہو جیسے
مَارَاَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْکُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ
سوال: قرآن پاک میں اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ میں مفعول واقع ہے؟
جواب: مَنْ یَّضِلُّ، اَعْلَمُ کا مفعول نہیں فعل محذوف کا مفعول ہے
اَیْ اَعْلَمُ مِنْ کُلِّ وَاحِدٍ یَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ ......الخ
۱؎ درظاہر: جیسے مثال میں اَلْکُحْلُ ہے

ضمیر مستتر میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے اس لئے ضمیر مستتر بھی معمول ضعیف ہے اور اسم تفضیل ضمیر بارز اور اسم ظاہر میں بغیر شرط کے عمل نہیں کرتا کیونکہ یہ دونوں معمول قوی ہیں جبکہ اسم تفضیل عامل ضعیف ہے تو اپنے ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کرے گا اسی وجہ سے مصنفؒ نے ماریت رجلاً والی مثال میں اسم تفضیل کے فاعل مظہر میں عمل کرنے کے لئے تین شرطوں کو بیان کیا ہے۔

پہلی شرط : اسم تفضیل باعتبار لفظ کے ایک شیٔ کی صفت ہو اور باعتبار معنی کے اس شیٔ کے متعلق کی صفت ہو درانحالیکہ وہ متعلق اس شیٔ اور دوسری شیٔ میں مشترک ہو۔

دوسری شرط: وہ متعلق شیٔ ایسی ہو جو اس شیٔ کے اعتبار سے مفضل ہو اور دوسری شیٔ کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو یعنی مفضل بھی اور مفضل علیہ بھی لیکن دو اعتبار سے۔

تیسری شرط: وہ اسم تفضیل منفی ہو یاد رکھیں کہ متعلق شیٔ کا اسی شیٔ کے اعتبار سے مفضل ہونا اور دوسری شیٔ کے اعتبار سے مفضل علیہ ہونا یہ نفی کے داخل ہونے سے پہلے ہے جب کہ نفی کے داخل ہونے کے بعد معنی برعکس ہو جائیں گے جیسے ماریت رجلا احسن فی عینه الکحل منه فی عین زید اس مثال میں پہلے اثبات کے لحاظ سے معنی کرنا چاہیے تاکہ کلام کے معنی ظاہر اور واضح ہو جائیں پھر نفی والا معنی کیا جائے اب اس مثال میں احسن اسم تفضیل ہے باعتبار لفظ کے ایک شیٔ یعنی رجلا کی صفت ہے اور باعتبار معنی کے متعلق رجل یعنی کحل کی صفت ہے اور یہ کحل رجل اور زید کی آنکھ میں مشترک ہے اور یہ کحل باعتبار عین رجل مفضل ہے اور باعتبار عین زید مفضل علیہ ہے اور اس وقت معنی یہ ہوں گے میں نے ایک رجل کو دیکھا جس کی آنکھ میں سرمہ زید کی آنکھ سے زیادہ اچھا تھا۔ اس میں نفی کے سوا باقی سب شرطیں ظاہر ہوں گی لیکن جب اس پر نفی داخل ہوئی تو اب اسم تفضیل منفی ہو جائیگا تینوں شرطیں پائی جائیں گی اور نفی کے بعد باعتبار کحل عین رجل مفضل علیہ اور باعتبار عین زید مفضل ہے اور نفی کے بعد مقصود زید کی آنکھ کے سرمہ کی تعریف ہے۔ اس مثال میں ما نافیہ ہے رجلا مفعول بہ ہے۔

رایت کا احسن اسم تفضیل ہے جو الکحل میں عمل کر رہا ہے اور الکحل اسم ظاہر ہے جو احسن کا فاعل ہے۔

سوال : اس صورت میں اسم تفضیل اسم ظاہر فاعل میں عمل کیوں کرتا ہے؟

جواب : اس صورت میں اسم تفضیل بمعنی فعل حسن کے ہو چکا ہے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب مقید بالقید پر نفی داخل ہو تو قید کی نفی ہوتی ہے لہٰذا جب اسم تفضیل پر نفی داخل ہو جاتی تو صفت تفضیل کی نفی ہو جاتی ہے اصل فعل باقی رہ جاتا ہے۔

ضابطہ : یہ ہے کہ جب بھی اسم تفضیل تحت النفی واقع ہو تو بمعنی فعل ہوتا ہے تو احسن بمعنی حسن فعل کے ہو کر اپنے فاعل ظاہر میں عمل کر رہا ہے۔

وھھنا بحث یہاں پر اعتراض ہے کہ یہ مضمون تو دوسری عبارتوں کے ساتھ بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور وہ عبارات بھی اس سے زیادہ مختصر ہیں اور نحوی قواعد کے موافق بھی ہیں مثلاً یوں کہا جائے ما رایت رجلا احسن فی عینه الکحل من عین زید اور اس سے بھی اختصار ما رایت کعین زید احسن فی عینه الکحل تو معنی ہوگا ما رایت رجلا حسن فی عینه الکحل مثل عینه فی عین زید لہٰذا اسم تفضیل نے بمعنی فعل ہو کر عمل کیا اور الکحل بنا بر فاعل مرفوع ہے۔ اور الکحل کو فاعلیت کی بناء پر رفع دیا ہے وھھنا بحث۔

بحث فعل

قولہ : القسم الثانی فی الفعل

دوسری قسم فعل میں۔

قولہ: وقدسبق تعریفه

ترجمہ : اور بے شک اس کی تعریف گذر چکی ہے۔

تشریح : قسم اول اسم کی بحث میں تھی جو گذر چکی ہے اور قسم ثانی میں فعل کی مباحث ہیں۔فعل کی تعریف،فعل کی علامات اور اس پر تحقیقی سوالات و جوابات شروع میں گذر چکے ہیں۔

قولہ : واقسامُه ثلثةٌ ماضٍ ومضارعٌ وامرٌ

ترجمہ : اور اس میں تین قسمیں ہیں ماضی،مضارع،امر۔

تشریح : فعل کی تین قسمیں ہیں ① ماضی ② مضارع ③ امر

وجہ حصر : فعل دو حال سے خالی نہیں یا تو اخباری ہوگا یا انشائی۔اگر اخباری ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہوگا یا نہیں اگر حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو تو فعل مضارع اگر نہیں تو پھر ماضی اگر فعل انشائی ہو تو امر۔

سوال : مصنفؒ نے ماضی کو مضارع اور مضارع کو امر پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : ماضی اصل ہے اور مضارع ماضی سے بنتا ہے اسی لئے ماضی کو مضارع پر مقدم کر دیا اور مضارع کو امر پر اس لئے مقدم کیا کہ امر مضارع سے بنتا ہے تو مضارع اصل ہوا اور اصل کو مقدم کرنا چاہیے تھا اس لئے مقدم کر دیا گیا ہے۔

قولہ : الاول الماضی وهو فعلٌ دلَّ علی زمانٍ قبلَ زمانِكَ

ترجمہ : اول ماضی ہے اور وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے۔

تشریح : مصنفؒ فعل ماضی کی تعریف کر رہے ہیں کہ ماضی وہ فعل ہے جو ایسے زمانے پر دلالت کرے جو زمانہ تمہارے زمانے سے پہلے ہو یعنی اے مخاطب تو جس زمانہ میں موجود ہے یہ زمانہ حال اس زمانے سے پہلے زمانے پر جس فعل کی دلالت ہوتی ہے اس کو ماضی کہتے ہیں۔

سوال : ماضی کی تعریف نہ جامع ہے اور نہ ہی مانع ؟ جامع اس لئے نہیں کہ وہ اس فعل ماضی پر صادق نہیں آتی جس پر حرف شرط داخل ہو جائے جیسے ان ضربت ضربت کیونکہ اسمیں زمانہ ماضی پر دلالت ختم ہو کر زمانہ استقبال پر دلالت ہو جاتی ہے۔ اور مانع اس لئے نہیں کہ لم یضرب جو فعل جحد ہے اس پر یہ تعریف صادق آتی ہے کیونکہ فعل جحد بھی زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے حالانکہ فعل ماضی نہیں؟

جواب : ہماری مراد یہ ہے کہ زمانہ ماضی پر دلالت بحسب الوضع ہو نہ کہ باعتبار استعمال کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان ضربت ضربت باعتبار وضع کے زمانہ ماضی پر دلالت کر رہے ہیں اور زمانہ استقبال پر دلالت ان حرف شرط کی وجہ سے ہے لہٰذا یہ تعریف جامع ہوگئی اور لم یضرب کی دلالت بھی زمانہ ماضی پر باعتبار وضع کے نہیں بلکہ لم کے داخل ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا تعریف دخول غیر سے مانع ہوگئی۔

سوال : یہ تعریف تو لفظ امس پر بھی صادق آتی ہے اس لئے کہ وہ بھی زمانہ ماضی پر دلالت کرتا ہے حالانکہ وہ فعل ماضی تو در کنار فعل ہی نہیں بلکہ اسم ہے تو آپ کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہ ہوئی ؟

جواب : حضرت جی یہاں بحث فعل کی چل رہی اور آپ نے مثال اسم کی دے دی ہے۔

قولہ : وهو مبنيٌّ على الفتح إن لم يكن معهٗ ضميرٌ مرفوعٌ متحركٌ ولا واوٌ كضَرَبَ

ترجمہ : اور وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو اور نہ ہی واؤ ہو جیسے ضرب ۔

تشریح : فعل ماضی کی تعریف سے فارغ ہونے کے بعد فعل ماضی کے چند خواص بیان کر رہے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اگر فعل ماضی کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک اور واو ضمیر نہ ہو تو فعل ماضی مبنی بر فتح ہوتا ہے اور فتح سے مراد عام ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری یا محلی جیسے ضرب تقدیری جیسے دعا ، رمیٰ ۔

سوال : یہاں تین سوال ہوتے ہیں ① فعل ماضی مبنی کیوں ہے؟ ② مبنی ہو کر مبنی بر حرکت کیوں ہے حالانکہ مبنی میں مبنی علی السکون ہونا اصل ہے؟ ③ مبنی علی الحرکت ہو کر مبنی علی الفتح کیوں ہے؟

جواب : فعل ماضی مبنی اس لئے ہے کہ اصل افعال میں مبنی ہونا ہے باقی رہی یہ بات کہ افعال کا مبنی ہونا اصل کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے معرب ہونا اعراب کی وجہ سے ہے اور اعراب معانی مختلفہ یعنی فاعلیت ، مفعولیت اور اضافت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ معانی افعال پر نہیں آیا کرتے اس لئے اصل افعال میں مبنی ہونا ہے۔

دوسرے سوال کا جواب کہ مبنی علی السکون اس لئے نہیں کہ اس کی مشابہت ہے اسم کے ساتھ کہ جس طرح اسم نکرہ کی صفت بنتا ہے ایسے ہی فعل ماضی بھی نکرہ کی صفت بنتا ہے اس مشابہت کی وجہ سے اس کو مبنی بر حرکت کر دیا۔

تیسرے سوال کا جواب کہ اس کو مبنی بر فتح اس لئے کیا گیا کہ فتح اخف الحرکات ہے نیز یہ فتح اخوالسکون فتح سکون کا بھائی ہے۔

قوله: و مَعَ الضَّمِيرِ المرفوعِ المتحرِكِ على السكون كضَرَبْتُ

ترجمہ : اور ضمیر متحرک کے ساتھ مبنی بر سکون ہوگا جیسے ضربت ۔

تشریح : جب فعل ماضی کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو تو اسوقت فعل ماضی مبنی بر سکون ہوتی ہے جیسے ضربن، ضربت۔

سوال : اس صورۃ میں فعل ماضی مبنی بر سکون کیوں ہوتی ہے۔

جواب : یہ ضمیر فاعل شدت اتصال کی وجہ سے بمنزلہ فعل کے جز کے ہوگی اس لئے فعل کے آخر کو ساکن کر دیا تا کہ چار حرکتوں کا مسلسل پے در پے جمع ہونا لازم نہ آئے۔

قوله : وعلى الضمّ مع الواو كَضَرَبُوْا

ترجمہ : اور واؤ کے ساتھ مبنی برضمہ ہوگا جیسے ضربوا ۔

تشریح : اگر فعل ماضی کے آخر میں واو ہو تو واو کی مناسبت کی وجہ سے فعل ماضی مبنی برضمہ ہوتی ہے عام ازیں کہ وہ ضمہ لفظی ہو جیسے ضربوا یا تقدیراً ہو جیسے دعوا۔

فائدہ : فعل ماضی مبنی بر فتح سے صرف دو صورتوں کو نکالا ہے ① اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو ② واو ہو لہٰذا ان دو صورتوں کے علاوہ جو صورت باقی ہو خواہ اس کے آخر میں ضمیر منصوب متحرک ہو جیسے ضربك یا اس کے آخر میں کوئی اور ضمیر ہو جو واو کے علاوہ یا اس کے آخر میں ضمیر مرفوع ساکن ہو جیسے ضَرَبَا تو اس صورت میں بھی فعل ماضی مبنی برفتحہ ہی رہے گی۔

بحث فعل مضارع

قوله : والثانى المضارعُ وهو فعلٌ يشبهُ الاِسْمَ بِاِحْدىٰ حروفِ اَتَيْنَ فى اولهٖ لفظًا فى اتفاق الحركاتِ والسّكناتِ نحو يضرب و يستخرجُ كضَارِبٍ ومستخرِجٍ

ترجمہ : اور دوسرا فعل مضارع ہے اور وہ فعل ہے جو مشابہ ہو اسم کے حروف اتین میں سے کسی ایک کے اس کے شروع میں آنے کی وجہ سے خواہ مشابہت لفظی ہو حرکات وسکنات کے متفق ہونے میں جیسے یضرب ویستخرج مثل ضارب ومستخرج کے۔

تشریح : مصنف فعل کی دوسری قسم فعل مضارع کی تعریف کر رہے ہیں کہ مضارع ایسا فعل ہے جو حروف اتین میں سے کسی ایک

کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو۔

سوال : مضارع کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ تعریف یزید اور یشکر پر صادق آتی ہے کہ ان کے شروع میں حرف اتین میں سے یاء موجود ہے حالانکہ یہ اسم ہے علم ہے اور اسی طرح یہ تعریف تقبل، تباعد، اکرم پر بھی صادق آتی ہے ان کے شروع میں بھی ہمزہ، تاء موجود ہے؟

جواب : ہماری مراد یہ ہے کہ حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف مضارع کے شروع میں لایا جائے مشابہت کو پیدا کرنے کے لئے اور یہ بات ظاہر ہے آپ نے جتنی مثالیں پیش کیں ان میں مشابہت پیدا کرنے کے لئے حروف اتین کو نہیں لایا گیا۔

قولہ: وفی دُخُولِ لامِ التَّاکِید فی اوّلھما تقولُ اِنَّ زیدًا لَیَقُوْمُ کما تقولُ اِنَّ زیدًا لقائمٌ وفی تساویھما فی عددِ الحُرُوْفِ ومَعْنًی فی اَنَّہٗ مشترکٌ بینَ الحالِ و الاستقبال

ترجمہ : اور ان کے شروع میں لام تاکید کے داخل ہونے میں جیسے کہے گا توان زیدًا لیقوم جیسا کہ کہتا ہے توان زیدا لقائم اور عدد حروف میں ان کے برابر ہونے میں اور خواہ وہ مشابہت معنوی ہو اس بات میں کہ وہ فعل مشترک ہو حال اور استقبال میں۔

تشریح : مصنفؒ اس عبارت میں فعل مضارع کی جو مشابہت اسم کے ساتھ ہے وہ بتارہے ہیں وہ کس طرح ہے وہ مشابہت دو طرح کی ہے۔ ① مشابہت لفظیہ ② مشابہت معنویہ۔

مشابہت لفظیہ تین طرح کی ہوتی ہے : ① فی اتفاق الحرکات و السکنات مضارع اسم کے ساتھ مشابہ ہو اس بات میں کہ وہ اسم کے ساتھ حرکات وسکنات میں متفق ہو یعنی جتنے حروف فعل مضارع میں ساکن ومتحرک ہوں اتنے حروف اسم فاعل میں بھی ساکن ومتحرک ہوں۔

② فی دخول اللام التاکید فی اولھما : اور دونوں اس بات میں بھی متفق ہیں کہ دونوں کے شروع میں لام تاکید آتا ہے۔

③ فی تساویھما فی عدد الحروف کہ دونوں مضارع اور اسم فاعل تعداد حروف میں برابر ہوں جیسے یضرب ضارب کے، کہ دونوں میں تین حرکتیں اور ایک سکون ہے اور دونوں چار حرفی ہیں اسی طرح یستخرج یہ مستخرج کے وزن پر ہے کہ دونوں میں چار حرکتیں اور دو سکون ہیں اور اسی طرح دونوں چھ حروف پر مشتمل ہیں اور لام تاکید کی مثال جیسے ان زید لیقوم فعل مضارع لیقوم پر لام تاکید داخل ہے اسی طرح اسم پر لام تاکید داخل ہوتا ہے جیسے ان زیدلقائم۔

قولہ : کاسم الفاعلِ ولذٰلك سَمَّوْہُ مُضارِعًا

ترجمہ : جیسے اسم فاعل مشترک ہے حال واستقبال میں اور اسی وجہ سے نحویوں نے نام رکھا ہے اس کا مضارع۔

تشریح : مصنفؒ مضارع کی وجہ تسمیہ بیان کررہے ہیں کہ مضارع اسم فاعل کا صیغہ مشتق ہے مضارعت بمعنی مشابہت سے اور

چونکہ یہ بھی اسم کے مشابہ ہے اسی وجہ سے اس کو مضارع کہا جاتا ہے اور دوسرا نام اس مضارع کا مستقبل بھی ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمیں چونکہ معنی استقبال پایا جاتا ہے اسی وجہ سے اس کو مستقبل کہا جاتا ہے۔

مشابہت معنویہ : و معنیً فی انہ مشترک بین الحال والا ستقبال کا سم الفاعل کہ جس طرح اسم فاعل حال اور استقبال میں مشترک ہے اسی طرح فعل مضارع بھی حال اور استقبال میں مشترک ہے اور جس طرح اسم فاعل کی تخصیص قرینہ سے ہوتی ہے اس طرح فعل مضارع کی سین اور سوف وغیرہ سے تخصیص ہو جاتی ہے۔

قولہ : **والسینُ وسوف تُخصِّصُہٗ باالاستقبال نحو سیضرب و سوف یضرب واللامُ المفتوحۃُ بالحالِ نحو لَیَضْرِبُ**

ترجمہ : اور سین اور سوف خاص کرتے ہیں اس (فعل مضارع) کو استقبال کے ساتھ جیسے سیضرب و سوف یضرب اور لام مفتوحہ خاص کرتا ہے حال کے ساتھ جیسے لیضرب۔

تشریح : **ضابطہ** : کہ جب سین اور سوف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو فعل مضارع استقبال کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے اور جب لام داخل ہوتا ہے تو حال کے معنی کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے اسی کو مصنفؒ نے بیان کیا اپنی اس عبارت میں والسین او السوف تخصصہا باالا ستقبال۔

البتہ یاد رکھیں! کہ سین، سوف میں تھوڑا سا فرق ہے کہ سین استقبال قریب کے لئے آتا ہے اور سوف استقبال بعید کے لئے آتا ہے۔

سوال : اگر لام فعل مضارع کو حال کے ساتھ خاص کرتا ہے اور سین، سوف استقبال کے ساتھ تو پھر لام اور سین، سوف کا اجتماع ناجائز اور باطل ہونا چاہیئے کیونکہ ان دونوں کے درمیان منافات ہے حالانکہ قرآن مجید میں ہے **وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى** اسی طرح **لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا** لہٰذا آپ کا بیان کردہ ضابطہ غلط ہے۔

جواب : کبھی کبھی لام محض تاکید کا فائدہ دیتا ہے اور ان دونوں آیتوں میں بھی لام محض تاکید کے لئے ہے۔

سوال : مصنفؒ نے مضارع کی مشہور تعریف جو نحات نے کی ہے اس سے عدول کیوں کیا ہے؟ انہوں نے تعریف یوں کی

السطلح مافی اولہ احد حروف الفرائدۃِ ذوائدِ الاربعہ؟

جواب : مصنفؒ نے نحات کی بیان کردہ تعریف سے اعراض کر کے اس تعریف کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ اس تعریف سے فعل مضارع کی وجہ تسمیہ بھی سمجھ لی جائے جو کہ بیان کی جا چکی ہے۔

قولہ : **وحُروفُ المضارعۃِ مضمومۃٌ فی الرباعی نحو یُدَحْرِجُ ویُخرِجُ لانَّ اصلَہٗ یُاَخرِجُ ومفتوحۃٌ فی**

ماعَدَاه کیَضْرِبُ ویَسْتَخْرِجُ

ترجمہ : اورحروف مضارعت رباعی میں مضموم ہوتے ہیں جیسے یدحرج ویخرج اس لئے کہ اس کی اصل یاخرج ہے اورمفتوحہ ہوں گےان کے ماسوامیں جیسے یضرب ویستخرج ۔

تشریح : حروف مضارعت کی تعریف کے لئے ضابطے کابیان:

ضابطہ : وہ باب جس کی ماضی چارحرفی ہوخواہ چاروں حرف اصلی ہوں جیسے یدحرج کی ماضی میں یاچارحرف اصلی نہ ہوں بلکہ ایک زائد ہوجیسے یخرج ، یصرف تواسی باب کے مضارع معلوم کےحروف اتین مضموم ہوں گے جیسے یدحرج ، یصرف تکرم اوراگر ماضی چارحرفی نہیں عام ازیں وہ ثلاثی ہو یاخماسی ہو یاسداسی ہواس کے مضارع معلوم میں علامت مضارع یعنی حروف اتین ہمیشہ مفتوح ہوں گے جیسے یضرب یستخرج یتدحرج ۔

سوال : ماضی چارحرفی کے مضارع معلوم میں حروف مضارع مضموم کیوں اورغیرثلاثی میں حروف مضارع مفتوح کیوں ہوتے ہیں ان کی علت کیاہے؟

جواب : رباعی چونکہ قلیل الاستعمال ہےاس لئے ضمہ دےدیاگیااورغیررباعی کثیرالاستعمال ہے جس کی وجہ سے حروف مضارع کوفتحہ دےدیاگیاکیونکہ قاعدہ ہے کہ الکثرہ یقتضی الخفۃ بعض نے جواب دیاکہ رباعی فرع ہے ثلاثی کی دووجہ سے پہلی وجہ ثلاثی رباعی سے پہلے آتی ہے۔ دوسری وجہ کہ رباعی اپنے وجود میں ثلاثی کے وزن کی طرف محتاج ہےلہٰذاثلاثی اصل اور رباعی فرع ہےاورفتحہ اصل ہےاورضمہ فرع ہےاسی وجہ سےاصل کواصل اورفرع کوفرع والی حرکت دی گئی۔

قولہ : وانّماأعربوهُ مع انَّ اصلَ الْفعلِ البناءُ لمُضارَعَتِهٖ ای لمُشابَهَتِهِ الْاِسْمَ فی ما عرفتَ واصلُ الاسم الاعرابُ

ترجمہ : اورسوااس کےنہیں نحویوں نے معرب کہاہےاس فعل مضارع کوباوجودیکہ اصل فعل میں بناء ہے بوجہ مشابہ ہونے اس کے اسم کے ساتھ ان باتوں میں جن کوتوپہچان چکاہےاوراصل اسم میں معرب ہوناہے۔

تشریح : یہ عبارت سوال مقدرکاجواب ہے۔

سوال : نحویوں نےفعل مضارع کومعرب کیوں قراردیاہےحالانکہ اصل افعال میں مبنی ہوناہے۔

اسکاجواب پہلےگذرچکاہے۔

قولہ : وذٰلك اذا لم يتّصِلْ بِهٖ نونُ تاكيدٍ ولانونُ جمعِ المؤنّثِ

ترجمہ : اوریہ اس وقت ہےجبکہ نہ متصل ہواس کے ساتھ نون تاکیداورنہ ہی نون جمع مؤنث۔

تشریح : مصنفؒ یہ بتارہے ہیں کہ فعل مضارع ہمیشہ معرب نہیں ہوگا اس کے معرب ہونے کی لئے شرط ہے یہ کہ نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اگر فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ یا نون جمع مؤنث متصل ہو تو فعل مضارع مبنی ہوگا۔

سوال : اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : کہ جب نون تاکید متصل ہوگا تو شدت اتصال کی وجہ سے جزء بن جاتا ہے فعل کی، اب اعراب کی دو صورتیں ہیں یا تو نون تاکید سے قبل دیا جائے گا یا وہ اعراب نون پر داخل ہوگا دونوں صورتیں باطل ہیں پہلی صورت اس لئے کہ اعراب کلمہ کے درمیان میں داخل ہو جائے گا حالانکہ اعراب تو ہمیشہ آخر کلمہ میں آتا ہے اور اگر نون پر داخل کر دیا جائے تو وہ حقیقت میں دوسرا کلمہ ہے تو لازم آئے گا داخل ہونا اعراب ایک کلمہ کا دوسرے کلمے پر جو کہ ناجائز اور ممتنع ہے اور یہی علت ہے نون جمع مؤنث کی اور اس کی ایک اور علت بھی بیان کی گئی ہے کہ مضارع کا نون جب جمع مؤنث ماضی کے نون جمع مؤنث کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے اپنے ماقبل میں سکون چاہتا ہے اسی وجہ سے وہ اعراب کو قبول کرتا ہی نہیں جیسے یضربن اور تضربن۔

قولہ : **واعرابُہ ثلٰثۃُ انواعٍ رفعٌ ونصبٌ وجزمٌ نحو ہو یَضْرِبُ ولَنْ یضرِبَ ولَمْ یَضْرِبْ**

ترجمہ : اور اعراب اس کے تین ہیں رفع، نصب، جزم جیسے ہو یضرب ولن یضرب ولم یضرب۔

تشریح : مضارع کے اعراب کا بیان کہ مضارع کے اعراب کی تین انواع اور تین اقسام ہیں کہ جس طرح اسم کے اعراب تین تھے ① رفع ② نصب ③ جزم

پہلے دو اعراب تو مشترک ہیں مضارع اور اسم میں لیکن جزم فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے جس طرح جر اسم کے ساتھ خاص ہے۔ **رفع کی مثال :** ہو یضرب **نصب کی مثال:** ولن یضرب **جزم کی مثال** ولم یضرب۔

سوال : مضارع کے اعراب تین کیوں ہیں؟

جواب : کہ اسم اصل ہے اور یہ فرع ہے جب اصل کے اعراب تین تھے تو فرع کے اعراب بھی تین ہونے چاہیں تاکہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

بحث اعراب فعل مضارع

فصل: فی اصنافِ اعراب الفعل وھی اربعۃٌ

ترجمہ: فصل فعل مضارع کے اعراب کی قسموں میں اور یہ قسمیں چار ہیں۔

تشریح: مصنف فعل مضارع کے اعراب کی اقسام بیان کررہے ہیں۔فعل مضارع کے اعراب کی چار قسمیں ہیں۔

قولہ: الاول ان یکون الرفعُ بالضمة والنصبُ بالفتحة والجزمُ بالسکُون ویُختصُّ بالمفردِ الصَّحیح غیرِ المخاطبةِ تقُول ھویضربُ ولن یّضربَ ولم یَضربْ

ترجمہ: اول قسم یہ ہے کہ ہو رفع ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ جزم سکون کے ساتھ اور یہ مختص ہے مفرد صحیح غیر مخاطبہ کے ساتھ کہے گا تو ھویضربُ ولن یّضربَ ولم یَضربْ ۔

تشریح: پہلی قسم رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ یہ اعراب مفرد صحیح سوائے واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کو دیا گیا ہے مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ ضمیر بارز مرفوع جو تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے لئے ہوتی ہے اس سے خالی ہو اور ایسے صیغے پانچ بنتے ہیں

① واحد مذکر غائب جیسے یفعل ② واحدہ مؤنثہ غائبہ جیسے تفعل ③ واحد مذکر مخاطب جیسے تفعل ④ واحد متکلم جیسے افعل ⑤ جمع متکلم جیسے نفعل۔

حالت رفع کی مثال: ھویفعل **حالت نصب کی مثال:** لن یفعل **حالت جزم کی مثال:** لم یفعل۔

یادرکھیں! مضارع کے کل چودہ صیغے ہیں جن میں دو تو مبنی ہیں ① جمع مؤنث غائبات ② جمع مؤنث مخاطبات بقایا بارہ بچ گئے ان بارہ میں سے سات کے ساتھ ضمیر بارز ہوا کرتی ہے چار تثنیہ کے یفعلان ، تفعلان ، تفعلان ، تفعلان اور دو جمع مذکر کے یفعلون، تفعلون اور ایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ تفعلین بقایا پانچ صیغے رہ گئے ان کو یہ اعراب دیا گیا ہے۔

سوال: یہ حکم آپ کا دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ یہ یقول یبیع اجوف میں اسی طرح مثال مضاعف میں بھی جاری ہوتا ہے حالانکہ وہ صحیح نہیں؟

جواب: یہاں صحیح سے مراد وہ صحیح نہیں جو صرفی حضرات کی اصطلاح میں بلکہ یہاں وہ صحیح مراد ہے جو نحویوں کی اصطلاح میں ہے نحویوں کی اصطلاح میں صحیح اس کو کہتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو یعنی صحیح کی قید سے ناقص کو نکالتے ہیں بقایا مہموز، مثال مضاعف، اجوف سب صحیح میں داخل ہیں۔

قولــه : الثانی ان یکونَ الرَّفعُ بثبوتِ النون والنصبُ والجزمُ بحذفِهَا ویختصُّ بالتثنیة وجمع المذکر والمفردةِ المخاطبةِ صحیحًا کان اوغیرَہٗ تقولُ هُمَا یفعَلَان وهم یفعَلُوْنَ وانتِ تَفْعِلِیْنَ ولنْ یَّفعَلا ولن یفعلوا ولن تفعلی ولم تفعَلَا ولم تفعلُوا ولم تفعلی

ترجمہ : اوردوسری قسم اعراب کی یہ ہے کہ ہورفع ثبوت نون کے ساتھ اورنصب وجزم نون کوحذف کرنے کے ساتھ اور یہ مختص ہے تثنیہ اورجمع مذکراورمفردہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ خواہ صحیح ہوں یاغیرصحیح کہے گاتو هما یفعلان ......الخ

تشریح : دوسری قسم اعراب کی حالت رفع اثبات نون کے ساتھ نصب وجزم حذف نون کے ساتھ ااور یہ دوسری قسم اعراب کی سات صیغوں کے ساتھ مختص ہے چارتثنیہ کے دوجمع مذکر کےاورایک واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کاخواہ یہ صحیح ہوں یاغیرصحیح یہ کل سات صیغے ہوئے جیسا کہ پہلے تفصیل بتادی کہ بارہ صیغے معرب تھےجن میں سے پانچ کوقسم اوّل کااعراب دے دیاگیاباقی سات صیغے تھے جن کو یہ اعراب دیاگیاہے۔تثنیہ کی حالت رفع کی مثال هما یفعلان اورجمع کی حالت رفع کی مثال هم یفعلون اورواحدہ مؤنثہ مخاطبہ کی انت تفعلین اورحالت نصب کی مثال لن یفعلا، لن یفعلو، لن تفعلی حالت جزم کی مثال لم تفعلا، لم تفعلو، لم تفعلن۔

سوال : مضارع کےان سات صیغوں کواعراب بالحرف کیوں دیاگیاہے؟

جواب : مضارع کےان سات صیغوں کویعنی جن میں صورت تثنیہ اورصورت جمع بھی موجود ہےجس کی وجہ سےمشابہت ہے اسماء کی تثنیہ اورجمع کے ساتھ جس طرح اسماء کے تثنیہ اورجمع میں اعراب بالحرف تھاتویہاں پربھی اعراب بالحرف دے دیاگیا۔

سوال : نون حالت جزم میں کیوں حذف ہوجاتاہے؟

جواب : یہ نون اس ضمہ اعرابی کےعوض ہےجومفرد میں تھاجس طرح حالت جزم میں عامل جازم کی وجہ سےضمہ اعرابی حذف ہوجاتاتھااسی لئےاس کاعوض نون ہےوہ بھی حذف ہوجائےگا۔

سوال : حالت نصب میں نون کیوں حذف کیاجاتاہے؟

جواب : جس طرح اسماء میں نصب جرکےتابع تھی اسی طرح افعال میں بھی نصب جزم کےتابع ہےتوجس طرح حالت جزم میں نون حذف ہوجاتاتھااسی طرح حالت نصب یعنی عامل ناصب کی وجہ سےبھی حذف ہوجاتاہے۔

قولــه : والثالث ان یکونَ الرفعُ بتقدیر الضمةِ والنصبُ بالفتحةِ لفظًا والجزمُ بحذف اللامِ ویختَصُّ بالناقصِ الیائی والواوِیّ غیرتثنیةٍ وَجَمعٍ ومُخاطبةٍ تقولُ هُو یَرْمِیْ ویغزوْ ولَنْ یَّرْمِیَ ویَغْزُوَ وَلَمْ یَرْمِ ویغزُ

ترجمہ : تیسری قسم اعراب کی یہ ہے کہ ہورفع ساتھ تقدیری ضمہ کےاورنصب ساتھ فتحہ لفظی کےاورجزم ساتھ حذف کرنے لام

کلمہ کے اور یہ مختص کیا گیا ہے ساتھ ناقص یائی اور واوی کے درانحالیکہ وہ تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہوں کہے گا تو ھُو یَرْمِیُ ویغزُوُ ......الخ

تشریح : تیسری قسم اعراب کی حالت رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ حالت نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذف لام کلمہ کے ساتھ اور یہ تیسرا قسم اعراب کا ناقص واوی و ناقص یائی کو دیا گیا ہے سوائے تثنیہ وجمع مذکر و واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے یعنی یہ سات صیغے خارج ہو گئے اور وہی پانچ صیغے باقی رہے تو یہ اعراب مفرد ناقص واوی و مفرد ناقص یائی کو دیا گیا ہے مثال حالت رفع کی ھو یغزو ھو یرمی حالت نصب کی مثال لن یرمی لن یغزو اور حالت جزم کی مثال لم یغز و لم یرم ۔

سوال : اس اعراب کی علت اور حکمت کیا ہے؟

جواب : ناقص واوی اور ناقص یائی ضمہ کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یاء اور واو پر ضمہ ثقیل ہوتا ہے لہٰذا حالت رفع میں ضمہ تقدیری دیا گیا ہے اور نصب چونکہ اخف [illegible] ات ہے وہ یاء اور واو پر ثقیل نہیں تھی اس لئے حالت نصب میں فتحہ لفظی دی گئی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ جزم حذف حرف ع[illegible] کے ساتھ کیوں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جازم نے حرکت کو نہ پایا تو حرف کو جو حرکت کے مناسب تھا اس کو گرا دیا [illegible]س لئے حالت جزم میں حرف علت حذف کیا جاتا ہے۔

قولــه : **والرابع ان یکون الرفعُ بتقدیر الضمة والنصبُ بتقدیر الفتحةِ والجزمُ بحذفِ اللام ویختصُّ بالناقصِ الالفی غیر تثنیةٍ وجمعٍ ومخاطبةٍ نحو ھو یَسعٰی ولن یّسعٰی ولم یسْعَ**

ترجمہ : اور چوتھی قسم اعراب کی یہ ہے کہ ہو رفع ساتھ تقدیر ضمہ کے اور نصب ساتھ تقدیر فتحہ کے اور جزم ساتھ حذف کرنے لام کلمہ کے اور یہ مختص کیا گیا ہے ساتھ ناقص الفی کے درانحالیکہ وہ (ناقص الفی) تثنیہ اور جمع اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ نہ ہو جیسے ھــــو یَسعٰی ولن یّسعٰی ولم یسْعَ ۔

تشریح : مضارع کے اعراب کی چوتھی قسم رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ اور نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور یہ اعراب ناقص الفی کو دیا گیا ہے سوائے تثنیہ وجمع مذکر و واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے یعنی ناقص الفی۔ مفرد صیغوں کو جو کہ پانچ بنتے ہیں حالت رفعی کی مثال ھو یسعی حالت نصبی کی مثال لن یسعی حالت جزم کی مثال لم یسع ۔

سوال : اس اعراب کی علت اور حکمت کیا ہے؟

جواب : اس مضارع کے آخر میں الف ہے اور الف چونکہ بالکل حرکت قبول نہیں کرتا اسی وجہ سے رفع بھی تقدیری اور نصب بھی تقدیری ہوگی اور باقی رہی جزم وہ حذف لام کلمہ کے ساتھ ہوگی اس لئے کہ جب جازم نے حرکت کو نہ پایا تو حرف علت کو حذف کر دیا گیا۔

بحث عامل رافع

فصل : المرفوعُ عاملُهٗ معنویٌّ وھو تجرُّدُہٗ عن الناصِبِ والجازِمِ نحو ھُوَ یَضْرِبُ ویغزُوْ وَیَرْمِیْ وَیَسْعٰی

ترجمہ : فعل مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہوتا ہے اور وہ عامل معنوی خالی ہوتا ہے فعل مضارع کا عامل ناصب و جازم سے جیسے ھُوَ یَضْرِبُ ......الخ ۔

تشریح : مضارع مرفوع ہو تو اس کا عامل معنوی ہوتا ہے اس میں بصریین اور کوفیین کا اختلاف ہے۔

. کوفیین کے نزدیک مضارع مرفوع کا عامل رافع ، عامل معنوی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عامل ناصب اور جازم سے خالی ہونا ہے اور مصنف کے نزدیک یہ مذہب راجح تھا اس لئے اس کو بیان کیا ہے۔

بصریین کا مذھب یہ ہے کہ مضارع کا عامل رافع مضارع کا اسم کی جگہ پر واقع ہونا ہے یہی عامل رافع ہے جیسے زید یضرب یہ زید ضارب کی جگہ پر ہے لہٰذا جب مضارع اسم کی جگہ پر واقع ہوا تو اس کو اسم کا اقوی اعراب یعنی رفع دے دیا گیا ہے۔

سوال : افعال مقاربہ کی خبر ہمیشہ فعل مضارع ہوا کرتی ہے کہ اس کی جگہ اسم کو ذکر نہیں کیا جا سکتا تو وہاں پر مضارع اسم کی جگہ پر واقع نہیں تو وہاں پر رفع کیسے آئے گا اور اس کا عامل رافع کیسے ہوگا؟

جواب : ایک ہے وضع اور ایک ہے استعمال وضع کے اعتبار سے۔ افعال مقاربہ کی خبر فعل مضارع کے علاوہ اسم کا آنا بھی درست ہے لیکن استعمال میں ہمیشہ افعال مقاربہ کی خبر فعل مضارع آتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ اعتبار اصل وضع کا ہوتا ہے نہ کہ استعمال کا۔

سوال : فعل کا اسم کی جگہ واقع ہونا یہ تو ماضی اور مضارع کے درمیان مشترک ہے لہٰذا ماضی کو پھر مرفوع ہونا چاہیئے؟

جواب : ماضی مبنی الاصل ہے جس میں عامل اثر نہیں کر سکتا اس لئے ماضی مرفوع نہیں ہوتی۔

بحث عوامل ناصبہ

فصل : المنصوب عامله خمسةُ اَحْرُفٍ اَنْ وَلَنْ وَکَیْ وإذَنْ وَانِ الْمقدّرَۃُ نحو اُریدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ وَاَنَا لَنْ اَضْرِبَكَ واسلمْتُ کَیْ ادخُلَ الجَنَّةَ وَاِذَنْ یغفِرَاللّٰهُ لَكَ

ترجمہ : فعل مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں اَنْ ولن و کی و اذن اور ان مقدرہ جیسے ارید ان تحسن الی اور انا لن اضربك اور اسلمت کی ادخل الجنة اور اذن یغفر الله لك ۔

تشریح : اس فصل میں مضارع منصوب کے عامل کو بیان کر رہے ہیں کہ مضارع کے لئے عامل ناصب پانچ حرف ہیں ① ان

② لن ③ کی ④ اذن ⑤ ان مقدرہ ۔

سوال : یہ حروف نصب کیوں دیتے ہیں؟

جواب : اس باب میں یعنی حروف نواصب میں ان اصل ہے اور ان کا ناصب ہونا اس لئے ہے کہ یہ مشابہ ہے ان مخففہ من المثقلہ کے ساتھ دو طرح سے مشابہت لفظیہ بھی ہے، مشابہت معنویہ بھی ہے مشابہت لفظیہ تو واضح ہے اور مشابہت معنویہ اس طرح ہے کہ دونوں مصدریہ ہیں کہ اپنے مدخول کو مصدر کی تاویل میں کر دیتے ہیں اور باقی حروف کا ناصب ہونا اسی ان پر محمول ہے کہ یہ ان استقبال کے لئے آتا ہے اس طرح وہ حروف بھی استقبال کے لئے آتے ہیں۔

فائدہ : حروف نواصب میں سے پہلا حرف ان ہے جس کے عمل کے لئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط : اس سے پہلے لم اور لن نہ ہو اگر لم اور لن ہوا تو یہ نصب نہیں دے گا۔

دوسری شرط : یہ ہے کہ فعل یقین اور فعل ظن کے بعد نہ ہو ورنہ نصب نہیں دے گا اور وہ ان مصدریہ نہیں ہوگا بلکہ ان مخففہ ہوگا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

فائدہ : دوسرا حرف ناصب لن ہے کہ یہ نصب دیتا ہے اور استقبال اور نفی کی تاکید کے لئے آتا ہے اس کے اصل میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک یہ اپنے اصل پر ہے یہی مذہب راجح ہے، امام فراء کے نزدیک اس کا اصل لان تھا الف کو نون سے بدل دیا تو لن ہو گیا اور خلیل کے نزدیک اس کا اصل لا ان تھا الف اور ھمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا جیسے ایّ شی کو مخفف کر کے ایش کہتے ہیں۔

فائدہ : لن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے معمول کا معمول اس پر مقدم کیا جا سکتا ہے جبکہ باقی نواصب کے معمول کے معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتے۔

فائدہ : تیسرا حرف ناصب اذن سیبویہ کے نزدیک یہ حرف اپنے اصل پر ہے اور یہی راجح ہے جبکہ بعض کے نزدیک اذا ظرفیہ ہے جس کے مضاف الیہ جملے کو حذف کر کے اس کے عوض تنوین لائی گئی ہے۔ اذن کے عمل کی تفصیل کے لئے صفحہ نمبر...... دیکھئے۔

فائدہ : چوتھا حرف ناصب کی ہے یہ بھی مطلقا مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کے معنی سببیت کے ہوتے ہیں یعنی اس کا ماقبل مابعد کے لئے سببیت ہوتا ہے جیسے اسلمت کی ادخل الجنة میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہوں تو اسمیں اسلام جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔

قوله : وَتُقَدَّرُ اَنْ فی سبعةِ مَوَاضِعَ بعد حتّٰی نحو اسلمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الجَنَّةَ ولامِ کَیْ نحو قامَ زیدٌ لیذهَبَ ولام الجَحْدِ نحو مَاکَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ والفاءِ والواقِعةِ فی جوابِ الامرِ والنهی والاستفهامِ والنفی والتمنی

والعرض نحو اَسْلِمْ فَتَسْلَمَ ولاتَعْصِ فَتُعَذَّبَ وهل تَعَلَّمُ فتنجُوَ وماتزُورُنَا فنُكْرِمَكَ وليتَ لي مَالًا فأُنْفِقَهُ وأَلَاتنزِلُ بنافتُصِيْبَ خيرًا

ترجمہ : اور مقدر کیا جاتا ہے اَنْ سات جگہوں میں بعد حتی کے، بعد لام کی کے، بعد لام جحد کے اور بعد اس فاء کے جو امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی، عرض کے جواب میں واقع ہو۔

تشریح : سوال : جس طرح ان ملفوظہ نصب دیتا ہے اس طرح ان مقدرہ بھی نصب دیتا ہے اور یہ ان سات مقامات پر مقدر ہوتا ہے ① حتی کے بعد یاد رکھیں جس حتی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اسمیں دو معنےٰ ہوتے ہیں۔ ایک معنی ہوتا ہے ''تاکہ'' جیسے اسلمت حتی ادخل الجنة اسلام لایا میں تاکہ جنت میں داخل ہو جاؤں اور دوسرا معنی حتی کا ہوتا ہے ''یہاں تک'' جیسے مررت حتیٰ ادخل البلد میں گذرا یہاں تک کہ شہر میں داخل ہوا۔

دوسرا مقام : لام کی کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے یعنی ایسے لام کے بعد جو کی کی طرح سببیت کے لئے آتا ہے جیسے قام زید لیذهب یہاں لام سببیت کا معنی ہے کہ کھڑا ہوا زید تاکہ وہ چلے۔ یہاں پر لام کے بعد ان مقدر ہے جس کی وجہ سے یذهب مضارع پر نصب ہے۔

تیسرا مقام : لام جحد کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے۔ جحد کا لغوی معنیٰ انکار کرنا اور لام جحد کی تعریف یہ ہے کہ کان منفی کی خبر پر داخل ہوتا ہے اور تاکید نفی کے لئے آتا ہے جیسے مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ۔

سوال : ان تین مقامات پر ان کے مقدر ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : یہ تینوں حروف جارہ ہیں اور یہ ضابطہ مسلمہ ہے کہ حرف جار فعل پر داخل نہیں ہوتا اور چونکہ یہاں فعل مضارع پر داخل ہیں تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہاں ان مقدر ہے تاکہ یہ مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم بن جائیں اور حرف جارہ کا دخول اسم تاویلی پر ہو۔

چوتھا مقام : فاء کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جیسے زرني فا زورك فاء کے بعد ان مقدر ہے۔

پانچواں مقام : واو کے بعد جیسے لا تا كل السمك و تشرب اللبن۔

سوال : ان دو مقامات پر ان کے مقدر ہونے کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : فاء اور واو یہ دونوں حرف عاطفہ ہیں اور ماقبل ان حروف کا جملہ انشائیہ اور مابعد جملہ خبریہ ہے اب اگر ان کے بعد ان کو مقدر نہ مانا جائے تو لازم آئے گا جملہ خبریہ سے جملہ انشائیہ پر عطف جو کہ جائز نہیں اس لئے ان دونوں حرفوں کے بعد ان مقدر مانا جائے گا تاکہ یہ مصدر کی تاویل میں ہو جائیں اور مصدر کا مصدر پر عطف ہو جائے جیسے زرني فا كرمك معنی ہوگا لیکن منك زيارة

فا کرام منی تو اس صورت میں عطف مفرد کا مفرد پر ہی ہوگا اور لا تاکل السمك و تشرب اللبن کا معنی ہوگا لایکن منك اکل السمك و تشرب اللبن۔

چھٹا مقام : او کے بعد ان مقدر ہوتا ہے لالز منك او تعطینی حقی ۔

قولہ : وبعدَ الْواوِ الواقِعَةِ فی جَوابِ هٰذِهِ المواضِعِ كَذٰلِكَ نحو اَسْلِمْ وتَسْلَم الیٰ اٰخِرِهٖ وبعد او بمعنیٰ الیٰ اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ نحو لَاَحْبِسَنَّكَ او تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ و وَاوِ الْعَطْفِ اِذا کان المعطُوفُ عَلَیْهِ اسمًا صَرِیْحًا نحو اعجبَنِیْ قیامُكَ وتخرجَ

ترجمہ : اور اسی طرح اس واؤ کے بعد بھی اَنْ مقدر کیا جاتا ہے جو ان چھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو جیسے اسلم و تسلم الخ اور او بمعنی الی ان یا اِلّا اَنْ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے لاحسبنك او تعطینی حقی اور واؤ عاطفہ کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامك و تخرج ۔

تشریح : فاء کے بعد ان کا مقدر ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں۔

پہلی شرط : فاء کا ماقبل مابعد کے لئے مصاحب ہو۔

دوسری شرط: فاء سے پہلے اشیاء ستہ میں سے کوئی شی ہو وہ چھ چیزیں یہ ہیں

① امر ② نہی ③ استفہام ④ نفی ⑤ تمنی ⑥ عرض۔

سوال : فاء کے بعد ان مقدر ہونے کے لئے دو شرطیں کیوں لگائی ہیں؟ ان کی کیا دلیل ہے؟

جواب : پہلی شرط کی دلیل یہ ہے مضارع پر رفع کے بجائے نصب کا آنا یہ سببیت پر دلالت کرتا ہے اور اگر سببیت مقصود نہ ہو تو پھر رفع سے نصب کی طرف عدول کی ضرورت ہی نہیں تھی اور دوسری شرط کی دلیل یہ ہے کہ ان کو اس لئے مقدر مانا جا رہا ہے تا کہ عطف درست ہو اگر اس سے پہلے ان اشیاء میں سے کوئی چیز نہ ہو تو پھر وہ انشاء کے قبیلے سے نہیں جب انشاء کے قبیلے سے نہیں تو خبر کا خبر پر عطف صحیح ہوتا ہے وہاں ان مقدر ماننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

و بعد الواو الواقعة فی جواب هذه المواضع پانچ مقام جہاں واو کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اس کو واو جمع اور واو صرف کہتے ہیں اس کے بعد ان کے مقدر ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط جمعیت یعنی مصاحبت ہو کہ واو کا ماقبل اس کے مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کا حصول ایک زمانہ میں ہو دوسری شرط واو سے پہلے فاء کی طرح اشیاء ستہ میں سے کوئی چیز ہو۔

چھٹا مقام : جہاں ان مقدر ہوتا ہے وہ او کے بعد ہے، او کے بعد ان کے مقدر ہونا کے لئے جمہور کے نزدیک شرط یہ ہے کہ او الیٰ کے معنی میں ہو۔ سیبویہ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ وہ او الا کے معنی میں ہو۔ جمہور کے نزدیک عبارت یوں ہوگی لا حبسنك

الی ان تعطینی حقی امام سیبویہ کے نزدیک عبارت یوں ہوگی لاحبسنك فی کل وقت الاوقت تعطینی حقی یہاں پر مضاف کو مقدر مانا جائے گا استثنا کے صحیح کرنے کے لئے۔

سوال : او کے بعد ان مقدر ہونے کے لئے یہ شرط کیوں لگائی کہ وہ الیٰ یا الا کے معنی میں ہو؟

جواب: کہ جب او الیٰ کے معنی مین ہوگی تو لازم آئے گا فعل کا مجرور ہونا اور الا کے معنی میں ہوگی علی مذھب سیبویہ تو لازم آئے گا فعل مستثنیٰ ہونا حالانکہ یہ نا جائز اور باطل ہے اس لئے کہ مجرور اور مستثنیٰ ہمیشہ اسم ہی ہوتے ہیں لہٰذا اس کے بعد ان مقدر ہی مانا جائے گا تا کہ وہ فعل مصدر کی تاویل میں ہو کر اسم بن جائے تو اس کا مجرور اور مستثنیٰ ہونا صحیح ہو جائے۔

واو العطف نحو اعجبنی قیامك و تخرج **ساتواں مقام :** جہاں ان مقدر ہوتا ہے وہ واو عطف ہے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ واو عطف سے پہلے اسم صریح ہو جیسے اعجبنی قیامك و تخرج ۔

سوال : واو عطف کے بعد ان کے مقدر ہونے کے لئے معطوف علیہ کا اسم صریح ہونا کیوں شرط لگائی ہے؟

جواب : اگر واو کے بعد ان مقدر نہ ہو تو لازم آئے گا فعل کا عطف اسم صریح پر جو کہ جائز نہیں۔

فائدہ : اسم کے ساتھ صریح کی قید نہیں لگانی چاہیئے اس لئے کہ اس سے تو اعجبنی انك انسان و یحتمع خارج ہو جاتا ہے اس کا معطوف علیہ اسم تاویلی ہے اس کے باوجود واو کے بعد ان مقدر ہے اور یہ بھی یاد رکھیں یہاں واو کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر حرف عطف کے بعد ان مقدر ہوتا ہے جبکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو لہٰذا بہتر تو یہ تھا مصنف واو کے بجائے حروف العطف کہتے کہ بعد الحروف العطف ان مقدر ہوتا ہے۔

قولـه : ویجوزُ اظهارُ اَنْ مَعَ لَامِ کَیْ نحو اَسْلَمْتُ لِاَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ ومَعَ واو العطفِ نحو اعجَبَنِیْ قیامُكَ وَاَنْ تخرجَ ویجب اظهارُ اَنْ فی لامِ کَیْ اذا اتصلَتْ بلاالنافیةِ نحو لئلّا یعلَمَ

ترجمہ : اور جائز ہے ظاہر کرنا اَنْ کا لام کی کے ساتھ جیسے اسلمت لان ادخل الجنة اور سمیت واؤ عاطفہ کے جیسے اعجبنی قیامك وان تخرج اور واجب ہے ظاہر کرنا ان کا لام کی میں جب لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو جیسے لئلا یعلم ۔

تشریح : ضابطہ : ان مصدریہ کہ اظہار دو مقام پر جائز ہے۔ پہلا مقام مقام لام کی کے بعد اور یاد رکھیں لام کی ساتھ وہ لام زائدہ جو فعل امر یا ارادہ کے بعد ہو وہ بھی اسی کے ساتھ ملحق ہے اس کے بعد بھی ان کا اظہار جائز ہوتا ہے لام کی کی مثال اسلمت لان ادخل الجنة اور لام زائدہ جو فعل امر کے بعد ہو جیسے امرت لان اعدل بینکم اور جو فعل ارادہ کے بعد ہو اسکی مثال اردت لان تتقدم ۔

دوسرا مقام : واو عطف کے بعد جس کا معطوف علیہ اسم صریح ہو ان کا اظہار جائز ہے جیسے اعجبنی قیامك و ان تخرج ۔

سوال : ان دومقاموں پر ان کا اظہار کیوں جائز ہے اس کی دلیل اور علت کیا ہے؟

جواب : لام کی اور لام زائدہ جو اس کے ساتھ ملحق ہے اور اسی طرح حروف عطف یہ تینوں اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں جیسے جئتك للا کرامك اور اردت لاضربك اور اعجبنی ضرب زیدو غضبه لہٰذا ان کے ساتھ ایسی چیز کو ظاہر کرنا جو فعل کو اسم کی طرف تبدیل کردیتے ہیں یہ جائز ہے لیکن لام جحد چونکہ وہ اسم صریح پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا اس کے بعد ان کا اظہار جائز نہیں۔

ضابطہ : ان کا اظہار ایک مقام اور ایک صورت میں واجب ہے کہ جب لام کی کے ساتھ لا نافیہ متصل ہو جیسے لئلا یعلم۔

سوال : یہاں پر ان کا اظہار کیوں واجب ہے اسکی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : اس لئے کہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ کلام عرب میں مکروہ ہے۔

قوله : واعلم اَنَّ اَنِ الواقعةَ بعدَ العلمِ لیسَتْ هی الناصبة للفِعلِ المضارع وانما هی المخفَّفةُ مِن المثقلةِ نحو عَلِمْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنكُمْ مَّرْضٰی وَاَنِ الواقعة بعدَ الظنِّ جاز فیه الوَجْهَانِ النصبُ بها وان تجعلَهَا كالواقعةِ بعدَ العِلمِ نحو ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمَ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ بے شک وہ ان جو واقع ہونے والا ہے علم یعلم کے بعد وہ فعل مضارع کو نصب دینے والا نہیں اور سوا اس کے نہیں کہ وہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہو جیسے علمت ان سیقوم فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ ...... اور وہ اَنْ جو ظن یظن کے بعد واقع ہونے والا ہو اس میں دو وجہ جائز ہیں اَنْ کی وجہ سے نصب اور یہ کہ بنائے تو اس کو مثل اَنْ کے جو علم یعلم کے بعد واقع ہونے والا ہو جیسے ظننت ان سیقوم۔

تشریح : یہ عبارت ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : قرآن میں آتا ہے عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ یہاں مضارع ان کے بعد ہے اور فعل مضارع منصوب نہیں ہے لہٰذا آپ کا یہ قاعدہ کہ ان ملفوظہ کے بعد ہمیشہ فعل مضارع منصوب ہوتا ہے بالکل غلط ہے؟

جواب : یہ ان مثال مذکور میں مصدریہ نہیں بلکہ مخففه من المنثقله ہے اس کے لئے ضابطہ یاد رکھیں وہ فعل جو بمعنی یقین کے ہو اس کے بعد ہمیشہ مخففه من المنثقله ہوتا ہے ان مصدریہ نہیں ہوتا جیسے علم ان سیکون میں علم فعل یقین ہے اس کے بعد ان مخففه من المثقله ہے۔ اور یہاں فقط علم والا فعل مراد نہیں بلکہ ہر وہ فعل جو یقین والا معنی رکھتا ہو جیسے وجدان یقین، تحقیق، شهادت، ظهور وغیرہ ہے۔

ضابطہ : جب فعل یقین کے بعد فعل مضارع پر ان مخففه آئے تو اس وقت ان کے بعد فعل پر چار چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے ① سین ② سوف ③ قد ④ حرف نفی۔

ان الواقعہ بعد الظن ...... ایک اور ضابطے کا بیان ۔

ضابطہ : کہ وہ ان جو ظن کے بعد واقع ہو تو اسمیں دو وجہ جائز ہیں پہلی وجہ کہ اس کو ان ناصبہ بنایا جائے دوسری وجہ یہ کہ اس کو ان مخففہ من المثقلہ بنایا جائے لہٰذا مضارع پر رفع ونصب دونوں جائز ہوں گے جیسے ظننت ان سیقوم اور ظننت ان یکون۔

سوال : ان دو ضابطوں کی علت اور دلیل کیا ہے کہ فعل یقین کے بعد ان مخففہ کیوں ہوتا ہے فعل ظن کے بعد دونوں کیوں جائز ہوتے ہیں؟

جواب : کہ وہ فعل جو یقین کا معنی دیتا ہے اس کے بعد ان مخففہ ہی مناسب ہے کہ ان مخففہ کا معنی بھی تحقیق ہوتا ہے اس لئے فعل یقین کے بعد ان مخففہ ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ ظن کے بعد دونوں کیوں جائز ہیں اس کی علت اور وجہ یہ ہے کہ ظن کے دو معنٰی ہیں اگر جانب راجح اور ظن غالب کا لحاظ کیا جائے تو پھر ان مخففہ من المثقلہ ہی مناسب ہے کیونکہ یہ یقین پر دلالت کرتا ہے اور اگر ظن میں خیال والے معنی کا لحاظ کیا جائے تو اس وقت ناصبہ مصدریہ ہی مناسب ہے۔

ضابطہ : ان جو علم اور ظن کے علاوہ طمع ، رجاء ، خشیت ، خوف ، شك ، وھم ، اعجاب ان کے بعد واقع ہو تو ان مصدریہ ہوتا ہے مخففہ نہیں ہوتا۔

بحث عوامل جازمہ

فصل : المجزومُ عاملُهٗ لَمْ وَلَمَّا ولام الامر ولا فی النھی وکَلِمَ المجازتِ وھی اِنْ ومھما واِذْما وحیثما واینَ ومتٰی وما ومَنْ واَیٌّ واَنّٰی واِن المقدرۃُ نحو لم یضربْ ولمَّا یَضربْ ولِیَضْرِبْ ولاتَضرِبْ واِنْ تَضربْ اَضرِبْ ۱ه

ترجمہ : فعل مضارع مجزوم کا عامل لم اور لما الخ ہیں۔

تشریح : مصنف اس فصل میں مضارع مجزوم کے عوامل بتارہے ہیں کہ مضارع کو جزم دینے والے کون سے عوامل ہیں۔ وہ ان، لم ، لمّا، لام امر، لانھی یہ چار ایک فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں ان کے علاوہ جو جوازم ہیں وہ دو فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں ان کو کلمات مجازات کہتے ہیں ① ان ② من ③ ما ④ مھما ⑤ حیثما ⑥ اذما ⑦ متیٰ ⑧ اینما ⑨ انی ⑩ ایٌّ۔

وجہ تسمیہ : ان کو کلمات مجاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دلالت کرتے ہیں ایک جملے کا دوسرے جملے کی جزاء بننے پر اور ان کو کلمات شرط اور جزاء بھی کہتے ہیں، یہ دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں اور ان کو جزم دیتے ہیں پہلے فعل کو شرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں۔

سوال : مصنف ؒ نے ان کو کلمات مجاز کہا ہے لیکن ان کو اسم کیوں نہیں کہا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : ان میں سے بعض اسم تھے اور بعض فعل تو مصنف نے ایسا نام بتا دیا جو سب کو شامل ہو جائے اسماء کو بھی اور حروف کو بھی۔

قولــہ : واعلم اَنَّ لم تَقْلِبُ الْمضارِع ماضِیًا منفیًا ولما کذٰلِكَ اِلَّا اَنَّ فیھا توقُّعًا بعدَهٗ و دوامًا قبلَهٗ نحو قام الامیرُ لَمّا یر کَبْ وایضًا یجوزُ حذفُ الفِعْلِ بعدَ لَمَّا خاصَّةً تقولُ نَدِمَ زیدٌ ولَمَّا ای ولما ینفعهُ النَّدَمُ ولاتقول نَدِمَ زیدٌ ولَمْ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق لفظ لم بنا دیتا ہے مضارع کو ماضی منفی اور لما بھی اسی طرح ہے مگر بے شک لما میں امید ہوتی ہے اس کے بعد اور دوام ہوتا ہے اس سے پہلے جیسے قام الامیر لمایر کب اور نیز جائز ہے حذف کرنا فعل کا لما کے بعد خاص کر کہے گا تو ندم زید ولما (شرمندہ ہوا زید اور نہیں) یعنی (نفع دیا اس کو شرمندگی نے) اور نہیں کہے گا ندم زید ولم۔

تشریح : مصنف عوامل جوازم کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کلمہ لم مضارع کو ماضی کو منفی کی طرف تبدیل کر دیتا ہے اور لمّا بھی اسی طرح عمل کرتا ہے لیکن ان دونوں میں چند فرق ہیں۔

پہلا فرق : لمّا کے اندر زمانہ تکلم کے بعد سے فعل منفی کے ثبوت کی توقع ہوتی ہے قاعدہ جبکہ لم زمانہ ماضی میں فعل کی نفی کا فائدہ دیتا ہے جس میں استغراق کا معنی نہیں ہوتا۔

دوسرا فرق : لمّا کے مدخول فعل کا حذف کرنا جبکہ قرینہ موجود ہو تو جائز ہے جیسے کہا جاتا ہے قام الا میر و لمّا اور لمّا کا استعمال بھی فعل غیر متوقع میں بھی ہوا کرتا ہے۔

تیسرا فرق : لمّا پر ادوات شرط داخل نہیں ہوتے لہٰذا ان کو داخل کر کے ان لمّا یضرب اس طرح من کو داخل کر کے من لمّا یضرب کہنا جائز نہیں جبکہ ادوات شرط کو لم پر داخل کرنا جائز ہے۔ یہ کل چار فرق ہوں گے۔

سوال : لمّا کے مدخول فعل کو حذف کرنا کیوں جائز ہے اور لم کے مدخول کا حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟

جواب : لمّا میں اصل میں لم ما ہے ما زائدہ ہے جیسا کہ این ما شرطیہ میں ہے اور یہ ما زائدہ فعل کے محذوف کا نائب بن جاتی ہے بخلاف لم کے وہاں ما موجود نہیں جو اس فعل کے قائم مقام بن سکے اسی وجہ سے لمّا کے مدخول کا حذف جائز ہے جب کہ لم کے مدخول کو حذف کرنا جائز نہیں۔

سوال : ادوات شرط کا لمّا پر داخل کرنا نا جائز اور لم پر کیوں جائز ہے؟

جواب : لمّا یہ عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ قوی ہے لیکن بخلاف لم کے وہ فاصلہ قوی نہیں جس کی وجہ سے انکا داخل کرنا جائز ہے۔

فائدہ : لمّا اسمیت اور ظرفیت کے درمیان مشترک ہے جس وقت یہ مضارع پر داخل ہو تو یہ حرف ہوتا ہے اور جس وقت یہ

ماضی پر داخل ہو عام ازیں ماضی لفظاً ہو یا معناً تو یہ اسم ظرف ہوتا ہے۔

یاد رکھیں! جب یہ لـمّا اسمیہ ظرفیہ ہو تو اس کا جواب جملہ اسمیہ ہوتا ہے جبکہ مقرون ہو اذا مفاجاتیہ کے ساتھ جیسے قرآن مجید میں ہے کُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ یا جواب ماضی مقرون ہوتی ہے ماضی کے ساتھ اور کبھی مضارع بھی آتا ہے بر کیف امام سیبویہ اس پر تعجب فرماتے ہیں کہ لـمّـا عجیب ہے ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اسمیہ ظرفیہ ہو جاتا ہے اور مضارع پر داخل ہو تو حرف بن جاتا ہے اور اگر ان دو کے علاوہ ہو تو یہ لمّا حرف استثناء ہوتا ہے بمعنی الاّ کے۔

قولـه : واما كَلِمُ المجازاتِ حرفًا كانَتْ او اسمًا فهي تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ لتَدُلَّ علىٰ اَنَّ الاُولىٰ سببٌ للثانيةِ وتسمى الاولىٰ شرطًا والثانيةُ جزاءً

ترجمہ : اور لیکن کلمات مجازات خواہ حرف ہوں یا اسم پس یہ داخل ہوتے ہیں دو جملوں پر تاکہ دلالت کریں اس بات پر کہ پہلا سبب ہے دوسرے کے لئے اور نام رکھا جاتا ہے اول کا شرط اور دوسرے کا جزاء۔

تشریح : مصنفؒ ان عوامل جوازم سے فارغ ہونے کے بعد اب کلمات مجازات کو بیان کر رہے ہیں کلمات مجازات یعنی کلمات شرط و جزا خواہ حرف ہوں یا اسم ہمیشہ دو جملے فعلیہ پر اس لئے داخل ہوتے ہیں کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کے لئے سبب ہوتا ہے اور دوسرا جملہ مسبب ہوتا ہے اور پہلا فعل جو سبب ہوتا ہے اس کا نام شرط رکھا جاتا ہے اور دوسرا فعل جو مسبب ہوا کرتا ہے اس کا نام جزاء رکھا جاتا ہے۔

قولـه: ثم ان كانَ الشرطُ والجزاءُ مُضارعَيْن يجبُ الجزمُ فيهما لفظًا نحو اِنْ تُكْرِمْنِيْ اُكْرِمْكَ وانْ كانَا ماضِيَيْن لم تَعْمَلْ فيهما لفظًا نحو اِنْ ضربْتَ ضَرَبْتُ وان كَانَ الجزاءُ وحدَهٗ ماضِيًا يجب الجزمُ في الشرط نحو اَنْ تضرِبْني ضربتُكَ وَاِنْ كانَ الشرطُ وحدهٗ ماضِيًا جازفي الجزاءِ الوجهان نحو اِنْ جئْتَنِيْ اُكْرِمْكَ

ترجمہ : پھر اگر ہوں شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع تو واجب ہے جزم ان دونوں میں لفظاً جیسے ان تکرمنی اکرمك اور اگر وہ دونوں ماضی ہوں تو نہیں عمل کریں گے کلمات مجازات ان دونوں میں لفظاً جیسے ان ضربت ضربت اور اگر جزاء اکیلے ماضی ہو تو جزم واجب ہے شرط میں جیسے ان تضربنی ضربتك اور اگر شرط اکیلے ماضی ہو تو جائز ہیں جزاء میں دونوں صورتیں جیسے ان جئتنی اکرمك۔

تشریح : مصنفؒ ضابطہ بیان کر رہے ہیں شرط اور جزاء کے مجزوم ہونے کے لئے جس کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : شرط اور جزاء دونوں فعل مضارع ہوں اس صورت کا حکم یہ ہے دونوں میں جزم لفظا واجب ہے ان تکرمنی اکرمك۔

دوسری صورت : اگر دونوں ماضی ہوں تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اسمیں جزم لفظاً نہیں ہوگی جیسے ان ضربت ضربت۔

تیسری صورت : شرط مضارع اور جزاء ماضی ہو اس کا حکم یہ ہے کہ شرط میں جزم واجب ہے جیسے ان تضرب ضربت ۔

چوتھی صورت : شرط ماضی اور جزاء مضارع ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ جزاء میں دونوں صورتیں جائز ہیں جزم اور رفع دونوں جائز ہیں جیسے ان ضربت اضرب ۔

سوال : ان چار صورتوں کی علتیں اور دلیلیں کیا ہیں؟

جواب : پہلی صورت میں شرط اور جزاء دونوں مضارع ہیں اور مضارع معرب ہوتا ہے جس میں جزم اعراب قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس لئے دونوں میں جزم کا ہونا واجب ہے۔

دوسری صورت میں شرط اور جزاء دونوں ماضی ہیں اور ماضی مبنی ہوتی ہے جس میں اعراب قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے لفظوں میں جزم نہیں ہوگی۔

تیسری صورت کی یہ دلیل اور علت ہے کہ صرف شرط مضارع ہے اس میں تو اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت ہے اس لئے جزم واجب ہے شرط میں اور چونکہ جزاء ماضی ہے جس میں اعراب کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں اس لئے وہاں جزم نہیں۔

چوتھی صورت کے اندر چونکہ شرط ماضی ہے اس لئے جزم لفظوں میں نہیں البتہ جزاء مضارع ہے اسمیں دو وجہ اس لئے جائز ہیں جزم تو اس لئے کہ وہ معرب ہے اسمیں اعراب قبول کرنے کی صلاحیت ہے اور رفع اس لئے جب شرط ماضی ہونے کی وجہ سے جزم نہیں تو اس کے تابع کرتے ہوئے جزاء پر بھی جزم نہ پڑھی جائے۔

قولہ : واعلم انهٗ اذا كانَ الجزاءُ ماضيًا بغير قد لم يجزِ الفَاءُ فيه نحو انْ اَكْرمتِنِيْ اكرمتُكَ قال اللّٰهُ تعالىٰ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وإن كان مضارعًا مثبتًا او منفيًّا بلا جاز فيه الوجْهَانِ نحو انْ تَضْرِبْنِيْ اَضْرِبْكَ او فَاَضْرِبُكَ وان تَشْتِمْنِيْ لَااَضْرِبْكَ او فلا اَضْرِبكَ وإنْ لم يكنِ الجزاءُ اَحدَ الْقِسْمَيْنِ المذكورَيْنِ فيجبُ الفاءُ فيهِ

ترجمہ : اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ جب ہو جزاء فعل ماضی بغیر قد کے تو نہیں جائز فاء اس میں جیسے ان اکرمتنی اکرمتك فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اور اگر جزاء ہے فعل مضارع مثبت یا منفی ساتھ لا کے تو جائز ہیں اس میں دونوں وجہیں جیسے ان تضربنی اضربك یا فاضربك اور ان تَشْتِمْنِيْ لَااَضْرِبْكَ یا فلا اَضْرِبكَ اور اگر نہ ہو جزاء ان مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی ایک قسم تو پس واجب ہے اس میں فاء۔

تشریح : مصنف اس عبارت میں فا جزائیہ کیلئے ضابطہ بیان کر رہے ہیں کہ کن صورتوں میں اس فاء کا لانا جائز اور کن صورتوں میں

واجب اور کن صورتوں میں نہ لانا واجب ہے تو مصنفؒ اس کی نے سات صورتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ فا کا لانا ناجائز اور ممتنع ہے اور دو صورتوں میں جائز ہے اور چار صورتوں میں فا کا لانا واجب ہے۔

پہلی صورت : جس میں فاء کا لانا ممتنع ہے وہ یہ ہے کہ جزاء ماضی ہو بغیر قد کے جیسے ان اکرمتنی اکر متك ۔

دوسری صورت : جزاء مضارع مثبت ہو۔

تیسری صورت : جزاء مضارع منفی ہو لا کے ساتھ ان دونوں صورتوں میں فا کا لانا جائز ہے اور نہ لانا بھی جائز ہے ان تضربنی اضربك کا پڑھنا بھی جائز ہے اور فا لا کر فا ضربنی پڑھنا بھی جائز ہے اور اس طرح ان تشتمنی لا اضر بك بھی جائز ہے اور فلا اضر بك کا بھی جائز ہے اور جن صورتوں میں فا کا لانا واجب ہے۔

قوله : وذٰلك فِيْ اَربعِ صُوَرِ الاُولىٰ اَنْ يكونَ الجزاءُ ماضيًا مع قد كقولهٖ تعالىٰ اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ والثانيةُ اَن يكونَ مضارعًا منفيًّا بغير لا كقولهٖ تعالىٰ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ والثالثةُ ان يكونَ جملةً اسميةً كقولهٖ تعالىٰ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا والرابعةُ ان يكونَ جملةً انشائيَةً اما امرٌ كقولهٖ تعالىٰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ واِمَّا نهيًا كقولهٖ تعالىٰ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ

ترجمہ : اور یہ چار صورتوں میں ہے اول یہ کہ ہو جزاء ماضی قد کے ساتھ جیسے قول اللہ تعالیٰ ان یسرق ......الخ دوسری یہ کہ ہو جزاء مضارع منفی بغیر لا کے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ومن یبتغ ......الخ اور تیسری یہ کہ ہو جزاء جملہ جیسے قول اللہ تعالیٰ کا من جاء بالجسنة ......الخ اور چوتھی یہ ہے کہ ہو جزاء جملہ انشائیہ یا امر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے قل ان کنتم ......الخ یا نہی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فان علمتموهن مؤمنات......الخ ۔

پہلی صورت : جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ جیسے اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِن قَبْلُ ۔

دوسری صورت : جزاء مضارع منفی بغیر لا کے ہو جیسے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۔

تیسری صورت : جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔

چوتھی صورت : جزاء جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو نہی ہو الی آخرہ امر کی مثال قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ

نہی کی مثال فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ

سوال : ان صورتوں میں یہ جو حکم بیان کیا گیا ہے اسکی علت کیا ہے؟ ایک صورت میں فاء کا لانا کیوں جائز نہیں دو صورتیں جواز کیوں اور چار صورتیں فاء کا لانا واجب کیوں ہے؟

جواب : جواب سے پہلے ایک ضابطہ جان لیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فا جزائیہ ربط کیلئے لائی جاتی ہے لہٰذا جہاں پر ربط ضروری ہو گا وہاں پر فا جزائیہ کا لانا واجب ہوگا اور جہاں ربط کی ضرورت بالکل نہیں وہاں اس کا لانا ناجائز اور ممتنع ہوگا اور جہاں پر ربط دینا جائز ہو وہاں فا کا لانا جائز ہوگا۔

سوال : اس کے لئے کیا ضابطہ ہے کہ کہاں پر فا جزائیہ ربط کے لئے لانا ضروری ہے اور کہاں ضروری نہیں؟

جواب : اس ربط کے لئے ضابطہ یاد رکھیں کہ جہاں حرف شرط جزاء میں بالکل اثر نہ کرے وہاں ربط کی ضرورت ہوتی ہے وہاں فا لانا واجب ہوتا ہے اور جہاں پر حرف شرط کا کچھ اثر ہو مکمل نہ ہو تو وہاں فا جزائیہ کا لانا جائز ہوتا ہے اور جہاں پر حرف شرط جزاء میں رابطہ کچھ ہوتا ہے تو ایسے مقام پر پورا پورا اثر کرے وہاں ربط کی ضرورت نہیں وہاں فا کا لانا جائز نہیں۔

جواب کا حاصل : اب ہر صورت کے حکم کی علت یہ ہے پہلی صورت کہ جزاء ماضی ہو بغیر قد کے اس صورت میں حرف شرط نے جزاء ماضی کے معنی میں پورا پورا اثر کر دیا ہے کہ ماضی کو مستقبل کے معنی میں کر دیا ہے لہٰذا دوسرے رابطہ کی ضرورت نہیں اس لئے یہاں فا جزائیہ لانا ناجائز اور ممتنع ہے۔

دوسری اور تیسری صورت کا حکم اور علت یہ ہے کہ اسمیں حرف شرط نے کچھ اثر کیا ہے کہ مضارع کو معنی استقبال کے ساتھ خاص کر دیا ہے لیکن حقیقت میں کوئی تغیر نہیں اس لئے کہ مضارع میں پہلے سے استقبال والا معنی ہوتا ہے لہٰذا اسمیں تاثیر تو ہوئی لیکن تھوڑی سی ہوئی اس لئے ربط کے لئے فا کا لانا بھی جائز ہے کیونکہ کچھ اثر موجود ہے اس لئے نہ لانا بھی جائز ہے اور باقی چار صورتوں کا حکم اور علت یہ ہے کہ ان چار صورتوں میں حرف شرط نے بالکل اثر نہیں کیا جس کی وجہ سے رابطہ کی ضرورت ہے اس لئے ان چاروں صورتوں میں فاء کا لانا واجب ہے۔

فائدہ : جزاء مضارع مثبت ہو لیکن شرط یہ ہے کہ غیر مجزوم بلا لام امر ہو اور اسی طرح کہ وہ دعا اور تمنی کے علاوہ ہو اور وہ سین اور سوف کے بغیر ہو (اس لئے کہ یہ حرف شرط کے داخل ہونے سے پہلے ہی مستقبل میں ہے لہٰذا ان میں حرف شرط کی کوئی تاثیر اور اثر نہ ہوگا) ان صورتوں میں جزاء پر فاء لانا واجب ہوتا ہے۔

قولہ: وقد يقعُ اذا مَعَ الْجملةِ الاسمية موضِعَ الفاءِ كقوله تعالىٰ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ م بِمَاقَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَاهُمْ يَقْنَطُوْنَ

ترجمہ : اور کبھی کبھی واقع ہوتا ہے اذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وان تصبهم......الخ۔

تشریح : یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : ہم ایک ایسی مثال دیکھاتے ہیں کہ آپ کی تفصیل کے مطابق جزاء پر فاء کا لانا واجب ہے لیکن فاء جزائیہ نہیں لائی گئی

بلکہ اذا مفاجاتیہ لایا گیا ہے جیسے باری تعالی کا فرمان ہے اِذَاھُمْ یَقْنَطُوْنَ ، ھُمْ یَقْنَطُوْنَ جملہ اسمیہ جزاء ہے تو فاء نہیں بلکہ اذا لایا گیا ہے۔

جواب : اذا مفاجاتیہ کا معنی فا جزائیہ کے قریب قریب ہے کہ جس طرح فاء جزائیہ تعقیب کیلئے آتی ہے اذا مفاجاتیہ بھی عادۃ ایک امر کے بعد دوسرے امر کے حدوث پر دلالت کرتا ہے تو اس میں بھی فاء تعقیبیہ کا معنی موجود ہے اس لئے فاء کی جگہ اذا مفاجاتیہ کا لانا بھی جائز ہے۔

قولہ : وانما تُقَدَّرُ اِنْ بعدَ الافعالِ الخمسة التی هی الامرُ نحو تَعَلَّمْ تَنْجُ والنهی نحو لاتَكْذِبْ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ والاستفهامُ نحو هَلْ تَزُوْرُنَا نُكْرِمْكَ والتمنّی نحو لَيْتَكَ عِنْدِیْ اَخْدِمْكَ والعرضُ نحو اَلَاتَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَيْرًا

ترجمہ : اور لیکن مقدر کیا جائے گا اِنْ پانچ افعال کے بعد ① امر کے بعد جیسے تعلم تنج یعنی ان تتعلم تنج ② نہی کے بعد جیسے لاتکذب یکن خیرالکن یعنی ان لاتکذب یکن خیرالك ③ استفہام کے بعد جیسے هل تزورنانکرمك یعنی هل تزورنا ان تزورنانکرمك ④ تمنی کے بعد جیسے لیتك عندی اخدمك یعنی لیتك عندی ان تکن عندی اخدمك ⑤ عرض کے بعد جیسے الاتنزل بناتصب خیرا یعنی الاتنزل بناان تنزل بنا تصب خیرا۔

تشریح : مصنفؒ نے ماقبل میں یہ بیان فرمایا تھا کہ فعل مضارع ان شرط مقدرہ کی وجہ سے بھی مجزوم ہوتا ہے تو یہاں سے مصنفؒ اس ان شرط مقدرہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ ان شرط مقدرہ کن مقامات پر مقدر ہوتا ہے اور اس کے مقدر ہونے کے لئے شرط کیا ہے تو فرمایا کہ پانچ مقامات پر یعنی پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے جس کے مقدر ہونے کے لئے شرط یہ ہے شئی اوّل کے مضمون سے شئی ثانی کے مضمون کے لئے سببیت کا ارادہ کیا جائے۔

پہلا مقام : امر کے بعد جیسے تعلم تنج اصل عبارت یہ ہے تعلم ان تتعلم تنج تو سیکھ اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا اسمیں اوّل یعنی تعلم ثانی نجات کے لئے سبب ہے۔

دوسرا مقام : نہی کے بعد ان مقدر ہوتا ہے لا تکذب یکن خیر لکم یعنی لا تکذب الاتکذب یکن خیر لکم کہ جھوٹ مت بول اگر جھوٹ نہیں بولے گا تو تیرے لئے بہتر ہے۔

تیسرا مقام : استفہام کے بعد هل تزورنا نکرمك یعنی هل تزورنا ان تزورنا نکرمك ۔

چوتھا مقام : تمنی کے بعد جیسے لیتك عندی اخدمك۔ اصل عبارت یہ تھی لیتك عندی ان تکن عندی اخدمك کاش تو میرے پاس ہوتا میں تیری خدمت کرتا۔

پانچواں مقام : عرض کے بعد جیسے الا تنزل بنا تصب خیرا اصل عبارت یہ ہے الا تنزل بنا ان تنزل بنا تصب خیرا ۔

قولہ : وبَعدَ النفِيُ فی بعضِ المواضِع نحو لاتَفْعَلْ شَرًّا یَکُنْ خَیرًا لكَ

ترجمہ : اورنفی کے بعدان شرطیہ مقدر کیا جاتا ہے بعض جگہوں میں جیسے لا تفعل شرا ......الخ

تشریح : **سوال**: ان اشیائے خمسہ کے بعد ان مقدر ہونے کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : یہ اشیائے خمسہ طلب پر دلالت کرتی ہیں اور طلب عموماً ایسے مطلوب کے متعلق ہوتی ہے جس پر فائدہ مرتب ہو اور فائدہ مسبب ہو اور وہ مطلوب اس کے لئے سبب ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ سببیت اور مسببیت پر دال حرف شرط ہوتا ہے حالانکہ حرف شرط یہاں لفظوں میں نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں حرف شرط مقدر ہے۔

قولہ : وذٰلِكَ اذا قُصِدَ اَنَّ الاولَ سببٌ للثانی کمارأیتَ فی الامثلۃِ فانَّ مَعْنٰی قولنَا تَعَلَّمْ تنجُ هُوَ اِنْ تتعلَّمْ تنجُ و کذٰلِكَ البواقِی فلذٰلكَ امْتَنَعَ قَولُكَ لا تکفُر تَدْخُلِ النَّارَ لامتناع السببیّۃِ اذ لایصحُّ ان یقال ان لا تکفر تدخل النار

ترجمہ : اور یہ بات (اشیاء مذکورہ کے بعد ان مقدر کیا جاتا ہے) جب قصد کیا جائے کہ اول ثانی کے لئے سبب ہے جیسا کہ آپ دیکھ چکے ہیں مثالوں میں پس بے شک ہمارے قول تعلم تنج کا معنی ہے ان تتعلم تنج (اگر تو سیکھے گا تو نجات پائے گا) اب سیکھنا نجات کا سبب ہے۔اسی طرح باقی مثالیں پس اسی وجہ سے ممتنع ہے تیرا قول لاتکفر تدخل النار واسطے ممتنع ہونے سببیت کے کیونکہ نہیں صحیح کہ کہا جائے ان لاتکفر تدخل النار۔

تشریح : مصنفؒ اسی شرط پر تفریع بٹھا رہے ہیں کہ اگر اوّل کے مضمون سے سببیّت کا قصد نہیں ہے شئی ثانی کیلئے وہاں کلمہ ان کا مقدر کرنا ممتنع ہے جیسے لا تکفر تدخل النار یہاں پر عدم کفر دخول نار کا سبب نہیں بن سکتا لہٰذا اس کے بعد ان مقدر ماننا درست نہیں کہ یہ کہنا الا تکفر تدخل النار اگر تو کفر نہیں کرے گا تو جہنم میں داخل ہوگا یہ بالکل غلط ہے بلکہ کفر نہ کرنا دخول جنت کا سبب ہے۔

فائدہ : اگر ان اشیائے خمسہ کے بعد فعل مضارع ہو لیکن سببیت کا قصد اور ارادہ نہیں کیا گیا تو فعل مضارع پر رفع پڑھنا واجب ہوگا یہ تو بنا بر حال کے کہ وہ حال واقع ہوگا جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے فَذَرْهُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ اسمیں یلعبون حال ہے اور یا بنا بر صفت مرفوع ہوگی جیسے فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ: یرث فعل مضارع ہے یا وہ جملہ مستانفہ ہونے کی بنا پر مرفوع ہوگا جیسے کہا جائے لا تذهب تغلب علیه تو اسمیں تغلب جملہ مستانفہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

بحث فعل امر

قولہ: والثالث الامر وھو صیغۃٌ یُطلبُ بھا الفعلُ من الفاعلِ المخاطب

ترجمہ : اور (فعل کی اقسام میں سے) تیسری قسم امر ہے اور وہ صیغہ ہے طلب کیا جاتا ہے ساتھ اس کے فعل (کام) فاعل مخاطب سے۔

تشریح : مصنفؒ فعل کی تیسری قسم امر کو بیان کرر ہے ہیں۔

امر کا معنی : امر کا لغوی معنی حکم کرنا اور اصطلاح نحات میں امر کا لفظ امر غائب، امر حاضر اور امر متکلم تینوں پر بولا جاتا ہے خواہ معلوم ہو یا مجہول لیکن امر حاضر معلوم کو الامر بصیغہ کہتے ہیں اور باقیوں کو الامر بالحرف۔ اور امر بالحرف وہ حرف لام ہے لیکن لفظ امر سے متبادر امر حاضر معلوم ہے اسی وجہ سے کہ مضارع کی اور ماضی کی تقسیم حقیقت میں یہ ہی ہے باقی مضارع میں خود مندرج ہیں اس لئے کہ مضارع کی علامت فعل میں باقی رہتی ہے۔

اسی وجہ سے مصنفؒ نے امر حاضر معلوم کی تعریف میں فرمایا ھو صیغہ یطلب بھا تعریف کا حاصل یہ ہے کہ امر حاضر معلوم وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے فعل کو طلب کیا جائے اسمیں صیغہ جنس ہے جو سب کو شامل ہے یطلب بھا کے اندر جو با ہے یہ استعانت کی ہے اور یہ فصل ہے جس سے ماضی اور مضارع خارج ہو جاتے ہیں اور الفعل یہ قید ثانی اور فصل ثانی ہے اس سے نہی خارج ہوئی اور من الفاعل یہ فصل ثالث ہے اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے امر حاضر مجہول نکل گیا اور المخاطب یہ قید رابع اور فصل رابع ہے جس سے امر غائب معلوم خارج ہو گیا اس لئے کہ وہ مضارع میں داخل ہیں۔

قولہ : بانْ تَحْذِفَ من المضارِعِ حَرفَ الْمضارعۃِ ثم تنظر فان کانَ مابعدَ حرفِ المضارعۃِ ساکنًا زدتَّ ھمزۃ الوَصلِ مضمومۃً ان انضَمَّ ثالثُہٗ نحو اُنْصُرْ و مکسورَۃً ان انفتَحَ اوِ انکَسَرَ کاِعْلَمْ واِضْرِب واِسْتَخْرِجْ وان کان متحرّکًا فلاحاجۃَ الی الھمزۃِ نحو عِدْ وحَاسِبْ

ترجمہ : کہ بایں طور کہ حذف کیا جائے مضارع سے حرف مضارعت پھر دیکھا جائے پس اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف ساکن ہے تو زیادہ کرے گا تو ہمزہ وصلی مضمومہ اگر اس کا تیسرا حرف مضموم ہے جیسے اُنْصُرْ اور مکسور ہو گا اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہے جیسے اِعلم اور اضرب اور استخرج اور اگر (حرف مضارعت کے بعد والا حرف) متحرک ہے پس نہیں ہے ضرورت ہمزہ وصلی کی جیسے عد اور حاسب۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں امر حاضر اشتقاق اور بنانے کا طریقہ بیان کرر ہے ہیں۔

فائدہ : بعض نے اس عبارت کو تعریف کا تتمہ قرار دیا ہے اور قید خامس بنایا ہے اس سے اسماء افعال روید وغیرہ کو خارج کیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اسمائے افعال تو تقسیم سے ہی خارج ہیں کیونکہ تقسیم فعل کی ہے جب کہ یہ اسماء ہیں۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امر حاضر معلوم کو یوں بنایا جائے گا کہ حرف مضارع کے حذف کرنے کے بعد والے حرف کو دیکھا جائے گا کہ وہ متحرک ہے یا ساکن اگر ساکن ہے تو ہمزہ وصلی کو لایا جائے گا تا کہ ابتدا سکون سے لازم نہ آئے پھر ہمزہ وصلی کو یا تو مضموم لایا جائے گا یا مکسور، جس کا مدار مضارع کے عین کلمہ پر ہے، اگر مضارع کا عین کلمہ مضموم ہو تو ہمزہ وصلی مضموم لایا جائے گا جیسے تنصر سے انصر اور اگر عین کلمہ مضموم نہیں تو پھر ہمزہ وصلی مکسور لایا جائے گا جیسے تعلم سے اعلم، تضرب سے اضرب اسی طرح تستخرج سے استخرج اور اگر حرف مضارع کے حذف کرنے کے بعد حرف متحرک ہو تو ہمزہ وصلی لانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ابتدا ساکن سے نہیں ہے لہٰذا فقط آخر میں وقف کر دیا جائے گا جیسے تعد سے عد اور تحاسب سے حاسب اور تصرف سے صرف۔

سوال : امر حاضر معلوم میں ہمزہ وصلی مضموم اور مکسور کیوں لایا جاتا ہے مفتوح کیوں نہیں لایا جاتا؟

جواب : ہمزہ وصلی مفتوح اس لئے نہیں لایا جاتا تا کہ اس کا التباس ہمزہ قطعی اور ہمزہ استفہام کے ساتھ لازم نہ آئے اس لئے ہمیشہ مضموم یا مکسور لایا جاتا ہے۔

سوال : مضارع کا عین کلمہ مضموم ہو تو ہمزہ وصلی مضموم کیوں اور مضموم نہ ہو تو ہمزہ وصلی مکسور کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب : عین کلمہ مضموم ہو تو ہمزہ وصلی مضموم لایا جاتا ہے دو وجہ سے ① عین کلمہ کی مناسبت کی وجہ سے ② اگر مکسور لایا جاتا تو لازم آتا خروج من الکسرہ الی الضمۃ جو کہ ثقیل ہے اور باقی رہا کہ مکسور کیوں لایا جاتا ہے اس لئے کہ اس کا اصل مکسور ہونا ہے لہٰذا مفتوح العین اور مکسور العین ہونے کی صورت میں ہمزہ وصلی مکسور لایا جائے گا۔

قولہ: والامر من باب الافعال من القسم الثانی

ترجمہ: اور امر باب افعال کا دوسری قسم میں سے ہے۔

تشریح : سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : آپ نے یہ ضابطہ بیان کیا کہ اگر عین کلمہ مکسور ہو تو ہمزہ وصلی مکسور لایا جاتا ہے حالانکہ باب افعال کے امر میں ہمزہ وصلی مفتوح لایا جاتا ہے جیسے اکرم؟

جواب : باب افعال کا امر یہ دوسری قسم سے ہے کہ اسمیں حرف مضارع کو حذف کرنے کے بعد والا حرف ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اس لئے کہ تکرم اصل میں تاَکرم تھا تاء کے حذف کرنے کے بعد ہمزہ قطعی ہے جو کہ متحرک ہے اس لئے ہمزہ لایا ہی نہیں گیا

اور جو تمہیں ہمزہ نظر آرہا ہے وہ قطعی ہے وصلی نہیں۔

قولہ: وهو مَبْنِيٌّ علىٰ عَلَامَةِ الجَزْمِ كَاِضْرِبْ واغزُ وارمِ واِسْعَ واضرِبَا واضرِبُوْا واضرِبِي

ترجمہ : اور وہ امر مبنی ہوتا ہے علامت جزم پر جیسے اضرب ......الخ

تشریح : امر حاضر معلوم علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے اور علامت جزم تین میں ① سکون کے ساتھ جیسے اضرب ② حرف علت کے حذف کے ساتھ جیسے اغز، ارم ③ نون اعرابی کے حذف کرنے کے ساتھ جیسے اضربا، اضربو، اضربی۔

سوال: امر حاضر معلوم مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب : افعال میں اصل مبنی ہونا ہے لہٰذا جو چیز اصل پر ہے اس کی علت بیان نہیں کی جاتی علت تو اس چیز کی بیان کی جاتی ہے جو اصل سے خارج ہو مثلاً افعال معرب ہو جائیں تو اس کی علت بیان کی جائے گی اور اسی طرح اسماء میں اصل معرب ہونا ہے لہٰذا جو اسم مبنی ہوگا اسکی علت بیان کی جائے گی نہ کہ اسم کے معرب ہونے کی۔

فصل : فعلُ مَالم يُسَمَّ فاعِلُهٗ هُوَ فعلٌ حُذِفَ فاعِلُهٗ واُقِيْمَ المفعُوْلُ مَقَامَهٗ ويُخْتَصُّ بالمُتَعَدِّىْ

ترجمہ: فعل مالم یسمہ فاعلہ وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور کھڑا کیا گیا ہو مفعول کو اس کی جگہ اور یہ خاص کیا گیا ہے ساتھ متعدی کے۔

تشریح : مصنفؒ فعل کی دوسری تقسیم بیان فرمار ہے ہیں کہ فعل کی دو قسمیں ہیں ① فعل معلوم ② فعل مجہول۔

فعل مجہول کا دوسرا نام فعل مالم یسم فاعلہ ہے۔

فعل مجہول کی تعریف : ایسے فعل کو کہا جاتا ہے جس کے فاعل کو حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو۔

سوال : مفعول فاعل کے قائم مقام کیسے ہو سکتا ہے اور مرفوع کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب : فعل کے لئے دو طرفین ہیں ایک طرف صدور ہے وہ فاعل ہے اور دوسری طرف وقوع ہے وہ مفعول ہے ان کے درمیان مشابہت تھی طرفیت کے اعتبار سے تو اسی وجہ سے مفعول کو فاعل کے قائم مقام ٹھہرانا اور فاعل والا رفع اسے دینا درست ہے اور فاعل کی فاعلیت فعل کے اس طرف اسناد ہونے سے ہے نہ کہ فاعل کے احداث سے اس لئے کہ مات زید میں زید فاعل ہے اور اس سے کوئی چیز صادر اور حادث نہیں ہوئی بلکہ وہ معناً مفعول ہے اس لئے کہ اماتت کا فاعل حقیقتاً اللہ ہی ہے تو لہٰذا جس طرح فعل کا اسناد فاعل کی طرف تھا تو مرفوع تھا اسی طرح اس مفعول کی طرف ہو گیا تو یہ مرفوع ہوگا۔

و یختص بالمتعدی **ضابطہ :** کا بیان کہ فعل مجہول فعل متعدی ہی کے ساتھ خاص ہے یعنی فعل مجہول فعل متعدی سے بنتا ہے فعل لازمی سے قطعاً نہیں۔

سوال : فعل مجہول فعل متعدی سے آتا ہے لازمی سے کیوں نہیں آتا اس کی علت کیا ہے؟

جواب : اگر فعل لازمی سے فعل مجہول کو لایا جائے تو فاعل کونسیا منسیا حذف کیا جائے گا اور کسی چیز کو اس کے قائم مقام کرنا پڑے گا حالانکہ اس کے بعد کوئی ایسی چیز باقی نہیں رہتی جس کی طرف فعل کی نسبت کی جائے اسی وجہ سے ضابطہ بنا دیا گیا کہ فعل متعدی سے ہی فعل مجہول آئے گا نہ کہ فعل لازمی سے۔

قولہ : وعلامتہٗ فی الماضی اَنْ یکونَ اولُہٗ مَضمومًا فقط وماقبلَ اٰخرِہٖ مکسورًا فی الابوابِ الّتِیْ لیسَتْ فی اوائِلِھَا ھَمْزَۃُ وصلٍ ولا تاءٌ زائدَۃٌ نحوضُرِبَ ودُحْرِجَ واُکْرِمَ

ترجمہ : فعل مجہول کی علامت ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا اول حرف مضموم ہو فقط اور آخر کا ماقبل مکسور ہو یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلی اور تاء زائدہ نہیں جیسے ضُرب اور دُحرج اور اُکرم۔

تشریح : مصنف ؒ فعل مجہول کی تعریف کے بعد اس کے بنانے کا طریقہ اور علامت بتا رہے ہیں جس کی تین صورتیں ہیں۔

تشریح : دوسری صورت : جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہے۔

تیسری صورت : وہ ابواب جن کے شروع ہی میں تائے زائدہ مطردہ ہے۔

(پہلی صورت) وہ ابواب جن کے شروع میں ہمزہ وصلی بھی نہیں اور تائے زائدہ بھی نہیں تو ان کی ماضی مجہول کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حرف کو ضمہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے ضرب سے ضرب، دحرج سے دحرج، اکرم سے اکرم

پہلی صورت : وہ ابواب جن کے شروع میں نہ ہمزہ وصلی ہے نہ تائے زائدہ مطردہ ہے۔

قولہ: واَنْ یَّکُوْنَ اولُہٗ وثانیہ مضمُومًا وماقبل اٰخرِہٖ کذٰلِکَ فیْما فی اوّلِہٖ تاءٌ زائدۃٌ نحوتُفُضِّل وتُضُوْرِبَ

ترجمہ : اور علامت فعل مجہول کی ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہو اور اس کے آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہو یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں تاء زائدہ ہے جیسے تفضل اور تضورب۔

تشریح : (دوسری صورت) وہ ابواب جن کے شروع میں تائے زائدہ مطردہ ہے وہ تین ابواب ہیں تفعل، تفاعل، تفعلل ان سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں پہلے اور دوسرے حرف کو ضمہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیں گے۔ جیسے تصرف سے تصرف، تدحرج سے تدحرج، تضارب سے تضورب۔

قولہ: وان یکون اولُہٗ وثالثُہٗ مضمومًا وماقبل اٰخِرِہٖ کذٰلکَ فی ما فی اوّلِہٖ ھمزۃُ وَصلٍ نحواُسْتُخْرِجَ واُقْتُدِرَ

ترجمہ : اور علامت فعل مجہول کی ماضی میں یہ ہے کہ ماضی کا پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہو اور اس کے آخر کا ماقبل اسی طرح مکسور ہو اور یہ علامت ان ابواب میں ہے جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہے جیسے استخرج اور اقتدر۔

تشریح : (تیسری صورت) وہ ابواب جن کے شروع میں ہمزہ وصلی ہے ان سے ماضی مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ حرف اول اور ثالث کو ضمہ اور ماقبل آخر کو کسرہ دیں گے جیسے استخرج سے استخرج ، انصرف سے انصرف ، احمر سے احمر الی آخرہ ۔

قولہ : والهمزةُ تتبعُ المضمُومَ ان لم تُدْرَجْ

ترجمہ : اور ہمزہ تابع ہوتا ہے حرف مضموم کے اگر درج کلام میں آ کر گرے نہیں۔

تشریح : یعنی ہمزہ وصلی ماضی مجہول میں باعتبار حرکت کے حرف مضموم کے تابع ہے نہ کہ حرف مکسور کے۔

قولہ : وفی المضارع ان یکونَ حرفُ المضارعَةِ مضمومًا وماقبل اٰخِرِهٖ مفتُوحًا نحو يُضْرَبُ ويُسْتَخْرَجُ

ترجمہ :اور مضارع میں علامت مجہول یہ ہے کہ ہوتا ہے حرف مضارعت مضموم اور آخر کا ماقبل مفتوح جیسے یضرب اور یستخرج

تشریح : سوال: ماضی معلوم سے ماضی مجہول میں تبدیلی کیوں کی گئی ہے مقصود تو دونوں کے درمیان فرق کرنا تھا یہ تبدیلی ماضی معلوم میں کر لیتے ؟

جواب : ماضی معلوم اصل ہے اور ماضی مجہول فرع ہے تو تبدیلی فرع میں کرنی چاہیے نہ کہ اصل میں۔

سوال : ماضی مجہول میں پہلے حرف پر ضمہ اور ماقبل آخر پر کسرہ اسے خروج من الضمه الی الکسره لازم آتا ہے جو کہ یقیناً ثقیل ہے قاعدہ ہے جو ثقیل ہو وہ غریب ہوتا ہے تو وزن غریب کو کیوں پسند کیا گیا ہے؟

جواب : اس لئے تا کہ غرابت لفظ غرابت معنی پر دلالت کرے۔ ماضی مجہول کا معنی بھی غریب تھا اس لئے وزن بھی غریب اس کیلئے منتخب کیا گیا ہے۔

سوال : جس طرح خروج من الضمه الی الکسره غریب ہے اسی طرح خروج من الکسره الی الضمه یہ بھی وزن غریب ہے اسے کیوں نہیں پسند کیا گیا؟

جواب : خروج من الکسره الی الضمه بیشک یہ وزن غریب ہے لیکن یہ اثقل ہے اور جب اخف کے ساتھ مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو اثقل جو بہت زیادہ ثقیل اس کی طرف عدول کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

قولــه : الافی باب المفاعلة والافعال والتفعيل والفعلَلَة ومُلحقاتِهَا الثمانيةِ فانَّ العلامةَ فيهَا فتحُ مَاقبلَ الأخِرِنحو يُحَاسَبُ ويُدَحْرَجُ

ترجمہ: مگر باب مفاعلہ اور افعال اور تفعیل اور فعللہ اور اس کے آٹھ ملحقات پس تحقیق ان میں علامت حرف آخر کے ماقبل کا مفتوح ہونا ہے جیسے یحاسب اور یدحرج ۔

تشریح :مصنفؒ مضارع مجہول کی علامت اور بنانے کا طریقہ بتا رہے ہیں کے مضارع مجہول میں حرف اول کو ضمہ دیا جائے گا اور ماقبل آخر کو کسرہ دیا جائے گا جیسے یضرب سے یضرب، یستخرج سے یستخرج لیکن یادرکھیں چار ابواب افعال، تفعیل، مفاعلہ اور فعللہ اور فعللہ کے ملحقات جو سات ہیں جلبب، قلنس، جورب، سرول، خیعل، شریف، قلسی ان میں چونکہ حرف مضارعت پہلے سے مضموم ہوتا ہے اس لئے یہاں علامت فقط ماقبل آخر کا مفتوح ہونا ہوگا جیسے یکرم، یصرف، یحاسب یادرکھیں مصنفؒ نے ملحقات کو آٹھ شمار کیا ہے حالانکہ محلقات سات ہیں تو یہ مصنفؒ کی غلطی نہیں بلکہ کسی کاتب کی غلطی ہے۔

قولہ : وفی الاَجوفِ ماضِیۃِ قیل وبیع وبالاشمام قیل وبیع وبالواو قُوِلَ وبُوِعَ

ترجمہ : اور اجوف میں یعنی اس کی ماضی مجہول میں قیل اور بیع ہے اور ساتھ اشمام کے قیل اور بیع اور ساتھ واو کے قول اور بوع۔

تشریح : مصنفؒ اجوف کی ماضی مجہول کی تعلیل کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ فعل حقیقی اور حکمی اجوف سے ہو تو اس کو تین وجہ پڑھنا جائز ہے۔

پہلی وجہ : واو، یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینا تو قول بیع سے قول پھر قول پر میعاد والے قانون سے واو کو یا سے تبدیل کیا تو قیل، بیع ہوگا اور اسی طرح فعل حکمی کے اندر اختور، انقید اس پہلی وجہ کے ساتھ اختور، انقید، اختور پر معیاد والے قانون سے اختیر پڑھا جاتا ہے۔

دوسری وجہ : اشمام ہے، اشمام سے مراد یہ ہے فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کرنا اور عین کلمہ کو جو یا ہے اسکو واو کی طرف کچھ مائل کرنا اور اشمام سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اصل فاکلمہ میں ضمہ ہے۔

قولہ : وکذٰلِكَ بابُ اُخْتِیْرَ واُنقید دون اُسْتُخِیْرَ واُقیم لفقد فُعِلَ فیھما

ترجمہ : اور اسی طرح باب اُختیر اور انقید میں نہ کہ استخیر اور اقیم میں واسطے گم ہونے فعل کے ان دونوں میں۔

تشریح : **تیسری وجہ** :کہ واو، یا کی حرکت کو حذف کر کے پڑھنا قول بیع سے قول بیع پھر بیع پر یا کو واو سے تبدیل کریں گے یوسر والے قانون سے تو بوع ہوگا اسی طرح فعل حکمی کے اندر اختور، انقید سے اختور، انقید ہوگا پھر انقید یوسر والا قانون جاری ہوگا تو انقود ہوگا یادرکھیں فعل حکمی سے مراد یہ ہے کہ جس کا وزن حقیقتاً تو فعل نہ ہو لیکن اس سے کچھ حرف کو حذف کیا جائے تو فُعِلَ والا وزن پیدا ہو جائے۔ اختیر، انقید اس سے اخ اور ان کو ہٹا دیا جائے تو تیر اور قید فعل کا وزن پیدا ہو جاتا ہے لیکن مصنف نے یہ بتا دیا کہ یہ حکم فعل حقیقی یا حکمی کا ہے اور چونکہ استخیر، اقیم کے اندر فعل والا وزن موجود نہیں اس لئے

اس کو تین وجہ سے پڑھنا جائز نہیں ہوگا۔

قولہ: وفی مضارعہٖ تقلب العین الفًا نحو یُقَالُ ویُبَاعُ کماعَرَفْتَ فی التصریف مُسْتَقْصًی

ترجمہ : اور اس (اجوف) کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جائے گا جیسے یقال اور یباع جیسا کہ تو پہچان چکا ہے علم صرف میں پورے طور طریقے۔

تشریح : اس عبارت میں اجوف کے مضارع مجہول کے تعلیل کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اجوف کے مضارع مجہول میں واو یا ساکن ماقبل مفتوح ہوگا تو یقال ، یباع والا قانون جاری ہوگا کہ واو یا کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے کر واو یا کو الف سے تبدیل کیا جائے گا جیسے یقول ، یبیع سے یقال، یباع ہو جائے گا۔

فصل : الفعلُ امّا متعدٍّ وهو مایتوقفُ فهم معناه علىٰ متعلقٍ غیر الفاعِلِ کضربَ

ترجمہ: فعل یا متعدی ہوگا اور وہ وہ ہے کہ موقوف ہو اس کا معنی سمجھنا ایسے متعلق پر جو فاعل کا غیر ہے جیسے ضرب ۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں فعل کی ایک اور تقسیم بیان کر رہے ہیں کہ فعل کی دو قسمیں ہیں ① لازمی ② متعدی۔

فعل متعدی : وہ فعل ہے جس کے معنٰے کا سمجھنا ایسے متعلق خاص پر موقوف ہو جو فاعل کے علاوہ ہو اور متعلق خاص مفعول بہ ہے اور یاد رکھیں نحویوں کی اصطلاح میں تعلق سے مراد فعل کی وہ نسبت جو غیر فاعل کی طرف ہو جس طرح ضرب کا سمجھنا فاعل معنی ضارب پر موقوف ہے ایسے ہی اس فعل کا سمجھنا غیر فاعل یعنی مضروب پر بھی موقوف ہے۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لئے کہ فعل لازمی بھی موقوف ہوتا ہے فاعل کے علاوہ اور متعلق یعنی مفعول فیہ، مفعول بہ اس طرح حال وغیرہ کی طرف؟

جواب : ہم نے کہا فعل متعدی کی تعریف میں اس کے معنی کا سمجھنا موقوف ہو اور فعل کی ماہیت کا سمجھنا مفعول بہ پر تو موقوف ہے لیکن مفعول لہ اور مفعول فیہ وغیرہ پر نہیں۔

قولہ: وامّا لازمٌ وهو ما بخلافِهٖ کقَعَدَ وقامَ

ترجمہ : اور یا لازم ہوگا اور وہ وہ ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے قعد اور قام ۔

تشریح : فعل لازمی وہ فعل ہے جو متعدی کے خلاف ہو یعنی جس کا سمجھنا متعلق خاص یعنی مفعول بہ پر موقوف نہ ہو جیسے قعد بمعنی وہ بیٹھا اور قام بمعنی وہ کھڑا تو یہ قعود اور قیام کا سمجھنا مفعول بہ پر بالکل موقوف نہیں۔

فائدہ : فعل لازمی چھ چیزوں سے متعدی ہوتا ہے۔

① حرف جر سے جیسے ذهبت بزید میں زید کو لے گیا۔

② ہمزہ باب افعال سے جیسے ذهب زيد سے اذهبت زيد ۔

③ عین کلمہ کی تضعیف کے ساتھ یعنی مجرد سے باب تفعیل بنانے سے جیسے فرح زيد کہ زید خوش ہوا اس سے فرحت زيد میں نے زید کو خوش کیا۔

④ باب مفاعلہ کے الف سے یعنی مجرد سے باب مفاعلہ بنانے سے فعل لازمی متعدی ہو جاتا ہے جیسے مشى زيد سے ماشيت زيدا

⑤ باب استفعال کے سین سے جیسے خرج زيد سے استخرجت زيد ۔

⑥ فعل لازمی دوسرے فعل متعدی کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے متعدی ہو جاتا ہے جیسے دخول بمعنی کشادہ باب شرف ہے لیکن جب یہ واسع کے معنے کو متضمن ہوا تو متعدی ہو گیا بمعنی فراخی کرنا۔

فائدہ: فعل متعدی نون انفعال اور تائے تفعل سے لازمی ہو جاتا ہے یعنی فعل متعدی سے باب انفعال بنایا جائے اور اسی طرح باب تفعل بنایا جائے تو اس سے فعل متعدی لازمی بن جاتا ہے جیسے قطع بمعنی کاٹا لیکن جب اس سے باب انفعال انقطع اور باب تفعل تقطع بنایا گیا تو یہ لازمی بن گیا ہے اس کا معنی ہے کٹنا۔

بحث تقسیم فعل متعدی

قوله: والمتعدى قد يكُونُ الىٰ مفعُولٍ واحدٍ كضَرَبَ زيدٌ عمرًوا

ترجمہ: اور متعدی کبھی ہوتا ہے ایک مفعول کی طرف جیسے ضرب زيدعمروا۔

تشریح: اس عبارت میں مصنف فعل متعدی کی تقسیم بیان کر رہے ہیں کہ فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہو جیسے ضرب زيد عمرا ۔

قوله: والىٰ مفعولَين كاَعْطى زيدٌ درهَمًا ويجوز فيه الاقتصارُ علىٰ احدِ مفعولَيْه كاَعْطَيْتُ زيدًا واعطيتُ دِرْهَمًا بخلافِ بابِ عَلِمْتُ

ترجمہ: اور کبھی دو مفعولوں کی طرف جیسے اعطىٰ زيد عمروا درهما اور جائز ہے اس میں اکتفاء کرنا دو مفعولوں میں سے ایک پر جیسے اعطيت زيدا يا اعطيت درهما بخلاف باب علمت کے۔

تشریح: دوسری قسم: فعل متعدی کی دوسری قسم کہ وہ ایسے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جن میں سے ایک مفعول پر اکتفا کرنا اور ایک مفعول کو حذف کرنا جائز ہے جیسے اعطيت زيدا درهما اسمیں ایک مفعول کو حذف کر کے اعطيت زيدًا يا اعطيت

درھما پڑھنا جائز ہے۔

تیسری قسم : فعل متعدی کی تیسری قسم کہ وہ ایسے دومفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جن میں سے ایک پر اکتفا کرنا اور ایک کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے باب علمت یعنی افعال قلوب کے دومفعول لہٰذا اعلمت زیدًا فاضلا میں ایک مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں۔

سوال : باب اعطیت کے دومفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا جائز اور باب علمت کے دومفعولوں میں سے ایک کا حذف کرنا کیوں جائز نہیں؟

جواب : باب اعطیت کے دومفعول مبتدا خبر نہیں ہوتے ان میں دونوں مفعولوں کا مصداق ایک نہیں ہوتا اس لئے ایک مفعول کا حذف کرنا جائز ہے اور باب علمت کے دومفعول اصل میں مبتدا اور خبر ہوتے ہیں ان کا مصداق ایک ہوتا ہے جس طرح مبتدا کے لئے خبر کا ہونا ضروری ہے اور خبر کے لئے مبتدا کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ان دونوں مفعولوں میں سے دونوں کا ہونا ضروری ہے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں۔

قولہ: والی ثلٰثة مَفاعِيْل نحو اَعْلَمَ اللّٰهُ زيدًا عمرًوا فاضلًا ومنه ارٰی وانبأ ونَبّأ وَاَخبرَ وخَبّر وحَدَّث

ترجمہ : اور تین مفعولوں کی طرف جیسے اعلم الله زیدا عمروا فاضلا اور اسی قسم سے ہے اری ......الخ۔

تشریح : **چوتھی قسم** : فعل متعدی کی چوتھی قسم یہ تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم اللّٰہ زیدا عمرا فاضلا اللہ تعالی نے زید کو بتادیا کہ عمرو فاضل ہے۔

فائدہ : اس باب میں اصل اعلم و اری ہے اس لئے کہ یہ دونوں ہمزہ داخل ہونے سے پہلے دومفعولوں کی طرف متعدی تھے لہٰذا ہمزہ داخل ہونے سے ایک اور مفعول زیادہ ہوگیا جبکہ باقی افعال انباء ، نباء تین مفعولوں کی طرف متعدی ہونے میں اصل نہیں کیونکہ ان کا تین مفعولوں کی طرف متعدی ہونا اس وجہ سے ہے کہ یہ اعلام کے معنٰی پر مشتمل ہوتے ہیں گویا کہ یہ افعال اعلم کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے تین مفعولوں کی طرف متعدی ہیں۔

فائدہ : امام اخفش نے اظننت احسبت اخلت ازعمت ان چار فعلوں کو بھی اعلمت کے قائم مقام قرار دیا ہے کہ یہ بھی ان کی طرح تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

قولہ :وهٰذِهِ السبعةُ مفعولُها الاول مَعَ الآخيرين كمفعُولَی اعطيتُ فی جواز الاقتصارِ علی احدِهما تقول اَعلم اللّٰهُ زيدًا والثانی مع الثالثِ كمفعولَی علمتُ فی عدم جَوَازِ الاقتِصارِعلٰی احدِهما فلاتقولُ اَعْلَمْتُ زيدًا خيرَالنَّاسِ بل تقول اعلمت زيدا عمرو خير الناس

ترجمہ : اوران ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول آخری دونوں کے ساتھ مثل دونوں مفعولوں باب اعطیت کے ہے ان دو میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے جواز میں کہے گا تواعلم اللّٰہ زیدا اور دوسرا مفعول تیسرے کے ساتھ باب علمت کے دومفعولوں کی مثل ہے ان دو میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے کے عدم جواز میں پس نہیں کہے گا تو اعلمت زید خیر الناس بلکہ کہے گا تو اعلمت زیدا عمروا خیر الناس ۔

تشریح : مصنفؒ ان تین مفاعیل کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ پہلے مفعول کا دو آخری مفعولوں کے ساتھ ایسا تعلق ہے جیسا کہ باب اعطیت کے دومفعولوں کا آپس میں ہے کہ جس طرح ان میں سے ایک حذف کرنا جائز اسی طرح ان تین مفعولوں میں سے پہلے کو حذف کرنا یا دو آخری کو اکھٹے حذف کرنا جائز ہے جیسے اعلم اللّٰہ زیدا پڑھنا بھی جائز ہے کہ دومفعول آخری کو حذف کردیا گیا اور اسی طرح پہلے مفعول کو حذف کر کے اعلم اللّٰہ عمرًا فاضلاً پڑھنا بھی جائز ہے اور دو آخری مفعولوں کا تعلق آپس میں ایسے ہے جیسے باب علمت کے دومفعولوں کا ہے کہ جس طرح ان میں سے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں اسی طرح دوسرے اور تیسرے مفعول میں سے کسی ایک کا حذف کرنا جائز نہیں لہٰذا اعلمت زیدا خیر الناس پڑھنا جائز نہیں بلکہ آخری دونوں مفعولوں کو ذکر کرے اعلمت زید عمرا خیر الناس پڑھا جائے گا۔

بحث افعال قلوب

فصل : افعال القلوب علمتُ وظننتُ وحسبتُ وخِلْتُ ورأیتُ ووجدتُ وزَعمْتُ

ترجمہ : افعال قلوب علمت ......الخ ہیں۔

تشریح : افعال قلوب سات ہیں جو اس عبارت میں مذکور ہیں ان میں سے علمت ، وجدت ، رایت علم یقینی کے لئے آتے ہیں اور تین ظننت ، حسبت ، خلت ظن کے لئے آتے ہیں اور ساتواں زعمت کبھی ظن کے معنیٰ میں آتا ہے اور کبھی یقین کے معنیٰ میں آتا ہے۔

وجہ تسمیہ : ان افعال کے اندر یقین اور ظن والے معانی پائے جاتے ہیں ان کا تعلق اعضاء ظاہری سے نہیں ہوتا قلب سے ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کو افعال قلوب کہا جاتا ہے اور ان کا دوسرا نام افعال شک اور یقین ہے اور یاد رکھیں شک کا معنیٰ یہاں پر خلاف یقین ہے اور شک کا معنی تساوی طرفین جو مناطقہ کی اصطلاح میں ہیں وہ یہاں بالکل مراد نہیں۔

فائدہ : افعال قلوب کا سات میں منحصر ہونا یہ حصر استقرائی ہے حصر عقلی نہیں اس لئے کہ عرفت اور اعتقدت اور اردت یہ افعال قلوب سے ہیں اور دومفعول کی طرف متعدی بھی ہوتے ہیں لیکن ان پر افعال قلوب والے احکام جاری نہیں ہوتے۔

سوال : ان افعال قلوب کو ماضی سے تعبیر کیوں کیا گیا ہے کیا مضارع اور امر وغیرہ ان افعال سے نہیں آتے دوسرا سوال ان افعال کو متکلم کے صیغے سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے اسمیں حکمت اور کیا نکتہ کیا ہے؟

جواب : ان افعال کو ماضی سے تعبیر ضرور کیا گیا لیکن یہ افعال قلوب ماضی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مطلق افعال مراد ہیں خواہ وہ ماضی ہوں یا مضارع ہوں یا امر ہوں اور باقی رہی یہ بات کہ ان افعال کو متکلم کے صیغے سے تعبیر کیوں کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ کہ ہر آدمی اپنے قلب کے افعال کو خوب جانتا ہے بنسبت دوسروں کے، وجہ تسمیہ ان افعال کو افعال قلوب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے صدور میں اعضاء ظاہری کی طرف محتاج نہیں ہوتے کیونکہ بعض میں تو شک والا معنی ہوتا ہے اور بعض میں یقین والا معنی ہوتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ یقین اور شک ان دونوں معنی کا تعلق دل سے ہے اسی وجہ سے ان کو افعال قلوب کہتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کا دوسرا نام افعال شک ویقین رکھا گیا ہے۔

قولہ : وهي افعالٌ تدخُل على المبتداء والخبر فتنصبهُمَا على المفعولية نحو علمتُ زيدًا عالمًا

ترجمہ : اور وہ افعال مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں پس ان دونوں کو نصب دیتے ہیں مفعول ہونے کی بناء پر جیسے علمت زیدًا عالمًا۔

تشریح : مصنفؒ ان افعال قلوب کا عمل بتا رہے ہیں کہ افعال قلوب جملہ اسمیہ یعنی مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعولیت کی بنا پر نصب دیتے ہیں۔

سوال : یہ افعال قلوب جملہ اسمیہ پر کیوں داخل ہوتے ہیں اور انکو جملہ اسمیہ پر داخل کر کے متکلم کی غرض اور مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب : فعل کا جملہ پر اس لئے داخل ہونا کہ جملہ کے ہر ہر جزء میں وہ فعل عمل کرے یہ جملہ اسمیہ میں ہوسکتا ہے جملہ فعلیہ میں نہیں اس لئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں باقی رہی یہ بات کہ ان افعال کو جملہ اسمیہ پر داخل کرنے سے متکلم کی غرض اور مقصد کیا ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ متکلم مخاطب کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ جملہ از قبیل علم ہے یا از قبیل ظن ہے جیسے زید قائم جملہ تھا لیکن اسمیں یہ علم نہیں تھا کہ یہ علم کے قبیلے سے تھا یا ظن کے قبیلے سے لیکن جب اس پر علمت یا ظننت کو داخل کر دیا جائے اور کہا جائے علمت زیدا قائمًا یا ظننت زیدا قائمًا تو اس سے مخاطب سمجھ جاتا ہے کہ جملہ کس قبیلے سے ہے۔

قولہ : واعلم اَنَّ لِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ خواصَّ منها اَنْ لاتُقْتَصَر علىٰ احد مفعولَيْها بخلاف بابِ اعطيتُ فلا تقول علمتُ زيدًا

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق ان افعال کے لئے چند خاصے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے ان کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء نہیں کیا جاتا بخلاف باب اعطیت کے پس نہیں کہا جائے گا علمت زیدًا۔

تشریح : مصنفؒ افعال قلوب کی بعض خصوصیات بیان کر رہے ہیں۔

پہلا خاصہ : یہ ہے کہ اس کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز نہیں البتہ باب اعطیت کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے جس کی علت ماقبل میں بیان ہو چکی ہے البتہ دونوں مفعولوں کو اکٹھے حذف کرنا جائز ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے **وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاءِ يَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ** تو اس کے دونوں مفعول حذف ہیں اصل عبارت یہ ہے زعمتمو هم ایا هم۔

قولہ : ومنها جوازُ الالغاءِ اذا توسّطَتْ نحو زيدٌ ظَننتُ قائمٌ اوتأخّرَتْ نحو زيدٌ قائمٌ ظننتُ

ترجمہ : ان خواص میں سے ان کے عمل کو لفظاً اور معنیً باطل کرنے کا جواز ہے جب یہ درمیان میں آجائیں یا مؤخر ہو جائیں۔

تشریح : دوسرا خاصہ : کہ افعال قلوب کا الغاء جائز ہے الغاء کہتے ہیں کہ ان کے عمل کو لفظاً اور معناً دونوں اعتبار سے باطل کرنے کو جس کی دو صورتیں ہیں کہ افعال قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان میں آجائیں جیسے زید ظننت قائم یا یہ افعال قلوب دونوں مفعولوں سے مؤخر ہو جائیں جیسے زید قائم ظننت اور یاد رکھیں ان دونوں صورتوں میں یہ افعال مصدر کے معنی میں ہو کر ظرف ہوں گے تقدیری عبارت یہ ہوگی زید فی ظنی قائم اور زید قائم فی ظنّی۔

سوال : افعال قلوب کا الغاء کیوں جائز ہے یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل کو باطل قرار دینا کیوں جائز ہے اور عامل بنانا کیوں جائز ہے؟

جواب : ان دونوں صورتوں میں دونوں مفعولوں کے اندر مبتدا اور خبر ہونے کی اور کلام مستقل بننے کی صلاحیت موجود ہے اور جبکہ افعال قلوب درمیان میں ہونے کیوجہ سے یا مؤخر ہونے کی وجہ سے ضعیف العمل ہو چکے ہیں اسی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ان کو کلام مستقل بنا کر افعال قلوب کے عمل باطل کر دینا جائز ہے۔

قولہ : ومنها انّها تُعلّقُ اذا وقَعَتْ قبل الاستفهامِ نحو علمتُ ازيدٌ عِندكَ اَمْ عَمرٌو وقبل النفی نحو علمتُ مازيدٌ فی الدّار وقبل لامِ الابتداءِ نحو علمتُ لزيدٌ مُنطلقٌ

ترجمہ: اور ان خواص میں سے ہے کہ ان کو معلق کیا جاتا ہے جب واقع ہوں استفہام سے پہلے یا نفی سے پہلے یا لام ابتداء سے پہلے۔

تشریح : تیسرا خاصہ : کہ افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ اسمیں تعلیق جائز ہے اور تعلیق کہتے ہیں کہ لفظاً عمل باطل ہو جائے لیکن معناً باقی رہے یعنی اہمال لفظی اور اعمال معنوی کو تعلیق کہا جاتا ہے اسکی مثال اس عورت کی سی ہے جس کا خاوند مفقود الخبر ہو وہ عورت نہ تو صاحب شوہر ہے اور نہ ہی فارغ ہے اسی طرح یہ افعال بھی بعض صورتوں کے اندر نہ تو کلیۃً عامل ہوتے ہیں اور نہ کلیۃً مہمل ہوتے ہیں افعال قلوب کی تعلیق کی تین صورتیں ہیں ① افعال قلوب استفہام سے پہلے آجائیں جیسے

علمت زید عندك ام عمر ② نفی سے پہلے آجائیں جیسے علمت ما زیدہ فی الدار ③ لام ابتدا سے پہلے آجائیں جیسے علمت لزید منطلق۔

سوال: ان تینوں صورتوں کے اندر افعال قلوب کی تعلیق کیوں ہو جاتی ہے اور اعمال کیوں جائز نہیں ہوتا؟

جواب: یہ تینوں چیزیں استفہام، نفی، اور لام ابتدا یہ تینوں حروف جملے کے شروع میں آتے ہیں اور اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ جملہ اپنی صورت اور حالت پر باقی رہے جب کہ یہ افعال اس جملے کے اندر تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں تو دونوں کا لحاظ کیا گیا ہے کہ باعتبار لفظ کے ان افعال کا عمل ختم کر دیا گیا معلق کر دیا گیا اور ان افعال کا لحاظ اور رعایت کی گئی ہے باعتبار معنی کے کہ معنے کے اعتبار سے دونوں ان کے لئے مفعول بنتے ہیں۔

ان افعال کے اندر تعلیق ہوتی ہے اور یہ افعال معلق ہو جاتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی

مصنف نے قبل الاستفہام سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کر دیا کہ اگر افعال قلوب استفہام کے بعد واقع ہوں تو ان کا عمل باقی رہتا ہے باطل نہیں ہوتا۔

قولہ: ومنها اَنها یجوزُ ان یکون فاعِلُها ومفعولها ضمیرین لشی واحدٍ نحو علمتُنی منطلقًا وظننتُكَ فاضِلًا

ترجمہ: اور ان خواص میں سے یہ ہے کہ تحقیق قصہ یہ ہے کہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول دو ضمیریں شیٔ واحد کے لئے ہوں۔

تشریح: افعال قلوب کے خواص میں سے ایک خاصہ یہ ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں ضمیریں متصل ایک شیٔ کے لئے ہوں یعنی صرف متکلم کے لئے، مخاطب کے لئے یا غائب کے لئے یہ جائز ہے علمتنی منطلقا میں نے آپنے آپ کو چلنے والا جانا اسمیں فاعل اور مفعول اوّل دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں جو کہ متصل بھی ہیں اور ہیں بھی شیٔ واحد یعنی متکلم کی طرف لوٹنے والی لیکن یہ اجتماع دوسرے افعال میں ہرگز جائز نہیں لہٰذا ضربتنی کہنا جائز نہیں بلکہ اس صورت میں فصل لایا جائے گا ضربت نفسی کہا جائے گا۔

سوال: افعال قلوب کے اندر یہ اجتماع ضمیریں کیوں جائز ہیں اور دوسرے افعال میں کیوں جائز نہیں؟

جواب: افعال قلوب کا مفعول حقیقت کے اعتبار سے دوسرا ہی ہوتا ہے اور پہلا مفعول تو محض تمہید کے لئے ہوتا ہے لہٰذا افعال قلوب کے فاعل اور مفعول اوّل کے درمیان ایک شیٔ کے لئے ضمیر لانے کی صورت میں اتحاد لازم نہیں آتا لیکن دوسرے افعال کے اندر فاعل اور مفعول میں اتحاد لازم آتا ہے اس لئے افعال قلوب میں جائز ہے دوسرے میں جائز نہیں۔

قولہ: واعلم انهٗ قدیکونُ ظننتُ بمعنی اِتهمتُ وعلمتُ بمعنی عرفتُ ورأیتُ بمعنی ابصرتُ ووجدتُّ بمعنی اَصبتُ الضَّالَّۃَ فتنصبُ مفعولًا واحدًا فقط فلَاتكونُ حینئذٍ من افعال القلوب

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ شان یہ ہے کہ کبھی کبھی ظننت اتهمت کے معنی اور علمت عرفت کے معنی اور رأیت ابصرت کے معنی میں اور وحدت اصبت الضالة کے معنی میں ہوتا ہے پس اس وقت یہ مفعول واحد کو نصب دیں گے پس نہیں ہوں گے اس افعال قلوب میں سے۔

تشریح : مصنفؒ ایک فائدہ بتا رہے ہیں کہ افعال قلوب میں سے بعض افعال قلوب کے لئے اور معانی بھی میں جن معانی کی وجہ سے وہ افعال قلوب نہیں رہے اور متعدی بھی ایک مفعول کی طرف ہوا کرتے ہیں مثلاً ظننت بمعنی اتهمت کے آتا ہے جس کے معنی تہمت کے ہوتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ اور علمت بمعنی عرفت کے آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ اور اسی طرح رأیت بھی ابصرت کے معنی میں آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: مَا ذَا تَرَىٰ اور اسی طرح وحدت بھی اصبت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

بحث افعال ناقصہ

فصل : الافعالُ الناقصةُ هِيَ افعالٌ وُضِعَتْ لِتَقريرِ الفاعلِ على صفةٍ غير صفةِ مصدرها وهي كان وصار وظل وبات الىٰ اخرها

ترجمہ : افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر جو ان کے مصدر والی صفت کے علاوہ ہو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں اور وہ کان ، صار ، ظل ، بات ......الخ ۔

تشریح : مصنفؒ افعال تام سے فارغ ہونے کے بعد اب افعال قاصرہ افعال ناقصہ کو بیان کر رہے ہیں۔

افعال ناقصہ کی تعریف : افعال ناقصہ ایسے افعال کو کہا جاتا ہے جو اپنے فاعل کے لئے مصدر کی صفت کے علاوہ کسی اور صفت کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔

وجہ تسمیہ : ان کو افعال ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ افعال دوسرے افعال کی طرح صرف فاعل کے ساتھ ملکر پوری کلام نہیں بنتے ناقص رہتے ہیں کہ کلام کے تمام ہونے میں خبر کے محتاج ہوتے ہیں تو اس نقصان کی وجہ سے ان کا نام ناقصہ رکھا جاتا ہے۔

قولہ : تدخل على الجملة الاسمية لافادة نسبتها حكم مَعْنَاهَا فترفعُ الاولَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيْ فتقول كَانَ زيدٌ قائمًا

ترجمہ : افعال ناقصہ داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر جملہ کی نسبت کو اپنے معنی کے اثر کا فائدہ دینے کے لئے پس رفع دیتے ہیں اول کو اور نصب دیتے ہیں ثانی کو۔

تشریح : مصنفؒ افعال ناقصہ کا عمل بتا رہے ہیں کہ یہ افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں پہلے اسم یعنی مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور ان کو اسم کہا جاتا ہے اور دوسرے اسم کو نصب دیتے ہیں جس کا نام خبر رکھا جاتا ہے جیسے کان زید قائما اصل میں زید قائم جملہ اسمیہ خبریہ تھا تو اس پر کان نے داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیا اور اس کان نے اپنے فاعل یعنی زید کے لئے اپنے مصدر والی صفت کون کو ثابت نہیں کیا بلکہ اپنے مصدر کے علاوہ کسی اور صفت یعنی خبر والی صفت کو جو کہ قیام ہے زید کے لئے ثابت کیا ہے اور افعال تام اپنے فاعل کے لئے اپنے مصدر والی صفت کو ثابت کرتے ہیں جیسے ضرب زید، ضرب فعل نے اپنے فاعل زید کے لئے اپنے مصدر ضرب والی صفت کو ثابت کیا ہے۔

وجہ تسمیہ ①: ان افعال کو افعال ناقصہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ افعال دوسرے افعال کی نسبت ناقص ہیں کیونکہ ان کی دلالت فقط زمانے پر ہوتی ہے۔

وجہ تسمیہ ②: یہ افعال اپنے فاعل یعنی اپنے مرفوع کے ساتھ ملکر تمام نہیں ہوتے بلکہ منصوب اور خبر کی طرف محتاج ہوتے ہیں جب کہ دوسرے افعال اپنے فاعل کے ساتھ تمام ہو جاتے ہیں اور پوری کلام بن جاتے ہے کسی منصوب کی طرف محتاج نہیں ہوتے اس لئے ان افعال کو افعال ناقصہ کہتے ہیں۔

سوال : افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر کیوں داخل ہوتے ہیں؟

جواب : افعال ناقصہ اپنے معنٰے کے ثبوت کا حکم اور اثر خبر کو عطا کرنے کے لئے جملہ اسمیہ پر داخل ہوا کرتے ہیں جیسے کان زید قائما میں کان فعل ناقص ہے جو زید قائما جملہ اسمیہ پر داخل ہے اس لئے کہ یہ اپنے معنے ثبوت کے حکم کا اثر اپنی خبر یعنی قیام کو عطا کر رہا ہے۔

قولـــه : **وكان علىٰ ثلثة اقسامٍ ناقصة وهى تدُل على ثبوتِ خبرها لفاعلها فى الماضى امَّا دائمًا نحو كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًاحكِيْمًا او منقطِعًا نحو كانَ زيدٌ شَابًّا وتامَّةٌ بمعنىٰ ثَبَتَ وَحَصَلَ نحو كانَ القِتَالُ اى حَصَلَ القِتالُ**

ترجمہ : اور کلمہ کان تین قسم پر ہے ایک ناقصہ اور وہ وہ ہے جو اپنے فاعل کے لئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے خواہ یہ ثبوت زمانہ ماضی میں دائمی ہو جیسے کَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًاحكِيْمًا یا منقطع ہو یعنی خبر اسم سے جدا ہونے والی ہو جیسے کان زید شابا اور دوسری قسم تامہ بمعنی ثبت و حصل ہے جیسے کان القتال یعنی حصل القتال۔

تشریح : مصنفؒ ایک فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ کان تین قسم پر ہوتا ہے ① ناقصہ ② تامہ ③ زائدہ۔

ناقصہ : وہ جو اپنی خبر اپنے فاعل کے لئے ثابت کرے عام ازیں زمانہ ماضی میں ہو خواہ وہ ثبوت دائمی ہو جیسے كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حكِيْمًا یا منقطع ہو جیسے کان زید شابا یا زمانہ حال استقبال میں ہو۔

تامہ: اس کو تامہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اسم پر تام ہوتا ہے خبر کا محتاج نہیں ہوتا جیسے کان القتال کا معنی ہے حصل القتال کہ قتال ہوا۔

قولہ : وزائدة لایتغیر باسقاطِهَا معنی الجملة کقول الشاعِر

شعر : جِیَادُ ابنِی ابی بَکْرٍ تَسَامٰی علیٰ کَانَ المسَوَّمَةِ العِرَابِ ......ای علی المسومة

ترجمہ : اور تیسری قسم زائد ہے جس کے گرانے سے جملہ کا معنی تبدیل نہیں ہوتا جیسے شاعر کا قول ہے شعر ......الخ

تشریح : زائدہ : وہ جس کے حذف کر دینے سے جملے کے معنےٰ میں تبدیلی نہ ہو۔ جیسے شاعر کا شعر ہے:

جیاد ابن ابی بکر تسامیٰ　　　علی کان المسومة العراب

اس میں کان زائدہ ہے اصل عبارت ہے علی المسومة العراب ۔

سوال : کان کی یہ دو قسمیں کان تامہ، کان زائدہ یہ دونوں افعال ناقصہ سے تو نہیں ان کو یہاں کیوں بیان کیا گیا یہ تو خروج عن المبحث ہے؟

جواب : بطور فائدہ کے ذکر کیا تا کہ طالب علم کو تمام استعمالات کا علم ہو جائے کہ کان کی کتنی قسمیں ہیں اور کتنی استعمالیں ہیں۔

قولہ : وصار للانتقالِ نحو صارزیدٌ غَنیا

ترجمہ : اور صار ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے جیسے صار زید غنیا ۔

تشریح : افعال ناقصہ میں سے صار انتقال کے لئے آتا ہے اور انتقال کی چند صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : کہ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف انتقال ہو جائیں جیسے صار زید عالما کہ زید صفت جاہل سے صفت علم کی طرف منتقل ہو گیا۔

دوسری صورت : ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال ہو جیسے صار الطین یعنی خزفًا کیچڑ ٹھیکر ہو گئی۔

تیسری صورت : صار کبھی ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے۔

چوتھی صورت : ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے ان آخری دو صورتوں میں یہ صار الی کے ساتھ متعدی ہوتا ہے جیسے صار زید من قریہ الی قریہ۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف انتقال کی مثال ہے اور ایک ذات سے دوسری ذات کی طرف انتقال کی مثال جیسے صار زید من خاید الی عامر۔

سوال : اور رجع اور ارتد اور استحال اور تحوّل یہ بھی صار کے معنی میں آتے ہیں ان کو یہاں کیوں بیان نہیں کیا؟ قرآن مجید میں آتا ہے فَارْتَدَّ بَصِیْرًا یعنی صار یعقوب بصیرًا ؟

جواب : یہ افعال صار سے ملحق ہیں اس لئے اصل کو بیان کیا ہے فرع کو ترک کر دیا ہے۔

قولہ : واصبحَ وامْسیٰ واضحٰی تدُل علیٰ اقترانِ مضمُونِ الجملة بتلك الاوقات نحو اصْبَحَ زيدٌ ذاكر ای كان ذاكرًا فی وقتِ الصبح وبمعنیٰ صار نحو اَصبحَ زيدٌ غَنِيًّا وتامّةً بمعنیٰ دَخَل فی الصَّبَاحِ والضحٰی والمساء

ترجمہ : اصبح اور امسی اور اضحی یہ تینوں افعال مضمون جملہ کو اپنے اوقات صبح وشام اور چاشت کے ساتھ مقترن ہونے پر یعنی ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے اصبح زید ذاکر ای کان ذاکر فی وقت الصبح اور یہ تینوں کبھی بمعنی صار بھی ہوتے ہیں جیسے اصبح زید غنیا اور تینوں کبھی تامہ بھی ہوتے ہیں اس وقت اصبح کا معنی ہوگا دخل فی الصباح والضحی والمساء۔

تشریح : افعال ناقصہ میں سے اصبح ، امسی اور اضحیٰ یہ تینوں جملے کے مضمون کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے اصبح زید ذاکر زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا تھا اور امسی زید مسرورا زید شام کے وقت خوش ہوا

فائدہ : مضمون جملہ سے مراد یہ ہے کہ خبر یا متعلق خبر کا مصدر نکال کر اسم کی طرف اس کی اضافت کردی جائے تو یہ مرکب اضافی بن جاتا ہے اسی کو مضمون جملہ کہتے جیسے امسیٰ زید قائمًا اس کا مضمون جملہ بنے گا قیام زید۔

سوال : ہر فعل جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملاتا ہے اقتران پر دلالت کرتا ہے لہٰذا ان افعال ثلاثہ کا اس حکم کے ساتھ خاص کرنے کا کیا مقصد ہے؟

جواب : یہاں اوقات سے مراد مطلق اوقات نہیں بلکہ وہ اوقات جو ان افعال کے معانی اور مدلولات ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ باقی افعال اوقات پر دلالت کرتے ہیں لیکن وہ اوقات ان کے معانی اور مدلولات نہیں ہوتے۔

فائدہ : یہ تینوں افعال کبھی صار کے معنی میں آتے ہیں اسوقت ان کے معنے کے اندر اوقات کا لحاظ نہیں ہوتا جیسے اصبح زید غنیًا کا معنی ہے صار زید غنیًا۔

فائدہ : یہ تینوں افعال کبھی تام بھی ہوتے ہیں اسوقت فاعل ان افعال کے معنی میں داخل ہوتا ہے اصبح زید کہ زید صبح کے وقت داخل ہوا۔

قولہ : وظَلَّ وباتَ يدُلَّانِ علی اقتران مضمُونِ الجُمْلَةِ بوقتَيْهما نحو ظَلَّ زيدٌ كاتبًا وبمعنی صار

ترجمہ : اور ظل اور بات یہ دونوں مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات یعنی دن اور رات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرتے ہیں جیسے ظل زید کاتبًا اور یہ دونوں کبھی صار کے معنی میں ہوتے ہیں۔

تشریح : افعال ناقصہ میں ظل اور بات یہ دونوں فعل جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں جیسے ظل زید کاتبا زید تمام دن لکھنے والا رہا۔

فائدہ : کبھی یہ دونوں فعل صار کے معنی میں بھی آتے ہیں جیسے ظل زید غنیًا بمعنی صار زید غنیًا زید مالدار ہوگیا۔

سوال : جب ظل بات یہ دونوں فعل اصبح ، امسیٰ، اضحی کی طرح مضمون جملہ کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملاتے ہیں تو ان پانچوں فعلوں کو اکٹھا ذکر کیوں نہیں کیا گیا اور ان دو کو علیحدہ ذکر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : یہ پانچوں فعل دو چیزوں میں مشترک تھے ① اقتران مضمون کے اندر ② صار کے معنی میں بھی لیکن تامہ ہونے میں افتراق تھا کہ وہ تامہ واقع ہوتے ہیں اور ان کا تامہ واقع ہونا انتہائی قلیل ہے اسی وجہ سے مصنفؒ نے ان دو کو علیحدہ ذکر کیا۔

قولہ : ومازال ومَافتی ومابَرِحَ ومَاانفکَّ تدُلُّ علیٰ استمرار ثبوت خبرھا لفاعِلِھا مذ قبِلَہٗ نحومازَالَ زیدٌ امِیرًا ویلزمُھا حرفُ النفِی

ترجمہ : مازال ومافتی ومابرح وماانفک یہ چاروں دلالت کرتے ہیں ثبوت کے استمرار ودوام پر اپنی خبر کے ثبوت کا اپنے فاعل کے لئے جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا جیسے مازال زید امیرًا اور حرف نفی ان کو لازم ہے۔

تشریح : افعال ناقصہ یہ چاروں افعال اپنی خبر کو اپنے فاعل کے لئے دائمی اور استمراری طور پر ثابت کرتے ہیں البتہ یہ ثبوت استمرار مطلقاً نہیں ہوتا بلکہ اس زمانے سے ہوتا ہے جب سے فاعل نے اس خبر کو قبول کیا ہو جیسے ما زال زید امیرا زید کی امارت اس زمانہ سے دائمی ہے جب سے زید نے امارت کو قبول کیا ہے۔

سوال : یہ چاروں افعال استمرار پر کیوں دلالت کرتے اسکی کیا وجہ اور علت ہے؟

جواب : ان افعال کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے پھر جب ان پر نفی داخل ہوتی ہے تو نفی النفی ہو جاتی ہے اور نفی کی نفی سے استمرار اور دوام حاصل ہوتا ہے لہٰذا دوام واستمرار پر دلالت کرتے ہیں۔

ضابطہ : ان چاروں افعال کے لئے حرف نفی کا ہونا لازمی ہے جب ان افعال سے دوام واستمرار والا معنی مقصود ہو اور نفی سے مراد عام ہے خواہ وہ نفی لفظوں میں ہو یا تقدیرًا ہو حرف نفی لفظی کی مثال گذر چکی ہے۔ حرف نفی تقدیری کی مثال تَاللّٰہِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ اصل میں تھا لا تفتئو تذکر یوسف ، ما زال اصل میں تھا زال جس کا معنی ہوتا ہے زائل ہونا حرف نفی کے آجانے کی وجہ سے ہمیشہ والا معنی ہوتا ہے۔

فائدہ : باب سمع یسمع سے آتا ہے زال یزال باب نصر سے زال یزول نہیں وہ افعال تامہ سے ہے اور ما فتئی فتی سے جس کا معنی کے ختم کرنا اور حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد اسکا معنی بھی ہمیشہ والا ہے اور یہ باب بھی سمع یسمع سے ہے اور ما

برح یہ براح سے بمعنی زائل ہونا حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد اسکا معنی بھی ہمیشہ والا ہو گیا ہے اور یہ باب بھی سمع یسمع سے آتا ہے اور ما انفك یہ انفاك سے ہے جس کا معنی ہے جدا ہونا لیکن حرف نفی کے داخل ہونے کے بعد ان چاروں افعال کے اندر معنی ہمیشہ والا ہوگا۔

قولہ : ومادامَ یدُلُّ علی توقیتِ اَمرٍ بمدّۃ ثبوتِ خبرھا لفاعِلِھانحو اقُومُ مَادَامَ الامیرُ جالسًا

ترجمہ : اور مادام دلالت کرتا ہے کسی چیز کو موقت کرنے پر اپنی خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ اپنے فاعل کے لئے جیسے اقوم مادام الامیر جالسا۔

تشریح : افعال ناقصہ میں سے ما دام اپنے اسم کے لئے اپنی خبر کو ایک وقت مقرر میں ثابت کرنے کے لئے آتا ہے جس وقت تک اس کی خبر اس فاعل کے لئے ثابت ہو جیسے اقوم مادام الامیر جالسًا میں کھڑا رہوں گا اسوقت تک کہ امیر بیٹھنے والا ہے اسمیں کہنے والے نے اپنے بیٹھنے کی مدت اپنے امیر کی مدت تک معین اور مؤکد کر دیا ہے اور یاد رکھیں ما دام پہلے جملے کے لئے ظرف واقع ہوتا ہے جیسے اجلس ما دام زید جالسا۔

قولہ : ولیسَ یدل علیٰ نفی معنَی الجُملۃ حالًا وقیل مطلقًا

ترجمہ : اور لیس دلالت کرتا ہے او پر نفی معنی جملہ کے درانحالیکہ وہ حال ہو اور کہا گیا ہے مطلق نفی پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح : افعال ناقصہ میں سے لیس کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک لیس زمانہ حال کی نفی کے لئے آتا ہے زمانہ ماضی اور استقبال کی نفی نہیں کرتا اور بعض کے نزدیک لیس مطلق نفی کے لئے آتا ہے زمانہ ماضی ہو یا حال ہو یا استقبال۔

قولہ : وقد عرفتَ بقیۃَ احکامھافی القسمِ الاول فلانعِیدُھَا

ترجمہ : اور تحقیق پہچان چکا ہے تو بقیہ احکام ان افعال ناقصہ کے قسم اول میں پس ہم ان کو نہیں لوٹائیں گے۔

تشریح : افعال ناقصہ کے بقایا احکام مثلاً خبروں کا اسموں پر مقدم کرنا اور اسی طرح اخبار کا افعال پر مقدم ہونا قسم اول میں گذر چکے ہیں ان کو دوبارہ ذکر نہیں کیا جاتا۔

بحث افعال مقاربہ

فصل : افعالُ المقاربۃِ ھی افعالٌ وُضِعَتْ للدّلالۃِ علیٰ دُنُوِّالخبر لفاعِلھا

ترجمہ : افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو وضع کئے گئے ہیں کہ دلالت کریں اپنی خبر کو اپنے فاعل کے نزدیک کرنے پر۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں مقاربہ کو بیان کر رہے ہیں۔

افعال مقاربہ کی تعریف : افعال مقاربہ ایسے افعال کو کہا جاتا ہے جو اپنے اسم کے لئے خبر کو قریب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں۔

قولـه : وهي ثلٰثَةُ اقسامٍ الاول للرَّجاء وهو عَسٰى وهو فعلٌ جامِدٌ لايستَعْمَلُ منه غيرُ الماضى وهو فى العمل مثل كَادَ اِلّا اَنَّ خبرهٗ فعلٌ مضارع معَ اَنْ نحو عَسىٰ زيدٌ اَنْ يَّقُوْمَ

ترجمہ : اور وہ تین قسم پر ہیں پہلا امید کے لئے ہے اور وہ عسیٰ ہے اور وہ فعل جامد ہے نہیں استعمال کیا جاتا اس سے سوا ماضی کے اور وہ عمل میں کاد کی طرح ہے مگر تحقیق اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے اَن کے بغیر جیسے عسیٰ زیدٌ ان یقوم ۔

تشریح : پہلی قسم : امید کے لئے ہے یعنی متکلم امید رکھتا ہے کہ خبر کا حاصل ہونا فاعل کے لئے قریب ہے اور اس پہلی قسم کے لئے افعال مقاربہ میں سے فعل عسیٰ ہے اور یہ فعل جامد ہے اس سے صرف ماضی آتی ہے مضارع امر و نہی، اسم فاعل و اسم مفعول وغیرہ کے صیغے نہیں آتے اور ماضی کے بھی فقط چند صیغے استعمال ہوتے ہیں (۱) واحد مذکر غائب عسیٰ (۲) واحدہ مؤنثہ غائبہ عست اور چھ مخاطب کے عسیت ، عسیتما ، عسیتم ، عسیت ، عسیتما ، عسیتنّ ایک واحد متکلم کا عسیتُ تو یہ کل نو صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

فائدہ : عسیٰ عمل میں کاد کی طرح ہے یعنی جس طرح اسم کو رفع دیتا ہے اور خبر اس کی فعل مضارع ہوتی ہے اسی طرح عسیٰ بھی اسم کو رفع دیتا ہے اور خبر فعل مضارع ہے۔ البتہ تھوڑا فرق ہے کہ عسیٰ کی خبر فعل مضارع مع ان ہوتی ہے اور کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے آتی ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم اسمیں زید عسیٰ کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ان یقوم یہ مضارع منصوب محلاً خبر ہے۔

قولـه : ويجوز تقدِيْمُ الخبرِ علىٰ اسمهٖ نحو عَسىٰ ان يقُوْمَ زيدٌ وقد يُحذف اَنْ نحو عسىٰ زيدٌ يقُوْمُ

ترجمہ : اور جائز ہے مقدم کرنا خبر کو عسیٰ کے اسم پر جیسے عسیٰ اَنْ یقوم زید اور کبھی اَنْ کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے عسیٰ زید یقوم ۔

تشریح : ضابطہ : عسیٰ کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے عسیٰ زید ان یقوم کو عسیٰ ان یقوم زید پڑھنا جائز ہے اس عبارت میں عسیٰ ان یخرج زید میں ترکیبی احتمال تین ہیں۔

پہلی ترکیب : زید یہ اسم مؤخر ہو ان یخرج مضارع یہ خبر مقدم ہو۔

دوسری ترکیب : یہ ترکیب باب تنازع سے ہو اور تنازع ہے عسیٰ اور یخرج کا زید کے اندر اگر دوسرے فعل کو عمل دیا جائے گا تو عسیٰ کا اسم اسمیں ضمیر مستتر ہوگی جو زید کی طرف لوٹے گی اور خبر یہ ہے ان یخرج ۔

تیسری ترکیب : ان یخرج زید مرفوع اور منصوب دونوں کے قائم مقام ہو جیسا کہ جب جملہ ان کے ساتھ ہو تو افعال قلوب دو مفعولوں کے قائم مقام ہوا کرتا ہے تو یہ بھی قائم مقام بن جائے گا ان تینوں ترکیبوں کے اندر عسیٰ فعل ناقص ہی رہے گا۔

چوتھی ترکیب : ان یخرج زید یہ فاعل بن جائے گا عسیٰ کا اس کو خبر کی احتیاج نہ ہو تو یہ فعل تام بن جائے گا۔

سوال : عسیٰ یہ فعل جامد فعل غیر متصرف کیوں ہے اس کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : یہ عسیٰ انشاء طمع کے لئے آتا ہے اور انشاءات اکثر استعمال میں حروف کے معانی ہوتے ہیں اور چونکہ حروف غیر متصرف ہوتے ہیں لہٰذا عسیٰ بھی غیر متصرف ہوگا۔

قد یحذف ان نحو عسیٰ ...... **اس عبارت سے ضابطے کا بیان۔**

ضابطہ : کبھی استعمال اوّل کے اندر عسیٰ کی خبر سے ان مصدریہ کو حذف کر دیا جاتا ہے اس لئے عسیٰ کی مشابہت ہے کاد کے ساتھ مقاربت میں جس طرح اس کی خبر بغیر مضارع کے آجاتی ہے تو اس کی خبر سے ان کو حذف کر دینا جائز ہے عسیٰ زید یقوم۔

قولہ : والثانی للحُصُول وھو کادَ وخبرُہٗ مضارعٌ دُون اَنْ نحو کادَ زیدٌ یّقُومُ وقد تدخل اَنْ نحو کَادَ زیدٌ اَنْ یّقُوم

ترجمہ : اور دوسری قسم حصول کے لئے ہے اور وہ کاد ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے جیسے کاد زید یقوم اور کبھی داخل ہوتا ہے اَنْ (مصدریہ) کاد کی خبر پر جیسے کاد زیدٌ اَن یقوم۔

تشریح : افعال مقاربہ کی دوسری قسم حصول کے لئے ہے یعنی متکلم یہ بتاتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقینی ہونے والا ہے اور اس معنی کے لئے افعال مقاربہ میں سے کاد آتا ہے جیسے کاد زید یخرج زید یقیناً کھڑا ہونے کے قریب اور کاد کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے آتی ہے جیسے کاد زید یقوم۔

قولہ : والثالث للاخذ والشروعِ فی الفعلِ وھُوَ طَفِقَ وجعل وکرب واخذ واستعمالُھا مثل کاد نحو طَفِقَ زیدٌ یکتُب واوشَکَ واستعمالھا مثل عسیٰ وکادَ

ترجمہ: اور تیسری قسم اخذ اور شروع کے لئے فعل میں اور وہ طفق اور جعل اور کرب اور اخذ اور ان چاروں کا استعمال کاد کی طرح ہے جیسے کاد زید یکتب اور تیسری قسم میں ایک لفظ اوشک بھی ہے اور اس کا استعمال عسی اور کاد دونوں کی طرح ہے۔

تشریح : تیسری قسم : افعال مقاربہ کی وہ فعل کے شروع کرنے کے لئے ہے یعنی متکلم فاعل کے لئے خبر کے حصول کے قریب کی

خبر دیتا ہے اس وجہ سے کہ متکلم کو اس کے شروع کا یقین ہے اس کے معنے کے لئے چار فعل ہیں طفق ، اخذ ، جعل ، کرب۔
ان چاروں افعال کا استعمال کاد کی طرح ہے کہ جس طرح کاد اسم وخبر کو چاہتا ہے اس طرح یہ بھی اسم وخبر کو چاہتے ہیں اور جس طرح کاد کی خبر مضارع بغیر ان کے آتی ہے اس طرح ان کی بھی آتی ہے البتہ او شك کا استعمال عسیٰ اور کاد کی طرح ہے اور عسیٰ کے دونوں استعمالوں کی طرح یہ بھی مستعمل ہے یعنی کبھی خبر کو چاہتا ہے جیسے او شك زید ان یقوم کبھی خبر کو نہیں چاہتا جیسے او شك ان یقوم اور وہ کبھی کاد کی طرح اسم وخبر کو چاہتا ہے لیکن خبر فعل مضارع بغیر ان کے ہوتی ہے او شك زید یقوم۔

بحث فعل تعجب

فصل: فعلا التعجب ماوُضِعَ لانشاءِ العجّبِ ولہٗ صیغتانِ ماافعلَہٗ نحو مااَحْسَنَ زیدًا ای ایُّ شیءٍ اَحْسَنَ زیدًا وفی اَحْسَنَ ضمیر وھُوفاعلُہٗ واَفْعِلْ بہٖ نحو اَحْسِنْ بَزیدٍ

ترجمہ : تعجب کے دو فعل، فعل تعجب وہ ہے جو وضع کیا گیا ہو انشاء تعجب کے لئے اور اس کے لئے دو صیغے ہیں ایک ما افعلہ اور دوسرا افعل بہ ۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں فعل تعجب کی بحث ذکر کی ہے تعجب اصطلاح میں کہتے ہیں انفعال النفس عند ادراك ما خفی سببہ کہ نفس کا ایسی چیز کے ادراک کے وقت جس کا سبب مخفی ہو متاثر ہونا۔

تعریف : فعل تعجب وہ ہے جو انشاء تعجب اور اظہار تعجب ایجاد تعجب کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

فعل تعجب کے دو صیغے آتے ہیں ① ما ا فعلہ جیسے ما احسن زید. ② افعل بہ جیسے احسن بزید۔

ای ایُّ شئی احسن زید و فی احسن ضمیر و ھو فاعلہ۔ مصنفؒ اس پہلے صیغہ کی ترکیب بتا رہے ہیں جس میں تین قول ہیں۔

پہلا قول : مااستفہامیہ بمعنی ایُّ شیءٍ مبتدا احسن فعل ضمیر دوراءِ مستتر مرفوع محلاً فاعل اور زید امنصوب محلاً مفعول بہ فعل فاعل مفعول بہ ملکر جملہ فعلیہ یہ خبر ہے مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ یہ فرّا کا مذھب ہے۔ مصنف کو فرا کا مذھب پسند ہے اس لئے اس ترکیب کو ذکر کیا۔

دوسرا مذھب : سیبویہ کے نزدیک ما بمعنی شیٔ نکرہ مبتدا اور مابعد والا جملہ خبر ہے۔

تیسرا مذھب : اخفش کے نزدیک یہ ما موصولہ ہے اور اس کا مابعد جملہ صلہ ہے موصول کا، موصول صلہ ملکر مبتدا ہے جس کے لئے

خبر محذوف شیء عظیم ہے۔

و افعل بہ نحو احسن بزید ۔ اس دوسرے صیغے کی ترکیب میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک احسن صیغہ امر کا ہے لیکن ماضی احسن کے معنی میں ہے اور زید پر باجارہ زائدہ ہے اور زید اس کا فاعل ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے تو اس ترکیب میں احسن کے اندر کسی قسم کی کوئی ضمیر نہیں تو معنی یہ ہوگا صار زید ذا حسن زید صاحب حسن ہو گیا۔

امام اخفش کے نزدیک یہ احسن صیغہ امر کا اپنے معنے پر باقی ہے اور یہ مشتق ہے احسن لازم بمعنٰی ثبوت حسن سے اور ضمیر اسمیں فاعل اور بزید میں با تعدیہ کی ہے اور زید اس کا مفعول بہ ہے اور ہمزہ صیرورت کا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی احسن انت بزید ای صرت ذا حسن اور اگر احسن یہ احسن متعدی سے مشتق مانا جائے تو با زائدہ ہوگی اور ہمزہ تعدیہ کا ہوگا اور اس صورت کے اندر بھی احسن کے اندر ضمیر فاعل ہوگی عبارت یہ ہوگی احسن انت زید لیکن یاد رکھیں دونوں مذھبوں کے مطابق ترجمہ ایک ہی ہوگا ''زید کیا ہی حسین ہے''۔

قولہ : ولایُبْنَیَانِ اِلّا ممایُبْنٰی منہ افعلُ التفضیل ویُتَوصَّلُ فی الممتنع بمثلِ مااَشَدَّ استخراجًا فی الاولِ واَشْدِدباستخراجہ فی الثانی کماعرفتَ فی اسم التفضیل

ترجمہ : اور نہیں بنائے جاتے یہ دو صیغے مگر اسی سے جس سے افعل التفضیل بنایا جاتا ہے اور ممتنع میں ذریعہ بنایا جائے گا ما اشد استخراجا کی مثل کو اول صیغہ میں اور اشدد باستخراجہ کو ثانی صیغہ میں جیسا کہ اسم تفضیل میں آپ پہچان چکے ہیں۔

تشریح : مصنفؒ فعل تعجب کے بارے ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ کن ابواب سے فعل تعجب آتا ہے اور کن ابواب سے نہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل تعجب کے دونوں صیغے ان ابواب سے بنائے جاتے ہیں جن ابواب سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے لہٰذا فعل تعجب کے دونوں صیغے ثلاثی مجرد کے ان ابواب سے بنائے جائیں گے جن میں لون اور عیب والا معنی بھی نہ ہو اور زیادت اور نقصان کو قبول بھی کرتے ہوں لہٰذا موت سے فعل تعجب نہیں آئے گا کیونکہ موت زیادت اور نقصان کو قبول نہیں کرتی۔

سوال : اس ضابطے کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : فعل تعجب اور افعل تفضیل میں مشابہت ہے کہ یہ دونوں تاکید اور مبالغے کے لئے آتے ہیں۔

فائدہ : جس طرح افعل تفضیل کا صیغہ فاعل کے لئے آتا ہے اسطرح فعل تعجب کا صیغہ بھی فاعل کے لئے آتا ہے مفعول کے لئے نہیں اور ما اشغلہ یہ مفعول کے لئے آتا ہے لیکن یہ قلیل اور شاذ ہیں۔

ضابطہ : اگر ان ابواب سے فعل تعجب کا معنی حاصل کرنا ہو جن سے فعل تعجب نہیں آتا تو اس کی صورت کیا ہوگی اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے صیغے کو اس طرح بنایا جائے گا کہ ما اشدّ یا اس جیسا کلمہ ما اضعف ، ما احسن یا ما اقبح لایا جائے گا اور اس کے بعد

وہ مصدر جس سے فعل تعجب کا معنی حاصل کرنا ہو اس کو بطور تمیز کے ذکر کر دیا جائے گا جیسے ما اشد استخراجًا اور دوسرا صیغہ اس طرح بنایا جائے گا اس سے پہلے اشدد یا اس جیسا کلمہ اس کے شروع میں لایا جائے گا اور اس کے بعد اس مصدر کو ذکر کیا جائے جس سے فعل تعجب کا معنی حاصل کرنا ہے اور اس پر با زائدہ جارہ کو داخل کیا جائے گا جیسے اشدد با استخراجہ پہلے صیغے کا ترجمہ لفظی تو یہ ہوگا کہ کسی چیز نے اس کے استخراج کو صاحب شدت کیا اور بامحاورہ ترجمہ یہ ہوگا کہ اس کا باہر نکلنا کیا ہی سخت مشکل ہے اور دوسرے صیغے اشدد با استخراجہ اس کا باہر نکالنا کیا ہی سخت ہے۔

قوله : ولا یجوز التصرُّفُ فیهما بتقدیم ولاتاخیر ولافصل والمازنیُّ اجاز الفصلَ بالظرفِ نحو ماأحْسَنَ الیومَ زیدًا

ترجمہ : اور نہیں جائز تصرف ان دونوں میں تقدیم و تاخیر کا اور نہ ہی فصل۔ اور مازنی نے جائز کیا فصل ساتھ ظرف کے جیسے ما احسن الیوم زیدًا۔

تشریح : ضابطہ : کہ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم اور تاخیر کا تصرف بالکل نہیں ہوگا یہاں تک کہ جار اور مجرور اور مفعول بہ کو بھی ان پر مقدم نہیں کیا جائے گا لہٰذا مازیدا احسن اور بزید احسن کہنا ناجائز ہے اور فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فاصلہ بالکل ناجائز ہے لہٰذا ما احسن فی الدار زیدا اور اسی طرح احسن الیوم بزید کہنا بھی ناجائز ہے۔ لیکن مازنی کے نزدیک ظروف کا فاصلہ جائز ہے جس طرح دوسرے مقامات میں ظروف کے لئے گنجائش نکالی جاتی ہے اسی طرح یہاں پر بھی ظروف میں وسعت ہے اور ان کا فاصلہ جائز ہے ما احسن الیوم زید کہنا جائز ہے۔

فائدہ : یاد رکھیں! فعل تعجب کے ان دونوں صیغوں سے نہ مضارع آتا ہے نہ فعل مجہول اور نہ نہی اور نہ اس کے ساتھ علامت تانیث کی لگتی ہے نہ تثنیہ کی نہ جمع کی۔

سوال : فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تصرف کیوں جائز نہیں؟

جواب : یہ دونوں فعل تعجب کے صیغے صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں اس لئے کہ ان میں انشاء کا معنی موجود ہے اور انشاء صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اسی وجہ سے ان کے معمول کو مقدم کرنا جائز نہیں۔

بحث افعال مدح وذم

فصل : افعالُ المدح والذم ماوُضِعَ لاِنْشاءِ مدحٍ اوذمٍ

ترجمہ : افعال مدح اور ذم وہ ہے جو وضع کیا گیا ہو واسطے انشاء مدح اور ذم کے۔

تشریح : اس فصل میں مصنفؒ افعال مدح وذم کی بحث ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

تعریف : افعال مدح وذم وہ فعل ہیں جو انشاء مدح وذم یعنی اظہار مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں لہٰذا مدحت ، ذممت اور اس جیسے فعل نکل جائیں گے کیونکہ یہ فعل اخبار مدح وذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں انشاء کے لئے نہیں۔

سوال : یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں امدح اور اذم پر صادق آتی ہے کیونکہ دونوں فعل انشاء مدح اور انشاء ذم کے لئے وضع کئے گئے ہیں حالانکہ یہ افعال مدح وذم سے نہیں؟

جواب : ہماری مراد وہ افعال ہیں جو اس لقب کے ساتھ مشہور ہوں اور یہ افعال وضع مدح وذم کے لئے ہے لیکن اس نام اور لقب کے ساتھ مشہور نہیں۔

قولہ : اَمَّا المدح فلهُ فِعلَانِ نِعْم وفاعِلُهُ اسمٌ مُعَرَّفٌ باللام نحو نعْمَ الرّجُلُ زيدٌ او مضافٌ الَى المعرف باللام نحو نعم غلامُ الرَّجُل زيدٌ

ترجمہ: لیکن مدح کے لئے دو فعل ہیں ایک نعم اور اس کا فاعل اسم معرف باللام ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زید یا مضاف طرف معرف باللام کے جیسے نعم غلام الرجل زیدٌ ۔

تشریح : افعال مدح دو ہیں ① نعم اور حبّذ ۔نعم پر شھد والا قانون جاری ہے یہ فعل کی صورت ہے اور حلقی العین ہے اسکو چار وجہ سے پڑھنا جائز ہے نَعِم ، نَعْم ، نِعْم ، نِعِم ۔

نعم کے فاعل کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت : کہ اس کا فاعل معرف باللام ہوگا جیسے نعم الرجل ۔

دوسری صورت : اس کا فاعل مضاف ہوگا معرف باللام کی طرف جیسے نعم صاحب الرجل زید ۔

قولہ: وقديكونُ فاعلُهُ مُضْمَرًا وَيَجِبُ تمييزُهُ بنكرة منصوبةٍ نحو نعم رجُلًا زيدٌ اوبما نحو قوله تعالىٰ فنِعِمَّاهِيَ اى نعم شيئًا هى

ترجمہ : اور کبھی ہوتا ہے اس (نعم) کا فاعل ضمیر مستتر اور واجب ہے اس وقت اس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے نعم رجلا زید یا ساتھ ما کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان فَنِعِمَّاهِيَ اى نعم شيئًا هِىَ ۔

تشریح : تیسری صورت : کبھی نعم کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی اور اس وقت اس ضمیر مبہم کے لئے نکرہ منصوبہ تمیز لانا واجب ہوگا جیسے نعم رجلا زید اسمیں نعم کے اندر ضمیر مستتر فاعل ہے اور رجل اس سے تمیز ہے اور کبھی تمیز لفظ ما ہوگی بمعنی شیء ہوکر منصوب محلا تمیز ہوگی جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے فَنِعِمَّا هِيَ کہ وہ صدقات از روئے شی کے اچھے ہیں اس مثال میں نعم کے

اندر ضمیر مستتر فاعل ہے اور ما نکرہ بمعنی شی یہ تمیز ہے۔

قولہ : وزيدٌ يسمّٰى المخصوصَ بالمدح

ترجمہ : اور زید نام رکھا جاتا ہے اس کا مخصوص بالمدح ۔

تشریح : افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد ایک اسم واقع ہوتا ہے اگر وہ فعل مدح کے بعد ہے تو اسے مخصوص بالمدح کہتے ہیں اگر فعل ذم کے بعد ہے تو اسے مخصوص بالذم کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ : کہ یہ افعال و مدح ذم لانے کا مقصد ان کی مدح وذم ہوتی ہے اسی وجہ سے اسے مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہا جاتا ہے۔

ضابطہ : یہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم فاعل کے مطابق لانا واجب ہے افراد اور تثنیہ اور جمع میں اور اسی طرح تذکیر وتانیث میں جیسے نعم الرحل زيد ، نعم الرحلان الزيدان ، نعم الرحال الزيد ون ، نعم المراة هند، نعمت المر أ تان هند ان و نعمت النساء ا لهندات ۔

سوال : بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اس آیت قرآنی میں فاعل مفرد ہے اور مخصوص بالذم الذين جمع ہے تو یہاں مطابقت نہ ہوئی لہٰذا یہاں آپکا ضابطہ ٹوٹ گیا؟

جواب : یہاں پر یہ تاویل کریں گے مخصوص بالذم کے شروع میں لفظ مثل محذوف مانیں گے اصل عبارت یہ ہوگی بئس مثل القوم مثل الذين كذبو با يتنا لہٰذا فاعل بھی مفرد ہوگا اور مخصوص بالذم بھی مفرد۔

فائدہ : مخصوص بالمدح مخصوص بالذم کی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں نعم الرحل زيدا کی۔

پہلی ترکیب : نعم الرحل فعل فاعل مل کر خبر مقدم اور زيد مخصوص بالمدح مبتدا مؤخر۔

دوسری ترکیب : نعم الرحل یہ علیحدہ جملہ فعلیہ ہے اور زيد مخصوص بالمدح خبر ہے مبتدا محذوف کی جو کہ هو ہے پہلی ترکیب کے اندر ایک جملہ اور دوسری ترکیب کے اندر دو جملے ہوں گے۔

سوال : پہلی ترکیب میں لازم آتا ہے جملہ کا خبر لانا بغیر عائد کے حالانکہ جب جملہ خبر لائی جائے تو اس میں عائد کا ہونا ضروری ہوتا ہے؟

جواب : اتنی بات تو ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ خبر کے لئے عائد کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ قطعاً تسلیم نہیں کرتے کہ عائد صرف ضمیر ہوتی ہے بلکہ عائد کی چند قسمیں ہیں جو کہ ماقبل میں گذر چکی ہیں تو یہاں پر عائد الف لام ہے جو الرحل پر موجود ہے۔

قولہ: وحبذا نحو حبّذا زيدٌ حَبَّ فعلُ المدح وفاعلُهٗ ذا او المخصوصُ بالمدح زيدٌ

ترجمہ : اور حبذا جیسے حبذا زید حب فعل مدح ہے اوراس کا فاعل ذا اور مخصوص بالمدح زید ہے۔

تشریح : دوسرا فعل مدح حبّذا ہے جو کہ فعل اور فاعل سے مرکب ہے حب فعل ہے اور ذا اس کا فاعل ہے۔

ضابطہ : یہ ذا ہمیشہ فاعل ہوتا ہے اور یہ نہ کبھی محذوف ہوتا ہے نہ کبھی تبدیل ہوتا ہے لہذا وہ قاعدہ یہاں جاری نہیں ہوگا کہ مخصوص بالمدح فاعل کے مطابق کہ اس کا مخصوص بالمدح تثنیہ ہو جمع ہو مذکر ہو، مؤنث ہو ہر حالت میں اس کا فاعل ذا ہی رہے گا جیسے حبّذا زید ......الیٰ آخرہ۔

قولہ : ویجوزُ ان یقع قبل مخصوص اوبعدَہ تمییزٌ نحو حبَّذا رجُلًا زیدٌ وحبَّذَا زیدٌ رجُلًا اوحالٌ نحو حبَّذَا راکبًا زیدٌ وحبَّذَا زیدٌ راکبًا

ترجمہ : اور جائز ہے کہ واقع ہو مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمییز جیسے حبذا زید رجلا یا حال جیسے حبذا راکبًا زیدٌ وحبذا زیدٌ راکبًا۔

تشریح : ضابطہ : حبّذا کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمییز اور حال کالانا جائز ہے جو نہ تو تثنیہ نہ تو جمع ہے نہ تذکیر وتانیث مخصوص بالمدح کے مطابق لانا جیسے حبّذا رجل زید، حبّذا زید رجلا مثال کے اندر مخصوص بالمدح سے تمییز مقدم اور دوسری سے موخر اور حال کی مثال حبّذا راکبا زید، حبّذا زید راکبا۔

یاد رکھیں! یہ تمییز اور حال سے ہوگی مخصوص بالمدح سے نہیں۔

قولہ : واما الذم فلہٗ فعلانِ ایضًا بِئْسَ نحو بِئْسَ الرجُلُ عَمْرٌو وبِئْسَ غلام الرجُل عَمْرٌو وبئسَ رجُلًا عمرٌو وساء نحو سآءَ الرجُلُ زیدٌ وسآء غلام الرجُل زیدٌ وسآءَ رجلًا زیدٌ وساء مثل بئس فی سائر الاقسام

ترجمہ : اور لیکن ذم پس اس کے لئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس جیسے بئس الرجل عمرٌو ......الخ اور دوسرا ساء اور ساء الرجل زید اور ساء بئس کی طرح ہے تمام اقسام میں۔

تشریح : ذم کے لئے بھی دو فعل ہیں ایک بئس اور دوسرا ساء اور ان دونوں فعلوں کا استعمال نعم کی طرح ہے لہذا جس طرح نعم فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوگا یا ان کا فاعل ضمیر مستتر ہوگا یا تمییز نکرہ منصوبہ ہوگی اسی طرح یہ ہی حال ہوگا ان دونوں فعلوں کے فاعل کے لئے جیسے بئس الرجل عمرو، بئس غلام الرجل عمرو، بئس رجل عمر، ساء الرجل زید، ساء غلام الرجل زید، و ساء رجلا۔

فائدہ : بئس کو بھی نعم کی طرح چار وجہ سے پڑھا جاسکتا ہے بئس، بئس، بئس، بئس۔

فعل کی بحث بفضل اللہ مکمل ہوگی۔

القسم الثالث فی الحروف

تیسری قسم حروف میں

قوله : وقد مضٰی تعریفهٗ واقسامهٗ سبعةَ عَشَرَ حُرُوفُ الجر والحُرُوفُ المشبهةُ بالفعل وحُروفُ العطف وحُروف التنبیه وحروف النداءِ وحُرُوفُ الایجابِ وحُرُوفُ الزیادةِ وحَرفَاالتفسیر وحُرُوفُ المصدرِ وحروف التحضیضِ وحروف التوقّعِ وحرفا الاستفهامِ وحُروف الشرط حرفُ الرّدعِ وتاءُ التانیثِ الساکنةُ والتنوینُ ونونا التاکید

ترجمہ : اورحرف کی تعریف گذر چکی ہےاوراس کے سترہ قسمیں ہیں حروف الجر......الخ۔

تشریح : مصنف تیسری قسم بیان کرنا چاہتے ہیں جوکہ حروف کی بحث میں ہے قسم اوّل میں اسماء کی بحث تھی قسم ثانی میں افعال کی بحث تھی اب اس تیسری قسم میں حروف کی بحث ہے و قد مضی تعریفه مصنف نے بتادیا اے طالب علم حروف کی تعریف ضرور یاد کرلے جوکہ ماقبل اورمقدمہ میں گذر چکی ہے۔

حروف کی سترہ قسمیں ہیں ① حروف جارہ ② حروف مشبه ③ حروف عطف ④ حروف التنبیه ⑤ حروف النداء ⑥ حروف الایحاب ⑦ حروف الزیاده ⑧ حرفا التفسیر ⑨ حروف المصدر ⑩ حروف التحصیص ⑪ حروف التوقع ⑫ حرفا الاستفهام ⑬ حروف الشرط ⑭ حروف الرّدع ⑮ تاء نیث ساکنه ⑯ تنوین ⑰ نونا التاکید۔

بحث حروف جارہ

فصل : حُروفُ الجرحُروفٌ وُضِعَتْ لافضاء الفعل وشبهِهٖ اومعنی الفعل الیٰ ماتلیه نحو مررتُ بزید وانا مارٌّ بزید وھٰذا فی الدارِ ابوك ای اشیر الیه فیھا

ترجمہ : حروف جرہ حروف ہیں جووضع کئے گئے ہیں واسطے پہنچانے فعل اورشبہ فعل یامعنی فعل کے طرف اس چیز کے جس چیز کے ساتھ یہ حروف متصل ہیں۔

تشریح : اس پہلی فصل میں مصنفؒ حروف جارہ کو بیان کررہے ہیں۔

سوال: مصنفؒ نے حروف جارہ کوتمام حروف پرکیوں مقدم کیا حالانکہ مناسب یہ تھا کہ حروف مشبہ بالفعل کومقدم کیا جائے کیونکہ

حروف مشبہ بالفعل ناصب اور رافع ہیں جب کہ یہ حروف جارہ ہیں جس طرح ماقبل میں مرفوعات کو منصوبات پر اور منصوبات کو مجرورات پر مقدم کیا اس طرح ان کے عوامل کو بھی مقدم کرنا چاہیئے تھا مجرورات کے عوامل پر۔

جواب اول : حروف جارہ کا عمل یہ اصالت کی وجہ سے ہے مشابہت اور فرعیت کی وجہ سے نہیں جب کہ حروف مشبہ بالفعل کا عمل فرعیت کی وجہ سے ہے یعنی فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہے تو اس اصالت کا اعتبار کرتے ہوئے مصنف نے حروف جارہ کو مقدم کیا۔

جواب ثانی : کہ حروف جارہ کثیر ہیں اور العزۃ للتکاثر کے قاعدے کی بنا پر مصنفؒ نے اسے مقدم کر دیا۔

حروف جارہ کی تعریف : حروف جارہ ایسے حروف کو کہا جاتا ہے جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو ایسے اسم کی طرف پہنچائیں جو اسم ان حروف کے متصل ہیں یعنی اپنے مدخول کی طرف پہنچائیں، فعل کی تعریف تو ماقبل میں گذر چکی ہے۔

شبہ فعل کی تعریف : شبہ فعل وہ اسم ہے جو فعل جیسا عمل کرے اور فعل کے مادہ سے ہو جیسے مصدر اور اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت شبہ وغیرہ۔

معنی فعل کی تعریف : معنی فعل وہ ہے جس سے معنی فعل مستنبط ہو لیکن وہ فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسم اشارہ، اسمائے افعال، حروف تنبیہ ظرف ، جارہ مجرور ، حروف تمنی ، حروف ترجی ، حروف تشبیہ یہ معنی فعل پر دلالت کرتے ہیں لیکن فعل کے مادہ سے نہیں جیسے اسم اشارہ یہ اشیر پر دلالت کرتا ہے حروف تنبیہ یہ انبہ فعل پر دلالت کرتے ہیں۔ فعل کی مثال مررت بزید شبہ فعل کی مثال ان مار بزید اسمیں مار شبہ فعل ہے اور معنی فعل کی مثال جیسے ھذا فی الدار ابوك اسمیں معنی فعل ہے تو معنی یہ ہوگا اشیر الی ابیك فی الدار۔

سوال : مصنفؒ نے حروف جارہ کی تعریف میں لفظ ما کیوں ذکر کیا حالانکہ مراد اس سے اسم تھا تو اسم کو ذکر کر دیتے؟

جواب : لفظ ما کو ذکر کر کے تعمیم بیان کر دی کہ اسم عام ہے خواہ اسم صریحی ہو جیسے مررت بزید یا اسم تاویلی ہو جیسے **وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ** یہ ما مصدریہ ہے اور رحبت مصدر کی تاویل میں ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی ضاقت علیھم الارض برحبھا ۔

فائدہ : مصنفؒ کو چاہیئے تھا کہ حروف جارہ کی تعریف میں افضاء کے بعد الفعل سے پہلے با لاتے یوں کہتے وضعت للافضاء بالفعل کیونکہ الافضاء لازمی ہے جس کا معنی وصول ہے پہنچانا نہیں جس طرح کے صاحب نے با لائی ہے للافضاء بالفعل ۔

فائدہ : حروف جارہ تین قسم پر ہیں ① جو فقط حروف ہیں ② جو مشترک ہیں اسمیت اور حرفیت میں ③ جو مشترک ہیں فعلیت

اور حرفیت میں جس کی تفصیل احقر کی تصنیف ''ضوابط نحویہ'' حروف جارہ کی بحث میں دیکھئے۔

قولہ : وهی تسعة عشر حرفًا من وهی لابتداء الغاية وعلامتهٗ ان يصحَّ فی مُقابلَتِهِ الانتهاءُ كماتقولُ سِرتُ مِنَ البَصْرَةِ الَی الكوفةِ

ترجمہ : حروف جر انیس حرف ہیں ایک ان میں من ہے اور وہ ابتداء غایت کے لئے آتا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ صحیح ہو اس مقابلہ میں انتہاء جیسے کہے تو سرت من البصرة الی الكوفه ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے مصنفؒ سب سے پہلے من کی بحث ذکر کر رہے ہیں کہ من ابتداء غایت کے لئے آتا ہے اور یہ معنی کثیر استعمال ہے یہاں تک کہ بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ من کا معنی حقیقی ہے ہی ابتداء غایت والا، باقی معانی میں استعمال ہونا مجازی ہے۔

سوال : مصنفؒ نے حروف جارہ میں سے من کو کیوں مقدم کیا؟

جواب : من کا معنی ابتداء ہے تو مقام کے مناسب یہی تھا کہ ایسے حرف سے ابتداء کرتے جس کا معنی ابتداء والا ہو۔

سوال : ابتداء کی اضافت کرنا غایت کی طرف غلط ہے اس لئے ابتداء کا معنی ہے اوّل الشــیء اور غایت کا معنی ہوتا ہے اخــر الشیء یہ نقیض کی دو طرفیں ہیں حالانکہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہوتا ہے؟

جواب : غایت کا معنی یہاں مسافت ہے تو یہ من قبيل اطلاق الجزء علی الکل سے ہے اور مصنفؒ نے ابتداء کی غایت کی طرف اضافت کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ کلمہ مـن اس چیز کی ابتداء بتانے کے لئے آتا ہے جس کی انتہاء ہو اور اس چیز کی ابتدا بتانے کے لئے ہرگز نہیں آتا جس کی کوئی انتہاء نہ ہو جیسے امور ابدیہ ۔

من ابتدائیہ کی پہچان : اور علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں الی کا ذکر صحیح ہو جو انتہاء غایت کے لئے آتا ہے یا ایسی چیز کا ذکر کرنا جو الی کے معنی میں ہو۔ اوّل کی مثال جیسے سرت مـن البـصرت الی الكوفه ۔ دوسرے کی مثال اعـوذ بـالله من الشيطان الرّجيم اسمیں اعوذ بالله کے معنی التجئی الیه کے ہیں کہ اسمیں با الی کے معنی میں ہے اور لجاء کا معنی ہوتا ہے پناہ لینا۔

قولہ : وللتبيين وعلامتهٗ ان يصحَّ وضعُ لفظِ الذی مكانهٗ كقولهٖ تعالٰی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ

ترجمہ : اور ثابت ہے واسطے وضاحت کے اور علامت اس کی یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ الذی رکھنا صحیح ہو جیسے فـاجتنبو الرجس من الاوثان ۔

تشریح : من حرف جار کے معانی میں سے ایک معنی تبیین ہے من سے پہلے ایک امر مبہم ذکر ہوتا ہے اور من کو اس امر مبہم سے

جو مقصود ہے اس کو بیان کرنے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔

من بیانیہ کی پہچان : علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ الذی کا رکھنا درست ہے فاجتنبو الرجس من الاوثان میں من بیانیہ ہے کہ اس کی جگہ الذی کو رکھا جائے جیسے فاجتنبو الرجس الذی ھو الاوثان ۔

قولہ : وللتبعیض وعلامتہٗ ان یصِحّ لفظ بعضٍ مکانہٗ نحو اخذتُ مِنَ الدَّرَاھِمِ

ترجمہ : اور من ثابت ہے واسطے تبعیض کے اور علامت اس کی یہ ہے کہ لفظ بعض کو اس کی جگہ رکھنا صحیح ہوتا ہے جیسے اخذت من الدراھم ۔

تشریح : اور من تبعیض کے لئے بھی آتا ہے یعنی اس امر کے لئے کہ فعل بعض مجرور کے ساتھ متعلق ہے۔

من تبعیضیہ ہونے کی پہچان : پہچان یہ ہے کہ من کی جگہ لفظ بعض رکھا جائے تو معنی درست ہو جیسے اخذت من الدراھم میں من تبعیضیہ ہے اس من کو ہٹا کر اس کی جگہ بعض رکھا جائے تو تقدیر عبارت یوں ہوگی اخذت بعض الدأراھم میں نے بعض دراہم دیئے یہ معنی بالکل درست ہے۔

قولہ : وزائدۃ وعلامتہٗ اَن لا یختلَّ المعنیٰ باسقاطِھا نحو ماجاءَ نِیْ مِنْ احَد

ترجمہ : (زائدہ کا عطف ہے للابتداء پر اور ھی مبتداء کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے) یعنی من جر زائدہ ہوتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کو گرانے سے معنی فاسد نہیں ہوتا جیسے ماجاء نی من احد۔

تشریح : من زائدہ کی پہچان : علامت یہ ہے کہ اگر اس کو کلام سے ساقط کر دیا جائے تو معنے میں کوئی خرابی نہ آئے جیسے ما جاء نی من احد کے اندر من زائدہ ہے اس کو حذف کر دیا جائے تو معنی پھر بھی درست رہتا ہے جیسے ما جاء نی احد میرے پاس کوئی نہیں آیا اس طرح ھل جاء ك من احد کو ھل جاء ك احد بھی پڑھنا درست ہے۔

قولہ: ولاتزَادُ مِنْ فی الکلام الموجَب خلافاً للکوفیین واماقولھم قَدکان مِنْ مَّطَرٍ وشبھُہٗ فمُتَاَوَّلٌ

ترجمہ : اور کلمہ مــن نہیں زائدہ ہوتا کلام موجب میں بخلاف کوفیوں کے (ان کے نزدیک کلام موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے) اور لیکن عرب کا قول قد کان من مطر اور اس کے مثل کوئی اور قول پس وہ ماٗول ہوگا۔

تشریح : ضابطہ : کہ مــن کلام غیر موجب میں زائدہ ہوتا ہے کلام موجب میں نہیں اور کلام غیر موجب اس کو کہتے ہیں جسمیں نفی یا نہی یا استفہام ہو اور کلام موجب وہ ہے جسمیں نفی، نہی، استفہام نہ ہو یہ مذہب بصریین کا ہے اور کوفیین کے نزدیک مــن کلام موجب میں بھی زائدہ ہوتا ہے۔

دلیل : یَغْفِرْ لَکُمْ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ یہاں من زائدہ ہے کہ جمیع گناہوں کا بخشنا مقصود ہے جیسے **اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا**۔

دلیل کا جواب : یغفر لکم من ذنوبکم یہ خطاب ہے نوح علیہ السلام کی قوم کو جسمیں من تبعیضیہ ہے جسمیں بعض گناہوں کے بخشنے کا وعدہ ہے جبکہ دوسری آیت اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا یہ امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوات کو خطاب ہے ان کے لئے وعدہ جمیع گناہوں کو بخشنے کا ہے۔

و اما قولھم قد کان من مطر و شبھہ فمتاول ایک سوال مقدرہ کا جواب ہے۔

سوال : قد کان من مطر یہ کلام موجب ہے اسمیں من زائدہ آیا ہوا ہے لہٰذا کلام موجب میں بھی من زائدہ آتا ہے؟

جواب : مصنفؒ نے جواب دیا کہ اس قسم کی مثالوں میں تاویل کی جائے گی یعنی ہر وہ کلام جس میں من کی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو سب کی تاویل کی جائے گی کہ وہ من تبعیضیہ یا من تبیینیہ ہے اور مثال مذکور قد کان من مطر میں من تبعیضیہ ہے معنی قد کان بعض مطر یا تبیین کے لئے ہو تو عبارت ہوگی قد کان شیء من مطر یا بر سبیل حکایت واقع ہے گویا کہ کسی کہنے والے نے کہا ھل کان من مطر تو اس کے جواب کہا قد کان من مطر۔

فائدہ : مصنفؒ نے من کے چند معانی بیان کئے ہیں لیکن یاد رکھیئے من کے چند اور معانی بھی آئے ہیں من بمعنی فی کے ہے نودی للصوٰۃ من یوم الجمعۃ ایّ فی یوم الجمعہ اور کبھی من بمعنی با کے آتا ہے جیسے ینظرون من طرف خفی یہاں من بمعنی با کے ہے بطرف خفی اور کبھی بمعنی بدل کے بھی آتا ہے جیسے ارضیتم بالحیوہ الدنیا من الاخرہ اسمیں من بمعنی بدل کے ہے بدل الاخرہ اور کبھی بمعنی علی کے بھی آتا ہے جیسے نصرنا ہ من القوم ایّ علی القوم اور من بمعنی قسم کے بھی آتا ہے جیسے من ربیّ لا فعلن کذا اور کبھی یہ من فصل کے لئے بھی آتا ہے جبکہ دو متضادین امرین میں سے دوسرے امر پر داخل ہو جیسے و اللّٰہ یعلم المفسد من المصلح۔

قولہ : والیٰ وھی لانتھاء الغایۃ کما مرّ

ترجمہ : اور دوسرا حروف جر میں سے الی ہے اور وہ ثابت ہے واسطے انتہاء غایت کے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

تشریح : حروف جارہ میں سے دوسرا حرف الی ہے۔

سوال : حروف جارہ میں الیٰ کو باقی حروف جارہ سے مقدم کیوں کیا؟

جواب : پہلے حرف مــــن کو ذکر کیا جو ابتدائے غایت کے لئے آتا ہے تو مناسب یہ تھا کہ اس کے بعد ایسے حرف کو لایا جائے جو انتہاء غایت بتائے وہ الیٰ تھا اس لئے الیٰ کو ذکر کیا ہے من کے بعد اور باقی حروف جارہ سے مقدم کیا اور یہ کلمہ الیٰ انتہاء غایت کے لئے آتا ہے اور یہ انتہاء کبھی مکان میں ہوگی جیسے سرت مــن البصرۃ الی الکوفہ اور کبھی زمان میں ہوگی جیسے ثـمّ اتموا الصیام الی اللیل کہ تم روزوں کو رات تک پورا کرو۔

فائدہ : الیٰ کا مابعد ماقبل میں داخل ہوگا یا نہیں اس کی تفصیل احقر کی تصنیف ''رفتہ العوامل شرح شرح مائۃ عامل'' میں دیکھئے۔

سوال : انتہاء کی اضافت غایت کی طرف صحیح نہیں اس لئے کہ اضافت الشئی الیٰ نفسہ لازم آتا ہے حالانکہ اضافت ایسی نسبت کا نام ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مغایرت کا تقاضہ کرتی ہے یہاں پر انتہاء اور غایت ایک چیز ہے جن میں بالکل مغایرت نہیں؟

جواب : یہاں غایت سے مراد مسافت ہے لہٰذا جو جزء کا نام تھا اسی کا کل کے نام پر اطلاق کردیا ہے یہ اضافت الجزء الی الکل کے قبیلے سے ہے۔

قولہ : و بمعنی مع قلیلًا کقولہٖ تعالیٰ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ

ترجمہ : اور بمعنی مع بھی آتا ہے آنا قلیل جیسے اللہ تعالیٰ کو فرمان ہے فاغسلوا ......الخ

تشریح : اور کبھی الیٰ مع کے معنی میں آتا ہے لیکن کم جیسے باری تعالیٰ کے فرمان میں فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی المرافق یہاں الیٰ بمعنی مع کے ہے یعنی اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت۔

قولہ : وحتّٰی وھی مثلُ الیٰ نحو نِمْتُ البارِحَةَ حتّٰی الصَّبَاحِ وبمعنی مع کثیرًا نحو قَدِمَ الحَاجُّ حَتّٰی الْمُشَاةِ

ترجمہ : اور تیسرا حتی ہے اور وہ مثل الی کے ہے جیسے نمت البارحۃ حتی الصباح اور بمعنی مع آتا ہے کثرت کے ساتھ جیسے قدم الحاج حتی المشاۃ یعنی مع الشاۃ ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے تیسرا حرف حتیٰ ہے اور وہ مثل الی کے انتہاء غایت کے لئے ہے جیسے نمت البارحہ حتّی الصباح کہ گزشتہ رات میں صبح تک سویا رہا ہوں۔

حتی بمعنی مع کے آتا ہے لیکن کثیر جیسے قدم الحجاج حتی المشاۃ اسمیں حتیٰ بمعنی مع کے ہے ای مع المشاۃ مصنفؒ نے اس عبارت میں الی اور حتی کے درمیان فرق بھی بتادیا۔

پہلا فرق : الیٰ بھی مع کے معنی میں حتی بھی مع کے معنی میں آتا ہے لیکن الی کا مع کے معنی میں آنا قلیل ہے جبکہ حتی کا مع کے معنی میں آنا کثیر ہے۔

قولہ : ولاتدخُل الاعلی الظاہِر فلایقال حتّاہُ

ترجمہ : اور حتی نہیں داخل ہوتا مگر اسم ظاہر پر پس نہیں کہا جائے گا حتاہ ۔

تشریح : مصنفؒ دوسرا فرق بتا رہے ہیں الیٰ اور حتّٰی کے درمیان کہ الیٰ اسم ظاہر پر اور اسم ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے لیکن حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اسم ضمیر پر ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔

سوال : حتیٰ اسم ظاہر کے ساتھ کیوں خاص ہے اسم ضمیر پر کیوں داخل نہیں ہوتا؟

جواب: حتیٰ کے بعد ضمیر منصوب بھی آتی ہے اور ضمیر مجرور بھی آتی ہے کیونکہ حتیٰ دو قسم پر ہے ایک جارہ اور دوسرا عاطفہ لہٰذا اگر حتیٰ جارہ کے بعد ضمیر آجائے تو التباس لازم آئے گا کہ یہ ضمیر منصوب ہے یا مجرور ہے اس التباس سے بچنے کے لئے قاعدہ بنادیا کہ حتی کبھی بھی ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔

قولہ : خلافًا للمبرد وقول الشاعر شعر ؎

فَلَاوَاللّٰهِ لایُبْقِی اُنَاسٌ فَتًی حِتَّاكَ یَاابْنَ اَبِی زِیَادٍ ......شاذٌ

ترجمہ : اختلاف ہے مبرد کا اور شاعر کا قول فلا واللّٰہ ...... شاذ ہے۔

تشریح : مبرد کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اس کے نزدیک حتی ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے جس پر وہ اس شعر کو پیش کرتے ہیں جسمیں حتیٰ (ک) کاف ضمیر پر داخل ہے۔ مصنفؒ نے جمہور نحاۃ کی طرف سے جواب دیا کہ یہ استدال ضعیف ہے چند وجوہ سے

① غیر شعر کو شعر پر قیاس کرنا ضعیف ہے کیونکہ ضرورت شعری کی وجہ سے بہت ساری ناجائز چیزیں جائز ہوجاتی ہیں۔

② کہ یہ قلیل ہے اور قاعدہ ہے کہ القلیل کالمعدوم۔

قولہ : وفی وھی للظرفیۃ نحو زیدٌ فی الدّارِ والماءُ فی الکوزِ

ترجمہ : اور چوتھا حرف جر فی ہے اور وہ ثابت ہے واسطے ظرفیۃ کے جیسے زید فی الدار اور الماء فی الکوز۔

تشریح : ان حرف جارہ میں سے چوتھا حرف فی ہے اور یہ کلمہ فی ظرفیت کے لئے آتا ہے یعنی اپنے مابعد کو اپنے ماقبل کے لئے ظرف بناتا ہے خواہ وہ ظرف حقیقی ہو جیسے زید فی الدار اسمیں الدار ظرف ہے اور زید مظروف ہے اسی طرح الما فی الکوز اسمیں ماء مظروف ہے اور کوز ظرف ہے یا مجازاً ظرف ہو جیسے النجاۃ فی الصدق اسمیں صدق اگرچہ حقیقتاً ظرف نہیں لیکن حکماً ظرف ہے۔

قولہ : وبمعنی علیٰ قلیلًا نحو قولہٖ تعالیٰ وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ

ترجمہ : اور فی بمعنی علی قلیل ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ولاصلبنکم فی جذوع النخل۔

تشریح : فی علیٰ کے معنی میں آتا ہے لیکن کم جیسے باری تعالی کا ارشاد ہے فی جذوع النخل اسمیں فی علیٰ کے معنی میں ہے۔

فائدہ : صاحب مفصل اور صاحب کافیہ کا اختلاف ہے کہ یہاں فی علیٰ کے معنی میں ہے یا نہیں؟ صاحب مفصل کے نزدیک یہاں فی اپنے معنی میں ہے علیٰ کے معنی میں نہیں اس لئے کہ مصلوب کا جزع میں متمکن ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ شیء کا گھر میں متمکن ہونا۔

اور علامہ ابن حاجب کے نزدیک یہاں فی علیٰ کی معنی میں ہے انہوں نے یہ **ضابطہ** بیان فرمایا ہے کہ ہر وہ شیء جس میں استقرار منزلت کے معنی میں ہو تو وہاں پر فی کا مقام ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جس میں استعلاء کے معنی ہوں استقرار کا معنی نہ ہو تو وہاں علیٰ کی جگہ ہوتی ہے اور ہر وہ شیء جس میں استقرار اور استعلاء کا معنی دونوں بن سکتے ہوں وہاں دونوں حرفوں میں سے جس کو لایا جائے درست ہے جیسے جلست فی الارض کہنا بھی درست ہے اور جلست علی الارض کہنا بھی درست ہے لیکن اس آیت میں جذوع ایک ایسی چیز ہے جس میں استعلاء کے معنی ہیں اسی وجہ سے یہاں فی اپنے حقیقی معنی پر نہیں بلکہ علی کے معنی میں ہے۔

فائدہ : فی چند اور معنی میں بھی آتا ہے مثلاً فی مع کے معنی میں آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے : **اُدْخُلُوْا فِيْ اُمَمٍ**۔ یہاں فی مع کے معنی میں ہے اور فی تعلیل کے لئے بھی آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے : **لَمَسَّكُمْ فِيْ مَا اَخَذْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ** یہاں فی بمعنی لام تعلیل کے ہے لما اخذتم ۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: عذبت امرءۃ فی ہرۃ ای لاجل ہرۃ ۔ اور فی مقابلے کے لئے بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ** یہاں پر فی مقابلے کے لئے ہے، پس نہیں ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں مگر تھوڑی۔

قولہ : والباء وهي للالصاقِ نحو مَرَرْتُ بزيد اى التَصَقَ مُروري بموضعٍ يقربُ منه زيدٌ

ترجمہ : اور پانچواں حرف با ہے اور وہ ثابت ہے واسطے الصاق کے جیسے مررت بزید یعنی چمٹا ہوا ہے گزرنا میرا ساتھ جگہ کے جس کے قریب ہے زید۔

تشریح : حروف جارہ میں سے پانچواں حرف باء ہے یہ چند معانی کے لئے آتا ہے اسمیں ایک معنی الصاق ہے۔الصاق کا معنی ایک شیء کا دوسری شیء کے ساتھ متصل ہونا یعنی اپنے مدخول کے ساتھ کسی شیء کے چمٹنے کا فائدہ دیتا ہے عام ازیں کہ اتصال حقیقتاً ہو یا مجازاً ہو حقیقت کی مثال بہ داء اور مجاز کی مثال جیسے مررت بزید میں زید کے پاس گزرا یہ گزرنا حقیقتاً اس جگہ کے متصل ہے جو زید کے قریب ہے التصق مروری میرا گزرنا اس جگہ کے ساتھ جس جگہ سے زید قریب ہے یہ مثال الصاق مجازی کی ہے حقیقی کی نہیں۔

سوال : مصنف نے صرف مجازی کی مثال پر اکتفا کیا ہے حقیقی کی مثال کیوں نہیں دی؟

جواب : یہ واضح ہے کہ الصاق حقیقی واضح اور ظاہر تھا اور الصاق مجاز میں خفاء تھا اس لئے الصاق حقیقی کی مثال چھوڑ کر الصاق مجازی کی مثال دی ہے۔

قولہ : وللاستعانة نحو کتبتُ بالْقَلَمِ

ترجمہ : اور با ثابت ہے واسطے استعانت کے جیسے کتبت بالقلم ۔

تشریح : اور باء استعانت کے لئے بھی آتی ہے استعانت کا لغوی معنی مدد چاہنا ہے اور یہ با استعانت کے لئے آتی ہے۔ یعنی یہ بتلانے کے لئے کہ میرا مدخول فعل کے لئے آلہ ہے اسی وجہ سے اس با کو باء آلہ کی بھی کہتے ہیں۔ جیسے کتبت بالقلم ای مستعینًا بالقلم میں نے قلم کی مدد سے لکھا ہے یاد رکھیں کبھی باء استعانت کو باسبیت بھی کہتے ہیں اور للہ کو بمنزل سبب کے قرار دیتے ہیں۔

قولــہ : وقدیکونُ للتعلیل کقولہٖ تعالیٰ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ وللمصاحبة کخَرَجَ زیدٌ بعَشیرتہٖ وللمقابلة کبِعْتُ ھٰذا بذاكَ وللتعدیۃِ کَذَھَبْتُ بزیدٍ وللظرفیة کجَلَسْتُ بالمسْجِدِ

ترجمہ : اور کبھی کبھی با ہوتی ہے تعلیل کے لئے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ اور با ثابت ہے واسطے مصاحبت کے مثل خرج زید بعشیرتہ اور با ثابت ہے واسطے مقابلے کے مثل بعت هذا بذاك اور با ثابت ہے واسطے تعدیہ کے مثل ذهبت بزيد اور با ثابت ہے واسطے ظرفیت کے مثل جلست بالمسجد ۔

تشریح : اور کبھی باء تعلیل کا معنی بھی دیتی ہے یعنی یہ بتاتی ہے کہ میرا مدخول فعل کا سبب اور علت ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کے اس فرمان میں بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ اسمیں با تعلیلیہ ہے کہ تحقیق تم نے اپنے نفسوں پر بچھڑا کے الٰہ بنانے کے سبب ظلم کیا اسمیں سبب اور علت ہے ظلم کی۔

وللمصاحبه کخرج زید بعشیر تہ: یعنی مع کے معنی میں آتی ہے اور اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ اس کا مجرور دوسرے کے ساتھ فعل کے تعلق میں شریک ہے باء مصاحبت کی دو علامتیں ہیں۔

پہلی علامت : یہ ہے کہ اس باء کی جگہ لفظ مع کو رکھا جائے تو معنی صحیح ہو۔

دوسری علامت : اس کے مدخول کو مصحوب سے حال بنایا جا سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قَدْ جَاءَ کُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ ای مع الحق یا پھر محقًا ۔

فائدہ : مصاحبت اور الصاق میں فرق ہے کہ مصاحبت عام ہے اور الصاق خاص ہے مثلاً خرج زید بعشیر تہ کہ با مصاحبت کے لئے قبیلہ اور زید کا خروج میں اشتراک ضروری ہے کہ دونوں نکلے ہوں لیکن ان کا خروج کے وقت اتصال ضروری نہیں کہ دونوں

اکٹھے نکلے ہوں جبکہ الصاق میں یہ بات لازم ہے۔

و للمقابلة کبعت هذا بذالك باءمقابلے کے لئے آتی ہے یعنی اس بات کا فائدہ دینے کے لئے کہ اس کا مدخول کسی دوسری چیز کے مقابلہ میں ہے جیسے بعت هذا بذاك ای مقابلة ذاك ہم نے اس کو اس چیز کے مقابلہ میں بیچا ہے۔اور جیسے باری تعالیٰ کا فرمان أَرَضِيتُم بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ

فائدہ : ابن مالک کے نزدیک جو باء مقابلہ امثال اور اعواض پر داخل ہو تو اس باء کو بابدل باعوض کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ عوض اور بدل پر داخل ہوتی ہے۔

للتعدية کذهبت بزید ۔ باء تعدیہ کے لئے آتی ہے، تعدیه کا لغوی معنی تجاوز کرنا ہے اور اصطلاحی معنی فعل لازمی کو متعدی کرنا تو یہ باء فعل لازمی کو فعل متعدی بناتی ہے جیسے ذهب زید کہ زید چلا گیا ہے اسمیں ذهب لازمی لیکن باء جب داخل ہوئی فاعل پر ذهبت بزید تو اب فعل متعدی ہو گیا تو معنی یہ ہو گیا لے گیا میں زید کو اسی طرح ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ لے گیا اللہ ان منافقین کے نور کو

سوال : یہ تعدیہ باء کے ساتھ مختص نہیں بلکہ تمام حروف جارہ میں موجود ہے؟

جواب : تعدیہ کے دو معنے ہیں ① فعل میں تصییر کے معنی کی تضمین کر لینا ② فعل کو اس کے معمول تک پہنچانا پہلے معنی کے اعتبار سے یہ مختص ہے باء کے ساتھ اور یہاں پر تعدیہ سے مراد یہ پہلا ہی معنی ہے۔

قوله : وزائدةٌ قیاسًا فی خبر النفی نحو مازیدٌ بقائمٍ وفی الاستفهامِ نحو هل زیدٌ بقائمٍ

ترجمہ : اور با زائدہ ہوتی ہے قیاسی طور پر نفی کی خبر میں جیسے ما زیدٌ بقائم اور استفہام میں جیسے هل زیدٌ بقائم۔

تشریح : زائدہ کا عطف ہے للالصاق پر اور یہ بنا بر خبریت مرفوع ہے کہ باء زائدہ بھی ہوتی ہے سماعاً بھی اور قیاساً بھی اور باء کا قیاسی طور پر زائدہ ہونا دو مقام پر ہے۔

پہلا مقام : نفی کی خبر پر باء زائدہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھیں مطلق نفی مراد نہیں بلکہ ما اور لیس مراد ہے جیسے ما زید بقائم اور لیس عمرو بقاعدٍ۔

دوسرا مقام : کہ استفہام کی خبر میں بھی باء زائدہ ہوتی ہے لیکن یاد رکھیں یہاں بھی استفہام سے مراد مطلق استفہام نہیں بلکہ هل مراد ہے کہ هل کی خبر پر باء زائدہ آتی ہے هل زید بقائمٍ اسمیں باء زائدہ ہے۔

سوال : مصنفؒ نے نفی اور استفہام کو مطلق ذکر کیا جو نفی لیس کو ما ولا المشبهتین بلیس کو اور لا نفی جنس کو بھی شامل اور استفہام کو مطلق ذکر کیا ہے یہ بھی ہمزہ استفہام اور هل کو شامل ہے حالانکہ یہ حکم خاص ہے ما مشبه بلیس اور هل کے ساتھ تو

مصنفؒ نے مطلق کیوں ذکر کیا؟

جواب : چونکہ اس باب میں یہ مشہور تھا اس مشہور ہونے کی وجہ سے مطلق کوذکر کر کے خاص مرادلیا ہے۔

قولہ : وسماعًا فی المرفوع نحو بحسبک زیدٌ ای حَسْبُکَ زیدٌ و کفیٰ باللّٰہِ شھیدًا ای کفی اللّٰہُ وفی المنصوب نحو القٰی بیدہٖ ای القی یَدَہٗ

اور سماعی طور پر مرفوع میں جیسے بحسبک ......الخ اور منصوب میں جیسے القیٰ بیدہ ......الخ

تشریح : اور باء سماعی طور پر بھی زائدہ ہوتی ہے مرفوع میں بھی اور منصوب میں بھی مرفوع میں پھر تعمیم ہے خواہ مرفوع مبتدا ہو جیسے بحسبک زید اس میں با زائدہ ہے حسبک مبتدا ہے یا خبر پر باء زائدہ ہو جیسے حسبک بزید اسمیں حسبک مبتدا ہے اور زید خبر ہے اور اس پر باء زائدہ ہے یا وہ مرفوع فاعل ہو جیسے کَفیٰ بِاللّٰہِ شَھِیْدًا اسمیں لفظ اللّٰہ فاعل ہے اور باء زائدہ ہے اور اس طرح سماعی طور پر منصوب میں بھی زائد ہوتی ہے جیسے القی بیدہ، بیدہ اصل میں منصوب ہے القی یدہ اس پر باء زائدہ ہے اس طرح قرآن مجید میں ہے : وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ای لا تلقو انفس کم الی الھلاک بترک الجھاد ۔

فائدہ : باء عن کے معنی میں بھی آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے سَئَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ تو یہاں باء عن کے معنی میں ہے ای عن عذاب کسی سوال کرنے والے نے عذاب سے سوال کیا اور اس طرح باء من کے معنی میں آتی ہے جیسے قرآن مجید میں ہے وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ ای من الغمام اور باء علیٰ کے معنی میں بھی آ تا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنطَارٍ یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیْکَ اور کبھی باء تجرید کے لئے بھی آتی ہے جیسے رائیت زیدا با لعلم ای خالیاً عن العلم ۔

قولہ: واللام وھی للاختصاصِ نحو اَلجُلُّ لِلفَرسِ والمالُ لزَیْدٍ وللتعلیل کضربتہٗ للتادیب

ترجمہ: اور چھٹا حرف جر لام ہے اور وہ ثابت ہے واسطے اختصاص کے جیسے الحل للفرس والمال لزید اور لام ثابت ہے واسطے تعلیل کے مثل ضربتہٗ للتادیب ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے چھٹا حرف لام ہے اور یہ اختصاص کے لئے آتا ہے اختصاص مصدر ہے باب افتعال کا یہ لازمی اور متعدی دونوں طرح آتا ہے خاص کرنا اور خاص ہونا اختصاص کا مطلب یہ ہے کہ لام کا مدخول ایک شیء کے لئے ثابت اور دوسری شیء سے منفی ہوتا ہے تو پھر یہ اختصاص دوطرح کا ہوتا ہے ایک اختصاص بطور استحقاق کے اور ایک اختصاص بطور ملک کے پہلے کی مثال جیسے الحل للفرس میں اور دوسرے کی مثال المال لزید یادرکھیں ایک اختصاص نسبت ہوتا ہے جیسے زید ابن لعمرو ۔

وللتعلیل کضربتہ للتادیب اور لام تعلیل کے لئے آتا ہے لام تعلیلیہ یہ بتاتا ہے کہ میرا مدخول ماقبل کے لئے علت اور سبب بن رہا ہے جیسے ضربتہ للتادیب میں نے اسے مارا ادب سکھانے کے لئے۔

قولہ : وزائدۃٌ کقولہٖ تعالیٰ رَدِفَ لَکُمْ ای رَدِفَکُمْ

ترجمہ : اور لام زائدہ ہوتا ہے مثل اللہ تعالیٰ کا فرمان رد فلکم اَی ردِ فکم۔

تشریح : اور لام زائدہ بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے : رَدِفَ لَکُمْ ای رَدِفَکُمْ کہ وہ تمہارے پیچھے ہو یہ لام زائدہ ہے اس لئے ردف فعل متعدی بنفسہ ہوا کرتا ہے اور اسمیں بھی ردف متعدی بنفسہ ہے۔

قولہ : وبمعنیٰ عَنْ اذا استُعمِلَ مَعَ القول کقولہٖ تعالیٰ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَیْہِ

ترجمہ : اور لام بمعنی عَنْ ہوتا ہے جب استعمال کیا جائے سمیت قول کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ......الخ وفیہ نظرٌ اور اس میں نظر ہے۔

تشریح : لام عن کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن لام کا عن کے معنی میں استعمال ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ قول یا اس کے مشتقات کے ساتھ متصل ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الخ اسمیں للذین میں جو لام ہے یہ عن کے معنی میں ہے یعنی عن الذین امنو ان لوگوں نے کہا جن لوگوں نے کفر کیا ان لوگوں کے حق میں جو ایمان لائے کہ اگر یہ دین بہتر ہوتا تو مومنین ہم پر اس دین کے طرف سبقت نہ کرتے بلکہ اوّلاً ہم ایمان لاتے اس لئے کہ ہم ان سے عقل وفہم میں زیادہ ہیں۔

وفیہ نظر : مصنفؒ بتا رہے ہیں کہ اس آیت سے استدلال کرنا اور استشہاد پیش کرنا کہ لام عن کے معنی میں آتا ہے محل نظر ہے درست نہیں اس لئے اگر لام عن کے معنی میں ہوتا تو سبقونا کی جگہ سبقتمونا ضروری تھا اس لئے کہ جب قول کا صلہ عن ہو تو مخاطب کے معنی میں ہوتا ہے۔ البعض نے جواب دیا ہے کہ کفار نے اس قول کے تکلم کے وقت بعض مومنوں سے خطاب کیا تھا جیسے ابراھیم اور ان کے ساتھی اور ما سبقونا سے دوسرے مومنین مراد ہیں جن سے خطاب نہیں کیا تھا جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی لہٰذا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ کافروں نے بعض مومنین سے خطاب کر کے کہا کہ آخر دین محمدی برحق ہوتا اور ہمارے دین سے اچھا ہوتا تو عبداللہ بن سلام وغیرہ مومنین ہم سے اس کی طرف سبقت نہ کرتے بلکہ ہم پہلے ہی ایمان لاتے۔

اور بعض شارحین نے اس امر کی دلیل دی ہے کہ یہاں لام بمعنی عن ہے کہ اگر لام عن کے معنی میں نہ ہوتا تو سبقونا کی جگہ سبقتمونا ہوتا اس لئے کہ قول کا صلہ جب لام ہو اور وہ بمعنی خطاب ہو تو مثلاً قالہٗ کہا جائے تو معنی یہ ہوگا اس نے اس سے خطاب کیا یعنی اس سے مخاطب ہو کر کہا اور جب قول کا صلہ لام بمعنی عن ہو تو اسوقت قول بمعنی روایت ہوتا ہے جیسے قلت لزید انہ لم یفعل الشرّ ای رویت عن زید اس نے زید کی طرف سے کہا کہ اس نے شر نہیں کیا۔

وبمعنَی الواوِ فی القسم للتعجُّبِ کقول الهزلیّ شعر ؎

لِلّٰہِ یبقٰی علی الایام ذوحَیدٍ بِمُشْمَخِرٍّ بِہِ الظَّیَّانُ والْاٰسُ

ترجمہ: اور لام بمعنی واؤ کے آتا ہے قسم میں جو قسم تعجب کے لئے ہو جیسے ہزلی کا قول.....الخ

تشریح : اس عبارت کی ترکیب سمجھیں کہ یہاں قسم سے مراد مقسم بہ ہے اور فی القسم ظرف مستقر ہوکر الواو سے حال ہے اور للتعجب یہ قسم متعلق ہے۔

اب تقدیر عبارت یوں ہوگی ان اللام یکون بمعنی الواو حال کو نہ فی المقسم بہ الذی یکون جو ابہ من الامور العظام التی من شانہا ان یتعجب منہا یعنی لام جارہ بمعنی واو قسم کے آتا ہے جس کا جواب قسم امور عظام میں سے ہوتا ہے جن سے تعجب کیا جاسکتا ہو جیسے للہ لا یوخر الا جل اللہ کی قسم موت موخر نہیں ہوتی یا وہ موت کو مؤخر نہیں کرتا اس کا استعمال امور میں ہوتا ہے لہٰذا یوں کہنا للہ طار الذباب یہ غلط ہے اس لئے جواب قسم طار الذباب امور عظام میں سے نہیں۔

فائدہ : لام جارہ کبھی فی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول ہے: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ای فی یوم القیامہ اور لام جارہ عند کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اسی آیت میں ای عند یوم القیا مہ اور لام جارہ بمعنی بعد بھی آتا ہے جیسے أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ ای بعد زوالہا اور یہ بمعنی مع کے بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان: فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ ای مع الجبین اور لام الیٰ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اس طرح اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا۔

قولہ : ورُبَّ وهی للتقليل كما انَّ كم الخبريةَ للتكثير وتستحِقُّ صدرَ الكلامِ

ترجمہ : اور ساتواں حرف جر رب ہے اور وہ ثابت ہے واسطے تقلیل کے جیسا کہ تحقیق کم خبریہ ثابت ہے واسطے تکثیر کے اور یہ مستحق ہوتا ہے صدارت کلام کا۔

تشریح : ساتواں حرف جر ربَّ ہے اور یہ انشاء تقلیل کے لئے آتا ہے یعنی ربَّ یہ بتاتا ہے کہ میرے مدخول سے کم افراد مراد ہیں جس طرح کہ کم خبریہ انشاء تکثیر کے لئے آتا ہے کم خبریہ یہ بتاتا ہے میرے مدخول کے افراد کثیر مراد ہیں۔

فائدہ : ربَّ کا استعمال مجازاً اکثر اظہار کثرت کے لئے ہوتا ہے یہ بھی یاد رکھیں کہ کم خبریہ کا استعمال اظہار قلت کے لئے بالکل نہیں ہوتا اور رب کی مثال قد ہے جس طرح قد مضارع میں تقلیل کے لئے آتا ہے پھر تکثیر کے لئے مضارع کے اندر بھی استعمال ہوتا ہے جب مقام مدح میں ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے: قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ میں قد تکثیر کے لئے ہے۔

فائدہ : اخفش کے نزدیک یہ ربَّ اسم ہے اور صاحب مفتاح کے ہاں بھی ربَّ کا اسم ہونا مختار ہے۔

ربَّ صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے اس لئے کہ اسمیں انشاء تقلیل ہے اور جس طرح کم خبریہ بھی انشاء تکثیر ہے وہ صدارت کلام کا

تقاضا کرتا ہے اسی طرح یہ بھی صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہے یادرکھیں صاحب کافیہ کے نزدیک ربّ کے لئے صدارت کلام ضروری اورواجب ہے۔

قولہ : ولاتدخل اِلّا علی نکرۃٍ موصوفۃٍ نحو رُبَّ رجلٍ کریمٍ لقیتُہٗ

ترجمہ: اور رب نہیں داخل ہوتا مگرنکرہ موصوفہ پر جیسے رب رجل کریم لقیتہ۔

سوال : ربّ نکرہ پرداخل کیوں ہوتا ہے پھرنکرہ موصوفہ پرکیوں داخل ہوتا ہے اس کی علت اوروجہ کیا ہے؟

جواب : کہ ربّ انشاء تقلیل کے لئے اورکم خبریہ انشاء تکثیر کے لئے تواس طرح کم خبریہ تمیز کا تقاضا کرتا ہے اسی طرح رب کا مدخول بھی تمیز ہوتی ہے اوریہ بات ظاھر ہے کہ تمیز ہمیشہ نکرہ ہی ہوتی ہے۔باقی رہی یہ بات کہ نکرہ ہوکرموصوفہ کیوں ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ربّ کامدلول تقلیل ہے توتقلیل اورقلت کومتحقق اورثابت کرنے کے لئے موصوف ہونے کی قیدلگادی اس لئے جو شیء موصوف ہوتی ہے وہ غیرموصوف سے اخص اوراقل ہوتی ہے۔

قولہ : او مضمرٍ مبھمٍ مفردٍ مذکرٍ ابدًا ممیزٍ بنکرۃ منصوبۃٍ نحو رُبَّہٗ رجُلًا ورُبَّہٗ رجُلَیْنِ ورُبَّہٗ رجالًا ورُبَّہٗ امرأۃً کذٰلِکَ وعند الکوفین یجب المطابقۃُ نحو رُبَّھما رَجُلَیْنِ ورُبَّھُمْ رِجَالًا ورُبَّھَا امرأۃً

ترجمہ : یاایسی ضمیرمبہم پرجومفردمذکرہوگی ہمیشہ نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے ربہ رجلا ۔۔الخ اسی طرح کوفیوں کے ہاں ضمیراورتمیز میں مطابقت واجب ہے جیسے ربھما رجلین ...... الخ۔

تشریح : کہ ربّ یہ تونکرہ موصوفہ پرداخل ہوگا یاضمیرمبہم پریعنی ایسی ضمیرجس کے لئے کوئی مرجع معین نہیں ایسی ضمیرمبہم پرجوضمیر مبہم ہمیشہ مفردمذکرہوگی اورجس کی تمیزنکرہ منصوبہ ہوگی کیونکہ جب مبہم ہے توابہام کے دورکرنے کے لئے تمیزلائی جاتی ہے تواس لئے نکرہ منصوبہ تمیزلائی جائے گی۔

فائدہ : یہ مذہب بصریین کا ہے کہ ضمیرہمیشہ مفردمذکررہے گی خواہ تمیز تثنیہ ہوجمع ہومذکرہویامؤنث ہواورکوفیین کے نزدیک ضمیرمبہم اورتمیز کے درمیان مطابقت ہوناضروری ہے کہ اگرتمیز تثنیہ ہے توضمیربھی تثنیہ کی ہوگی جیسے ربھما رجلین اورتمیز جمع ہوتوضمیربھی جمع ہوگی جیسے ربھما رجالاً اگرتمیزمؤنث ہے توضمیربھی مؤنث ہوگی جیسے ربھا امراۃ، ربھما امرأتین اور ربھن نساء۔

قولہ : وقد تلحقھاماالکافۃُ فتدخُل علی الجُملَتَیْنِ نحو رُبَّمَاقَامَ زیدٌ وَرُبَّمَازیدٌ قَائمٌ

ترجمہ : اور کبھی لاحق ہوجاتی ہے ما کافہ پس داخل ہوتی ہے دوجملوں پرجیسے رُبَّمَاقَامَ زیدٌ اور رُبَّمَازیدٌ قَائمٌ۔

فائدہ : کہ کبھی ربّ کے ساتھ مـــــ کافہ لاحق ہوتی ہے اورکافہ کامعنی ہوتا ہے روکنے والی کہ وہ رب کوعمل کرنے سے روک لیتی

ہے اور جب رب کے ساتھ ما کافہ لاحق ہو تو یہ جملہ پر داخل ہوتا ہے جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے اور یاد رکھیں اس وقت وہ نسبت کی تقلیل اور تکثیر کے لئے ہوتا ہے جملہ فعلیہ پر داخل ہو اس کی مثال ربما قام زید اور اسمیہ کی مثال ربما زید قائم۔

فائدہ : ما کافہ ہمیشہ متصلاً بغیر فاصلے کی لکھی جاتی ہے اور اس کے علاوہ ما اسمیہ وغیرہ مفصولاً جدا کر کے لکھی جاتی ہے یہ ہی علامت اور پہچان ہے ما کافہ اور غیر کافہ کی۔

قولہ : ولابد لها مِنْ فعْلٍ ماضٍ لانَّ رُبَّ للتقليل المحقَّق وهو لايتحقَّق الابه ويُحْذَفُ ذٰلك الفعلُ غالبًا كقولك رُبَّ رجُلٍ اكرمَنِيْ في جوابِ مَنْ قَالَ هَل لقيتَ مَنْ اكرمك اى رُبَّ رجُلٍ اكرمَنِي لقيتهٗ فاكرمني صفةُ الرجلِ ولقتهٗ فعلُها وهو محذوفٌ

ترجمہ : اور لازمی ہے اس (رب) کے لئے فعل ماضی اس لئے کہ تحقیق رب تقلیل کے لئے ہے اور وہ نہیں متحقق ہوتی مگر فعل ماضی کے ساتھ اور حذف کیا جاتا ہے یہ فعل اکثر مثل تیرے قول رب رجل اکرمنی جواب میں اس شخص کے جس کے نے کہا هل لقيت من اكرمك ......الخ

ضابطہ : کہ رب کے لئے جواب رب فعل ماضی کا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ بر تقلیل واقع کے لئے آتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قلت واقعی کا اظہار فعل ماضی کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے اس لئے اس کا متعلق فعل ماضی ہونا ضروری ہے۔

سوال : باری تعالیٰ کا فرمان ہے : رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ یہاں پر رب مضارع پر داخل ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب : یہاں تاویل کر لیں گے کہ مضارع یودّ بمعنی ماضی ودّ کے ہے اس لئے کہ وہ وعدہ سچا اور یقینی ہے گویا وہ ہو ہی چکا ہے بمنزل متحقق کے ہے۔

قولہ: وواو رُبَّ وهي الواو التي تُبتدأبِهَا في اولِ الكلام كقول الشاعرِ شعر

وبَلدةٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيسٌ اِلا اليَعَافِيرُ وِالَّا العِيسُ

ترجمہ : آٹھواں حرف جر واؤ رب ہے اور وہ واؤ ہے جس کے ساتھ کلام کو شروع کیا جائے جیسے شاعر کا قول......الخ

تشریح : آٹھواں حرف جار واو ربَّ ہے واو رُبّ وہ واو ہے جو شروع کلام میں لائی جاتی ہے اور یہ واو رب کے معنے میں ہونے کی وجہ سے رب کا حکم رکھتی ہے جس طرح ربّ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے یہ بھی نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتی ہے اور جس طرح رب کا متعلق فعل ماضی ہوتا ہے اور اکثر محذوف ہوتا ہے اس کا بھی متعلق فعل ماضی ہوتا ہے اور اکثر محذوف ہوتا ہے البتہ

ایک فرق ہے کہ رب ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے لیکن واو رب ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتی۔

فائدہ : واؤ رب کے عاملہ ہونے میں اختلاف ہے۔

سیبویہ اور بصریین کے نزدیک واؤ رب کے بعد ربّ مقدر ہوتا ہے وہ ہی جارہ اور عامل ہوتا ہے اور یہ واو عطف کے لئے ہوتی ہے۔

دوسرا مذہب کوفیین مبرد کا ہے ان کے نزدیک یہ واؤ رب خود جارہ ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ قصائد کی ابتدا اور افتتاح میں آتی ہے اگر یہ واو عطف کے لئے ہوتی تو یہ کبھی بھی ابتداء میں واقع ہو سکتی نہیں۔

بصریین کی طرف سے جواب دیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ متکلم اس واوٴ کو قصیدہ کے اول میں اس بناء پر لایا کرتے ہوں کہ اس سے ایسی چیز پر عطف ڈالنا چاہتے ہوں جو ان کے ذہن میں ہے اور بصریین کی دلیل اس واو عاطفہ ہونے کے لئے یہ ہے کہ اگر یہ واو عاطفہ نہ ہوتی حرف جار ہوتی تو جس طرح اور حروف جارہ کے شروع میں حرف عطف آسکتے ہیں اس طرح اس کے شروع میں بھی حرف عطف آسکتے ہیں حالانکہ بالکل ایسا نہیں کہ اس کے شروع میں حرف عطف نہیں آسکتے یہ واضح دلیل ہے کہ واو عاطفہ ہے جارہ نہیں۔

قولہ : وواوُ القسمِ وهي تختص بالظاهر نحو واللّٰهِ الرحْمٰن لاضربَنَّ فلايقالُ وكَ

ترجمہ : نواں حرف جر واوٴ قسم ہے اور وہ خاص کیا گیا ہے ساتھ اسم ظاہر کے جیسے واللّٰہ ......الخ پس نہ کہا جائے گا وك۔

تشریح : حروف جارہ میں سے نواں حرف جار واو قسم یاد رکھیں کہ واو قسمیہ کے لئے تین تخصیصیں ہیں یا تین شرطیں سمجھ لی جائیں ① اس کا فعل قسم محذوف ہوتا ہے ② کہ واو قسمیہ سوال کے ساتھ نہیں لائی جاسکتی۔③ یہ ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے ضمیر پر کبھی نہیں لہٰذا و اللّٰہ و الرحمن تو کہہ سکتے ہیں لیکن واو قسمیہ کو کاف ضمیر پر داخل کر کے وك نہیں کہہ سکتے۔

قولہ : وتاءُ القسم وهي تختصُّ بِاللّٰهِ وحدَهٗ فلايُقَالُ تالرحْمٰنِ وقولُهُمْ تَربّ الكعبة شاذٌ

ترجمہ : اور دسواں حرف جر تاء قسم ہے اور وہ خاص کیا گیا ہے ساتھ لفظ اللہ فقط پس نہیں کہا جائے گا تالرحمن اور عرب کا قول ترب الكعبة شاذ ہے۔

تشریح : حروف جارہ میں دسواں حرف جار تا قسمیہ ہے اس تاء قسمیہ کے لئے بھی وہی شرطیں ہیں جو واوٴ قسمیہ کے لئے تھیں ① فعل کا حذف ہونا ② غیر سوال کے لئے استعمال ہونا البتہ ایک فرق اور تخصیص ہے کہ واو قسمیہ تو ہر اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے جبکہ تاقسمیہ صرف لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے کسی اور اسم ظاہر پر داخل نہیں ہوتی لہٰذا تا الرحمن ، تا الرحیم کہنا درست نہیں۔

سوال : اہل عرب تو تربّ الكعبة کہتے ہیں تو تا قسمیہ رب پر داخل ہے؟

جواب : یہ شاذ ہے جس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا البتہ امام اخفش کا نظریہ یہ ہے کہ تا قسمیہ لفظ اللہ کے سوا اور اسموں پر بھی داخل ہوسکتی ہے جنکی دلیل یہ بھی مقولہ ہے جس کا جواب دیا جاچکا ہے۔

قولہ : **وباءُ القسْمِ وهی تدخل علی الظاهر والمضمر نحو باللّٰهِ وبالرحمٰنِ وبكَ ولابدَّ للقسم من الجواب وهی جملةٌ تسمی المقسمَ عَليها**

ترجمہ : اور گیارہواں حرف جر باقسم ہے اور وہ داخل ہوتی ہے اسم ظاہر اور اسم ضمیر پر جیسے باللّٰہ اور بالرحمٰن اور بك اور لازمی ہے قسم کے لئے جواب قسم اور وہ ایسا جملہ ہے جس کا نام رکھا جاتا ہے مقسم علیہا۔

تشریح : حروف جارہ میں سے حرف جر باء قسمیہ ہے اس باء قسمیہ میں تین تعمیمیں ہیں۔

پہلی تعمیم : یہ قسم مذکور اور محذوف دونوں طرح استعمال ہوسکتی ہے یوں کہنا باللّٰہ اور اقسم باللّٰہ کہنا بھی درست ہے۔

دوسری تعمیم : کہ سوال اور غیر سوال دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہے جیسے باللّٰہ لا فعلن یاباللّٰہ اجلس ۔

تیسری تعمیم : یہ اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتی ہے اور ضمیر پر بھی داخل ہوتی ہے جیسے باللّٰہ لا فعلنّ بك لا فعلن پھر اسم ظاہر میں بھی تعمیم ہے کہ لفظ اللہ پر بھی اور اس کے علاوہ اسموں پر بھی داخل ہوتی ہے۔

سوال : واو قسمیہ کے لئے تم نے پہلی یہ شرط لگائی کہ فعل قسم محذوف ہو اور دوسری شرط لگائی کہ وہ سوال میں استعمال نہیں ہوسکتی یوں نہیں کہا جاسکتا واللہ اخبرنی اس کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : یہ واو قسمیہ قسم میں کثرت استعمال کی وجہ سے فعل کے مذکو ہونے کی ضرورت نہیں اور دوسری شرط کہ یہ واو سوال میں استعمال نہیں ہوتی اس کی علت اور وجہ یہ ہے کہ باء قسم میں اصل ہے اور یہ فرع ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فرع کا اصل سے درجہ کم ہوتا ہے اسی وجہ سے باء قسمیہ تو سوال اور غیر سوال دونوں میں استعمال ہوتی ہے جبکہ یہ غیر سوال میں استعمال ہوتی ہے تیسری شرط یہ تھی کہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص اس کی علت اور وجہ بھی یہی ہے کہ باء قسمیہ اصل ہے اور یہ فرع ہے تو اصل اسم ظاہر ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے یہ چونکہ فرع ہے اس کا درجہ اس سے کم ہے اس لئے یہ صرف اسم ظاہر پر ہی داخل ہوتی ہے۔

سوال : تاء قسمیہ کو لفظ اللہ کے ساتھ خاص کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : اس کا درجہ واو سے بھی کم ہے تو اس لئے اس کو اسم ظاہر میں سے صرف لفظ اللّٰہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ لفظ اللّٰہ باب قسم میں اصل ہے۔

قولہ : **فان كانت موجبةً يجبُ دُخولُ اللام فی الاسميةِ والفعلية نحو واللّٰهِ لزيدٌ قائمٌ ووَاللّٰهِ لَآفْعَلَنَّ كذا وإنَّ فی الاسميةِ نحو واللّٰهِ اِنَّ زيدًا لقائمٌ وإنْ كانَتْ مَنْفِيةً وجب دخُولُ مَا ولَا نحو وَاللّٰهِ مازيدٌ بقائمٍ وَوَاللّٰهِ**

لایقومُ زیدٌ

ترجمہ : پس اگر وہ جملہ (جواب قسم) موجبہ ہے واجب ہے داخل کرنا لام کا جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ جیسے واللہ لزید ......الخ اور جملہ اسمیہ میں اِنَّ کا داخل کرنا ضروری ہے جیسے واللہ اِنَّ زیدًا لقائم اور اگر وہ جملہ منفیہ ہو تو واجب ہے داخل کرنا لفظ ما اور لا کا جیسے واللہ مازید......الخ ۔

تشریح : لام تاکید تو جملہ اسمیہ مثبتہ اور فعلیہ مثبتہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور اِن مکسور صرف جملہ اسمیہ مثبتہ پر داخل ہوتا پھر کبھی لام تاکید اور اِن دونوں داخل ہوتے ہیں کبھی ان میں سے کوئی ایک اور اگر وہ جملہ جو جواب قسم ہے وہ منفیہ ہو خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ تو اس وقت جواب قسم پر لفظ ما یا لا کا داخل کرنا ضروری ہے جملہ اسمیہ پر لفظ ما داخل ہونے کی مثال واللہ مازید بقائم جملہ فعلیہ پر لا نافیہ داخل ہونے کی مثال: واللہ لایقوم زید ۔

قولہ : واعلم انَّہٗ قَدْ یُحذف حرفُ النفی لزوَالِ اللَّبْسِ کقولہٖ تعالیٰ تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ ای لا تَفْتَؤُ ویُحْذَفُ جَوابُ القَسَمِ اِنْ تَقَدَّمَ مایَدُلُّ علیہ نحو زیدٌ قائمٌ واللّٰہِ او توسَّط القسم نحو زیدٌ وَاللّٰہِ قائمٌ

ترجمہ : اور جان لیجئے تحقیق شان یہ ہے کہ حذف کیا جاتا ہے کبھی کبھی حرف نفی کو بوجہ زائل ہونے التباس کے مثل اللہ تعالیٰ کے فرمان تاللہ ......الخ اور حذف کیا جاتا ہے جواب قسم اگر قسم پر ایسی چیز مقدم ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتی ہو جیسے زید قائم واللہ یا جواب قسم درمیان میں ہو جیسے زید ......الخ ۔

تشریح : تاللہ تفتؤ یعنی لاتفتؤ جواب قسم ہے اس سے حرف نفی کو حذف کیا گیا اصل میں لاتفتؤ تھا یہاں التباس کا خطرہ نہیں تھا کیونکہ جب مضارع مثبت جواب قسم ہوتا ہے تو اس پر لام تاکیدیہ کا آنا ضروری ہے اور یہاں تفتؤ مضارع مثبت میں لام تاکیدیہ نہیں تو معلوم ہوا کہ مضارع مثبت نہیں بلکہ منفی ہے اور حرف نفی محذوف ہے۔

قولہ : وعَنْ للمُجَاوزۃ نحو رَمَیْتُ السھم عن القوس الَی الصَّیْدِ

ترجمہ : بارھواں حرف جر عن ہے جو ثابت ہے واسطے مجاوزت کے لئے جیسے رمیت ......الخ ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے بارھواں حرف جار عــن ہے یہ حرف جار تجاوز کے لئے آتا ہے یعنی اپنے مجرور سے کسی چیز کو دور کرنے سے مجاوزۃ تین طریقے سے ہوتی ہے۔

① وہ چیز مفصول عن کے مدخول سے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے رمیت السھم عن القوس میں نے تیر کو کمان سے شکار کی طرف پھینکا۔

② وہ مفصول چیز عن کے مجرور سے زائل ہوئے بغیر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے اخذت عنہ العلم میں نے اس

سے علم لیا۔

③ وہ چیز مفصول مجرور عن سے بغیر وصول کے زائل ہو کر کسی دوسری چیز کی طرف چلی جائے جیسے اتیت عنہ الدین الی زید میں اس کی طرف سے زید کو قرضہ ادا کر دیا۔

فائدہ : عن چند اور معانی کے لئے بھی آتا ہے جیسے بدل کے واسطے جیسے وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا یعنی بدل نفس

استعلاء کے لئے جیسے فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ۔

تعلیل کے لئے جیسے وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ یعنی لاجل قولك ۔

استعانت کے لئے جیسے رمیت السهم عن القوس۔

بعد کے معنی کے لئے جیسے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ یعنی حالةٍ بعد حالةٍ ۔

من کے معنی میں جیسے وَهُوَ الَّذِىْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ای من عباده اور زائدہ بھی آتا ہے۔

قولہ : وعلىٰ للاستعلاءِ نحو زيدٌ على السَّطحِ وقد يكونُ عن وعلى اسمَين اِذا دَخَل عليهما مِنْ كما تقول جلستُ مِنْ عَن يمينه ونزلتُ مِنْ علَى الفرسِ

ترجمہ : اور تیرہواں حرف جر علی ہے جو ثابت ہے واسطے استعلاء کے جیسے زید على السطح اور کبھی کبھی ہوتے ہیں عن اور علی دونوں اسم جب داخل ہوا ن دونوں پر مِنْ جیسے کہے تو جلستُ ......الخ ۔

تشریح : تیرھواں حرف جر علیٰ ہے یہ استعلاء کے لئے آتا ہے عام ازیں کہ استعلاء حقیقی جیسے زید على السطح کہ زید چھت پر ہے یا استعلاء مجازی جیسے و عليه دين کہ اس پر قرض ہے۔

فائدہ : کہ عن اور علیٰ کبھی اسم بھی ہوتے ہیں جس کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ ان پر من جارہ داخل ہوتا ہے اور اسوقت عن جانب کے معنے میں ہوتا ہے اور علیٰ بمعنے فوق کے ہوتا ہے جیسے جلست من عن يمينه یعنی من جانب يمينه اس کی دائیں جانب سے بیٹھ گیا میں اور و نزلت من علىٰ الفرس یعنی من فوق الفرس یعنی میں گھوڑے کے اوپر سے اترا۔

قولہ : والكاف للتشبيه نحو زيدٌ كعمرٍو وزائدة كقوله تعالىٰ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

ترجمہ : اور چودھواں حرف جر کاف ہے جو ثابت ہے واسطے تشبیہ کے۔

تشریح : چودھواں حرف جار کاف ہے یہ تشبیہ کے لئے آتا ہے جیسے زید کالاسد اسمیں کاف تشبیہ کے لئے ہے۔

یہ کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جیسا باری تعالیٰ کا فرمان ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔

فائده : اسمیں تین احتمال اور تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت : کہ کاف زائدہ ہولیکن لفظ مثل زائدہ نہ ہو۔

دوسری صورت : کہ کاف زائدہ نہ ہولفظ مثل زائدہ ہواس لئے کہ کاف پہلے ہے اور لفظ مثل بعد میں ہے لہٰذا کاف سے ضرورت پوری ہوگی تو لفظ مثل زائدہ ہوگیا۔

تیسری صورت : یہ ہے کہ نہ کاف زائدہ ہو نہ لفظ مثل اس لئے کہ نفی مثل کے مثل کی کی جارہی ہے جس سے بطور کنایہ مثل کی نفی لازم آتی ہے اس لئے کہ مماثلت تو دونوں طرفوں سے ہوا کرتی ہے جبکہ اللہ کے مثل کے لئے مثل نہیں تو اللہ کے لئے بھی مثل نہیں اور قاعدہ ہے الکنایۃ ابلغ من الصریح لہٰذا اسی صورت کو ترجیح حاصل ہے کہ نہ تو کاف زائدہ ہے نہ لفظ مثل۔

قولہ : وقد تكونُ اسمًا كقول الشاعر ۔ يضحَكنَ عن كالبرد المُنْهَمِ

ترجمہ : اور کاف جارہ کبھی اسم ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول......الخ۔

تشریح : کاف عن اور علیٰ کی طرح اسمیہ ہوتا ہے جیسے اس شعر میں کاف مثلیہ اسمیہ ہے اسی وجہ سے اس پر عن حرف جر داخل ہے۔

قولہ : ومُذ ومُنْذُ للزمان اِمَّا للابتداءِ فی الماضی کما تقولُ فی شَعْبَانَ مارأیتهٗ مُذْ رَجَبَ او للظرفیة فی الحاضِر نحو مارأیتهٗ مُذْ شَهْرِنَا ومُنْذُ يَومِنَا ای فی شَهْرِنَا وفی يَومِنَا

ترجمہ : اور پندرھواں اور سولہواں حرف جر مذ اور منذ ہیں جو ثابت ہونے والے ہیں واسطے زمان کے......واسطے ابتداء کے ماضی میں جیسا کہ کہے تو ماہ شعبان میں مارأیتهٗ مذ رجب یا واسطے ظرفیت کے زمانہ موجودہ میں جیسے ما رأيته ......الخ۔

تشریح : پندرھواں حرف مذ ہے اور سولہواں منذ ہے اور یہ دونوں حروف یاد رکھیں زمان کے لئے آتے ہیں اور یہ زمانہ ماضی میں زمانہ فعل کی ابتداء کے لئے آتے ہیں جیسے مارأيت مذ الشهر الماضی اس کو گذشتہ ماہ سے دیکھا ہی نہیں یا زمانہ حاضر میں ظرفیت کے لئے جیسے ما رأيته مذ يومنا یعنی اس کو میرے نہ دیکھنے کا دن آج کا دن ہے مزید تفصیل مذ اور منذ کی تنویر شرح نحو میر میں اور ضوابط نحویہ میں دیکھ لیجئے۔

قولہ : وَخَلَا وعَدَا وحَاشَا للاستثناءِ نحو جاءَ نِیْ القومُ خَلازيدٍ وحاشا عَمرٍو وَعَدَا بكرٍ

ترجمہ : سترھواں اور اٹھارواں اور انیسواں حرف جر خلا اور عدا اور حاشا ہیں جو ثابت ہیں واسطے استثناء کے جیسے جاء نی ......الخ۔

تشریح : حروف جارہ میں سے سترھواں حرف جر خلا اور اٹھارواں عدا ہے اور انیسواں حاشا ہے۔ یہ تینوں استثناء کے

لئے آتے ہیں یاد رکھیں کہ ان کے بعد اگر ان کا مدخول مجرور ہے تو یہ حروف جارہ ہوں گے اگر منصوب ہے تو یہ فعل ہوں گے۔ مزید تفصیل کے لئے ضوابط نحو یہ حروف جارہ کی بحث دیکھئے۔

بحث حروف مشبہ بالفعل

فصل : الحُروفُ المشبهةُ بالفعل سِتَةٌ اِنَّ و اَنَّ و كَاَنَّ وَلٰكِنَّ وليتَ ولَعَلَّ ۔

ترجمہ : حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں......الخ

تشریح : حروف کی بحث میں دوسری فصل حروف مشبہ بالفعل کے بیان میں ہے حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں ① انَّ ② ان ③ کان ④ لکن ⑤ لیت ⑥ لعل

وجہ تسمیہ : ان حروف کو مشبہ بالفعل کیوں کہتے ہیں ان کی وجہ تسمیہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان چھ حروف کو مشابہت ہے فعل کے ساتھ چار چیزوں میں لفظاً، عملاً، معناً، اقساماً جس کی تفصیل مرفوعات کی بحث میں گذر چکی ہے۔

قولہ : هٰذِه الحروفُ تدخل على الجملةِ الاسمية تَنْصِبُ الاِسمَ وترفعُ الخبر كما عَرَفتَ نحو اِنَّ زيدًا لقائمٌ وقد يلحقها ما الكافّةُ فَتَكُفُّهَا عَن العملِ وحينئذٍ تدخُلُ على الافعالِ تقولُ اِنّما قامَ زيدٌ

ترجمہ: یہ حروف داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر نصب دیتے ہیں اسم کو اور رفع دیتے ہیں خبر کو جیسا کہ تو پہچان چکا ہے مثل ان زیدًا لقائمٌ اور تحقیق لاحق ہوتی ہے ان کے ساتھ ما کافہ پس روک دیتی ہیں ان کو عمل سے اور اس وقت داخل ہوں گے افعال پر بھی جیسا کہ کہے گا تو انما قام زیدٌ ۔

تشریح : مصنفؒ حروف مشبہ بالفعل کا عمل بتا رہے ہیں کہ حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں کہ مبتداء کو نصب دیتے ہیں اور ان کو اسم کہا جاتا ہے اور خبر کو رفع دیتے ہیں ان کو خبر کہا جاتا ہے جیسے ان زیدًا قائمٌ میں ان نے زید کو نصب دی اور قائم کو رفع دیا ہے جیسے بلغنی ان زید ا ان تعلمه یکر مك مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تحقیق زید کو اگر تم علم دیتے وہ تیرا اکرام کرے گا تو عبارت یہ بن جائے بلغنی اکرام زید عند تعلیمك ایاہ ۔

قولہ : واعلم اَنَّ اِنَّ المكسورة الهمزة لا تُغَيِّرُ معنى الجملَةَ بَلْ تؤكِدُهَا واَنَّ المفتوحةَ الهمزة مع مابعدَ ها مِنَ الاسمِ والخبر فی حُكمِ المُفردِ ولِذٰلِكَ يجبُ الكَسْرُ اذا كانَ فی ابتداءِ الكلام نحو اِنَّ زيدًا قائمٌ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق اِن مکسورۃ الھمزۃ نہیں تبدیل کرتا جملہ کے معنی کو بلکہ اس کو پکا کرتا ہے اور اَنّ مفتوحۃ الھمزۃ اپنے مابعد

اسم اور خبر کے ساتھ مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے کسرہ واجب ہے جب ہو ابتداء کلام میں جیسے انَّ زیدًا قائم ۔

تشریح : مصنفؒ اسی ضابطہ پر تفریع بیان کرر ہے ہیں جس کے ضمن میں مصنفؒ ان مکسورہ کے مقامات اور ان مفتوحہ کے مقامات بیان فرمائیں گے ۔تفریع کا حاصل یہ ہے جس مقام پر جملے کی ضرورت ہے وہاں پر اِن مکسورہ ہوگا اور جس مقام پر جملے کی ضرورت نہیں مفرد کی ضرورت ہے وہاں پر اَن مفتوحہ ہوگا اب دیکھئے ۔

اِنَّ مکسورہ کے مقامات : پہلا مقام : ابتداء کلام میں اِن مکسورہ ہوتا ہے جیسے ان زیدا قائم اور ابتداء کلام سے مراد عام ہے کہ وہ متکلم کی کلام کے شروع میں ہو جیسے یہ ہی مثال متکلم کی کلام کے درمیان میں ہو لیکن دوسری کلام کی ابتدا میں ہو جیسے اکرم زید ا انہ فاضل تو انہٗ فاضل یہ جملہ معللہ ہے یہاں پر اِنَّ مکسورہ ہی پڑھا جائے گا ۔

فائدہ : یادرکھیں حروف تنبیہ اور حروف افتتاح اور حتی ابتدائیہ اور کلا زجریہ اور حروف تحضیض کے بعد ان ہو تو یہ بھی ابتداء کلام ہے حکما جیسے **اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ** اور **قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّہٗ لَحَقٌّ** اور **کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْنِ** ۔

سوال : ابتدائے کلام میں اِن مکسورہ کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : ابتدائے کلام جملہ کی جگہ اور مقام ہے اس لئے کہ مفردات کے ساتھ تکلم کرنا باطل ہوتا ہے کیونکہ مفردات سے کلام کرنے سے کوئی فائدہ تامہ حاصل نہیں ہوتا لہٰذا ابتدائے کلام جب جملہ کی جگہ ہے اور جملہ کی تاکید کے لئے ان مکسورہ پڑھنا واجب ہے ۔

قولہ : وبَعد القولِ کقولہٖ تعالیٰ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ وبعد الموصُول نحو مارأیتُ الَّذی اِنَّہٗ فی المساجد و اذا کانَ فی خبرھا اللام نحو اِنَّ زیدًا لقائمٌ

ترجمہ : **اور بعد قول کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے** یقول انہا بقرۃ **اور بعد موصول کے جیسے** مارأیت الذی اِنہ فی المساجد **اور جب ہو اس کی خبر میں لام جیسے** اِنَّ زیدًا لقائمٌ ۔

تشریح : **دوسرا مقام** : اِن مکسورہ کا یہ ہے کہ کلمہ قول اور اس کے مشتقات کے بعد جب واقع ہو تو وہاں بھی اِن مکسورہ ہوگا جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے **یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ** ۔

سوال : قول کے بعد اِن مکسورہ ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے دلیل کیا ہے؟

جواب : قول کا مقولہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے اور چونکہ یہ مقولہ کے شروع میں ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جملہ کے مقام میں اِنَّ ہی ہوتا ہے لہٰذا یہاں پر اِن مکسورہ ہی ہوگا ۔

تیسرا مقام : اِنَّ مکسورہ کا کہ موصول کے بعد ہو تو بھی اِن پڑھا جائے گا جیسے ما رأیت الذی انہ فی المساجد یہ الذی

موصول کے بعد ہے اس لئے اِن ہے۔

سوال : اس مقام پر اِنَّ مکسورہ ہونے کی دلیل اور علت کیا ہے؟

جواب : کہ صلہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے تو بنا بر ضابطہ جہاں جملے کا مقام اور جگہ ہو وہاں اِنَّ مکسورہ ہوتا ہے۔

چوتھامقام : کہ جب اس کی خبر پر لام ہو تو اسوقت بھی اِنَّ مکسورہ ہوگا جیسے ان زید لقائم ۔

سوال : اس مقام پر ان کے مکسور ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب : لام جملے کے معنے کی تاکید کے لئے آتا ہے بنا بر ضابطہ جو جملے کی جگہ ہے وہاں ان مکسورہ ہی ہوتا ہے لہٰذا یہاں پر بھی اِنَّ مکسورہ ہی ہوگا۔ مصنفؒ نے اِنَّ مکسورہ کے چار مقامات بیان فرمائے ہیں، ان کے علاوہ اور مقامات بھی ہیں جن کی تفصیل تنویر شرح نحو میر صفحہ (۵۳) پر دیکھی جا سکتی ہے۔

قولہ : ویجبُ الفتحُ حیثُ یقعُ فاعِلًا نحو بَلَغَنِیْ اِنَّ زیدًا قائمٌ وحیث یقعُ مفعولًا نحو کرھتُ اَنَّکَ قائمٌ وحیثُ یقع مُبتدأً نحو عِندِیْ اَنَّکَ قائمٌ وحیثُ یقع مضافًا الیہ نحو عجبتُ مِنْ طول اَنَّ بکرًا قائمٌ وحیثُ یقع مجرورًا نحو عجبتُ مِنْ اَنَّ بکرًا قائمٌ وبعد لو نحو لو انَّکَ عندنا لاکرمتُکَ وبعد لولا نحو لولا اَنَّہٗ حاضرٌ لغابَ زیدٌ

ترجمہ : اور واجب ہے فتحہ (اَنَّ) جس جگہ واقع ہو فاعل جیسے بلغنی اَنَّ زیدًا قائم اور جس جگہ مفعول واقع ہو جیسے کرھت انك قائم اور جس جگہ واقع ہو مبتداء جیسے عندی انك قائم اور جس جگہ واقع ہو مضاف الیہ جیسے عجبت ......الخ اور جس جگہ واقع ہو مجرور جیسے عجبت ......الخ اور بعد لو کے......اور بعد لولا کے......الخ

تشریح : دوسرامقام : جہاں اَنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مفعول واقع ہو وہاں اَن مفتوحہ ہی ہوگا جیسے کرھت انك قائم اس کی تاویل ہوگی کرھت قیامك ۔

تیسرامقام : جہاں اَنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مبتدا واقع ہو وہاں اَنَّ مفتوحہ ہوگا جیسے عندی انك قائم ۔

چوتھامقام : جہاں اَنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مضاف الیہ واقع ہو جیسے عجبت من طول اَنَّ بکرا قائم تاویل مفرد کی یوں ہوگی عجبت من طول قیام بکر کہ میں بکر کے طول قیام سے متعجب ہوا۔

پانچواں مقام : جہاں اَنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر مجرور واقع ہو وہاں بھی اَن مفتوحہ ہوگا جیسے عجبت من ان بکر قائم تاویل مفرد کی یوں ہوگی عجبت من قیام بکر ۔

سوال : ان پانچ مقامات میں اَنَّ مفتوحہ ہونے کی کیا وجہ ہے یہاں پر اِنَّ مکسورہ کیوں نہیں ہو سکتا؟

جواب : اس لئے کہ فاعل ومفعول اور مبتداء اور مضاف الیہ اور مجرور یہ مفرد ہی ہوتے ہیں اور یہ مقام مفرد کا ہے جملہ کا نہیں لہٰذا یہاں پر انّ مفتوحہ ہی ہوسکتا ہے انّ مکسورہ نہیں ہوسکتا۔

چھٹا مقام : لو شرطیہ کے اَن مفتوحہ ہوتا ہے جیسے لو ان ك عندنا لا كرمتك ۔

سوال : لو شرطیہ کے بعد اَن مفتوحہ کیوں ہوگا اس کی علت کیا ہے؟

جواب : لو حرف شرط ہے جو فعل کا تقاضا کرتا ہے خواہ فعل لفظوں میں ہو یا مقدر ہو لہٰذا لو کا مابعد فعل محذوف کا فاعل ہوگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ فاعل ہمیشہ مفرد ہوتا ہے لہٰذا یہ مقام اَن مفتوحہ کا ہے اس لئے اَنّ ہونا واجب اور ضروری ہے۔

ساتواں مقام : لو لا کے بعد ان مفتوحہ ہوگا۔

سوال : لو لا کے بعد اَن مفتوحہ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : لو لا امتناعیہ کے بعد مبتدا ہوتا ہے لہٰذا اَن مفتوحہ اپنے اسم اور خبر سے مل کر مبتدا ہوگا اور مبتدا کا مفرد ہونا واجب ہے جیسے لو لا انہ حاضرلغاب زید اور لو لا تحضیضیہ کے بعد ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر بتاویل مفرد اس فعل کا فاعل یا مفعول ہوتا ہے جس پر لو لا تحضیضیہ کا داخل ہونا ضروری ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ فاعل اور مفعول مفرد ہوتے ہیں۔

قولہ : ويجوزُ العطفُ على اسمِ اِنَّ المكسورةِ بالرفعِ والنصب باعتبار المحلِّ و اللفظ مثلُ اِنَّ زيدًا قائمٌ وعمرو وعمرًوا

ترجمہ : اور جائز ہے عطف اِنّ کے اسم پر رفع ونصب کے ساتھ باعتبار محل ولفظ کے مثل اِنّ ......الخ۔

تشریح : اس عبارت کا عطف ہے یجب الکسرۃ پر یہ بھی ماقبل پر تفریع کا بیان ہے کہ ان مکسورہ جملے کے معنی میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا بلکہ تاکید پیدا کرتا ہے لہٰذا ان مکسورہ کے اسم پر اگر عطف ڈالنا ہو تو دو صورتیں جائز ہیں رفع بھی اور نصب بھی۔

رفع تو اس بنا پر کہ محل کا اعتبار کیا جائے گا کہ وہ اسم محل کے اعتبار سے مبتدا ہے اور مرفوع ہے اور نصب اس بنا پر لفظ کا اعتبار کیا جائے کہ اسم لفظاً منصوب ہے تو اسے منصوب پڑھا جائے گا جیسے ان زیداً قائم و عمرو رفع کے ساتھ اور عمرو نصب کے ساتھ بھی جائز ہے۔

قولہ : واعلم اَنَّ اِنَّ المكسورةَ يجوز دُخُوْلُ اللام علىٰ خبرهَا

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق اِنّ کی خبر پر لام کا داخل ہونا جائز ہے۔

تشریح : یہ عبارت بھی اصل میں اسی پر متفرع ہے کہ جب ماقبل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انّ مکسورہ جملہ کے معنےٰ میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا لہٰذا اس کی خبر پر لام تاکید کو داخل کرنا جائز بھی ہے کیونکہ لام تاکید بھی جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے البتہ اَن مفتوحہ کی خبر پر

لام تاکید کا لانا درست نہیں اس لئے کہ وہ جملہ کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے جبکہ لام تاکید جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے اور یاد رکھیں اِنَّ مکسورہ کبھی اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جبکہ ان اور اس کے درمیان فاصلہ واقع ہو۔

قولہ : وقد تُخَفَّفُ فیلزمُھَا اللام کقولہٖ تعالیٰ وَاِنْ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ

ترجمہ : اور کبھی کبھی اس کو مخفف کیا جاتا ہے پس اس کو لام لازم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان و ان کلا......الخ۔

تشریح : یہاں سے تخفیف کا مسئلہ شروع ہو رہا حروف مشبہ بالفعل میں چار حروف مشدد ہیں جن کو مخفف پڑھنا جائز ہے اور بعد تخفیف کون سے عامل رہتے ہیں اور کن کا عمل باطل ہو جاتا ہے سب کی تفصیل آگے آ رہی ہے تو اس عبارت میں ان مکسورہ کی تخفیف کے مسئلے کا بیان ہے کہ ان مکسورہ کو مخففہ کر لیا جاتا ہے لیکن ان مخففہ من المثقلہ کے بعد لام کا لانا واجب ہے۔

سوال : ان مخففہ من المثقلہ کے بعد لام لانا کیوں لازم ہے؟

جواب : ان مخففہ اور ان نافیہ کے درمیان فرق کرنے والی یہی لام تاکید ہوتی ہے جیسے اِنْ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ اس میں ان مخففہ ہے اور کلّا یہ اسم ہے جس پر تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اور لام فارقہ ہے ان مخففہ اور نافیہ کے درمیان اور لیوفینّھم یہ قسم محذوف کا جواب ہے لہٰذا لیوفینّھم پر جو لام ہے یہ لام جواب قسم ہے تو ان دونوں لاموں کے درمیان ما زائدہ لایا گیا ہے تاکہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے۔

قولہ : وحینئذٍ یجوز الغاؤُھا کقولہٖ تعالیٰ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ

ترجمہ : اور اس وقت جائز ہے اس کو لغو کرنا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان و ان کل لما......الخ۔

تشریح : ان مخففہ کے عمل کے بارے بتا رہے ہیں کہ ان مخففہ کا الغاء یعنی اس کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے یاد رکھیں ان مخففہ من المثقلہ کا عامل بنانا بھی جائز ہے یعنی اعمال اور الغاء دونوں جائز ہیں۔ لیکن الغاء یہ اعمال سے کثیر الاستعمال۔

سوال : ان مخففہ من المثقلہ کا ابطال عمل یعنی الغاء کیوں جائز ہے پھر الغاء یہ اکثر کیوں ہے؟

جواب : انَّ کا عامل ہونا فعل کی مشابہت کی وجہ سے تھا اور چونکہ بعد از تخفیف اس کی مشابہت فعل کے ساتھ ناقص ہو گئی تھی اس لئے فعل کا آخر مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اور فعل سہ حرفی ہوتا ہے جبکہ اس کا آخر ساکن اور یہ دو حرفی ہے اسی وجہ سے ان مخففہ کا عمل باطل ہو گیا لیکن اصل کا اعتبار کرتے ہوئے عمل دینا بھی جائز ہے جیسے گذشتہ آیت میں ان مخففہ کو عمل دیا گیا ہے۔

قولــه : ویجوز دُخُولها علی الافعال علی المبتدأ والخبر نحو قولہٖ تعالیٰ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ

ترجمہ : اور جائز ہے داخل ہونا (انّ) کا ان افعال پر جو مبتداء پر داخل ہونے والے ہیں مثل اللہ تعالیٰ کا فرمان ......الخ۔

تشریح : انّ مکسورہ مخففہ ہو جانے کے بعد اسمیں دو تغیر اور تبدیلیاں ہوتی ہیں پہلی تبدیلی کہ الغاء جائز ہے جو کہ اکثر ہے۔ دوسری تبدیلی یہ ہے کہ یہ افعال پر بھی داخل ہو جاتا ہے لیکن تمام افعال پر نہیں بلکہ ایسے افعال پر جو مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں افعال ناقصہ و ان کنت من قبلہ لمن الغفلین دوسرا افعال قلوب ان نظنك لمن الكذبين تحقیق ہم تم کو جھوٹ بولنے والوں سے خیال کرتے ہیں۔

سوال : افعال پر داخل ہونے کی علت اور وجہ کیا ہے کہ افعال کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسے افعال ہوں جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں؟

جواب : ان مخففہ کے لئے اصل یہ تھا کہ مبتداء خبر پر داخل ہوں لیکن تخفیف کی وجہ سے یہ اصل جاتی رہی لہٰذا افعال پر داخل ہونا چاہئے لیکن اصل کی رعایت بھی حتی الامکان کرنی چاہیئے اس لئے یہ شرط لگادی کہ وہ افعال ایسے ہوں جو مبتدا خبر پر داخل ہوں۔

قولــه : وكذٰلك اَنَّ المفتوحةُ قد تُخفَّفُ فحينئذٍ يجبُ اِعْمَالُها فی ضمير شانٍ مقدّرٍ فتدخل علی الجملة اسميةً كانت نحو بلغنی اَنْ زيدًا قائمٌ اوفعليةً نحو بلغَنِیْ اَنْ قَدْ قَامَ زيدٌ

ترجمہ : اور اسی طرح انّ کبھی کبھی مخفف کیا جاتا ہے پس اس وقت اس کو ضمیر شان مقدر میں عمل دینا واجب ہے پس وہ جملہ پر داخل ہوگا خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔

تشریح : اس میں انّ مفتوحہ کی تخفیف کے مسئلے کا بیان ہے کہ ان مفتوحہ کو مخفف کر دینا بھی جائز ہے لیکن جب ان مفتوحہ مخففہ ہو اسوقت اس کا اعمال واجب ہے انّ مکسورہ مخففہ کی طرح الغاء جائز نہیں اور اس کا عمل وجوبی طور پر ضمیر شان مقدر میں ہوتا ہے اور بعد والا جملہ جو ضمیر شان کی تفسیر واقع ہوتا ہے وہ خبر واقع ہوتا ہے اور ضمیر شان اسم ہوتا ہے اور یہ ان مفتوحہ مخففہ من المثقلہ جملے پر داخل ہوگا خواہ جملہ اسمیہ ہو جیسے بلغنی ان زید قائم یا فعلیہ ہو جیسے بلغنی ان قد قام زید ۔

سوال : ان مخففہ ہمیشہ ضمیر شان میں عمل کیوں کرتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب : ان مفتوحہ بنسبت مکسورہ کے فعل کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہے ان مخففہ اصل ہوا اور ان مخففہ فرع ہوا جبکہ ان مخففہ کلام نثر میں بھی کبھی کبھی عمل کرتا اور ان مفتوحہ مخففہ کبھی بھی عمل نہیں کرتا لہٰذا ہم نے ان مفتوحہ کے عمل کو لازم کر دیا ضمیر شان مقدر میں تاکہ فرع کی اصل پر زیادتی لازم نہ آئے۔

سوال : پھر بھی فرع کی زیادتی اصل پر لازم آتی ہے اس لئے کہ ان مکسورہ مخففہ تو اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے جبکہ ان مفتوحہ مخففہ تو ضمیر میں عمل کرتا ہے؟

جواب : ہمیشہ ہمیشہ ضمیر میں عمل کرنا یہ اولیٰ اور اقویٰ ہے اسم ظاہر میں کبھی کبھی عمل کرنے سے۔

قولہ: ويجبُ دُخُول السين اوسوف اوقَدْ اوْ حرفُ النفي على الفِعل كقولهٖ تعالىٰ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنكُمْ مَّرْضٰى والضمير المستتر اسم اَن والجملة خبرُها

ترجمہ : اور واجب ہے سین یا سوف یا حرف نفی کا فعل پر داخل ہونا ......الخ

تشریح : ضابطہ : کہ ان مفتوحہ مخففہ فعل پر داخل ہو تو اسوقت فعل پر چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا داخل کرنا ضروری ہے ① سین ② سوف ③ قد ④ حرف نفی جیسے اس مثال میں۔

سوال: اس کی علت اور وجہ کیا ہے سین سوف ان چار چیزوں میں سے کسی ایک کا داخل کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب : یہ تین چیزیں سین سوف قد ان مخففه اور ان مصدریه کے درمیان فرق کرنے کے لئے لائی جاتی ہیں اور باقی رہا حرف نفی وہ چونکہ دونوں کے ساتھ آتا ہے لہٰذا وہاں پر فرق کرنے کے لئے کسی اور قرینے کی ضرورت ہے جس کے لئے دو قرینے ہیں۔

قرینہ لفظیہ : کہ ان کے بعد اگر فعل مضارع منصوب ہے تو ان مصدریہ ہوگا اور اگر فعل مضارع مرفوع ہے تو ان مخففہ ہوگا۔

قرینہ معنویہ : کہ اگر وہ استقبال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے تو ان مصدریہ ہے اگر استقبال کے ساتھ خاص نہیں کرتا تو وہ ان مخففه ہوتا ہے۔

سوال : وَأَن لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى اور اسی طرح وَأَنْ عَسٰى أَن يَكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ ان دونوں مقامات پر ان فعل پر داخل ہے لیکن ان چار چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں؟

جواب : فعل سے مراد فعل متصرف ہے اور آپ نے جو مثال پیش کی ہے فعل غیر متصرف کی ہے فعل غیر متصرف پر ان تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کالانا ضروری ہے۔

سوال : فعل متصرف اور فعل غیر متصرف میں یہ فرق کیوں کیا جاتا ہے کہ فعل متصرف پر تو ان چیزوں کالانا واجب اور فعل غیر متصرف پر کیوں واجب نہیں؟

جواب : یہ چیزیں اور یہ حروف ان مخففہ اور ان مصدریہ کے درمیان فرق کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اور فعل متصرف میں تو فرق کرنے کی ضرورت ہے لیکن فعل غیر متصرف میں فرق کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ فعل غیر متصرف پر ان مصدریہ داخل ہی نہیں

ہوتا لہٰذا جب بھی فعل غیر متصرف پر ان ہوگا تو ہمیشہ ان مخففہ من الثقلہ ہوگا۔

ضابطہ : مصنفؒ ان مخففہ من المثقلہ کی ترکیب کے لئے ضابطہ بتا رہے ہیں کہ ان مخففہ من المثقلہ کا اسم ہمیشہ ضمیر شان ضمیر مستتر ہوتی ہے اور بعد والا جملہ ہمیشہ خبر ہوتا ہے۔

قولہ : وکَاَنَّ للتشبیہ نحو کَاَنَّ زیدنِ الاسدُ وھو مرکبٌ من کافِ التَّشْبِیْہِ واِنَّ المکسورۃِ واِنَّما فُتِحَتْ لتقدُّمِ الکافِ علیھا تقدیرُہ اِنَّ زیدًا کالاسد وقد تخفَّفُ فتُلغٰی نحو کَاَنْ زیدٌ اَسَدٌ

ترجمہ : اور کَاَنَّ ثابت ہے واسطے تشبیہ کے جیسے کَاَنَّ زید ن الاسد اور وہ مرکب ہے کاف تشبیہ اور اِنَّ سے اور سوا اس کے نہیں کہ اس کو مفتوح کیا گیا کاف جارہ کے اس پر مقدم ہونے کی وجہ سے اصل عبارت اس کی ان زید کالاسد ہے اور کبھی کبھی اس کو مخفف کیا جاتا ہے پس وہ ملغی عن العمل ہو جاتا ہے جیسے کان زید اسد۔

تشریح : حروف مشبہ بالفعل میں سے ایک کَاَنَّ ہے جس میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ یہ مرکب ہے یا حرف بنا سے ہی مفرد ہے امام خلیل کے نزدیک یہ مرکب ہے کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے اور جمہور کے نزدیک مفرد ہے بأسہ ہے کسی سے مرکب نہیں مصنفؒ کے نزدیک امام خلیل کا مذہب مختار تھا اس لئے اس کو ذکر کیا۔

سوال : یہ کَاَنَّ حرف تشبیہ اور ان مکسورہ سے مرکب ہے تو کاف کو مقدم کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : تاکہ کلام کے ابتداء ہی سے معلوم ہو جائے کہ یہ کلام انشاء تشبیہ کے لئے ہے۔

و انما فتحت لتقدم الکاف علیھا تقدیرہ' ان زیدا کالاسد یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جب کَاَنَّ مرکب ہے کاف تشبیہ اور ان مکسورہ سے پھر ہمزہ مکسورہ کیوں نہیں ہے مفتوحہ کیسے ہو گیا؟

جواب : کَاَنَّ میں ہمزہ کو فتحہ اس لئے دیا گیا کہ کاف حرف جار ہے اور حرف جار انَّ پر داخل ہوتا ہے ان پر نہیں اسی لئے اگرچہ حرف جار جار ہونے کے حکم سے نکل گیا لیکن اس کی اصل کی رعایت کرتے ہوئے ہمزہ مکسورہ کو مفتوحہ سے بدل دیا اور کان زیدا الاسد کی تقدیر عبارت یہ ہوگی ان زیدا کا الا سد۔

ضابطہ : کَاَنَّ مثقلہ مشددہ کو مخفف پڑھنا جائز ہے لیکن تخفیف کے بعد یہ ملغی عن العمل ہو جاتا ہے عمل نہیں کرتا کیونکہ فعل کے ساتھ اس کی مشابہت ختم ہو گئی اس کے آخر میں جو فتحہ تھا وہ زائل ہو چکا ہے۔

قولہ : ولٰکِنَّ للاستدراکِ ویتوسط بین کلامَین متغائرَین فی المعنی نحو جآء نی القومُ لٰکِنَّ عمرًوا جاءَ و غاب زیدٌ لٰکِنَّ بکرًا حاضِرٌ

ترجمہ : اور لکن ثابت ہے واسطے استدراک کے اور ایسی دو کلاموں کے درمیان آئے گا جو معنی میں متغایر ہوں جیسے جاء نی

...... الخ ۔

تشریح : حروف مشبہ بالفعل سے ایک لکن ہے اور یہ استدراک کے لئے آتا ہے۔ استدراک کا لغوی معنی ہے پانا کسی چیز کو اور اصطلاح میں استدراک کہتے ہیں کہ کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم اور ابہام کو دور کرنا اور یہ لکن ایسی دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے مختلف ہوں عام ازیں لفظ کے اعتبار سے متغائر ہوں یا نہ ہوں لفظوں کے اعتبار سے متغائر ہو یعنی ایک کلام مثبت ہو اور ایک منفی جیسے جاء زید لکن عمرو الم یجئی یا لفظوں کے اعتبار سے متغائر بالکل نہ ہوں جیسے زید حاضر ولکن عمروا غائب لفظوں کے اعتبار سے مغائر نہیں کہ دونوں مثبت ہیں معنی کے اعتبار سے تغائر ضروری ہے۔

قولہ : ویجوز معَھاالواوُ نحوقَامَ زیدٌ ولٰکِنَّ عمرًوا قاعِدٌ وقدتخفف فتلغٰی نحو مشیٰ زیدٌ لٰکنْ بکرٌعندنا

ترجمہ : اور جائز ہے اس لکن کے ساتھ واؤ جیسے قام زید ...... الخ اور کبھی کبھی مخفف بھی ہوتا ہے پس اس وقت ملغی عن العمل ہو جاتا ہے جیسے مشی ...... الخ ۔

تشریح : لکن حرف مشبہ بالفعل کے ساتھ واو کو ذکر کرنا بھی جائز ہے خواہ یہ لکن مشدد ہو یا مخفف ہو جیسے قام زید و لکن عمروا قاعد ۔

فائدہ : لکن سے پہلے جو واو آتی ہے اسمیں نحاۃ کا اختلاف ہے بعض نحوی اس کو واو عاطفہ قرار دیتے ہیں کہ اس کے ذریعے جملے کا جملے پر عطف ہوتا ہے اور بعض نحویوں کے نزدیک یہ واو اعتراضیہ ہے اور شیخ رضی نے بھی اسی کو اظہر قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ واو عاطفہ جو جمع کے لئے آئی ہے حالانکہ مقصود یہاں پر جمع نہیں کہ زید کا آنا اور عمر کا نہ آنا یہ دونوں حکم مختلفہ ایک ہی امر میں متحقق ہوں بلکہ یہ تو پہلی کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دفع کرنے کے لئے لائی جاتی ہے اسی لئے یہ واو اعتراضیہ ہی ہے۔

و قد تخفف فتلغی نحو مشی زید لکنّ بکر عندنا لکن۔ میں بھی تخفیف کر لی جاتی ہے لیکن یہ لکن تخفیف کے بعد ملغی عن العمل ہو جاتا ہے عمل نہیں کرتا اس لئے کہ عمل تھا فعل کی مشابہت کی وجہ سے اور فعل کی مشابہت ختم ہوگئی اب اس کی مشابہت لکن عاطفہ کے ساتھ ہو چکی ہے لفظاً بھی اور معناً بھی اور جس طرح لکن عاطفہ عامل نہیں اسی طرح یہ بھی عامل نہیں۔

قولہ : ولیت للتمنی نحو لیتَ ھِندًا عندنا واجاز الفراءُ لیتَ زیدًا قائمًا بمعنی اتمنّٰی

ترجمہ : اور لیت ثابت ہے واسطے تمنی کے جیسے لیت ھندًا عندنا اور جائز رکھا ہے امام فراء نے لیت ...... الخ

تشریح : یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے لیت ہے اور یہ لیت انشاء تمنی کے لئے آتا ہے یعنی کسی چیز کا بطور محبت طلب کرنا جیسے لیت ھندا عندنا کاش ھندہ ہمارے پاس ہوتی۔ امام فراء کے نزدیک لیت بمعنی فعل اتمنی کے ہے اور اس کے بعد دونوں جزؤوں کو مفعول ہونے کی بنا پر منصوب پڑھنا جائز ہے جیسے لیت زیدا قائما بمعنی اتمنی زیدا قائمًا کہ میں زید کے قیام کی

تمنا کرتا ہوں۔

قولہ: ولعل للترجّی کقول الشاعر شعر

اُحِبُّ الصَّالِحِینَ وَلَسْتُ مِنهُم لَعلَّ اللّٰہَ یَرْزُقنِی صَلَاحًا

ترجمہ: اور لعل ثابت ہے واسطے ترجی کے جیسے قول شاعر کا......الخ

تشریح: حروف مشبہ بالفعل میں سے۔ لعل انشاء ترجی کے لئے آتا ہے جیسے کہ شاعر کہتا ہے کہ میں نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہوں اور میں ان میں سے نہیں شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے صلاحیت عطا فرمادے۔ (لیت اور لعل کا فرق تنویر میں دیکھئے)

قولہ: وشذًا لجرّبھا لعَلَّ زیدٍ قائمٌ وفی لعلَّ لغاتٌ عَلَّ وَعَنَّ واَنَّ ولَانَّ ولَعَنَّ وعند المبرد اصلُہٗ عَلَّ زِیدَ فیہ اللامُ والبواقی فُروعٌ

ترجمہ: اور لعل کے ذریعے جر پڑھنا شاذ ہے جیسے لعل زیدٍ قائم اور لعل میں کئی لغتیں ہیں......اور مبرد کے ہاں ان میں سے اصل عل ہے اس میں لام زیادہ کیا گیا ہے باقی سب فروعات ہیں۔

تشریح: لعل کو حروف جارہ سے شمار کرنا اور اسی طرح اس کے ساتھ مابعد کو جر دینا یہ شاذ ہے اور خلاف قیاس ہے۔

و فی لعلَّ لغات۔ لعل کے اندر دس لغتیں ہیں مصنفؒ نے چھ کو ذکر کیا ہے دس لغات کی تفصیل یہ ہے

① لام کو حذف کردیا جائے اور عل باقی رکھا جائے۔

② عن پڑھا جائے جس میں لام اول کو حذف کردیا گیا ہو اور لام ثانی کو نون سے بدل دیا۔

③ ان یعنی جسمیں لام اول کو حذف کردیا گیا ہے اور عین کلمہ کو ہمزہ سے تبدیل کردیا گیا ہے اور لام ثانی کو نون سے تبدیل کردیا گیا

④ لان عین کو ہمزہ سے تبدیل کیا اور لام ثانی کو نون سے تبدیل کیا۔

⑤ لعن دوسرے لام کو نون مشدد سے تبدیل کیا

⑥ لعلَّ یہ اپنی اصل پر باقی ہے۔

عند المبرد اصلہ عل مبرد کے نزدیک لعلَّ کی اصل عل ہے پھر عل کے شروع میں لام زائدہ لایا گیا تو لعل ہو گیا اور باقی لغتیں اس کی طرح ہیں لیکن یاد رکھیں جمہور نحویوں کے نزدیک لعلَّ افصح ہے اور مشہور ہے۔

بحث حروف عطف

فصل : حروفُ العطفِ عشرة الواو والفاءُ وثمّ وحتّٰی واَوْ اِمّاواَمْ ولا وبَلْ ولٰكِنْ فالاربعةُ الاوّلُ للجمعِ فالواوُ للجمع مُطلقًا نحو جاءَنِی زیدٌ وعمرٌو سواء کانَ زیدٌ مقدّمًا فی المجیٔ اوعمرٌو والفاء للترتیب بلا مهلَةٍ نحو قامَ زیدٌ فعمرٌو اذا کان زیدٌ متقَدِّمًا وعمرٌو متأخِّرا بلا مهلَةٍ وثمّ للترتیب بمهلَةٍ نحو دَخَل زیدٌ ثم عمرٌو اذا کانَ زیدٌ متقدمًا وبینهما مُهْلَةٌ

ترجمہ : حروف عطف دس ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں واواورثم......الخ پس چار پہلے جمع کے لئے ہیں پس واو مطلق جمع کے لئے ہے جیسے جاء نی زید و عمرٌو برابر ہے ہوزید پہلے آنے میں یا عمرواور فاءواسطے ترتیب کے بغیر مہلت کے جیسے قام زید فعمرٌو جب زید پہلے آیا ہواور عمرواس کے فورابعد بغیر مہلت کے آیا ہواور ثم واسطے ترتیب کے ہے ساتھ مہلت کے جیسے دخل زید ثم عمرو جب زید پہلے داخل ہوااور عمرو بعد میں اوران کے درمیان مہلت بھی ہو۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں حروف عاطفہ کی بحث ذکر کررہے ہیں حروف عطف دس ہیں ① واو ② فاء ③ ثم ④ حتی ⑤ او ⑥ اما ⑦ ام ⑧ لا ⑨ بل ⑩ لکن۔

وجہ تسمیہ : **سوال :** ان حروف کوحروف عطف کیوں کہتے ہیں؟

جواب : عطف کا لغوی معنی ہے مائل کرنااور یہ حروف بھی چونکہ معطوف کوحرکات اوراعراب کے اندر معطوف علیہ کی طرف مائل کرتے ہیں اس لئے ان کوحروف عاطفہ کہا جاتا ہے۔

فا لا ربعه الا ول للجمع مصنفؒ چندحروف عاطفہ کی تفصیل بیان کررہے ہیں کہ پہلے چارحروف عاطفہ یعنی واو، فاء ثم، حتی، یہ جمع کے لئے آتے ہیں یعنی معطوف اور معطوف علیہ کوایک حکم میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں یہ ان کے ما بہ الاشتراك ہے

فالواو للجمع مطلقًا مصنفؒ یہاں پر چارحروف عاطفہ کے درمیان فرق بتارہے ہیں کہ واؤ مطلق جمع کے لئے آتی ہے جس میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کسی قسم کی تفریق اسی طرح معیت کا تقدیم وتاخیر کا کوئی اعتبار ولحاظ نہیں ہوتا جیسے جاء نی زید و عمرو واؤ نے صرف اتنا فائدہ دیا کہ زیداور عمرو دونوں آئے ہیں لیکن اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ زید پہلے آیا ہواور عمرو کچھ دیر بعد آیا ہواوراسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں اکٹھے آئے ہوں لیکن مہلت ہواسمیں یہ بھی احتمال ہے کہ زیداور عمرو دونوں ایک ہی وقت میں آئے ہوں۔

سوال : حروف عطف میں سے واؤ کو کیوں مقدم کیا گیا؟

جواب : باب عطف میں اصل یہی واؤ ہے اس لئے اس کو مقدم کیا گیا۔

و الفاء للترتیب بلا مهلةٍ حروف عطف میں سے فاء ترتیب کے لئے آتی ہے بغیر مہلت کے یعنی یہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان ترتیب بتاتی ہے لیکن دونوں میں مہلت نہیں ہوتی جیسے قام زید فعمرو فاء نے بتایا کہ زید معطوف علیہ پہلے آیا یعنی پہلے کھڑا ہوا اور عمرو بعد میں کھڑا ہوا جن میں مہلت نہیں تھی جونہی زید کھڑا ہوا فوری طور پر عمرو بھی کھڑا ہو گیا۔

و ثم للترتیب بمهلةٍ ۔ ثم ترتیب مع مہلت کے لئے آتا ہے یعنی یہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان تاخیر اور مہلت بتاتا ہے جیسے دخل زید ثم عمرو ، ثم نے بتایا کہ زید پہلے داخل ہوا اور کچھ دیر بعد عمرو داخل ہوا۔

قوله : وحتّٰی کثُمَّ فی الترتیب والمهلةِ الا ان مُهلَتَها اقلُّ من مهلةِ ثم و یشترط ان یکونَ معطوفُها داخِلًا فی المعطوفِ علیه وهی تُفیدُ قوّةً فی المعطوفِ نحو مات الناسُ حتّٰی الْاَنْبِیاءُ وضعفًا نحو قدم الحاجُّ حتی المشاةُ

ترجمہ : اور حتی مثل ثم کے ہے ترتیب اور مہلت میں مگر مہلت حتی کی کم ہے مہلت ثم سے اور شرط کیا گیا حتی میں کہ اس کا معطوف، معطوف علیہ میں داخل ہو اور یہ فائدہ دیتا ہے قوت کا معطوف میں جیسے مات ......الخ یا ضعف کا فائدہ دیتا ہے جیسے قدم الحاج ......الخ ۔

تشریح : اور حتی ترتیب اور مہلت کے لئے آتا ہے جس طرح کہ ثم آتا ہے البتہ تھوڑا سا ان میں فرق ہے حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں کچھ زیادہ ہوتی ہے۔

و یشترط ان یکون معطوفها ...... مصنفؒ حتی کے عطف کے لئے شرط بیان کر رہے ہیں اصل یہ ہے کہ حتی کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو یعنی معطوف اپنے متبوع کا جزء ہو اور اسی طرح کہ حتی معطوف میں یا تو قوت کا فائدہ دیتا ہے یا ضعف کا یعنی اگر جزء قوی ہے تو قوت کا فائدہ دے گا جیسے مات الناس حتی الانبیاء کہ لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی وفات پا گئے اور اگر معطوف معطوف علیہ کا جزء ضعیف ہو تو ضعف کا فائدہ دے گا جیسے قدم الحاج حتّی المشاة کہ سوار حاجی بھی آگئے یہاں تک کہ پیادہ حاجی بھی۔

حتــــی کے لئے کل چار شرطیں ہیں ① اسم ہو ② اسم ظاہر ہو ③ معطوف معطوف علیہ کا بعض ہو ④ ماقبل سے زیادتی ہو جیسے مات الناس حتی الانبیاء یا ماقبل سے نقص ہو جیسے المؤمن یجزی با الحسنات حتی مثقال ذرة ۔

فائدہ : ثم اور حتی میں تین فرق ہو گئے۔

پہلا فرق : حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں زیادہ۔

دوسرا فرق : حتی کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہوتا ہے۔

تیسرا فرق : حتی میں مہلت ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں مہلت خارجی ہوتی ہے جیسا کہ گذشتہ مثال سے واضح ہے مات الناس حتی الانبیاء میں یہ تمام آدمیوں کی وفات کے بعد انبیاء کی وفات ایک ذہنی چیز ہے خارج میں یہ ترتیب نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات انسانوں کی موت کے درمیان میں ہے۔

قولہ : وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ ثلٰثتُھَا لثبوتِ الحکم لاحد الامرین مبھمًا لابعینہٖ نحو مررتُ برجلٍ اوامرأۃٍ وَاِمَّا انما تکون حرف العطف اذا تقدَّمَتْھَا اِما اُخریٰ نحو العددُ اِمّازوجٌ واِمّافردٌ ویجوزُان یتقدم اِمّا علیٰ اَوْ نحوزیدٌ اِمّاکاتبٌ او اُمِیٌّ

ترجمہ : اورامـا اورام یہ تینوں حروف دو چیزوں میں سے کسی ایک مبہم غیر معین چیز کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں جیسے مررت برجل او امرأۃ اوراما سوا اس کے نہیں کہ وہ ہوتا ہے حرف عطف جب اس سے پہلے ایک اوراما ہو جیسے العدد اما زوج و اما فرد اور جائز ہے تقدیم اما کی او پر جیسے زید اما کاتب او اُمی ۔

تشریح : حروف عاطفہ میں سے اواور امـا اور ام یہ تینوں حروف دو امر میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے حکم ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں جو امر متکلم کے ہاں معین نہیں ہے۔ یاد رکھیں اس وقت دونوں امروں کو مراد بھی نہیں لیا جا سکتا اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں امر میں سے کوئی ایک بھی مراد نہ ہو کسی ایک کے لئے بھی حکم ثابت نہ ہو۔

اما کے عاطفہ ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے دوسرا اما ہوتا کہ ابتداہی سے مخاطب کو یہ معلوم ہو جائے کہ حکم دو امروں میں سے کسی ایک کے لئے ہے نہ کہ دونوں کے لئے لیکن یاد رکھیں او حرف عاطفہ سے پہلے اما کا لانا واجب نہیں جائز ہے جیسے زید اما کاتب او امی یا زید کاتب او امی دونوں طرح جائز ہے۔

فائدہ : اما کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے۔

پہلا اختلاف : کہ کتب کے نزدیک اما کو بفتح ہمزہ اما پڑھنا بھی جائز ہے جبکہ باقی اور نحاۃ کے نزدیک اما بکسر ہمزہ ہی پڑھا جائے گا بفتح ہمزہ پڑھنا جائز نہیں۔

دوسرا اختلاف : یہ کلمہ مفرد مستقل ہے یا مرکب ہے۔ امام سیبویہ کے نزدیک یہ مرکب ہے ان اور مـا سے اور جمہور کے نزدیک یہ مفرد مستقل کلمہ ہے جس طرح کہ حروف میں اصل مفرد ہونا ہے مرکب ہونا نہیں۔

تیسرا اختلاف : عبدالقاہر اور ابوعلی کے نزدیک یہ حرف عاطفہ نہیں اس پر وہ دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل : یہ معطوف علیہ کے اول میں آتا ہے حالانکہ حرف عطف معطوف سے پہلے نہیں آیا کرتے درمیان میں آتے ہیں۔

دوسری دلیل : اما سے پہلے واو عاطفہ موجود ہوتی ہے جو کہ حروف عاطفہ میں سے اصل ہے لہٰذا وہی واو عاطفہ ہوگی اما نہیں ہوگا تو یہ دونوں اما عطف کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

قولہ : وَاَمْ علیٰ قسمَیْنِ متّصلَۃٌ وھی مایُسالُ بھا عَنْ تَعْیِیْنِ احد الامرینِ والسائِلُ بھا یعلم ثبوت احدِ ھما مُبھمًا بخلافِ اَوْ اِمَّا فانّ السَّائِلَ بھما لایعَلم ثبوت احدِھما اَصْلًا

ترجمہ : اور ام دو قسم پر ہے ایک متصلہ اور وہ وہ ہے کہ سوال کیا جائے ساتھ اس کے دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین کا اور سوال کرنے والا ساتھ اس کے جانتا ہے ثابت ہونا ایک چیز کا ان دو میں سے بخلاف او اور اما کے پس تحقیق سوال کرنے والا ساتھ ان دونوں کے نہیں جانتا ثابت ہونا کسی ایک چیز کا بالکل۔

تشریح : مصنفؒ حروف عطف میں سے ام کی تحقیق بیان فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ان تینوں حروف عاطفہ ام اور اما اور او کے درمیان فرق بھی بتا رہے ہیں اس لئے کہ ام کی دو قسمیں ہیں ① متصلہ ② منقطعہ۔

ام متصلہ کی تعریف : ام متصلہ وہ ہے جس کے ذریعے دو امروں میں سے کسی ایک کی تعیین کے بارے سوال کیا جاتا ہے اور متکلم اور سائل اس بات کو جانتا ہے کہ ان دونوں امروں میں سے کوئی ایک لاعلی التعیین ضرور ثابت ہے لیکن یاد رکھیں او اور اما کے ذریعے سوال کرنے والا قطعاً نہیں جانتا کہ ان امروں میں سے کوئی ایک ثابت ہے نہ تو علی التعیین جانتا ہے اور نہ بطریق ابہام جانتا ہے۔

ام اور اما اور او کے درمیان فرق کا خلاصہ یہ ہوا کہ ام کے ذریعے تعیین کا سوال ہوتا ہے ثبوت کا علم پہلے سے ہوتا ہے جبکہ او اور اما کے ذریعے ثبوت کا سوال ہوتا ہے جیسے ازید عندك عمرو ، ام متکلم سے مقصود یہ ہے کہ زید اور عمرو میں سے کوئی ایک مخاطب کے پاس موجود ہے تعیین کا علم نہیں مخاطب سے تعیین کرانا چاہتا ہے لیکن جب یہ کہا جائے گا کہ ازید عندك او عمرو یا اما لایا جائے او اما زید عندك و اما عمرو اس میں متکلم یہ نہیں جانتا کہ زید اور عمرو میں سے کوئی ایک موجود ہے یا نہیں، بلکہ اسی کے بارے میں سوال کر رہا ہے مخاطب سے کہ آپ بتائیے ان میں سے کوئی ایک موجود ہے یا نہیں تو ان کے ذریعے ثبوت اور وجود کا سوال کیا جاتا ہے نہ کہ تعیین کا۔

قولہ : وتُسْتَعملُ بثلٰثۃِ شَرائِطَ الاولُ اَنْ یقعَ قبلَھا ھمزۃٌ نحو ازیدٌ عِنْدَكَ ام عَمْرٌو والثانی اَنْ یَلِیَھا لفظٌ مثلُ مایَلی الھمزۃَ اعنِی اِنْ کانَ بعدَ الھمزۃ اسمٌ فکذٰلك بعد اَمْ کمامرّ وان کانَ بعد الھمزۃِ فِعْلٌ فکذٰلِكَ بعدَھَا نحو اقام زیدٌ ام قَعَدَ فلایُقالُ ارأیتَ زیدًا ام عَمرًا

ترجمہ : اور استعمال کیا جاتا ہے ام تین شرائط کے ساتھ اول یہ کہ واقع ہو اس سے پہلے ہمزہ جیسے ازید عندك ام عمرو دوسری

شرط: کہ ام متصلہ کے بعد وہ لفظ واقع ہو جو اس لفظ کی مثل ہو جو ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہوا ہے یعنی اگر ہو بعد ہمزہ کے اسم پس اسی طرح ام کے بعد بھی اسم ہو جیسا کہ گذر چکا ہے اور اگر ہو بعد ہمزہ کے فعل اسی طرح ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے اقـام زید ام قعد پس نہیں کہا ارأیت زیدًا ام عمرًوا۔

تشریح: مصنفؒ ام متصلہ کے استعمال کے لئے تین شرطیں ذکر کر رہے ہیں۔

پہلی شرط: کہ ام متصلہ سے پہلے ہمزہ استفہام ہو اور ہمزہ استفہام میں تعمیم ہے خواہ وہ لفظوں میں ہو یا مقدر ہو۔

دوسری شرط: ام متصلہ کے بعد اس طرح کا لفظ ہمزہ استفہام کے بعد ہو یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہو تو ام کے بعد بھی اسم ہو جیسا کہ گذشتہ مثال میں اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہے تو ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے قامَ زید ام قعد لہٰذا اریت زیداً ام عمرو یہ کہنا غلط ہوگا کیونکہ ہمزہ استفہام کے بعد فعل ہے اور ام کے بعد اسم۔

قولــه: والثالثُ اَن یکونُ احَدُ الامرین المستویین محققًا وانما یکونُ الاستفهام عن التعیین فِلِذٰلکَ یجبُ اَنْ یَــکونَ جوابُ اَمْ بالتعیین دُوْنَ نَعم اولا فاذا قیلَ ازیدٌ عِنْدَکَ ام عمرٌو فجوابه بتعیین احدهما اما اذا سُئِلَ باَوْ واِمَّا فجوابه نعَم اولا۔

ترجمہ: اور تیسری شرط یہ ہے کہ امرین متساویین میں سے کوئی ایک محقق و ثابت ہو اور سوا اس کے ہو استفہام تعیین کے لئے پس اس لئے واجب ہے کہ ام کا جواب تعیین کے ساتھ ہو نہ کہ نعم یالا کے ساتھ پس جب کہا جائے ازید عندك ام عمرو پس اس کا جواب ان دونوں میں سے ایک کی تعیین ہے اور جب سوال کیا جائے گا ساتھ او اور اما کے پس اس کا جواب نعم یالا ہوگا۔

تشریح: **تیسری شرط**: کہ متکلم کے نزدیک دونوں امروں میں سے کوئی ایک یقینی طور پر ثابت ہو اور سوال فقط تعیین کا ہو نہ کہ ثبوت کا جیسا کہ گذشتہ مثال میں۔

فائدہ: چونکہ ام کے ذریعے تعیین کا سوال ہوتا ہے ثبوت کا سوال نہیں ہوتا اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ام کا جواب نعم کے ساتھ دینا غلط ہوگا لہٰذا ازید ام عندك عمرو کا جواب زید عندنا یا عمرو عندنا ہوگا لیکن او اور امّا کے ذریعے چونکہ سوال کا ثبوت ہوتا ہے اس لئے ان کے جواب میں ام اور لا کہا جا سکتا ہے جیسے کوئی کہے اجاء زید او عمرو یا اجاء زید اما عمرو جواب میں کہا جائے لا یا کہا جائے گا نعم تو درست ہوگا۔

قولــه: ومـنـقطعةٌ وهیَ ما تکونُ بمعنیٰ بل مع الهمزةِ کمارأیت شبحًا مِنْ بعید قلتَ اِنَّها لَاِبلٌ علیٰ سَبِیْلِ القَطْعِ ثم حَصَل لکَ شكٌّ انها شاةٌ فقُلتَ ام هی شاةٌ تقصُد الاعراضَ عَنِ الاخبار الاول والاستیناف بسُؤَالٍ اخرَ معناه بل هی شاةٌ

ترجمہ : دوسری قسم ام منقطعہ ہے اور وہ وہ ہے کہ ہو ام بمعنی بل سمیت ہمزہ کے جیسا کہ تو نے دیکھا شبح صورت کو دور سے تو یقین کر کے کہا انھا لا بل پھر آپ کو شک ہوا کہ بکری ہے پس کہا تو نے ام ھی شاۃ تو آپ نے ارادہ کیا پہلی خبر سے اعراض کا اور دوسرے سوال کی ابتداء کا اس کا معنی ہے بل ھی شاۃ۔

تشریح : ام کی دوسری قسم ام منقطعہ ہے۔

ام منقطعہ کی تعریف : ام منقطعہ وہ ہے جو بمعنی بل اور ہمزہ کے ہو اور یہ ام منقطعہ جہاں ہوگا وہاں پر پہلی کلام سے اعراض ہوگا اور دوسری کلام میں ام کے بعد ہوگا جیسے انھا لا بل ام ھی شاۃ جب دور سے کوئی صورت دیکھی تو یقین کر لیا کہ متکلم نے کہا انھا لا بل تحقیق پکی بات ہے کہ وہ اونٹ ہے۔ پھر جس وقت وہ صورت قریب ہوئی تم نے پھر دیکھا تو کہا ام ھی شاۃ کہ شک ہوا وہ اونٹ نہیں ہے بلکہ وہ بکری ہے تو پہلی کلام سے اعراض اور دوسری کلام میں سوال اور شرط ہے تو ام ھی شاۃ کا معنی ہوگا بل ھی شاۃ بلکہ وہ بکری ہے۔

سوال : اس کلام میں عطف اور انشاء کا اخبار پر لازم آتا ہے جو بالاتفاق ناجائز ہے؟

جواب : انشاء کا اخبار پر عطف کا ناجائز ہونا مطلقاً نہیں بلکہ اگر دونوں قصہ کی تاویل میں ہوں تو عطف جائز ہوتا ہے اور یاد رکھیں مقام اضراب میں اکثر ایسے ہی ہوتا ہے۔

فائدہ : ام منقطعہ اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ پہلی کلام سے اعراض ہوتا ہے اور دوسری کلام میں شک ہوتا ہے اور سوال ہوتا ہے لیکن کبھی ام صرف اضراب کے لئے آتا ہے جس وقت ام کا مابعد امر یقینی ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے **اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ** اور اسی طرح جب ام کا مابعد استفہام پر مشتمل ہو جیسے **اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ** یہاں دونوں مقام پر ام اضراب کے لئے ہے استفہام کا کچھ معنی نہیں۔

قولــه : واعلـم اَنَّ اَمِ الـمنقطعةِ لاتُستَعْمَلُ اِلَّا فى الخبر كما مَرَّ وفى الاستفهامِ نحواعندك زيدٌ ام عمرٌو سالتَ اولًا عَنْ حُصُوْلِ زيد ثم اَضربتَ عن السُّؤَالِ الاولِ واخذتَ فى السؤالِ عن حُصُولِ عمرٍو

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق ام منقطعہ نہیں استعمال کیا جاتا مگر خبر میں جیسا کہ گزر چکا ہے اور استفہام میں جیسے اعندك زيد ام عمرو اور سوال کیا تو نے پہلے زید کے متعلق پھر اعراض کیا پہلے سوال سے اور سوال کیا عمرو کے متعلق۔

تشریح : مصنفؒ فائدہ بیان کر رہے ہیں کہ ام منقطعہ کے استعمال کی صرف دو صورتیں ہیں

① یہ خبر کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے گذشتہ مثال میں۔

② یہ استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے ازید عندك ام عمرو اس میں اولاً ذات زید کے بارے میں سوال کیا گیا ہے پھر پہلے

سوال سے اعراض کر کے عمرو کے موجود ہونے کے بارے میں سوال شروع کر دیا گیا ہے۔

قولہ : ولا وبل ولٰکِن جمیعُھا لثُبُوتِ الحُکمِ لَاحَدالاَمرین مُعیناً امّا لا فلنفی ماوَجَبَ لِلاَولِ عَنِ الثانی نحو جاء نی زید لاعَمرٌو

ترجمہ : اور لا اور بل اور لٰکن یہ تمام حروف دو چیزوں میں سے کسی ایک معین چیز کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتے ہیں لیکن حرف لا پس واسطے نفی اس چیز کے لئے ہے جو اول کے لئے ثابت ہے جیسے جاء نی زید لاعمرو۔

تشریح : حروف عطف میں سے لا اور بل اور لٰکن ان تینوں حروف کی تفصیل بتائی جارہی ہے جس کے ذریعے فرق بھی ہو جائے گا ان تینوں میں سے ایک حرف عطف لا ہے اور یہ لا عاطفہ ثانی سے نفی کے لئے آتا ہے جو اول کے لئے ثابت ہے یعنی معطوف سے اس حکم کی نفی کرتا ہے جو معطوف علیہ کے لئے جاری کر چکا ہے یعنی میرے پاس زید آیا نہ عمرو اس میں مجیئت والا حکم معین طور پر صرف معطوف کے لئے ثابت ہے نہ کہ عمرو کے لئے۔

فائدہ : لا حرف عطف صرف کلام موجب میں آتا ہے لہٰذا ما جاء نی زید ولا عمرو کہنا ناجائز ہے۔

فائدہ : حرف لا کے ساتھ عامل کا ظاہر کرنا بہتر اور مستحسن نہیں ہے لہٰذا جاء زید ولا جاء عمرو کہنا درست نہ ہوگا۔

فائدہ : لا کے ذریعے اسم پر تو عطف ہوسکتا ہے لیکن فعل مضارع پر عطف ہونا نادر ہے۔

فائدہ : اگر لا کلمہ غیر کے بعد آجائے تو تاکید نفی کے لئے ہوتا ہے نہ کہ عطف کے لئے جیسے کہ باری تعالی کا فرمان ہے غَیرِ الْمَغضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

قولہ : وبَلْ للاضراب عن الاول والاثباتِ للثانی نحو جاءَنِی زیدٌ بَل عمرٌو مَعْنَاہُ بل جاءَنِی عمرٌو ومَا جَاءَ بکرٌ بل خالدٌ معناہ بَلْ ما جَاءَ خالد

ترجمہ : اور حرف بل اول سے اعراض اور ثانی کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے جیسے جاء نی زید بل عمرو اور معنی اس کا یہ ہے بل جاء نی عمرو منفی کی مثال: ماجاء بکر بل خالد اس کا معنی ہے بل جاء خالد۔

تشریح : ان حروف عاطفہ میں سے بل پہلے سے اعراض کر کے دوسرے کے لئے ثابت کرنے کے لئے آتا ہے یعنی معطوف علیہ سے حکم کو پھیر کر معطوف کے لئے حکم کو ثابت کرتا ہے خواہ کلام مثبت ہو یا کلام منفی ہو اور معطوف علیہ مسکوط عنہ کے حکم میں ہے یعنی اس کے لئے نہ تو حکم کا ثبوت ہوتا ہے نہ حکم کی نفی جیسے جاء نی زید بل عمرو میرے پاس زید آیا اس سے اعراض کر کے کہا نہیں بلکہ عمرو آیا ہے اور کلام منفی کی مثال ما جاء بکر بل خالد بکر نہیں آیا بلکہ خالد نہیں آیا۔

قولہ : ولٰکن لِلاستدراکِ ویلزمُھا النفی قبلھا نحو ماجآء نی زیدٌ لٰکِن عمرٌو جاء او بعدھا نحو قامَ بکرٌ

لکن خالدٌ لم یقُمْ

ترجمہ : اورلکن استدراک کے لئے آتا ہےاورلازم ہےاس کونفی اس سے پہلے جیسے ماجاء نی زید لکن عمرو جاء یااس کے بعدجیسے قام بکر لکن خالد لم یقم ۔

تشریح : ان تین حروف عاطفہ میں سے ایک حرف عاطفہ لکن ہے یہ استدراک کے لئے آتا ہےاستدراک کامعنی کہ وہم سابق کو دفع کرنا جیسے ما قام زید لکن عمرو جاء اور لکن کونفی لازم ہےاور یہ لکن بغیرنفی کے مستعمل نہیں ہوتا کیونکہ یہ لکن معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان معناً مغایرت کے لئے آتا ہےلہٰذا اگر لکن کے ذریعے مفرد پرعطف کرنا ہوتونفی کو پہلے لانا ضروری ہےاور معطوف کے لئے اس حکم کوثابت کرنے کے لئے لکن لایا جاتا ہےاوروہ حکم معطوف سے ہوگا جیسے ما قام زید لکن عمرو یعنی لکن عمرو قام زیدنہیں کھڑاہوالیکن زید کھڑاہواہےاوراگر جملے کا جملے پرعطف کرنا ہےتو اسوقت اس سے قبل یااس کے بعدنفی کاہونا ضروری ہےاور یہ نفی کے بعداپنے مابعد کے اثبات کے لئے جیسے ما جاء نی زید لکن عمرو جاء زیدمیرے پاس نہیں آیالیکن عمرومیرے پاس آیاہےاوراثبات کے بعداپنے مابعدکی نفی کے لئے آتا ہےجیسے قام بکر لکن حائضا لکم ۔

بحث حروف تنبیہ

فصل : حروف التنبیہ ثلٰثۃٌ اَلَا واَمَا وھَا وُضِعَتْ لتنبیہِ المخاطبِ لِئَلَّا یفوتَہٗ شیءٌ من الکلام فاَلَا واَمَا لایَدخُلَانِ الاعلَی الجملۃِ اسمیۃً کانَتْ نحو قولہٖ تعالیٰ اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وقولِ الشاعر شعر ۔

اَمَا والذی اَبْکیٰ واضحکَ والذِیْ   اَمات واَحْییٰ والذی امرُہٗ الامرُ ۔

اوفعلیۃً نحو اما لاتفعل واَلَا لَا تضربُ

ترجمہ : حروف تنبیہ تین ہیں الا اور اما اور ھا وضع کیے گئے ہیں واسطے تنبیہ مخاطب کے تاکہ نہ فوت ہوکلام کاکوئی حصہ۔ پس الا اوراما نہیں داخل ہوتے مگر جملہ پراسمیہ ہوجیسے اللہ تعالیٰ کافرمان الا......الخ اورشاعر کاقول:اما والذی ......الخ یافعلیہ جیسے اما لا تفعل واَلاتضرب ۔

تشریح : حروف تنبیہ تین ہیں متنبہ کامعنی ہوتا ہےتنبیہ کرنا آگاہ کرنااورخبردارکرنا تاکہ کلام کا کچھ حصہ بھی اس مخاطب سے فوت نہ ہوجائے۔

ان حروف تنبیہ میں سے الا اور اما یہ دونوں فقط جملہ پرداخل ہوتے ہیں خواہ جملہ اسمیہ ہویاجملہ فعلیہ، جملہ اسمیہ جیسے باری تعالیٰ کافرمان ہے اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ اورجملہ فعلیہ جیسے اما لا تفعل الا ترجعون ۔

سوال : یہ دوحرف تنبیہ الا اور اما جملے پر داخل ہوتے ہیں مفرد پر کیوں نہیں داخل ہوتے؟

جواب : یہ دوحروف وضع کئے گئے ہیں مضمون جملہ کی تاکید کے لئے اسی لئے یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں مفرد پر داخل نہیں ہوتے۔

فائدہ : اما میں چند لغتیں ہیں ① ہمزہ کو ہا سے بدل کر هما پڑھنا ② ہمزہ کو عین سے بدل کو عما پڑھنا ③ هما کے الف کو گرا کر هم پڑھنا ④ عما کے الف کو گرا کر عم پڑھنا ⑤ اما کے الف کو گرا کر ام پڑھنا۔

قوله : والثالثُ هَا تدخلُ علَى الجملة الاسمية نحو هَا زيدٌ قائمٌ والمفردِ نحو هٰذا وهٰؤلاءِ

ترجمہ : اور تیسرا حرف تنبیہ کلمہ ها ہے اور وہ داخل ہوتا ہے جملہ اسمیہ مثل ها زیدقائم اور مفرد پر جیسے هذا وهؤلاء۔

تشریح : تیسرا حرف حروف عطف تنبیہ میں سے ها ہے یہ جملہ پر داخل ہوتا ہے خواہ اسمیہ ہو جیسے ها زید قائم یا جملہ فعلیہ جیسے ها افعل اور مفرد پر داخل ہوتا ہے جیسے هذا هولاء۔

فائدہ : مصنفؒ کی عبارت یہ بتاتی ہے کہ یہ ها مفردات پر داخل ہوتا ہے حالانکہ یہ ها تمام مفردات میں سے صرف اسم اشارہ پر ہی داخل ہوتا ہے۔

سوال : ها تنبیہ اسم اشارہ داخل کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب : تاکہ مخاطب اشارہ سے غافل نہ ہو جائے کیونکہ اسم اشارہ کے معانی اشارہ ہی کے ساتھ متعین ہوتے ہیں اسی وجہ سے اسم اشارہ پر بھی تنبیہ کی ضرورت تھی اس لئے ها تنبیہ کو داخل کیا گیا ہے۔

فائدہ : کبھی ها تنبیہ اور اسم اشارہ کے درمیان فاصلہ لایا جاتا ہے یہ فاصلہ قسم کا ہوتا ہے جیسے ها اللہ اور حرف قسم محذوف ہوتا ہے یا ضمیر مرفوع متصل کا فاصلہ ہوتا ہے جیسے ها انتم اولاء۔

بحث حروف نداء

فصل : حُروفُ النِداءِ خمسةٌ يا وايا وهيا وأَيْ والهمزةُ المفتوحةُ فاى والهمزة للقريب وايا وهَيَا للبَعِيْدِ ويَا لهُمَا وللمتوسِّطِ وقد مرّ احكام المنادىٰ

ترجمہ : حروف نداء پانچ ہیں یا اور ایا اور هیا اور ای اور ہمزہ مفتوحہ پس ای اور ہمزہ مفتوحہ نداء قریب کے لئے اور هیا نداء بعید کے لئے اور یا نداء قریب وبعید اور متوسط کے لئے اور منادی کے احکام گذرے چکے ہیں۔

تشریح : اس فصل میں مصنفؒ حروف نداء کی بحث ذکر کر رہے ہیں

نـداء کا معنی ہے آواز دینا یہ مصدر ہے باب مفاعلہ کا اوراس کی تعریف ماقبل میں گذر چکی ہے مفعول بہ کی بحث میں، حروف نداء پانچ ہیں ① یا ② ایا ③ ھیا ④ ای ⑤ ھمزہ مفتوحہ ۔ ان پانچ میں سے ایا اور ھیا ندائے بعید کے لئے اور ای اور ہمزہ مفتوحہ ندائے قریب کے لئے ہیں اور یا عام ہے ندائے قریب ندائے بعید اور ندائے متوسط سب کے لئے۔

سوال : اس کی علت اور وجہ کیا ہے؟

جواب : بعید کو آواز دینے کے لئے آواز کو لمبا کرنے کی ضرورت تھی اوران حروف نداء میں سے ایا اور ھیا کے اندر حروف کی زیادتی موجود تھی اور مد بھی تھی اس لئے ایا اور ھیا کو ندائے بعید کے ساتھ خاص کر دیا اور ای اور ھـمـزہ مفتوحہ میں حروف کی زیادتی نہیں تھی اور مد بھی نہیں تھی اسی وجہ سے ان دونوں کو ندائے قریب کے لئے خاص کر دیا البتہ ہمزہ اقرب کے لئے اور ای قریب کے لئے ہے اور باقی رہ گیا یـا اسمیں اگر چہ حرف کی زیادتی نہیں ہے لیکن مد ہے اسی وجہ سے یہ عام ہے ندائے قریب، بعید، متوسط سب کیلئے۔

فائدہ : جس طرح یـا حرف نداء معنی کے اعتبار سے عام ہے اسی طرح استعمال کے اعتبار سے بھی عام ہے یعنی حروف نداء میں سے یا کے لئے چند خصوصیات ہیں۔

پہلی خصوصیت : کہ حروف نداء میں سے فقط یا ہی حذف ہوسکتی ہے اور کوئی حرف نداء محذوف نہیں ہوسکتا۔

دوسری خصوصیت : کہ یا نداء میں بھی آتی ہے اور ندبہ مندوب میں بھی آتی ہے اوراس طرح استغاثہ میں بھی یہی یا آتی ہے اور حرف نداء کا استعمال نہیں ہوسکتا۔

تیسری خصوصیت : کہ لفظ اللہ پر حروف نداء میں سے یـا ہی داخل ہوسکتی ہے اس طرح ای ایۃ اس پر صرف یـا ہی داخل ہو سکتی ہے اور حرف حروف نداء میں سے داخل نہیں ہوسکتا۔

فـصـل : حـروف الایـجـاب ستةٌ نـعـم و بلیٰ واجَل وجَیْر وإنَّ وإی اما نعم فلتَقْرِیْر کلامٍ سابقٍ مُثْبَتًا کانَ اومَنْفِیًّا نحو اجاء زیدٌ قلتَ نعم واَمَا جاء زیدٌ قلتَ نعم

ترجمہ : حروف ایجاب چھ ہیں نعم ......الخ لیکن نعم پس واسطے ثابت کرنے کلام سابق کے خواہ وہ کلام مثبت ہو یا منفی جیسے جاء ...... الخ ۔

تشریح : اس فصل میں مصنفؒ حروف ایجاب کی بحث ذکر کر رہے ہیں ایجاب کا معنی ہے جواب دینا اور ثابت کرنا۔

وجہ تسمیہ : یہ حروف چونکہ جواب دینے کے لئے اور تصدیق کے لئے اوراسی طرح اثبات اور تحقیق کے لئے وضع کئے گئے ہیں اسی وجہ سے ان کو حروف ایجاب کہتے ہیں اور حروف تصدیق بھی کہا جا تا ہے۔

یادرکھیں! یہاں پرایجاب نفی کے مقابلے میں نہیں بلکہ یہاں پرایجاب سے مراد ہے جواب دینا خواہ نفی کے ساتھ ہو یا اثبات کے ساتھ۔

حروف ایجاب میں سے پہلا حرف نعم ہے یہ کلام سابق کی تثبیت اور تقریر کے لئے آتا ہے اگر کلام سابق مثبت ہے تو مثبت کی تقریر اور اثبات کے لئے آتا ہے جیسے کوئی شخص کہے اقام زید اس کے جواب میں کہا جائے نعم تو مطلب یہ ہوگا نعم قام زید اور اگر پہلی کلام منفی ہے تو یہ منفی کو ثابت کرے گا جیسا کہ کسی نے کہا ما جاء زید اس کے جواب میں کہا جائے نعم تو مطلب یہی ہوگا کہ زید کے لئے آنا ثابت نہیں۔

قولہ : وبلیٰ تختصُّ بایجاب مَا نُفِیَ استِفهامًا کقولهٖ تعالیٰ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی او خبرًا کمایُقَالُ لَمْ یقُمْ زیدٌ قلتَ بلیٰ اَی قد قَامَ

ترجمہ : اور بلی خاص کیا گیا ہے ساتھ ثابت کرنے اس چیز کے جس کی نفی کی گئی ہو باعتبار استفہام کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی یا باعتبار کے جیسے لم یقم ......الخ۔

تشریح : حروف ایجاب میں سے دوسرا بلی ہے یہ اس کام کے اثبات کے لئے آتا ہے جس کی پہلے نفی ہو چکی ہے یعنی یہ کلام منفی کے بعد آتا ہے اور اس کی نفی کو توڑ کر مثبت بنا دیتا ہے خواہ وہ نفی استفہام سے ہو جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ہے الست بربکم قالو بلی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انہوں نے جواب دیا ہاں آپ ہمارے رب ہیں خواہ خبر سے ہو جیسے لم یقم زید کے جواب میں کہا جائے بلی تو معنی یہ ہوگا بلی قام زید۔

قولہ : وإیْ للا ثباتِ بَعْدَ الاستفهامِ ویلزمُهَا القَسَمُ کمااذاقیلَ هَل کان کذا قلتَ اِیْ واللّٰهِ قولہ : واَجَلْ وجَیْرِ وإنَّ لتصدِیْقِ الخبر کما اذا قیل جَاءَ زیدٌ قلتَ اَجَلْ اوجَیْرِ او انَّ ای اُصدِّقُكَ فی هٰذاالخبرِ

ترجمہ : اور ای واسطے اثبات کے بعد استفہام کے اور لازم ہے اس کو قسم جیسے جب کہا جائے ھل کان کذا تو آپ جواب میں کہیں ای واللہ۔

تشریح : حروف ایجاب میں سے تیسرا حرف ای ہے یہ حرف ایجاب استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے جس کے بعد قسم کا ہونا لازمی ہے البتہ فعل قسم مذکور نہیں ہوگا جیسے کہا جائے ھل کان کذا یہ ایسا تھا اس کے جواب میں کہا جائے ای واللہ ہاں اللہ کی قسم یہ ایسا تھا۔

ضابطہ : اس کا مقسم صرف تین چیزیں ہیں۔ لفظ رب اور لفظ اللہ اور لفظ عمرو جیسے ای واللہ اس طرح ای و ربی اور اسی طرح ای و لعمری۔

حروف ایجاب میں سے اجل اور جیر اور ان یہ تینوں کلمے خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں عام ازیں خبر مثبت ہو یا منفی ہو جیسے جاء زید کے جواب میں اجل اور جیر اور ان کہا جائے معنی یہ ہوگا اصدقك فی هذا لخبر میں تیری اس خبر کی تصدیق کرتا ہوں البتہ یاد رکھیں ان کا اس باب میں استعمال ہونا قلیل ہے۔

فائدہ : کبھی ان تصدیق دعا کے لئے بھی آتا ہے جیسے عبداللہ ابن زبیرؓ کے پاس ایک اعرابی آیا اور اس نے ایک چیز کا سوال کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو وہ چیز نہ دی تو اعرابی نے کہا لعن اللّٰه ناقة حملتنى اليك اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا ان و راکبها یعنی اللہ اونٹنی پر بھی لعنت کرے اور اس کے راکب پر بھی۔

بحث حروف زیادۃ

فصل : حروفُ الزِّيادة سَبعَةٌ اِنْ واَنْ وما ولا ومِنْ والباء واللام فان تُزَادُ مع ماالنافيةِ نحو مااِنْ زيدٌ قائم ومعَ ماالمصدرِيّةِ نحو انتظِرْ مااِنْ يجلسُ الاميرُ ومع لمَّا اَنْ جلستَ جلستُ

ترجمہ : حروف زیادت سات ہیں ان ......الخ ۔

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں حروف زیادۃ بیان کر رہے ہیں کہ حروف زیادۃ سات ہیں ① ان ② ان ③ ما ④ لا ⑤ من ⑥ باء ⑦ لام حروف زیادۃ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو کلام سے حذف کر دیا جائے تو اصل معنی میں کوئی خلل اور خرابی لازم نہ آئے۔

فائدہ : ان حروف کے زائدہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہمیشہ زائدہ ہوتے ہیں بلکہ جب متکلم ان کو کلام میں زائد لانا چاہے تو یہ زائدہ ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

فائدہ : زائدہ ہونے کا مطلب یہ قطعاً نہیں کہ یہ بے فائدہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ جہاں پر بھی آئیں کوئی نہ کوئی فائدہ ان کا لفظی یا معنوی ضرور ہوتا ہے۔

فائدہ معنوی : مثلاً تاکید ہے ۔

فائدہ لفظی : لفظ کی فصاحت ہے اس طرح تزیین کلام کے لئے اور وزن شعر کی استقامت میں اسی طرح سجع بندی میں یہ فوائد ان حروف میں ہوتے ہیں۔

فان تزاد مع ما النافيه ...... حروف زیادۃ میں سے ان چند مقام پر زائدہ ہوتا ہے۔

پہلا مقام : ما نافیہ کے بعد جیسے ما ان زید قائم اور حضرت حسانؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر ہے

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی — و لکن مدحت مقالتی بمحمّد

فائدہ : بعض نحاۃ کہتے ہیں کہ ان مــا نافیہ پر اس لئے داخل کیا جاتا ہے تا کہ تاکید نفی کا فائدہ حاصل ہو جائے لیکن یہ بات درست نہیں اس لئے کہ نحاۃ کے نزدیک دو حرف اصلی کا انتخاب ایک معنی کے لئے مکروہ ہوتا ہے اسی وجہ سے تو ان لـزید قائم کہنا غلط ہے اس طرح الر حل وغیرہ کہنا جائز نہیں۔

قولـــه : وَاَنْ تُـزادُ مَعَ لَمَّا کقولہٖ تعالیٰ فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ وبینَ لو والقَسمِ المتقدم عَلَیها واللّٰہِ اَنْ لوقُمْتَ قُمتُ ومَا تُزادُ مَعَ اذا و مَتٰی واَیٍّ واَنّٰی واَیْنَ واِنْ شرطیاتٍ کماتقولُ اذا ماصُمْتَ صمتُ وکذا البواقی

ترجمہ : اور کلمہ اَن زائدہ ہوتا ہے لما کے ساتھ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اور اس قسم کے درمیان جولو پر مقدم ہو جیسے واللّٰہِ اَنْ قمتَ قمتُ اور کلمہ ما زائدہ ہوتا ہے ساتھ اذا ،ای ، انی ،این کے اور اِنْ کے ساتھ جب کہ یہ شرطیہ ہوں جیسے اذا صمتَ صمت اور اسی طرح باقی ہیں۔

تشریح : دوسرا مقام : ان کے زائدہ ہونے کا کہ ما مصدریہ کے ساتھ بھی زائدہ ہوتا ہے جیسے انتظر مـا ان یحلس الامیر بمعنی انتظر مدۃ حلوس الامیر تو امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔

فائدہ : ان ما اسمیہ کے ساتھ بھی زائدہ آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَقَدْ مَکَّنّٰھُمْ فِیْمَا اِنْ مَّکَّنّٰکُمْ فِیْهِ اور الا تنبیہ کے ساتھ بھی زائدہ جیسے الاان قام زید ۔

تیسرا مقام : جہاں پر ان زائدہ ہوتا ہے کہ لما کے بعد ان زائدہ ہوتا ہے جیسے لمّا ان جلست جلست کہ جسوقت تک تو بیٹھا ہے میں بیٹھا ہوں یاد رکھیں اس لمّا کو لمّا حینیہ کہا جاتا ہے۔

و ان تزاد مع لما ...... حروف زائدہ میں سے دوسرا حرف ان ہے یہ چند مقام پر زائدہ ہوتا ہے

پہلا مقام : لما حینیہ کے ساتھ زائدہ آتا ہے جیسے فلما ان جاء البشیر ۔

فائدہ : لما حینیہ کے بعد ان مفتوحہ کا زائدہ ہونا کثیر ہے اور ان مکسورہ کا زائدہ ہونا قلیل ہے۔

ان کے زائدہ ہونے کا دوسرا مقام کہ قسم اور لو کے درمیان بھی ان زائدہ آتا ہے جبکہ قسم مقدم ہو جیسے واللہ ان لو قمت قمت۔

فائدہ : حروف زائدہ میں سے تیسرا حرف مــا زائدہ کا بیان ہے کہ مــا زائدہ چند کلمات کے بعد آتی ہے ① اذا کے بعد ② متیٰ کے بعد ③ ای کے بعد ④ انی کے بعد ⑤ این کے بعد ⑥ ان شرطیہ کے بعد بشرطیکہ یہ اسمائے جازمہ ہوں، کلمات

شرطیہ ہوں ورنہ ما زائدہ نہیں ہوگا جیسے اذا ما صمت صمت بمعنی اذا صمت صمت اسی طرح باقی کی امثلہ قرآن مجید میں ہیں ایا ما تدعو فله الاسماء الحسنیٰ اور باری تعالیٰ کا فرمان ہے اما تزھبنّ، اما ترینّ۔

فائدہ : اما کے فعل میں نون تاکید کا لانا ضروری ہوتا ہے کیونکہ جب حرف سے تاکید مقصود ہے تو فعل اور تاکید لانا بالکل نہیں لہٰذا بغیر نون تاکید کے فعل کا اما کے ساتھ آنا قلیل ہے۔

قولــه : وبعد حرُوفِ الجر نحو قولہٖ تعالیٰ فَبِمَارَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وعَمَّاقَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَادِمِيْنَ ومِمَّا خَطِيْئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا وزيدٌ صِدِّيقي كما اَنَّ عَمرًا اَخِي

ترجمہ : اور کلمہ ما زائدہ ہوتا ہے بعض حروف جر کے بعد جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان: فبما رحمة من اللّٰہ وغیرہ۔

تشریح : ما چند حروف جارہ کے بعد بھی زائدہ ہوتی ہے جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے فبما رحمةٍ من الله اور عما قليل اور مما خطيئتهم اغرقو فا دخلو ناراً۔

فائدہ : جیسے بعض حروف جارہ کے بعد ما زائدہ آتی ہے اسی طرح کبھی کبھی مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان بھی ما زائدہ آتی ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے مثل ما ان كم تنطقون اسمیں مثل کے بعد ما زائدہ ہے۔

قولــه : ولاتُزَادُ مَعَ الواوِ بَعْدَ النَّفِيْ نحو ماجاءَنِيْ زيدٌ ولاعمرٌو وبعدَ اَنِ الْمَصْدرِيَّةِ نحو قولہٖ تعالیٰ مَا مَنَعَكَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ وقبلَ القَسمِ كقَوْلِهٖ تعالیٰ لَا اُقْسِمُ بِهٰذَاالْبَلَدِ بمعنی اُقْسِمُ

ترجمہ : اور کلمہ لا اس واؤ عاطفہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو جیسے ماجاء نی زید ولاعمرو اور اَن مصدریہ کے بعد زائدہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مامنعك الا تسجد اور قسم سے پہلے زائدہ ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ فرمان ہے: لااقسم بھذا البلد یعنی اقسم۔

تشریح : مصنفؒ حروف زائدہ میں سے لا کو بیان کر رہے ہیں کہ کلمہ لا اس واو عاطفہ کے بعد زائدہ ہوتا ہے جو واو عاطفہ نفی کے بعد ہو عام ازیں لفظاً ہو جیسے لا يدخل الملئكة بيتًا فيه كلب ولا تصاوير یا معناً جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے غير المعضوب عليهم ولا الضالين اسمیں لا زائدہ ہے اور نفی لفظوں میں اگرچہ نہیں لیکن معنیٰ نفی لفظ غیر سے حاصل ہوتا ہے۔

و بعد ان المصدریہ۔ **دوسرا مقام :** لا زائدہ کا ان مصدریہ کے بعد لا زائدہ ہوتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے ما منعك ان لا تسجد اسمیں لا زائدہ ہے۔

و قبل القسم۔ **تیسرا مقام :** لا زائدہ کا لا زائدہ لفظ اقسم سے پہلے زائدہ ہوتا ہے جیسے لا اقسم بھذا البلد اسمیں لا زائدہ ہے۔

قولـه : واما مِنْ والباءُ واللامُ فقد مَرّ ذکرُها فی حُروفِ الجر فلانُعیدُھا

ترجمہ : اورلیکن من اورباء اورلام ان کا ذکرحروف جر میں گذر چکا ہے پس ہم ان کونہیں لوٹاتے۔

بحث حروف تفسیر

فـصل : حَرفَا التفسیر اَیْ واَنْ فاَیْ کقولہٖ تعالیٰ وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ ای اھلَ الْقَرْیَةِ کَاَنَّکَ تُفسّرُہٗ اھلَ الْقریۃِ واَنْ انما یُفَسّرُ بھا فعلٌ بمعنی القَول کقولہٖ تعالیٰ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ فَلَایُقَالُ قلتُ لَہٗ اَنِ اکتُبْ اذ ھو لفظُ القَول لامعناہُ

ترجمہ : تفسیر کے دوحرف ای اوران ہیں پس ای مثل اللہ تعالیٰ کے قول کے وَاسْئَلِ الْقَرْیَةَ ای اھلَ الْقَرْیَةِ گویا کہ آپ نے قریہ کی تفسیر کی اہل قریہ سے۔(دوسرا حرف تفسیر) اَنْ ہے تفسیر کی جاتی ہے ساتھ اس کے فعل کی جو بمعنی قول ہو مثل قول اللہ تعالیٰ کے وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ پس نہیں کہا جائے گا قلت له اَن اکتب جب وہ لفظ قول ہے نہ کہ اس کا معنی۔

تشریح : اس فصل میں مصنف ؒ حروف تفسیر کو بیان کررہے ہیں کہ حروف تفسیر دو ہیں ① ای ② ان۔

حروف تفسیر میں سے پہلا حرف ای ہے کلمہ ای ہر مبہم شیء کی تفصیل کے لئے آتا ہے خواہ وہ مبہم مفرد ہو یا جملہ ہو۔

مفرد کی مثال : جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے : واسئل القریہ ای اھل القریہ آپ بستی والوں سے سوال کریں یا وہ مبہم جملہ ہو جیسے کہا جاتا ہے قطع علیه رزقه ای مات کہ اس کا رزق بند ہو گیا یعنی وہ مرگیا۔

و ان انما یفسر بھا فعل بمعنی الیقین۔ حروف تفسیر میں سے دوسرا حرف ان ہے اور اس کلمہ ان کے ذریعے صرف اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو بمعنی قول ہو جیسے امر ہے اور نداء ہے اور کتابت وغیرہ اور یہ ان اکثر مفعول مقدر کی تفسیر کیا کرتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے و نادینه ان یا ابراھیم اسمیں ان تفسیر یہ ہے اور یہ فعل نداء بمعنی قول کے بعد ہے اور فعل مقدر کی تفسیر ہے عبارت یہ ہوگی نا دینه بلفظٍ ھو قولنا یا ابرھیم اور کبھی مفعول ظاہر کی تفسیر بھی کرتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے اذا وحینا الی امك ما یوحیٰ ان اقذ فیه اسمیں ان قذفیه ما یوحی کی تفسیر ہے جو اوحینا فعل کا مفعول ظاہر ہے۔

فائدہ : ای حرف تفسیر عام ہے اس سے مفرد اور جملے سب کی تفسیر کی جاتی ہے لیکن ان خاص ہے اس سے صرف فعل کی تفسیر کی جاتی ہے اور فعل میں سے صرف ایسے فعل کی جو بمعنی قول کے ہو لہٰذا وہ فعل جو لفظ قول ہے یا وہ فعل جو قول کے معنی میں نہیں ان کی تفسیر ان کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔

بحث حروف مصدریہ

فصل : حُروفُ المصدرِ ثلثۃٌ ما واَنْ واَنَّ فالاُولَیَان للجُملَۃ الفِعلِیَّۃِ کقولہٖ تعالیٰ وضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ای برُحْبِھَا وقول الشاعر شعر ۔ یَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَھَبَ اللَیَالِی وکانَ ذَھابُھُنَّ لَہٗ ذَھَابَا

ترجمہ : حروف مصدر تین ہیں مااوران اوراَنَّ پس پہلے دوواسطے جملہ فعلیہ کے لئے ہیں مثل اللہ تعالیٰ کا قول وضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ای برُحْبِھَا اورشاعر کا قول یسر ....الخ

تشریح : مصنفؒ اس فصل میں حروف مصدریہ کی بحث ذکر کررہے ہیں کہ حروف مصدر تین ہیں ① ما ② ان ③ ان یہ تینوں حروف مصدریہ اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کردیتے ہیں اسی وجہ سے ان کا نام حروف مصدریہ رکھا جاتا ہے۔

فـ لا ولیان للجملۃ الفعلیۃ...... حروف مصدریہ میں سے پہلے دو یعنی ما اوران یہ دونوں جملہ فعلیہ کے ساتھ خاص ہیں اور جملہ فعلیہ پرداخل ہوتے ہیں اوراس کومصدر کی تاویل میں کردیتے ہیں جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے وضاقت علیھم الارض بما رحبت اس میں ما مصدریہ ہے جس نے رحبت کومصدر کی تاویل میں کردیا ہے ای برحبھا کہ زمین باوجود کشادہ ہونے کے تنگ ہوگئی اور ان تفسیریہ کی مثال جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے فما کان جواب قومہ الا ان قالو اسمیں ان تفسیریہ ہے اسی طرح قالوا فعل کومصدر کی تاویل میں کردیا ای قولھم

قولـہ : واَنْ نحو قولہٖ تعالیٰ فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا ای قولھم واَنَّ للجُملۃ الاسمیۃ نحو علمتُ اَنَّکَ قائمٌ ای قیامَکَ

ترجمہ : اوراَنْ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا ای قولھم اوراَنَّ واسطے جملہ اسمیہ کے ہے: جیسے علمتُ اَنَّکَ قائمٌ ای قیامَکَ ۔

تشریح : حروف مصدریہ میں سے تیسرا حرف ان یہ جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہے اوراس کومصدر اور مفرد کی تاویل میں کردیتا ہے جیسے علمت انک قائم اسمیں ان حرف مصدریہ ہے اس نے جملہ کومصدر کی تاویل میں کردیا علمت قیامك ۔

فائدہ : ان کا جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہونا یہ اسوقت ہے جب یہ ان مشددہ مثقلہ ہو مخففہ نہ ہواس کے ساتھ ما کافہ بھی لاحق نہ ہو لیکن اگر یہ مخفف ہوجائے یا اس کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوجائے تو یہ جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پرداخل ہوتا ہے۔

القسم الثالث فی الحروف

فصل : حرُوفُ التحضیضِ اربعةٌ هَلَّا واَلَّا وَلَوْ لا وَلَوْما لها صَدرُ الکلامِ ومعناها حَضٌّ علی الفعل اِنْ دَخَلَتْ علی المضارع نحو هَلَّا تَاْکُلُ ولومْ اِنْ دخَلَتْ علی الماضِی نحو هَلَّا ضَرَبْتَ زیدًا وحِیْنَئِذٍ لا تکونُ تَحضِیضًا اِلَّا باعتبارِ مافات

ترجمہ : حروف تحضیض چار ہیں ھلا اور اَلا اور لولا اور لوما اوران کے لئے صدارت کلام ہےاوران کامعنی برانگیختہ کرنا ہےفعل پراگرداخل ہوں مضارع پرجیسے ھلا تاکل ......اورجب داخل ہوں فعل ماضی پرجیسے ھلا ضربت زیدا اوراس وقت برانگیختہ کرنانہیں ہوگامگر باعتبار مافات کے۔

تشریح : اس فصل میں مصنفؒ حروف تحضیض کو بیان کرر ہے ہیں۔

وجہ تسمیہ : تحضیض کالغوی معنی ہوتا ہےابھارنااورآمادہ کرناچونکہ یہ حروف فعل کےکرنے پرآمادہ کرتے ہیں اورابھارتے ہیں اسی لئے ان کانام حروف تحضیض رکھاجاتا ہےاورحروف تحضیض چار ہیں ① ھلا ② الا ③ لو لا ④ لو ما ۔

یہ چاروں حروف ہمیشہ کلام کےشروع میں آتے ہیں اور ہمیشہ فعل پرداخل ہوتے ہیں عام ازیں کہ فعل لفظاً ہویاتقدیراً۔ یہ حروف جس وقت مضارع پرداخل ہوتے ہیں توان کامعنی ہوتا ہےفعل کےکرنے پر برانگیختہ کرناتیارکرنااورآمادہ کرناجیسے ھلا تضرب تو نے کیوں نہیں مارااس کامطلب یہ ہے کہ متکلم اپنے مخاطب سےفعل کےکرنے کامطالبہ کرر ہے ہیں تواس صورت میں مضارع امر کےحکم میں ہوگالہٰذا ھلا تاکل کامعنی ہوگا کل یعنی توکھا اورجب یہ ماضی پرداخل ہوں توگذشتہ زمانے میں فعل کےترک کرنے پرملامت کرناہوتی ہےاورندامت کامعنی دیتے ہیں۔

سوال : جب یہ حروف مضارع پرداخل ہوں توتحضیض کامعنی دیتے ہیں اگرماضی پرداخل ہوں توتندیم کامعنی دیتے ہیں توان کا نام حروف تحضیض اورتندیم رکھناچاہیےتھا؟

جواب : تندیم اورندامت کاانجام بھی برانگیختہ کرنا ہےاسی وجہ سےان کانام صرف حروف تحضیض رکھاگیا ہےحروف تندیم نہیں رکھاگیا۔

سوال : یہ حروف تحضیض صرف فعل پرکیوں داخل ہوتے ہیں اسم پرداخل کیوں نہیں ہوتے ؟

جواب : تحضیض اوربرانگیختہ کرنایہ فعل پرہوتا ہےاسی وجہ سےیہ فعل پرہی داخل ہوتے ہیں۔

قولہ : ولاتدخُلُ الا علی الفعل کمامرّ وان وقَعَ بعدَها اِسْمٌ فبِاضمار فعلٍ کما تقولُ لمن ضَرَب قومًا هَلَّا

زیدًا ای هَلَّا ضَربت زیدًا

ترجمہ : اور نہیں داخل ہوتے مگر فعل پر جیسا کہ گذر چکا ہے اور اگر واقع ہو بعد ان کے اسم پس ساتھ مقدر کرنے فعل کے ہوگا جیسے کہے تو اس شخص کو جس نے مارا ساری قوم کو ھلا زیدًا یعنی ھلاضربت زیدًا ۔

تشریح : تعمیم کا بیان ہے کہ یہ حروف فعل پر ہی داخل ہوتے ہیں عام ازیں کہ فعل لفظوں میں ہو یا مقدر ہو لہٰذا اس کے بعد اگر اسم واقع ہو تو وہاں پر فعل مقدر ہوگا جیسے ھلا زید اتو اس کے بعد ضربت فعل مقدر ہے عبارت یہ ہوگی ھلا ضربت زیدًا ۔

قولہ : وجمیعُها مرکبةٌ جزوُها الثانی حَرفُ النفی والاولُ حرفُ الشرط اوالاستفهامِ او حَرفُ المَصْدر

ترجمہ: اور تمام حروف تحضیض مرکب ہیں (دو جزؤں سے) دوسری جزؤ حرف نفی ہے اور پہلی حرف شرط یا استفہام اور حرف مصدر

تشریح: یہ تمام حروف تحضیض مفرد نہیں بلکہ مرکب ہیں دو جزؤں سے جن کا دوسری جز حرف نفی ہے اور پہلی جز حرف شرط ہے دو میں یعنی لو لا اور لو ما میں اور ایک میں حرف استفہام ہے جیسے ھلا اصل میں تھا ھل لا اور ایک حرف تحضیض میں ان حرف مصدر یہ ہے الا ہے۔

قولہ : وللَوْلَا معنًی اٰخرُ هُوَ اِمتِناعُ الْجملَة الثانیة لوُجُودِالْجُملة الاولیٰ نحو لولا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ وحِیْنَئِذٍ تُحتاجُ الی جملتین اُولٰهما اسمیَّةٌ ابدًا

ترجمہ : اور لولا کا ایک معنی اور ہے وہ ہے ممتنع ہونا جملہ ثانی کا واسطے موجود ہونے جملہ اول کے جیسے لولاعلی لهلك عمر اور اس وقت لولا محتاج ہوگا طرف دو جملوں کے پہلا جملہ اسمیہ ہوگا ہمیشہ۔

تشریح : لولا کا ایک معنی تو تحضیض تھا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ لو لا یہ بتا تا ہے کہ جملہ ثانیہ منتفی ہے جملہ اولیٰ کے موجود ہونیکی وجہ سے جیسے لو لا علی لهلك عمر اگر علی نہ ہوتے ہو عمر ہلاک ہوجاتے چونکہ علی موجود تھے لہٰذا عمر ہلاک نہیں۔ لہٰذا وجود علی سبب ہوا عدم ھلاکت عمر کا اس لو لا کا نام لو لا امتناعیہ ہے اور یہ لو لا امتناعیہ دو جملوں کی طرف محتاج ہوتا ہے جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے اور دوسرا جملہ اسمیہ بھی ہوسکتا ہے اور فعلیہ بھی ہوسکتا ہے۔

فائدہ : لو لا امتناعیہ اور لو لا تحضیضیہ میں فرق یہ ہے کہ لو لا تحضیضیہ ایک جملہ پر تمام ہوجاتا ہے اور لو لا امتناعیہ ایک جملہ پر تمام نہیں ہوتا بلکہ دو جملوں پر مکمل ہوتا ہے لو لا کی تفصیل اور ترکیب کاشفہ شرح کافیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

فصل: حَرْفُ التّوقّعِ قد وهِیَ فی الماضی لتقریب الماضی الی الحال نحو رکب الامیرُ ای قُبَیْلَ هٰذا ولاَجْلِ ذٰلِكَ سُمِّیَتْ حرفَ التقریب ایضًا ولهٰذا تَلزمُ الماضِیُ لیصلحَ اَنْ یقعَ حَالًا

ترجمہ : حرف توقع قد ہے اور وہ ماضی پر داخل ہو کر اس کو حال کے قریب کر دیتا ہے جیسے رکب الامیر ای قبیل هذا اور اسی

لئے اس کا نام رکھا جاتا ہے حرف تقریب بھی اور اسی لئے وہ ماضی کو لازم ہے تاکہ حال واقع ہو سکے۔

تشریح : اس فصل میں قد کی بحث ذکر کر رہے ہیں توقع کا معنی ہے امید والا ہونا۔

وجہ تسمیہ : حرف قد کے ذریعے اس خبر کی خبر دی جاتی ہے جس کے موجود ہونیکی امید ہوتی ہے اور اس حرف کا دوسرا نام حرف تقریب ہے کیونکہ جب یہ ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس کو زمانہ حال کے قریب کرتا ہے اسی وجہ سے اس کا نام حرف تقریب بھی رکھا جاتا ہے۔

فائدہ : حرف قد جب ماضی پر داخل ہو تو ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے جیسے قد رکب الامیر ای قبیل ھذا یہ تقریب کے معنی کی تفسیر ہے یہ قبیل تصغیر ہے قبل کی جس کا معنی یہ ہے اس سے ذرا پہلے۔ اور اسی وجہ سے قد ماضی کو حال کے قریب کرتا ہے قد ماضی کو لازم ہے تاکہ ماضی میں حال واقع ہونیکی صلاحیت واقع ہو جائے۔

سوال : ماضی کے لئے قد کو کیوں لازمی قرار دیا گیا ہے؟

جواب : ماضی جب حال واقع ہوگی بغیر قد کے تو زمانہ عامل پر مقدم ہوگی جیسے جاء نی زید قد رکب ابوہ کہ میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا باپ سوار ہو چکا ہے تو اس مثال کے اندر رکوبِ اب مقدم ہے زید کی مجیئت پر حالانکہ یہ ضابطہ مسلم ہے کہ حال اور اس کے عامل کا زمانہ متحد ہوتا ہے، ایک ہوتا ہے اسی لئے قد کو لازم قرار دیا تاکہ وہ قد ماضی کو زمانہ عامل سے قریب کر دے جس سے حال اور اس کے عامل کا زمانہ حقیقتاً نہیں لیکن حکماً متحد اور ایک ہو جاتا ہے۔

قولہ : وَقَدْ تَجِیْءُ لِلتاکید اِذَا کَانَ جَوَابًا لمن یَّسْأَلُ ھَلْ قَامَ زیدٌ تقولُ قَدْ قَامَ زیدٌ

ترجمہ : اور قد آتا ہے واسطے تاکید کے جب ہو جواب میں اس شخص کے جس نے سوال کیا ھل قام زید تو تو کہے قد قام زید۔

تشریح : کبھی حرف قد محض تاکید کے لئے آتا ہے جبکہ ماضی سوال کے جواب میں واقع ہو جیسے کوئی سوال کرے ھل قام زید تو جواب دیا جائے قد قام کہ تحقیق زید کھڑا ہے۔

قولہ : وفی المضارعِ للتقلیل نحو اِنَّ الکذُوبَ قد یصدُقُ وان الجَوادَ قد یَبْخلُ وقد تجیءُ للتحقیق کقولہٖ تعالٰی قَدْ یَعْلَمَ اللّٰہُ الْمُعَوِّقِیْنَ

ترجمہ : اور مضارع میں واسطے تقلیل کے جیسے ان الکذوب قد یصدُقُ اور ان الجواد قد یبخلُ اور قد آتا ہے واسطے تحقیق کے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان قد یعلم اللہ المعوقین۔

تشریح : قد جب مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کا فائدہ دیتا ہے جیسے ان الکذوب قد یصدق تحقیق جھوٹ بولنے والا کبھی سچ بولتا ہے اور ان الجواد قد یبخل تحقیق کبھی سخی بخل کرتا ہے اور کبھی مقام مدح میں تکثیر کے لئے آتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۔ اور قد کبھی مضارع پر تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے قد یعلم الله المعوقین تحقیق اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو جانتا ہے۔

قولـه : ويجوز الفَصلُ بينها وبين الفعل بالقَسمِ نحو قَدْ واللّٰهِ اَحْسَنْتَ وقد يُحذفُ الفعلُ بعد قَدْ عندَ القرينةِ كقول الشاعر شعر ۔

اَفِدَ الترَحُّلُ غَيْرَ اَنَّ رِكابَنَا لَمَّا تزُلْ بِرِحَالِنَا وكَاَنْ قَدِنْ ......اى وكَاَنْ قَد زالت

ترجمہ : اور جائز فاصلہ درمیان قد اور فعل کے ساتھ قسم کے جیسے قد واللہ احسنت اور کبھی حذف کردیا جاتا ہے قد کے فعل کو وقت موجود ہونے قرینہ کے جیسے شاعر کا شعر ہے افد الترحل ......الخ

تشریح : فائدہ کا بیان قد اور فعل کے درمیان قسم کا فاصلہ لانا جائز ہے جیسے قد واللہ احسنت اللہ کی قسم تو نے اچھا کیا۔

فائدہ : قرینہ موجود ہو تو قد کے بعد والے فعل کو حذف بھی کردیا جاتا ہے جیسے شعر ہے

فذفه الترحل غير ان ركا بنا لماتنزل بر حالنا و كان قد ن= اى و كان قد زالت

ضابطہ : کہ قد مضارع پر اسوقت داخل ہوگا جب مضارع نواصب اور جوازم اور حروف تنفیس یعنی سین اور سوف سے خالی ہو اگر خالی نہ ہوگا تو پھر مضارع پر قد ہرگز داخل نہ ہوگا۔

بحث حروف استفہام

فصل : حرفاالاستفهامِ الهمزةُ وهَلْ لهُمَا صدرُ الكلامِ وتدخُلان عَلَى الجملةِ اسميّةً كانَتْ نحو ازيدٌ قائمٌ او فعليةً نحو هَلْ قام زيدٌ ودُخُولهُما على الفعلِيّةِ اكثر اِذِالاستفهامُ بالفعل اولٰى

ترجمہ : حرف استفہام کے ہمزہ اور ھل ہیں اِن دونوں کے لئے صدارت کلام ہے اور دونوں داخل ہوتے ہیں جملہ پر اسمیہ ہو جیسے ازید قائم یا فعلیہ ہو جیسے ھل قام زید اور دونوں کا داخل ہونا فعل پر زیادہ ہے کیونکہ استفہام ساتھ فعل کے اولی ہے۔

تشریح : مصنفؒ اس بارہویں فصل میں حرف استفہام کی بحث ذکر کررہے ہیں کہ حرف استفہام دو ہیں ① ہمزہ ② ھل ۔ یہ حروف استفہام شروع کلام میں آتے ہیں تاکہ ابتداء ہی مخاطب کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ کلام کس نوع کی ہے یعنی یہ کلام استفہامی ہے یاد رکھیں اسی وجہ سے نہ تو ان کا ماقبل مابعد میں داخل ہوتا ہے اور نہ ان کا مابعد ماقبل میں اور ماقبل نہ مابعد میں عمل کرتا ہے اور نہ مابعد ماقبل میں عمل کرتا ہے۔

فائدہ : دونوں اسم کے جملوں پر داخل ہوتے ہیں جیسے زید قام ، ازید قائم اوراسی طرح جملہ فعلیہ پر اقام زید اسی طرح ھل بھی دونوں جملوں پر داخل ہوتا ہے اسمیہ پر بھی اور فعلیہ پر بھی۔ البتہ فرق یہ ہے کہ ہمزہ تو ہر قسم کے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے خواہ اس کی خبر فعل ہو یا اسم لیکن ھل اسمیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوگا جس کی خبر فعل نہ ہو۔

سوال: اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب : ھل اصل میں قد کے معنی میں ہے اور قد فعل کے لوازم میں سے ہے لہٰذا جب اس کے مابعد والے جملہ میں فعل ہوگا تو یہ تقاضا کرے گا کہ میں فعل کے متصل ہوں جس کی وجہ سے فعل کے ہوتے ہوئے یہ اسم پر داخل نہیں ہوگا۔

فائدہ : کہ یہ دونوں حرف استفہام ان کا جملہ فعلیہ اور اسمیہ دونوں پر داخل ہونا صحیح ہے لیکن جملہ فعلیہ پر داخل ہونا بنسبت جملہ اسمیہ کے اکثر ہے اس لئے کہ زیادہ تر استفہام فعل سے ہوتا ہے نہ کہ اسم سے۔

قولہ : وقد تدخُلُ الهمزة فی مَوَاضِعَ لایجوزُ دُخولُ هَلْ فیها نحو ازیدًا ضَرَبْتَ واتَضْرِبُ زیدًا وهو اخُوك وازیدٌ عِندَكَ اَمْ عَمرٌو واَوَ مَنْ كَانَ وافمن كانَ واثمَّ اِذا ماوَقَعَ ولاتُستَعْمَلُ هَلْ فی هٰذِه المواضِعِ وهٰهُنا بحثٌ

ترجمہ : اور کبھی داخل ہوتا ہمزہ کئی جگہوں میں کہ نہیں جائز داخل ہونا ھل کا اس میں جیسے ازیدا......الخ اور نہیں استعمال کیا جاتا ھل ان جگہوں پر اور یہاں بحث ہے۔

تشریح : مصنف ہمزہ اور ھل کے درمیان فرق بیان کرنا چاہتے ہیں کہ چند مقامات ایسے ہیں جہاں ہمزہ کو استعمال کرنا صحیح ہے اور ھل کا استعمال کرنا وہاں جائز نہیں جس سے معلوم ہوا کہ ہمزہ عام ہے ھل سے اور وہ چار مقامات ہیں۔

پہلا مقام : فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو جیسے ازیدا ضربت لیکن ھل زیدا ضربت کہنا جائز نہیں۔

سوال : اس کی علت اور وجہ کیا ہے کہ اس مقام پر ھل کیوں استعمال نہیں ہوسکتا؟

جواب: اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ ھل اصل میں بمعنی قد ہے اور قد فعل کے ساتھ مختص ہے اسی طرح ھل بھی فعل کے ساتھ مختص ہے جیسے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنسَانِ حِینٌ مِّنَ الدَّهْرِ لہٰذا جب حال اپنے مابعد میں فعل کو پائے گا تو ھل اپنی اصلیت کو دیکھ کر اس کی طرف مائل ہوگا جو کہ فعل ہے لہٰذا فعل کے ہوتے ہوئے اسم پر داخل نہیں ہوسکے گا ہاں البتہ جب مابعد میں فعل نہیں پائے گا تو اپنی اصلیت سے غافل ہوگا اور اسم پر داخل ہوگا۔

دوسرا مقام : جس کلام سے استفہام انکاری مراد ہو وہاں ہمزہ کا استعمال جائز ہے ھل کا استعمال جائز نہیں۔

سوال : اس کی علت اور دلیل کیا ہے؟

جواب : اس مقام میں ھل کا استعمال اس لئے جائز نہیں کہ استفہام انکاری کے لئے جو وضع کیا گیا ہے وہ ہمزہ ہے ھل نہیں۔

تیسرا مقام: ہمزہ کو ام متصلہ کے ساتھ لانا جائز ہے جبکہ ھل کو نہیں۔

سوال : اس تیسرے مقام میں یعنی ام متصلہ کے مقابلہ میں ہمزہ استفہام کیوں استعمال ہوتا ہے اور ھل کا استعمال کیوں جائز نہیں؟

جواب : اس کے اندر مستفھم عنہ متعدد ہوتے ہیں اور دو امروں میں سے ایک مقصود ہوتا ہے لہٰذا جو استفہام میں اقویٰ اور اصل ہے اسی کو استعمال کرنا چاہیے ام متصلہ کے مقابلہ میں اور وہ ہمزہ ہی ہے اور ھل کا استعمال ام منقطعہ کے مناسب ہے یہاں مناسب نہیں کیونکہ ام منقطع اضراب کے لئے آتا ہے اور اس میں مستفہم متعدد نہیں ہوتے۔

چوتھا مقام : جہاں ہمزہ کا استعمال جائز ہے اور ھل کا نہیں وہ یہ ہے کہ ہمزہ استفہام حروف عطف پر داخل ہوسکتا ہے اور ھل نہیں جیسے اَوَ مَنْ کَانَ اور اَفَمَنْ کَانَ اور اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ ۔

و ھھنا بحث : مصنفؒ نے اس عبارت سے اشارہ کیا کہ جس طرح چند مقامات ہمزہ استفہام کے لئے خاص ہیں اسی طرح چند مقامات ھل کے ساتھ بھی خاص ہیں جہاں پر ھل کا استعمال تو جائز ہے ہمزہ کا استعمال جائز نہیں۔

پہلا مقام : ھل پر حرف عطف داخل ہوسکتا ہے لیکن ہمزہ نہیں جیسے فَهَلْ اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ اور وَ هَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ ۔

دوسرا مقام : ام کے بعد ھل کا استعمال جائز ہے لیکن ہمزہ کا نہیں۔

تیسرا مقام : اثبات میں ھل نفی کے لئے آتا ہے اور ہمزہ نہیں آتا جیسے هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ بمعنی لم یثوب۔

چوتھا مقام : ھل نفی کا فائدہ دیتا ہے یہاں تک کہ الا کا اس کے بعد اثبات کے لئے لانا جائز ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ نہیں احسان کا بدلہ مگر احسان۔

پانچواں مقام : جس جزاء مبتداء پر ھل داخل ہو اس کی خبر پر باء زائدہ آتی ہے اور ہمزہ نہیں جیسے ھل زید بقائم ۔

بحث حروف الشرط

فصل: حُرُوفُ الشرط اِنْ وَلَوْ واَمَّا لها صَدْرُ الكلام ويَدْخُلُ كل واحد منها علَى الجملتَيْنِ اسميَّتَيْنِ كَانَتَا او فعليتين او مختلِفَتَيْنِ

ترجمہ: حروف شرط ان اور لو اور اما ہیں ان کے لئے صدارت کلام ہے اور داخل ہوتا ہے ہر ایک ان میں دو جملوں پر خواہ دونوں اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا مختلف ہوں۔

تشریح: اس تیرہویں فصل میں حروف شرط کا بیان ہے اور وہ تین ہیں ① ان ② لو ③ امّا۔

یہ حروف شرط کلام کے شروع میں آتے ہیں تا کہ نوع کلام پر دلالت کریں اور ان تینوں میں سے ہر ایک دو جملوں پر داخل ہوتا ہے اور وہ دونوں جملے خواہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں یا مختلفہ ہوں یا ایک اسمیہ ہو اور ایک فعلیہ ہو پہلے جملے کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے جملے کو جزاء کہا جاتا ہے۔

سوال: تم نے کہا کہ یہ حروف شرط دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں خواہ اسمیہ ہوں یا فعلیہ ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شرط یعنی پہلا جملہ اسمیہ ہو سکتا ہے حالانکہ ان اور لو شرطیہ کے لئے پہلے جملہ کا فعلیہ ہونا ضروری ہے اسمیہ نہیں آ سکتا؟

جواب: آپ کا قاعدہ درست ہے کہ ان اور لو کے لئے شرط کا جملہ فعلیہ ہونا ضروری ہے اسی کی تصحیح مصنفؒ فرمارہے ہیں و یلزمهما الفعل لفظاً او تقديرا۔ لیکن یہاں پر ہم تاویل کریں گے کہ اسمیہ سے مراد عام ہے کہ خواہ وہ حقیقتاً اسمیہ ہو یا بظاہر اسمیہ ہو حقیقت میں فعلیہ ہو جیسے وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ اور لَوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ ان دونوں کے اندر جملہ بظاہر اسمیہ ہے لیکن حقیقت میں یہ فعلیہ ہے۔

قوله: فَاِنْ لِلاستقبالِ وِاِنْ دخلَتْ على الماضى نحو ان زُرْتَنِيْ اَكْرمتُكَ ولو للماضى وان دخلَتْ على المضارعِ نحو لوتزورُنى اكرمْتُكَ ويلزمهاالفعلُ لفظًا كما مرَّ او تقديرًا نحوانْ اَنْتَ زَائرى فانا اُكرِمُكَ

ترجمہ: پس ان استقبال کے لئے ہے اور اگر داخل ہو ماضی پر جیسے ان زرتنی اکرمتك اور کلمہ لو ماضی کے لئے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنی اکرمتك اور لازم ہے ان دونوں کو فعل لفظا جیسا کہ گذر چکا ہے یا تقدیرا جیسے ان انت زائری فانا اکرمك۔

تشریح: مصنفؒ اب حروف شرط کی تفسیر بیان کر رہے ہیں کہ حروف شرط میں سے ان یہ زمانہ استقبال کے لئے آتا ہے اگر چہ ماضی پر ہی داخل ہو یعنی اس کا مدخول خواہ مضارع ہو یا ماضی ہر صورت میں یہ زمانہ استقبال کا فائدہ دیتا ہے اور اس کو زمانہ استقبال

کے ساتھ خاص کرتے ہیں جیسے ان زرتنی اکرمتك کہ تو اگر میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا۔
اور حروف شرط میں سے دوسرا لو یہ زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے اگر چہ مضارع پر داخل ہو جیسے لو تزورنی اکرمتك اگر تو میری زیارت کرتا گزشتہ زمانہ میں تو میں تیرا اکرام کرتا۔

فائدہ : حروف شرط میں سے ان اور لو کو فعل لازم ہے عام ازیں کہ فعل لفظوں میں ہو جیسے مثال گذر چکی ہے یا فعل مقدر ہو جیسے ان انت زائری فانا اکرمك اسمیں انت زائری اصل میں کیا تھا ان کنت زائری فعل کو حذف کر دیا گیا اور ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا تو ان انت زائری ہو گیا۔

سوال : ان اور لو یہ ہمیشہ فعل پر کیوں داخل ہوتے ہیں؟ اور فعل کے ساتھ کیوں مختص ہیں؟

جواب : ان زمانہ ماضی کو استقبال کے ساتھ خاص کرنے کے لئے اور لو زمانہ ماضی کے ساتھ مختص کرنے کے لئے آتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ زمانہ نہیں پایا جاتا مگر فعل میں لہٰذا یہ فعل کے ساتھ مختص ہوئے۔

قولہ : واعلم اَنَّ اِنْ لاتُستَعمَلُ اِلّا فی الامُور المشکوکة فلایقالُ اٰتِیْكَ اِنْ طَلَعَتِ الشمسُ بَل یقالُ اٰتِیْكَ اذا طَلَعتِ الشمسُ

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق کلمہ ان نہیں استعمال کیا جاتا مگر امور مشکوکہ میں پس نہیں کہا جائے گا اِن طلعت الشمس بلکہ کہا جائے گا آتیك اذا طلعت الشمس ۔

تشریح : ضابطہ : ان شرطیہ ہمیشہ امور مشکوکہ میں استعمال ہوگا امور یقینیہ میں قطعاً نہیں لہٰذا یوں کہنا اتیك ان طلعت الشمس غلط ہے کیونکہ طلوع شمس امور یقینیہ میں سے ہے البتہ یہاں پر یوں کہا جائے گا اتیك اذا طلعت الشمس کیونکہ اذا امور یقینیہ کے لئے آتا ہے۔

قولہ: ولو تَدُلُّ علیٰ نفی الجملة الثانیةِ بسبب نفی الجملة الاُولیٰ کقولہٖ تعالیٰ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا

ترجمہ : اور لو دلالت کرتا ہے جملہ ثانیہ کی نفی پر ساتھ سبب نفی جملہ اولیٰ کے مثل قول اللہ تعالیٰ کے لَوْ کَانَ ......الخ

تشریح : حروف شرط میں سے لو یہ بتاتا ہے کہ جملہ ثانی منفی ہے جس کا سبب پہلے جملہ کا منفی ہونا ہے جیسے لو کان فیهما الهة الا اللّٰه لفسدتا اسمیں جملہ ثانیہ ہے لفسدتا جس کی نفی بتا رہی ہے کہ زمین میں فساد نہیں جس کا سبب جملہ اولیٰ کا منفی ہونا ہے یعنی زمین میں الٰہ متعدد نہیں۔

قولہ : واذا وقعَ القَسَمُ فی اول الکلامِ وتَقَدَّم علی الشرط یجبُ اَنْ یکُونَ الفعلُ الذیْ تَدْخل علیه حرفُ

الشرط ماضیًا لفظًا نحو واللّٰہِ اِنْ اتیتنِی لَاَکْرَمْتُكَ او معنًی نحو وَاللّٰہِ اِن لم تَاْتِنِیْ لَاَھجرتُكَ وحینئذٍ تکونُ الجملۃُ الثانیۃ فی اللفظ جوابًا للقَسَمِ لاجزاءً للشرطِ فلذٰلِكَ وَجَبَ فیھا ماوجب فی جواب القسمِ مِنَ اللام ونحوِھَا کمارأیتَ فی المثالَیْنِ

ترجمہ : اور جب واقع ہو قسم شروع کلام میں اور مقدم ہو شرط تو واجب ہے کہ ہو فعل جس پر داخل ہو حرف شرط ماضی خواہ لفظا ہو جیسے واللہ اِن اتیتنی لاکرمتك یا معنی جیسے واللہ ان لم تأتنی لاھجرتك اور اس وقت ہوگا جملہ دوسرا لفظ میں جواب قسم نہ کہ جزاء واسطے شرط کے پس اسی لئے ضروری ہے اس میں وہ چیز جو ضروری ہوتی ہے جواب قسم میں یعنی لام اور مثل اس کے جیسا کہ دیکھ لیا آپ دونوں مثالوں میں۔

تشریح : ضابطہ : جب کلام کے شروع میں قسم واقع ہو اور وہ شرط پر مقدم ہو تو اس فعل کو ماضی لانا واجب ہے جس پر حرف شرط داخل ہے عام ازیں کہ وہ ماضی لفظوں میں ہو جیسے واللہ ان اتیینی لا کرمك یا معنا ہو جیسے فعل جحد ہوتا ہے واللہ ان لم تاتینی لا ھجو تك اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھ کو بے ہودہ الفاظ کہوں گا۔

سوال : اس صورت میں فعل کا ماضی لانا کیوں واجب ہے؟

جواب : حرف شرط کا عمل جزاء میں باطل ہو چکا ہے کیونکہ وہ جواب قسم بن چکا ہے اس لئے ضروری ہے کہ شرط ماضی ہو تاکہ شرط اور جزاء دونوں میں عمل باطل ہو جائے اور ان کی موافقت ہو جائے عمل نہ کرنے میں قسم کے ساتھ۔

فلذلك وجب فیھا ...... یہ اسی ضابطہ پر تفریع کا بیان ہے یہ دوسرا جملہ باعتبار لفظ کے شرط کے لئے جزا نہیں بلکہ جواب قسم ہے لہٰذا جب یہ جواب قسم ہے تو جو چیزیں جواب قسم میں تاکید کے لئے لائی جاتی ہیں وہ یہاں پر بھی لائی جائیں گی البتہ معنی کے اعتبار سے یہ جواب قسم بھی ہے اور جزاء بھی ہے۔

قولــہ : اما اِنْ وَقَعَ الْقَسمُ فی وَسْطِ الْکَلامِ جازان یُعْتَبَرَ القسمُ بان یکونَ الجوابُ لہٗ نحو اِنْ اتیتَنِیْ وَاللّٰہِ لاٰتِیَنَّكَ وجاز اَنْ یُلْغٰی نحو اِنْ تَاْتِنِیْ وَاللّٰہِ اٰتِكَ

ترجمہ : لیکن اگر واقع ہو قسم وسط کلام میں تو جائز ہے کہ اعتبار کیا جائے قسم کا بایں طور کہ جواب ہو اسی کا جیسے ان اتیتنی واللہ لاتینك اور جائز کہ قسم کو لغو کیا جائے جیسے ان ......الخ۔

تشریح : اگر قسم کلام کے شروع میں نہ ہو تو اس پر شرط یا غیر شرط مقدم ہو اور قسم کلام کے درمیان میں ہو تو اس وقت دونوں جائز ہیں ① شرط کا اعتبار کیا جائے اور اس کو جزاء قرار دیا جائے ② قسم کا اعتبار کر کے اس کو جواب قسم بنایا جائے۔

ضابطہ : کہ قسم تین حال سے خالی نہیں یا تو ابتدائے کلام میں ہوگی یا درمیان کلام میں ہوگی یا کلام کے آخر میں ہوگی۔

پہلی صورت : اگر کلام کے شروع میں ہو تو اس قسم کا اعتبار کرنا واجب ہے عام ازیں کہ اس کے بعد شرط ہو یا نہ ہو جیسے واللہ ان اتیتنی لاتیتك۔

دوسری صورت : اگر قسم کلام کے درمیان میں ہو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو شرط قسم پر مقدم ہو گی یا نہیں اگر شرط مقدم ہے تو شرط کا اعتبار کرنا ضروری ہے باقی رہا قسم کا اعتبار کرنا وہ جائز ہے اور نا اعتبار کرنا بھی جائز ہے اور اگر شرط قسم پر مقدم نہیں تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو شرط قسم کے بعد ہو گی یا نہیں اگر ہے تو قسم کا اعتبار کرنا اور شرط کو لغو قرار دینا یا شرط کا اعتبار کرنا اور قسم کو لغو قرار دینا دونوں طرح صحیح ہے اور اگر قسم کے بعد کوئی جملہ ہے شرط نہیں تو قسم کا اعتبار اور الغائے قسم دونوں جائز ہیں جیسے واللہ لا تینك اور انا و اللہ اتیك دونوں جائز ہیں اور اگر قسم کے بعد مفرد ہو تو قسم کا الغاء واجب ہے جیسے ان و اللہ قائم۔

تیسری صورت : کہ قسم کلام سے مؤخر ہو تو اس صورت میں قسم کا الغاء واجب ہے جیسے انا قائم و اللہ اور ان اتیتنی اتیتك و اللہ۔

قولہ : **وَاَمَّا لتفصِیْل ماذُکر مُجْملًا نحو النَّاسُ سَعِیْدٌ وَّشَقِیٌّ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ**

ترجمہ : اور اما اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے جس کا اجمالی ذکر کیا گیا ہو جیسے الناس ......الخ۔

تشریح : حرف شرط میں سے اما شرط کے لئے اور تفصیل کے لئے اور تاکید کے لئے آتے ہیں یعنی اس چیز کی تفصیل کے لئے آتا ہے جس چیز کو متکلم نے پہلے بطور اجمال ذکر کیا ہو اور مجمل میں تعمیم ہے خواہ وہ لفظاً ہو یا تقدیراً ہو لفظاً کی مثال جیسے قرآن مجید میں **فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ** تو سعید کے لئے تفصیل۔ اما الذین سعدوا ففی الجنة اور شقی کی تفصیل بیان کی و اما الذین شقوا ففی النار یا مقدر ہو اور مخاطب کو وہ قرائن سے معلوم ہو گا جیسے مخاطب اور سامع کو اپنے بھائیوں کے آنے کا علم ہو تو اسوقت کہا جائے اما زید فا کرمته و اما عمرو فا هنته تو اس سے پہلے جاء نی اخواك مقدر ہو گا یہ مجمل ہے۔

فائدہ : بعض نے اما کے لئے تعدد اور تکرار کو لازم قرار دیا ہے خواہ اما دوسرا لفظوں میں ہو یا مقدر ہو لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اما کے لئے دوسرے اما کا ہونا قطعاً ضروری نہیں۔

فائدہ : کبھی اما استینافیہ بھی ہوتا ہے جس سے پہلے کسی قسم کا کوئی اجمال نہیں ہوتا جیسے کتاب کے شروع میں خطبے میں آتا ہے جیسے اما بعد فھذا وغیرہ۔

قولہ : **ویجبُ فی جوابها الفاءُ وَ اَنْ یکونَ الاولُ سببًا للثَّانِیْ وَاَنْ یُّحْذَفَ فعلُها مَعَ اَنَّ الشرطَ لابدَّ لهٗ مِنْ فعلٍ وذٰلكَ لیکون تنبیهًا علیٰ اَنَّ المقصُودَ بها حُکم الاسمِ الواقِعِ بعد هَا نحو اَمَّا زیدٌ فمنطَلِقٌ تقدیرهٗ مهما**

يكن مِنْ شيءٍ فزيدٌ منطلِقٌ فُحذِفَ الفِعْلُ والجَارُّ والمجرورُ واُقِيمَ اَما مقامَ مَهْمَا حتى بقى اَمَّا فزيدٌ منطلقٌ ولمّا لم يُنَاسِب دُخُوْلُ حَرْفِ الشرط علىٰ فاءِ الجَزَاءِ نَقَلُوْا الفَاءَ اِلى الجُزْءِ الثانى ووَضَعُوْا الْجُزء الاول بينَ اما والفاءِ عوضًا عن الفعل المحذوفِ

ترجمہ : اور واجب ہے جواب میں فاء اور ہو اول سبب واسطے ثانی کے اور یہ کہ حذف کیا جائے اس کے فعل کو باوجودیکہ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے تاکہ ہو جائے تنبیہ اس بات پر کہ مقصود اس اما کے ساتھ اس اسم پر حکم لگانا ہے جو اما کے بعد ہے جیسے اما زید الخ اس کلام کی تقدیر یعنی اصل یہ ہے مهما يكن من شئ فزيد منطلقٌ پس حذف کیا گیا فعل اور جار مجرور اور کھڑا کیا گیا ہے اما کو مهما کی جگہ حتی کہ باقی رہ گیا اما زید منطلق اور جب کہ اما حرف شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہیں تھا تو نحویوں نے نقل کیا فاء کو جزء ثانی کی طرف اور رکھا جزء اول کو درمیان اما اور فاء جزائیہ کے بدلے فعل محذوف کے۔

تشریح : اما کے جواب میں دو باتیں لازم ہیں پہلا امر یہ ہے کہ جواب پر فاء کا داخل کرنا واجب ہے دوسری بات یہ ہے کہ اول ثانی کے لئے سبب ہو۔

سوال : اما کے جواب کے لئے یہ دو باتیں کیوں لازم ہیں؟

جواب : تاکہ یہ دونوں امر اما کے شرطیہ ہونے پر دلالت کریں۔

فائدہ : اما جس فعل پر داخل ہوتا ہے اس فعل کا حذف کرنا بھی واجب ہوتا ہے؟

سوال : اما کے بعد والے فعل کا حذف کرنا کیوں واجب ہے؟ حالانکہ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے؟

جواب : اما کے فعل کے وجوبی طور پر حذف کرنے کی دو علتیں اور دو وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ : فعل کا حذف کرنا ثقل لفظی کو دور کرنے کے لئے اس لئے کہ اما اصل میں تفصیل کے لئے وضع کیا گیا ہے اور تفصیل تکرار کا تقاضا کرتی ہے اور تکرار موجب ثقل ہے حالانکہ یہ کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال خفت کا تقاضا کرتی ہے تو خفت حاصل کرنے کے لئے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ : غرض معنوی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مخاطب کو بتانے کے لئے کہ یہاں اما سے متکلم کا مقصود جو تفصیل بتانا ہے وہ اسم کی تفصیل بتانا ہے نہ کہ فعل کی جیسے اما زید فمنطلق تقدیر عبارت یہ ہوگی مهما يكن من شئى فزيد منطلق کہ جو کچھ بھی ہو زید چلنے والا ہے۔ اس سے یکن فعل شرط اور اس کے متعلق من شيء کو حذف کر دیا اور مهما کی جگہ اما کو قائم مقام بنا دیا گیا تو اما فزید منطلق بن گیا پھر چونکہ اما شرطیہ کا فاء جزائیہ پر داخل کرنا مناسب نہیں تھا اسی لئے نحویوں نے فاء پہلی جزء

سے نقل کر کے دوسری جزء کو دے دی تو اما زید فمنطلق بن گیا۔

یاد رکھیں! کہ یہ جزء اول جو اما اور فاء جزائیہ کے درمیان ہوتی ہے یہ فعل محذوف کے عوض ہوتی ہے تا کہ حرف شرط اور حرف جزاء کے درمیان جدائی ہو جائے۔

قولہ : ثم ذٰلك الجزء الاول ان كان صالحًا للابتداءِ فهُوَ مبتدأ كما مرّ والا فعاملُهٗ مايكونُ بعد الفاءِ كَامَّا يومُ الجُمُعة فزيدٌ مُنطلِقٌ عاملٌ فى يومِ الجمعَةِ عَلَى الظرفيةِ

ترجمہ : پھر یہ جزء اول اگر لائق ہو مبتداء بننے کے پس وہ مبتداء ہو جیسے گزر چکا ہے ورنہ اس کا عامل وہ ہوگا جو فا کے بعد ہے جیسے اما ......الخ۔

تشریح : مصنف ترکیب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر امّـــا کے بعد جزء اول میں مبتداء بننے کی صلاحیت نہ ہو یعنی وہ اسم ظرف ہے تو اس جزء اول کے لئے عامل وہ ہوگا جو فاء جزائیہ کے بعد ہے جیسے امّا یوم الجمعته فزید منطلق اسمیں جزء اول یوم الجمعۃ ظرف ہے متبدا نہیں بن سکتا اسمیں عامل فاء جزائیہ کا مابعد منطلق ہوگا اور یوم الجمعۃ ظرفیت کی بناء پر منصوب ہوگا۔

فائدہ : نحویوں کا اس بات میں اختلاف ہے کہ وہ اسم جو امّـــا کے بعد واقع ہو یہ جواب میں سے کسی چیز کے لئے جزء بن سکتا ہے یا نہیں۔جس میں تین مذاہب ہیں۔

پہلا مذہب : امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ امّا کے بعد والا اسم جواب میں سے کسی کے لئے جزء ہے خواہ یہ منصوب ہو یا مرفوع ہو اور عام ازیں کہ فاء کے بعد ایسا جزء ہو جو تقدیم کے لئے مانع ہو یا ایسا جزء نہ ہو۔

دوسرا مذہب : ابوالعباس مبرد کا ہے کہ یہ جواب کا جزء بالکل مطلقاً نہیں بن سکتا خواہ تقدیم سے مانع کوئی چیز ہو یا نہ ہو بلکہ یہ فعل محذوف کا معمول ہوگا عام ازیں کہ وہ بعد والا اسم منصوب ہو یا مرفوع ہو اس مذہب کی بناء پر امّا زید فمنطلق کی تقدیر عبارت یہ ہوگی مہما ذکر زید فھو منطلق۔

تیسرا مذہب : امام مازنی کا ہے اگر یہ جزء مذکور جائز التقدیم ہو یعنی فا جزائیہ کے علاوہ اس کی تقدیم سے کوئی اور مانع نہ ہو تو یہ قسم اول سے ہے اور اگر جزء مذکور جائز التقدیم نہ ہو یعنی سوائے فاء کے اس کی تقدیم سے کوئی مانع ہو تو قسم ثانی سے ہے جس طرح امّـــا یوم الجمعہ فانك مسافر اس کے اندر یوم الجمعہ کی تقدیم سے مانع فاء کے علاوہ ان حرف مشدد ہے اس لئے کہ ان کا مابعد اس کے ماقبل میں عامل قطعاً نہیں ہوتا۔

بحث حروف ردع

فصل : حرفُ الرّدع كَلّا وُضِعَتْ لزَجْرِ المتكلِّمِ ورَدْعِهٖ عَمَّا يتكلّم بهٖ كقولهٖ تعالىٰ واَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّىْ اَهَانَنِ كَلَّا اى لايتكلّمُ بهٰذا فاِنَّهٗ لَيْسَ كذٰلِكَ

ترجمہ : حرف ردع کلا ہے وضع کیا گیا ہے واسطے زجر متکلم کے اور روکنے کے لئے اس بات سے جس کا تکلم کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واما ......الخ ۔

تشریح : اس چودھویں فصل میں حرف ردع کَلّا کا بیان ہے۔

وجہ تسمیہ : ردع کا معنی ہے جھڑکنا اور منع کرنا اور چونکہ کلّا اسی زجر اور منع کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے اس کا نام حرف ردع رکھدیا گیا ہے۔

فائدہ : لفظ کلّا میں نحویوں کا اختلاف ہے کہ یہ لفظ بسیط ہے یا مرکب ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ لفظ کلّا بسیط ہے اور ابن عیش کے نزدیک یہ کاف تشبیہ اور لا سے مرکب ہے اور چونکہ اس کو تشبیہ والے معنی سے فارغ کرنا تھا اس لئے لام کو مشدد کر دیا گیا کلّا اور یہ لفظ کلّا متکلم کو زجر اور روکنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اس کلام سے جو وہ تکلم کر رہا ہے جیسے باری تعالیٰ کا فرمان ہے اما اذا ماابتله فقدر عليه رزقه فيقول ربى اهانن جب وہ اس کی آزمائش کرتا ہے تو اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی وہ ہرگز ایسا نہ کہے تو انسان کو ربی اهانن اس کلام سے روکنے کے لئے کلّا کو ذکر کیا گیا ہے۔

قولہ : هٰذا بعد الخبر وقد تجئُ بعْدَ الامر اَيضًا كمااذا قيل لكَ اِضربْ زيدًا فقلتَ كَلّا اى لَاافعلُ هٰذا قَطُّ وقَدْ تَجِئُ بمعنىٰ حقًّا كقولهٖ تعالىٰ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ وحينئذٍ تكونُ اسمًا يُبنىٰ لكونهٖ مشابهًا لِكَلّا حَرْفًا وقيل تكونُ حرفًا ايضًا بمعنىٰ اِنَّ لتحقيق الجملةِ نحو كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى بمعنى اِنَّ

ترجمہ : یہ تفصیل خبر کے بعد ہے اور کبھی کلا امر کے بعد بھی آتا ہے جیسا کہ آپ کو کہا گیا اضرب زیدا پس آپ اس کے جواب میں کہیں کلا یعنی لاافعل هذا قط اور کلا بمعنی حقا بھی آتا ہے جیسے کلا سوف تعلمون اور اس وقت یہ مبنی ہوگا واسطے ہونے اس کے مشابہ کلا حرفی کے اور کہا گیا ہے ہوتا ہے حرفی بھی بمعنی ان واسطے تحقق ہونے جملہ کے جیسے کلا ان ......الخ ۔

تشریح : یہ کلّا متکلم کے زجر اور منع کے لئے اسوقت آتا ہے جب خبر کے بعد ہو اور یہ کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے جیسے اضرب زیدا فقلت کلّا یعنی میں ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا۔

فائدہ : کلّا کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور اور سیبویہ کے نزدیک اس کا حقیقی معنی زجر اور ردع کے لئے نہیں ہوتا جیسے باری

تعالیٰ کا فرمان ہے یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ کلّا۔ ردع اور زجر کے معنی میں نہیں۔اس کے معنی حرف ایجاب کے ہوگا اور بعض نے بمعنی حقا بتایا ہے لیکن یہ سب معانی مجازی ہیں۔

حینئذ تکون اسما یبنی لکونہ : نحویوں کا اختلاف ہے کہ جس وقت کلّا حقا کے معنی میں ہو تو یہ اسم ہوتا ہے یا حرف؟ بعض کے نزدیک یہ اسم ہوتا ہے لیکن اسم ہو کر یہ معرب نہیں ہوگا بلکہ مبنی ہوگا اس لئے کہ یہ کلّا اسمی کلّا حرفی کے مشابہ ہے تو مشابہت دونوں طرح ہے مشابہت لفظی بھی اور مشابہت معنوی بھی۔ مشابہت لفظیہ تو واضح ہے مشابہت معنویہ یہ ہے کہ کلّا حرفی زجر کے لئے آتا ہے اسی طرح کلّا اسمی بھی اسی چیز سے جھڑکتا ہے جس کو وہ بول رہا ہے تا کہ اس کی ضد کو محقق اور ثابت کیا جائے اور بعض کے نزدیک یہ کلّا بمعنی حقا حرف ہوتا ہے جو ان کی طرح جملہ کی تحقیق کے لئے آتا ہے جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی کہ تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے۔

فصل : تَاءُ التانیثِ السّاکنۃُ تلحقُ الماضِیْ لِتَدُلَّ علیٰ تانیثِ ما اُسْنِدَ الیہ الْفِعْلُ نحو ضَرَبَتْ ھِنْدٌ وقد عَرفتَ مواضِعَ وُجُوبِ الحاقھا واِذا لقِیَھَا ساکِنٌ بَعْدَھَا وَجَبَ تحریکھا بالکسرِ لِاَنَّ السَّاکِنَ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ نحو قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ وحرکتُھا لاتوجب رَدَّ ماحُذِف لاجلِ سکونھا فلا یقال رماتِ المرأۃُ لِاَنَّ حرکتَھا عارِضیۃٌ واقعۃٌ لرفع التقاءِ الساکنَیْنَ فقولُھُمْ المرأتانِ رماتا ضعیفٌ

ترجمہ : تاء تانیث ساکنہ لاحق ہوتی ہے ماضی کو تا کہ دلالت کرے اس چیز کے مؤنث ہونے پر جس چیز کی طرف فعل کا اسناد ہے جیسے ضربت ھند اور تحقیق آپ پہچان چکے ہیں تاء تانیث ساکنہ کے لاحق ہونے کے وجوب کی جگہیں۔ اور جب تاء ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن لاحق تو واجب ہے اس کو حرکت کسرہ دینا کیونکہ ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو حرکت کسرہ ہی دی جاتی ہے جیسے قد قامت الصلوٰۃ اور حرکت اس کی نہیں واجب کرتی لوٹانے اس چیز کو جو حذف کی گئی تھی بوجہ اس کے ساکن ہونے کے پس نہیں کہا جائے گا رمات المرأۃ کیونکہ اس کی حرکت عارضی ہے واقع ہوئی ہے واسطے رفع التقائے ساکنین کے پس عرب کا قول المرأتان رماتا ضعیف ہے۔

تشریح : اس پندرہویں فصل میں تائے تانیث ساکنہ کا بیان ہے یہ تائے تانیث ساکنہ ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے جو کہ فعل کے مسند الیہ یعنی فاعل اور نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یاد رکھیں کہ جس طرح تائے تانیث ساکنہ فعل کے آخر میں آتی ہے اسی طرح تائے متحرکہ اسم کے آخر میں آتی ہے جیسے ضربت ھند۔

وقد عرفت مواضع و جوب الحاقھا...... مصنفؒ نے اس قاعدہ کی طرف اشارہ کر دیا جو ماقبل میں بیان کیا تھا کہ تائے تانیث ساکنہ فعل کے ساتھ کتنے مقام پر لائی جاتی ہے چنانچہ فاعل کی بحث میں وہ قاعدہ گذر چکا ہے۔

و اذا لقيها ساكن بعد ها ...... جب تائے ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن لاحق ہو جائے تو اسوقت تاء کو حرکت کسرہ کی دینا واجب ہے کیونکہ التقائے ساکنین ہے اور پہلا ساکن مدہ نہیں اس لئے کہ حرکت کسرہ کی دی جائے گی کیونکہ قاعدہ ہے الساكن اذا حرك حرك بالكسره جب ساکن کو حرکت دی جاتی ہے تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جاتی ہے باقی رہی یہ بات کہ کسرہ کی حرکت کیوں دی جاتی ہے اس لئے کہ یہ قلیل الوجود ہونیکی وجہ سے سکون کے مشابہ ہے جیسے قامت الصلوٰة اسمیں تاء کو حرکت کسرہ کی دی گئی ہے۔

و حر كتها لا تو جب ردما حذف : سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جب التقائے ساکنین کو وجہ سے دو ساکنوں میں سے ایک کو حذف کر دیا جاتا ہے جسمیں پہلا ساکن تائے تانیث ہوتا ہے جب وہ تائے تانیث متحرک ہوگی تو اسی محذوفہ حرکت کو واپس آنا چاہیے کیونکہ حذف کی علت التقائے ساکنین تھی جو تاء تانیث کے متحرک ہونے کی وجہ زائل ہوگئی ہے حالانکہ وہ حرف محذوفہ واپس نہیں لایا جاتا؟

جواب : مصنفؒ نے جواب دیا تائے تانیث ساکنہ کی یہ حرکت وہ حرکت عارضی ہے اور حرکت عارضی کو نحوی سکون شمار کرتے ہیں گویا کہ وہ ساکن ہے اور التقائے ساکنین جو علت تھی وہ اب بھی موجود ہے اس لئے حرف محذوفہ واپس نہیں لایا جائے گا۔

فقولهم المرا تان رماتا ضعيف سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : آپ نے کہا حرف محذوفہ کو واپس نہیں لایا جائے گا حالانکہ اہل عرب کا یہ قول ہے المرا تان رماتا یہ جو الف ما کے ساتھ ہے یہ التقائے ساکنین کیوجہ سے حذف ہوگیا تھا اب تاء کے متحرک ہونے کے بعد واپس آچکا ہے۔ مصنفؒ نے جواب دیا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قاعدہ مذکورہ کے خلاف ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

قولـه : واماالحاقُ عَلامة التثنيةِ وجمع المذكر وجمع المؤنث فضعيفٌ فلايقال قاما الزيدانِ وقاموا الزيدون وقُمْنَ النساءُ وبتقدير الالحاقِ لاتكون الضمائر لِئَلّا يلزَمَ الاِضْمَارُ قبل الذِكر بل علاماتٍ دالّةٍ علىٰ احوالِ الفاعِل كتاءِ التانيث

ترجمہ : اور لیکن لاحق کرنا علامت تثنیہ وجمع مذکر وجمع مؤنث کا پس ضعیف ہے پس نہیں کہا جائے گا قام الزيدان الخ اور لاحق کرنے کی صورت میں یہ علامات ضمائر نہیں ہوں گی تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ محض علامات ہوں گی جو فاعل کے احوال پر دلالت کرنے والی ہیں جیسے تاء تانیث۔

تشریح : سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال : جس طرح تاء تانیث مسند الیہ کے مؤنث ہونے پر دلالت کرنے کے لئے لاحق کی جاتی ہے اسی طرح مسند الیہ کے تثنیہ

جمع پر دلالت کرنے کے لئے علامت تثنیہ اور علامت جمع کو لانا چاہئے حالانکہ مسند الیہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو پھر نہیں لائی جاتی ؟

جواب : مصنفؒ نے جواب دیا کہ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو یہ اپنے تثنیہ اور جمع ہونے پر خود دلالت کرتا ہے جس کی وجہ سے فعل کے ساتھ علامت تثنیہ جمع لانے کی ضرورت ہی نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر علامت تثنیہ اور جمع کی لاحق کی جائے فعل کے ساتھ تو اس کا تکرار لازم آتا ہے جو کہ قبیح اور جائز نہیں۔ بخلاف مسند الیہ کے مؤنث ہونے کے کہ اسمیں کبھی علامت تانیث کی لفظوں میں آتی ہے اور کبھی معنوی ہوتی ہے اسی وجہ سے تائے تانیث لاحق کی جاتی ہے لہٰذا قا ما الزید ان قاموا الزیدون قمنا النساء یہ ضعیف ہیں۔

فائدہ : اگر فعل کے ساتھ تثنیہ اور جمع کی علامت کو لاحق کر دیا جائے تو یہ ضمیریں نہیں ہوں گی بلکہ محض علامات ہوں گی جس طرح تائے تانیث ساکنہ محض ہوتی ہے کیونکہ اگر ضمیر مانا جائے تو اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے جبکہ فاعل اسم ظاہر ہو لہٰذا ان کو ضمیر نہیں مانا جائے گا بلکہ علامات قرار دیا جائے گا۔

فصل: التنوین نونٌ ساکنةٌ تتبع حرکةَ اٰخِرِ الکلمةِ لالتاکید الفعلِ وھی خَمْسَةُ اقسامٍ الاول للتمکنِ وھو ما یدُلُّ علی ان الاسم متکمنٌ فی مقتضی الاسمیة ای انّه منصرفٌ نحو زیدٌ ورجُلٌ والثانی لتنکیرٍ وھو مایدُلُّ علیٰ اَنَّ الاسمَ نکرةٌ نحو صهٍ ای اسکُتْ سکوتًا مافی وقتٍ مّا وامّا صَهْ بالسکونِ فمعناه اُسکتِ السکوتَ الاٰنَ

ترجمہ : تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو تاکید کے لئے نہ ہو اور وہ پانچ قسم پر ہے پہلی قسم تمکن کے لئے اور وہ وہ ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اسم اسمیت کے تقاضا میں متمکن ہے یعنی پکی بات ہے وہ منصرف ہے جیسے زید و رجل اور دوسری قسم تنکیر کے لئے اور وہ وہ ہے جو دلالت کرے اس بات پر کہ تحقیق اسم نکرہ ہے جیسے صهٍ یعنی اسکت السکوت الخ اور لیکن صهْ بالسکون پس معنی اس کا اسکت السکوت الان۔

تشریح : مصنفؒ یہ اس سولہویں فصل میں تنوین کی بحث ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ : تنوین یہ مصدر ہے جس کا معنی ہوتا ہے نون کو داخل کرنا اب یہ نام خود اس نون کا رکھدیا گیا ہے اب اس نون کو تنوین کہا جاتا ہے۔

تنوین کی تعریف : تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخر میں حرکت کے تابع ہوتی ہے اور جو فعل کی تاکید کے لئے نہیں لائی جاتی۔

فائدہ : یہ تنوین تلفظ میں تو نون ساکن ہوتی ہے لیکن کتابت میں یہ نون نہیں ہوتی بلکہ کتابت میں دو زبر دو زیر دو پیش کی صورت

میں لکھی جاتی ہے۔

سوال : مصنف نے لفظ حرکت ذکر کیا یوں کیوں نہیں کہا تبتع اخر الکلمة تو یہ لفظ حرکت کے بڑھانے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب : لفظ حرکت بڑھا کر یہ بات بتائی ہے کہ یہ حرکت کے تابع ہے جس طرح حرکت حالت وقف میں ساقط ہو جاتی ہے اس طرح یہ تنوین بھی حالت وقف میں ساکن ہو جاتی ہے اگر مصنف لفظ حرکت نہ بڑھاتے یوں کہتے تبتع آخر الکلمہ تو لازم آتا کہ جس طرح کلمہ کا آخری حرف حالت وقف میں ساقط نہیں ہوتا تنوین بھی ساقط نہ ہوگی حالانکہ یہ حالت وقف میں ساقط ہو جاتی ہے۔

سوال : مصنف نے کلمہ کا لفظ بولا ہے اسم کا لفظ کیوں نہیں بولا؟ یوں کیوں نہیں فرمایا حرکته اخر الاسم ؟

جواب : تنوین کی پانچ قسمیں تھی جن میں سے ایک قسم تنوین ترنم ہے یہ جس طرح اسم پر داخل ہوتی ہے اسی طرح یہ فعل اور حرف پر بھی داخل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے تعریف کے اندر لفظ کلمہ کو ذکر کیا تا کہ یہ تنوین ترنم کو بھی شامل ہو جائے جو کہ فعل اور حرف پر آتی ہے۔

لا لتاكيد الفعل کہ نون تنوین فعل کی تاکید کی غرض کے لئے نہ لایا گیا ہو اس سے نون خفیفہ کو تاویل سے خارج کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی آخری حرف کی حرکت کے تابع تو ہوتا ہے لیکن فعل کی تاکید کے لئے آیا کرتا ہے لہٰذا اسے نون تنوین نہیں کہا جائے گا۔

و هی خمسة اقسام کہ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں۔ جس طرح کہ شعر میں مذکور ہے۔

تناوین پنج انداے پرغرض، ترنم ،تمکن، تقابل ،عوض

بتنکیر پنج اے یار غار اگر ہو شداری برو یاد دار

پہلی قسم : تنوین تمکن ہے۔

تنوین تمکن کی تعریف : تنوین تمکن وہ ہے جو اسم کے متمکن ہونے پر دلالت کرے اور یہ تنوین چونکہ منصرف اور غیر منصرف میں فرق کے لئے لائی جاتی ہے اس لئے اس کو تنوین صرف بھی کہتے ہیں۔

دوسری قسم: تنوین تنکیر ہے۔

تنوین تنکیر کی تعریف : تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے لہٰذا یہ تنوین تنکیر نکرہ اور معرفہ میں فرق کے لئے آتی ہے جیسے صه یہ نکرہ ہے جس کا معنی ہے اسکت سکوتا ما فی وقت ما چپ رہ چپ رہنا کسی وقت میں اور صه بغیر تنوین کے معرفہ ہے بمعنی اسکت السکوت الان تو چپ رہ چپ رہنا اس وقت۔

قوله : والثالثُ للعوَضِ وهو مايكون عِوَضًا عن المضافِ اليه نحو حِينئذٍ وساعتئذٍ ويومئذٍ ای حِينَ اذ كان

کذا والرابعُ للمقابلة وهو التنوین الذی فی جمع المؤنث السالِمِ نحو مُسْلِمَاتٍ وهٰذِه الاربَعَةُ تختصُّ بالاسم

ترجمہ : اور تیسری قسم تنوین عوض کے لئے ہے اور وہ وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض ہو جیسے حینئذ ......الخ یہ اصل میں حین اذا کان کذا ۔

تیسری قسم : تنوین عوض ہے۔

تنوین عوض کی تعریف : تنوین عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض لائی جاتی ہے جیسے حینئذٍ جو اصل میں حین اذ کان کذا تھا تو اسمیں حین مضاف اذ کی طرف ہے اور اذ مضاف ہے جملہ کان کذا کی طرف تو مضاف الیہ کان کذا کو حذف کر دیا تخفیف کے حاصل کرنے کے لئے اور اس کے عوض یعنی بدلہ میں لفظ اذ پر تنوین لے آئے۔

فائدہ : تنوین عوض کی تین قسمیں ہیں ① جو جملہ کے عوض اور بدلہ میں ہوتی ہے جس طرح اذ کے آخر میں تنوین آتی ہے حینئذٍ، یومئذٍ ② جو اسم کے بدلہ میں ہوتی ہے اور یہ تنوین لفظ کل کے آخر میں آتی ہے مضاف الیہ کے بدلہ میں جیسے کل قائم اصل میں تھا کل انسان قائم تو لفظ انسان کو حذف کر دیا گیا تو اس کے عوض میں تنوین لائی گئی ہے لفظ کل پر ③ وہ جو حرف یا حرکت کے بدلے میں آتی ہے جیسے جوارٍ، غواشٍ دواع حالت رفع اور جر میں آتی ہے عندالبعض ۔

چوتھی قسم : تنوین مقابلہ ہے۔

تنوین مقابلہ کی تعریف : وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے جو اس نون کے مقابلہ میں ہے جو کہ جمع مذکر سالم میں آتی ہے تنوین کی یہ چاروں اقسام اسم کے ساتھ مختص ہیں۔

سوال : تنوین کی ان چار قسموں کو اسم کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ اور علت کیا ہے؟

جواب : یہ اسم کے خواص اور علامات میں بیان کر دیا گیا ہے (اور کاشفہ شرح کافیہ میں بھی اور غرض جامی شرح جامی میں بھی بیان کر دیا گیا ہے)

قولہ : والخامسُ للترنُّمِ وهو الذی یَلحقُ اٰخِرَ الابیات والمصارِیع کقول الشاعر شعر ۔

اَقِلّی اللَّوْمَ عَاذِلُ والعِتَابَنْ وقُولی اِنْ اصَبْتُ لَقد اصابَنْ

وکقولہٖ ع یاابَتاعَلَّکَ اَوْ عَسَاکَنْ

ترجمہ: اور پانچویں قسم ترنم کے لئے ہے اور وہ وہ ہے جو لاحق ہوتی ہے ابیات اور مصرعوں کے آخر میں۔

تشریح : **پانچویں قسم** : تنوین ترنم ہے۔ ترنم کا معنی لغت میں گانا اور اچھی آواز ہے۔

ترنم کی تعریف : تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو شعروں اور مصرعوں کے آخر میں آواز کو خوبصورت کرنے کے لئے لائی جاتی ہے جیسے شعر ہے۔

اقلی اللوم عادل و العتابن   و قولی ان اصبت لقد اصابن

اسمیں عتاب اور اصاب فتحہ کے اشباع کے ساتھ الف پیدا ہوا عتابا اور اصابا ہوا پھر الف کو نون سے بدل دیا تو عتابن اور اصابن ہوگیا۔ عتاب تو اسم ہے اور اصاب فعل ماضی ہے

دوسری مثال :عساکن اصل میں عساك تھا تو پہلی مثال تنوین ترنم کے آخر بیت میں ہونے کی ہے اور دوسری مثال تنوین ترنم کی آخر مصرع میں ہونے کی ہے۔

قولہ : وقدیُحذفُ مِنَ العَلَمِ اذا کانَ مَوصوفًا بابن اوبنۃٍ مُضافًا الیٰ عَلَمٍ اٰخر نحو جاءَ نی زیدُ بنُ عَمْرٍو وھِندُ ابنۃُ بکرٍ

ترجمہ : اور کبھی کبھی تنوین کو حذف کیا جاتا ہے علم سے جب ہو وہ موصوف ساتھ ابن یا بنۃ کے درانحالیکہ وہ مضاف ہو طرف علم دوسرے کے جیسے جاء نی ......الخ ۔

تشریح : ضابطہ : علم سے تنوین کو حذف کرنا واجب ہوتا ہے جسوقت علم موصوف ہو جس کی صفت لفظ ابن یا ابنۃ ہو اور وہ لفظ ابن یا ابنۃ دوسرے علم کی طرف مضاف ہو کیونکہ یہ علم کثیر الاستعمال ہے اور کثرت استعمال خفت کا تقاضا کرتی ہے اسی لئے اس تنوین کو حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ کلمہ میں خفت پیدا ہو (مزید ضوابط اور ابن کے ہمزہ کے حذف کرنے کا ضابطہ بھی ضوابط نحو یہ اور تنویر میں دیکھئے)۔

بحث نون تاکید

فصل : نونُ التاکیدِ وھی وُضِعَتْ لتاکید الامرِ والمُضارع اذا کان فیہ طلبٌ بازاءِ قد لتاکید الماضی وھی علی ضَرْبَیْنِ خَفِیْفَۃٌ ای سَاکِنَۃٌ ابدًا نحو اِضْرِبَنْ وثقیلۃٌ ای مُشدَّدَۃٌ مفتوحۃٌ ابدًا اِنْ لَمْ یکُنْ قبلھَاالفٌ نحو اِضْرِبَنَّ ومکسُورۃٌ اِن کانَ قبلھا الفٌ نحو اِضرِبَانِّ واضْرِبْنَانِّ

ترجمہ : نون تاکید اور وہ وہ ہے جو وضع کی گئی ہے واسطے تاکید امر کے لئے اور تاکید مضارع کے لئے جب ہو اس میں طلب کا معنی مقابلے قد کے واسطے تاکید ماضی کے اور وہ دو قسم پر ہے ایک خفیفہ یعنی ساکنہ ہمیشہ جیسے اضربنْ اور ثقیلہ یعنی مشددہ مفتوحہ ہمیشہ اگر نہ ہو اس سے پہلے الف جیسے اضربنَّ اور مکسورہ اگر ہو اس سے پہلے الف جیسے اضربانّ اور اضربنان ۔

تشریح : مصنفؒ اسی سترہویں اور آخری فصل میں نون تاکید کو بیان کررہے ہیں۔

یادرکھیں! لفظ نون کی جو اضافت تاکید کی طرف ہے یہ اضافت بیانیہ ہے معنی یہ ہوگا النون الذی یفید التاکید لتحصیل المطلوب کہ یہ نون مطلوب کے حصول میں تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

نون تاکید کی تعریف : نون تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کے لئے وضع کی گئی ہو بشرطیکہ مضارع میں طلب والا معنی ہو کیونکہ نون تاکید اس چیز کی تاکید کے لئے لائی جاتی ہے جسمیں طلب ہو۔

نون تاکید کی دو قسمیں ہیں ① خفیفہ ② ثقیلہ

نون خفیفہ ساکن ہوتا ہے اور نون ثقیلہ یہ مشدد اور مفتوح ہوتا ہے۔

سوال : نون خفیفہ کو نون ثقیلہ پر کیوں مقدم کیا؟

جواب : نون خفیفہ اپنی اصل پر ہے اس لئے کہ یہ مبنی ہے اور مبنی میں اصل ساکن ہے اسی وجہ سے اسے مقدم کردیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نون خفیفہ نون ثقیلہ کا جزء ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جزء کل پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا نون خفیفہ کو مقدم کردیا ہے اور نون ثقیلہ ہمیشہ مشدد اور مفتوح ہوتا ہے۔

سوال : نون ثقیلہ مفتوح کیوں ہوتا ہے؟

جواب : نون ثقیلہ ثقیل ہے اور ثقل خفت کا تقاضا کرتا ہے اس لئے حرکات میں سے فتحہ اخف الحرکات تھی اس لئے اسے مفتوح کر دیا گیا لیکن اس کے مفتوحہ ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے اضربَنَّ اضربُنَّ اضرِبنَّ اگر اس سے پہلے الف ہو تو یہ نون ثقیلہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔

سوال : الف کے بعد نون ثقیلہ مکسور کیوں ہوتا ہے؟

جواب : اس کی مشابہت ہو جاتی ہے نون تثنیہ کے ساتھ جیسے نون تثنیہ الف کے بعد آتا ہے اس طرح یہ بھی الف کے بعد آتا ہے اور وہ چونکہ مکسور ہوتا ہے اسی مشابہت کی بناء پر اسے مکسور کردیا جاتا ہے البتہ فرق ان میں واضح ہے کہ نون تثنیہ کا مشدد نہیں ہوتا اور یہ نون تاکید کا مشدد ہوتا ہے۔

قولــه : وتدخُل فی الامر والنهی والاستفهامِ والتمنی والعرضِ جوازاً لِاَنَّ فی کُلٍّ مِنهُا طَلَباً نحو اِضربَنَّ ولاتضربَنَّ وهل تضربنَّ ولیتك تضربنَّ والا تنزِلنَّ بنا فتُصیبَ خیراً

ترجمہ : اور داخل ہوتی ہے امر، نہی وغیرہ میں جوازاً کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں جیسے اضربن ......الخ۔

تشریح : ضابطہ: نون تاکید کے لانے کا یہ کن کن مقامات میں آتا ہے؟ جس کا حاصل یہ ہے کہ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ امر کے آخر میں آتا ہے اور امر میں تعمیم ہے کہ معلوم ہو یا مجہول ہو اسی طرح حاضر ہو یا غائب۔ سب کے آخر میں آتا ہے۔
② نہی کے آخر میں ③ استفہام کے آخر میں ④ تمنی کے آخر میں ⑤ عرض کے آخر میں۔
جس کی علت مصنفؒ نے خود بتا دی ہے کہ ان پانچ مقامات میں طلب پائی جاتی ہے اور نون تاکید بھی طلب کی تاکید کے لئے آتا ہے اسی وجہ سے پانچوں مقامات پر نون تنوین کا آنا مناسب ہے۔
سوال : نون تاکید کا نفی میں بھی آتا ہے مصنفؒ نے اس کو بیان کیوں نہیں کیا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ نفی کے اندر طلب نہیں پائی جاتی ہے حالانکہ تم نے قاعدہ بتایا ہے کہ نون تاکید کے لانے کے لئے مضارع میں طلب والا معنی پایا جائے؟
جواب : یہ بات درست ہے کہ واقعتاً نون تاکید کا نفی کے ساتھ بھی آتا ہے باقی رہی یہ بات کہ نفی میں طلب نہیں تو کیسے اس کے ساتھ لاحق ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نفی فعل میں نہی کے ساتھ مشابہ ہے جس طرح نہی کے ساتھ نون تاکید کا لاحق ہوتا ہے۔ اسی طرح نفی کے ساتھ بھی نون تاکید کا لاحق کر دیا جاتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ مصنفؒ نے ذکر کیوں نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کے ساتھ نون تاکید کا آنا قلیل ہے اسی لئے مصنفؒ نے اسے ذکر نہیں کیا۔
سوال : نون تاکید حروف معانی میں سے ایک حرف ہے جس طرح حرف استفہام، حرف قسم، حرف نفی۔ حروف معانی میں سے ہیں اور شروع میں آتے ہیں اس طرح نون تاکید کو بھی شروع میں ہونا چاہیئے تھا یہ آخر میں کیوں لاحق ہوتا ہے؟
جواب اول : کہ نون خفیفہ ساکن ہوتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ابتداء بالسکون محال ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نون تاکید کا ابتداء میں نہیں آتا کلمہ کے آخر میں آتا ہے۔
جواب ثانی : تاکید ہمیشہ مؤکد کے بعد آخر میں آیا کرتی ہے تو اسی وجہ سے کلمہ کے آخر میں لاحق ہوتا ہے شروع میں نہیں آتا۔
قولــه : وقد تدخل فی القَسمِ وجوبًا لوقوعهٖ علیٰ مایکون مطلوبًا للمتکلِّمِ غالبًا فارَادُوْا اَنْ لا یکونَ اخر القَسمِ خالیًا عَنْ معنی التاکید کما لایخلُوا اوّلُهٗ منهُ نحو واللّٰهِ لافعلَنَّ کذَا
ترجمہ : اور کبھی داخل ہوتی ہے قسم میں وجوبا واسطے واقع ہونے اس کے اس چیز پر جو مطلوب ہے واسطے متکلم کے اکثر پس ارادہ کیا نحویوں نے کہ نہ ہو آخر قسم خالی معنی تاکید سے جیسا کہ نہیں ہے خالی اول معنی اس کا تاکید سے جیسے واللّٰہ لافعلن کذا۔
تشریح : یہاں پر قسم سے مراد جواب قسم ہے کیونکہ قسم پر تو نون تاکید کا داخل نہیں ہوتا اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جواب قسم اگر مثبت ہو تو نون تاکید کا داخل کرنا جواب قسم میں واجب ہوتا ہے اس کی وجہ ہے کہ متکلم قسم اس پر کھاتا ہے جو چیز اس کو مطلوب اور مقصود ہوتی ہے لہٰذا یہاں پر بھی طلب پائی گئی اور نحویوں نے اس نون تاکید کو اس لئے واجب قرار دیا کہ جس طرح قسم کا اول تاکید

کے معنی سے خالی نہیں ہوتا اسی طرح قسم کا آخر بھی تاکید کے معنی سے خالی نہ ہو جیسے و اللہ لا فعلن کذا۔

فائدہ : امّا شرطیہ کے ساتھ نون تاکید کا آنا بھی کثیر ہے جیسے اما تفعلن اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ امّا کے آخر میں جو ما زائدہ لایا گیا ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے لہٰذا جب حرف شرط میں تاکید موجود ہے تو فعل شرط کے ساتھ بھی تاکید لانا مناسب ہے اسی وجہ سے نون تاکید کالا یا جاتا ہے۔

قولہ : واعلم انّہ یَجِبُ ضَمُّ ماقبلھا فی جمع المذکر نحو اضرِبُنَّ لیَدُلَّ علی الواوِ المحذُوفَةِ وکسرُ ماقبلھا فی المخاطبة نحو اضرِبن لیدُلّ علی الیاءِ المحذوفةِ وفتحُ ما قبلھا فِی ما عَدَاھُمَا اما فی المفردِ فلانہٗ لوضُمَّ لالتَبَسَ بجمعِ المذکر ولو کُسِرَ لالتَبَسَ بِالمخاطبةِ واما فی المثنّٰی وجَمْعِ المؤنَّثِ فلانَّ ماقبلھا الفٌ نحو اضربَانِّ واضرِبْنَانِّ وزِیْدَتْ الفٌ قبل النونِ فی جمعِ المؤنثِ لِکَراھَةِ اجتماعِ ثلٰث نُوناتٍ نُونُ الضّمیر ونونا التاکید

ترجمہ : اور جان لیجئے کہ تحقیق شان یہ ہے کہ ضمہ دیا جائے (نون ثقیلہ اور خفیفہ) کے ماقبل کو جمع مذکر میں جیسے اضرِبُن تا کہ دلالت کرے واؤ کے حذف ہونے پر اور کسرہ دیا جائے ان کے ماقبل کو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں جیسے اضربن تا کہ دلالت کرے یاء کے حذف ہونے پر اور فتح دیا جائے ان کے ماقبل کو ان (جمع مذکر اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ) کے ماسوا میں لیکن مفرد میں اس لئے کہ اگر ضمہ دیا جائے تو التباس ہو جائے گا ساتھ جمع مذکر کے اور اگر کسرہ دیا جائے تو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ التباس آئے گا۔ اور لیکن تثنیہ اور جمع مؤنث میں پس کیونکہ ماقبل اس کے الف ہے جیسے اضربان اور اضربنان اور زیادہ کیا جاتا ہے الف پہلے نون کے جمع مؤنث میں واسطے جمع ہونے تین نونات کے ایک نون ضمیر کی اور دو نونیں تاکید کی۔

تشریح : مصنفؒ نون ثقیلہ اور خفیفہ کے ماقبل کی شرط کے لئے ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ضابطہ : جس کا حاصل یہ ہے کہ نون ثقیلہ اور خفیفہ جمع مذکر غائبین اور جمع مذکر مخاطبین کے اندر ماقبل کا مضموم ہونا واجب ہے جس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ یہاں پر واو محذوف ہوتی ہے اجتماع ساکنین کی وجہ سے کہ واو بھی ساکن اور نون بھی ساکن اور التقائے ساکنین اگر چہ جائز ہے لیکن خفت حاصل کرنے کے لئے پہلے ساکن واو کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اس واو محذوفہ پر دلالت کرنے کے لئے ماقبل کو ضمہ دینا واجب ہے تا کہ یہ ضمہ واو کے محذوفہ ہونے پر دلالت کرے۔

سوال : نون تاکید کی جمع مذکر میں لاحق کرنے سے التقائے ساکنین لازم آتا ہے جس کی وجہ سے واو کو حذف کیا جاتا ہے حالانکہ یہ واو فاعل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ فاعل کو حذف کرنا جائز نہیں تو وہاں پر کیسے حذف کر دیا گیا ہے؟

جواب : ہم یہ قطعاً نہیں کہتے کہ واو محذوف ہے اس لئے کہ جو اس پر دال ہے وہ ضمہ ہے اور وہ موجود ہے گویا کہ واو حذف ہی

نہیں ہوئی۔

و کبسر ما قبلها فی المخاطبة۔ اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے آخر میں جب نون تاکید لاحق کیا جائے گا تو اس کا ماقبل کا مکسور ہونا واجب ہوتا ہے تاکہ یہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے جیسے اضربن۔

و فتح ما قبلها فی ماعداهما۔ ماقبل کی دونوں صورتوں کے علاوہ یعنی صیغہ جمع مذکر بھی نہ ہو اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ بھی نہ ہو تو نون تاکید کا ماقبل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے یعنی مفرد مذکر میں اور اسی طرح تثنیہ میں اور جمع مؤنث میں اور متکلم میں نون تاکید کے ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے مفرد میں تو ماقبل کا فتحہ تو اس لئے واجب ہے کہ اگر ماقبل کو ضمہ دیں تو جمع مذکر کے التباس آتا ہے اور اگر کسرہ دیں تو واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ التباس لازم آتا ہے اس لئے مفرد کے اندر ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے۔

سوال : التباس سے بچنے کا اور طریقہ بھی تھا کہ جمع کے ماقبل کو مکسور یا مفتوح کر دیتے اور اس کو مضموم کر دیتے؟ یا واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ماقبل کو مفتوح کر دیتے اور اس کو مکسور کر دیتے؟

جواب : جمع مذکر کے ماقبل کے مضموم ہونیکی علت اور اسی طرح واحدہ مؤنثہ مخاطبہ کے ماقبل کے مکسور ہونیکی علت ہم نے بیان کر دی اس لئے باقی حرکات میں سے فتحہ تھی تو وہ مفرد کے ماقبل کو دے دی۔ دوسری علت یہ بھی بیان کی جاسکتی ہے کہ مفرد بنسبت جمع کے کثیر الاستعمال تھا اور قاعدہ ہے کہ کثرت خفت کا تقاضا کرتی ہے اسلئے اخف الحرکات فتحہ تھی تو وہ فتحہ مفرد کے ماقبل کو دے دی۔

اما فی المثنی و جمع المؤنث۔ مصنفؒ تثنیہ اور جمع مؤنث کے ماقبل کے مفتوح ہونے کی علت بتا رہے ہیں کہ جب تثنیہ جمع مؤنث کے ساتھ نون تاکید کا لاحق ہو تو اس کا ماقبل بھی ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ ماقبل کا مفتوح ہونا واجب ہے اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع مؤنث کے آخر میں الف ہوتا ہے اور الف ماقبل میں فتحہ ہی چاہتا ہے اسی وجہ سے ماقبل کو مفتوح کر دیا گیا۔

و زیدت الالف قبل النون فی جمع المؤنث۔ کہ جمع مؤنث میں چونکہ تین نون کا اجتماع ہو جاتا ہے اس لئے جمع مؤنث کے نون اور نون تاکید کے درمیان الف کا فاصلہ لانا واجب ہے تاکہ تین دونوں کا اجتماع لازم نہ آئے جو کہ مکروہ ہے۔

قولـه : و نونُ الخفيفة لاتدخُلُ فی التثنيةِ اَصلًا ولا فی جمعِ المؤنَّثِ لانهٗ لو حَرَّكتَ النونَ لم تبقَ خَفِيفَةً فلم تكن علی الاصل وإنْ ابقيْتَها ساكنةً يلزَم التِقاءُ الساكنَيْنِ علیٰ غير حَدِّهٖ وَهُوَ غيرُ حَسَنٍ

ترجمہ : اور نون خفیفہ لا داخل ہوتی تثنیہ میں بالکل اور نہ جمع مؤنث میں کیونکہ اگر حرکت دی جائے نون کو تو نہیں رہے گی خفیفہ پس نہیں رہے گی اپنے اصل پر اور اگر آپ باقی رکھیں اس کو ساکن تو لازم آئے گا التقائے ساکنین علی غیر حدہ اور وہ غیر مستحسن ہے۔

مصنفؒ ضابطہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

تشریح : ضابطہ : کہ نون خفیفہ کتنے مقام پر نہیں آتا اس کا حاصل یہ ہے کہ دو مقام میں نون خفیفہ کا آنا ناجائز اور ممنوع

ہے ① تثنیہ ② جمع مؤنث۔ ان دونوں مقام میں نون خفیفہ کا لاحق کرنا نا جائز ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ تثنیہ کے اندر نون خفیفہ کیوں داخل نہیں ہوتا اس کی وجہ اور علت یہ ہے کہ جب تثنیہ کے آخر میں نون خفیفہ لاحق کیا جائے تو التقائے ساکنین لازم آئے گا ایک ساکن الف اور دوسرا ساکن نون خفیفہ ہے اب الف کو حذف تو کرنہیں سکتے کیونکہ یہ ضمیر فاعل بھی ہے اور اس کے حذف کرنے سے تثنیہ کا مفرد کے ساتھ التباس لازم آئے گا اور دوسرا ساکن نون خفیفہ اسمیں دو صورتیں ہیں۔ یا تو اس کو حرکت دی جائے یا اس کو ساکن رکھا جائے۔ اگر حرکت دی جائے تو وہ نون خفیفہ نون خفیفہ نہیں رہے گا اگر ساکن رکھا جائے تو التقائے ساکنین علی غیر حدہ لازم آتا ہے جو کہ غیر احسن بلکہ نا جائز ہے۔

سوال : نون تاکید خفیفہ کا تثنیہ کے ساتھ لاحق نہ ہونا تو دلیل کے ذریعے سمجھ آ گیا لیکن جمع مؤنث کے آخر میں کیوں لاحق نہیں ہوتا؟ اس کی علت اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی ؟

جواب: نون خفیفہ سب احکام میں نون ثقیلہ کیطرح ہے جس طرح کہ نون ثقیلہ کے احکام میں سے ہے کہ جب وہ جمع مؤنث کے ساتھ لاحق ہوتا ہے تو الف فاصلہ کا لانا ضروری ہوتا ہے تو یہاں پر بھی الف فاصلہ کا لانا ضروری ہے اگر چہ وہ علت تین نونوں کے جمع ہونے والی موجود نہیں ہے اب وہی دلیل اور علت جو تثنیہ میں بیان کی گئی ہے یہاں بھی منطبق اور جاری ہو جائے گی۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم

.... تمت بالخیر ....

جامع المعقول والمنقول

حضرت مولانا **مفتی عطاء الرحمٰن** ملتانی صاحب

کے دیگر علمی شہ پارے

نیا ایڈیشن

صرح اللبیب

فی حلِ

شرح تہذیب

تصحیح شدہ

شائع ہوچکی ہے

المكتبة الشرعية
شمع کالونی جی ٹی روڈ
گوجرانوالہ فون ۲۵۹۱۸۳